بچوں کا کتب خانہ

بچوں کے ادیب مجیبی صاحب کی کتابیں

الف لیلہ کے افسانے

الف لیلہ کی کہانیوں کا خلاصہ بچوں کے لئے

پہلا حصہ۔ شہرزاد اور دوسری کہانیاں ۸ر

دوسرا " حرکت میں برکت " " ۸ر

تیسرا " مرجینا " " عہر

چوتھا " سچی بہادری " " ۸ر

پانچواں " گلنار بیگم " " ۸ر

چھٹا " سنہرے بچے " " ۸ر

متفرق کہانیوں کی کتابیں:-

سنہری گھنٹی اور دوسری کہانیاں ۵ر

نادرہ ۵ر

کہانی نانی کی زبانی۔ از مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی ۸ر

دُردانہ اور دوسری کہانیاں ۸ر

چند اسلامی کتابیں:-

اچھی کہانی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی کہانی ۴ر

نیا میلاد۔ بچوں اور کم پڑھے لکھوں کے لئے ۲ر

یارانِ نبی۔ خلفاء اربعہ کی سیرتیں۔ ۶ر

ستارے۔ مشہور اور بڑے مہاجرین اور انصار صحابہ کی سیرتیں

آزاد بک ڈپو کی کتابیں:-

کائناتِ عرب۔ جزیرہ نمائے عرب کے جغرافی تمدنی اور تاریخی حالات ۴ر

جانورستان۔ جانوروں کے دلچسپ حالات۔ ۱۰ر

نصیحت کا کرن پھول تعلیم و تربیت پر پُرتاثیر افسانہ۔ ۸ر

بازیچہ۔ ملک میں استعمال ہونے والی سواریوں کے حالات۔ ۴ر

محبت کا پھول۔ ملک سنگ کی شہزادی کا دلچسپ قصہ۔ ۸ر

پر پرواز۔ ایک جانباز مور اور بیہودہ کبوتر کا مقابلہ۔ ۸ر

آسمانی دولھا۔ چاند، سورج، سیاروں اور ستاروں کے حالات۔ ۱۲ر

آویزہ گوش دلچسپ کہانیوں کا مجموعہ۔ ۸ر

ملا دوپیازہ۔ راجہ بیربر اور ملا دوپیازہ کے دلچسپ حالات۔ ۸ر

غنچہ حکمت۔ چھوٹے بچوں کے لئے عقل و حکمت کے موتی۔ ۸ر

قیدی شیر۔ ایک نادان اور فضول خرچ شیر کی کہانی ۵

ایک آنہ لائبریری

جادو کا شیشہ۔ کلکتہ، بمبئی وغیرہ کا مختصر حال ۳

جادو کا کوا۔ چار بہت دلچسپ کہانیاں ۳

مصطفیٰ کمال۔ غازی مصطفیٰ کمال کا حال ۳

کالو کی چالاکی۔ ایک دلچسپ کہانی ۳

یہاں اور وہاں ۳ کیتلی کا دیو ۳

فہرست مضامین جنوری ۱۹۴۵ء جلد ۲۷ نمبر ۲

نمونے کا پرچہ ۴ر

قیمت سالانہ

بچوں سے باتیں

پیامیوں کو نیا سال مبارک۔ پچھلا سال پیام تعلیم کے لئے کچھ زیادہ اچھا نہیں تھا۔ امید ہے کہ اس سال ہم اپنی پچھلی کمی کو پورا کر سکیں گے۔ اور آگے قدم بڑھا سکیں گے۔

پیام تعلیم کے لئے یہ سال اس لئے اور بھی مبارک ہے کہ پیام برادری کو نئی زندگی بخشنے کا کام دوبارا شروع ہو گیا ہے اور اب کی یہ زیادہ مستقل پیمانے پر ہوگا۔

مشتاق احمد صاحب سے تو تم واقف ہو، یہ ہمارے بہت اچھے اور پرانے مضمون نگار ہیں اور پیام تعلیم کے لیے برابر لکھتے رہتے ہیں۔ انھوں نے پیام برادری کا کام اپنے ذمے لے لیا ہے اور بہت دلچسپی اور شوق سے اسے کر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ تمام پیامی اس کام میں ان کا ہاتھ بٹائیں گے۔

اس مہینے سے معمّوں کا سلسلہ پھر شروع کر دیا گیا ہے انعامات بھی بڑھا دئے گئے ہیں۔ بہت سے پیامیوں کے شکایتی خط آ رہے تھے۔ امید ہے کہ ان کی شکایت دور ہو جائے گی

معمّوں کے علاوہ دوسرے انعامی مقابلوں کے بارے میں بھی ہم سوچ رہے ہیں۔ خدا نے کیا تو جنوری سے ان کا سلسلہ بھی شروع ہو جائے گا۔

(ایڈیٹر)

پیامیوں کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ پیام تعلیم کے اور بچوں کے خاص شاعر مولوی محمد شفیع الدین صاحب نیر اب مستقل طور پر جامعہ میں آ گئے ہیں۔ نیر صاحب کوئی اٹھارہ سال سے دلی کے مشہور انگریزی مدرسہ ماڈرن ہائی اسکول میں اردو کے استاد تھے۔ مگر قومی خدمت کا جذبہ اور جامعہ کی کشش کچھ ایسی ثابت ہوئی کہ اس پریشانی کے زمانے میں انھوں نے نہ تو زیادہ تنخواہ کی پرواہ کی۔ اور نہ ماڈرن ہائی اسکول سے اتنے دنوں کا تعلق اُن کے راستے میں حائل ہو سکا۔ جامعہ بھی مطمئن ہے کہ اس کا ایک پرانا فرزند پھر اس کی گود میں آ گیا۔

پیام تعلیم جس چھاپے خانے میں چھپتا ہے اس کا نام محبوب المطابع ہے۔ اس کے مالک مرزا محبوب بیگ صاحب نہایت نیک اور خوش اخلاق بزرگ تھے اور جامعہ کا کام بہت دلچسپی سے کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ پچھلے مہینے ان کا انتقال ہو گیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

اب مرزا مرحوم کی جگہ ان کے عزیز اُن کا کام سنبھال رہے ہیں۔ مگر چھاپے خانے کا کام اتنا بڑھ گیا ہے اور اخباروں اور رسالوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو گئی ہے کہ ان کے لئے رسالے کو وقت پر چھاپنا مشکل ہو گیا ہے۔ پھر بھی انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں رسالے کو وقت پر لے آئیں گے۔

سال کے بارہ مہینے

مولانا محمد شفیع الدین صاحب نیّر

جنوری میں ہم نے یہ مانگی دُعا اللہ سے
یا خدا ! اس سال کام اپنا کریں ہم چاہ سے

کام ہم نے فروری اور مارچ میں دِل سے کیا
ہوگئے ہم پاس محنت کا یہ پھل ہم کو ملا

آتے ہی اپریل کے تبدیل موسم ہوگیا
یعنی گرمی جاگ اُٹھی اور جاڑا سو گیا

پھر مئی اور جون میں دھوپ ایسی شدت کی پڑی
سوکھ کر کانٹا بنی جنگل کی ہر بوٹی جڑی

جون جولائی میں بادل ہر طرف چھانے لگے
ہر طرف چھانے لگے مینہہ خوب برسانے لگے

جب اگست آیا تو جنگل سبز تھا شاداب تھا
جس طرف دیکھو بھرا پانی سے ہر تالاب تھا

ہوگیا ماہِ ستمبر میں تپ ولرزے کا زور
ہر طرف میلیریا کا مچ گیا عالم میں شور

ماہِ اکتوبر میں پھر موسم نے پایا اعتدال
اب نہ گرمی کی اذیت اور نہ سردی کا وبال

پھر نومبر اور دسمبر میں ہوا سردی کا وار
اس طرح سے ہوگیا بارہ مہینوں کا شمار

صفّو دادا

بچّوں کے ادیب مجیبی صاحب

ہمارے محلّے میں ایک بڑے میاں تھے انھیں سب صفّو دادا، صفّو دادا کہا کرتے تھے۔ بچارے غریب ہی آدمی تھے اور کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ یوں تو کسانوں میں بھی بہتیرے خاصے، رُپے پونجی والے ہوتے ہیں مگر صفّو دادا بڑے ٹبّر (کُنبہ) والے آدمی تھے۔ کچھ نہیں، کچھ نہیں کوئی آدھا درجن تو اُن کے بیٹے ہوں گے، اور نہ ہوں گے نہ ہوں گے تو کوئی دو درجن اُن کے پوتے پوتیاں! تو یوں وہ، جو کماتے گھر کے دوزخ میں سب فوفنا ہو جاتا۔ جُڑ کچھ نہ پاتا۔

مگر واہ رے صفّو دادا! اتنا بڑا کُنبہ اور کل دو ہل کی کھیتی۔ پر نہ جانے کیا بات تھی کہ صفّو دادا اور اُن کا پورا کُنبہ ہمیشہ خوش خوش ہی نظر آتا تھا۔ دوسرے کسانوں کو ہم نے روتے اور مُنہ بسورتے ہی پایا لیکن صفّو دادا سے جب پوچھا تو انھوں نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ میاں! خدا کا شکر ہے، اُس کا احسان ہے، ہماری پیداوار تو بہت اچھی رہی۔ صفّو دادا پر دوسرے کسانوں کی طرح نہ مہاجن کا قرضہ رہتا نہ زمیندار کا لگان باقی رہتا۔

اور جناب، صفّو دادا کی صفائی ستھرائی ساری بستی میں مشہور تھی۔ بعض ہنسوڑ قسم کے لوگ تو صفّو دادا کی صفائی ستھرائی کے بارے میں کچھ مزے دار لطیفے بھی گھڑا کرتے تھے۔ مگر سچ یہ ہے اُن کی صفائی اور اُن کے سُگھڑاپے کا ہر کوئی قائل تھا۔

صفّو دادا نماز روزے کے بھی پابند تھے۔ وہ خود، اُن کے سب لڑکے اور پوتے، پیلے رنگ کے تہبند باندھا کرتے تھے۔ یہ پیلا رنگ وہ ہارسنگھار کے پھولوں سے نکالتے تھے۔

ہارسنگھار، چھوٹا سا ایک پیڑ ہوتا ہے، پان کی شکل کے اُس کے پتے ہوتے ہیں۔ شروع جاڑے میں، یا یوں سمجھئے اکتوبر کے مہینے میں اُس میں ننھے مُنّے پھول آتے ہیں۔ پھولوں کی سفید سفید

پھٹریاں اور ان میں ذرا ذرا سی ڈنڈیاں ۔ اُنھی
ڈنڈیوں کو پانی میں جوش دے لیتے ہیں تو بہت
اچھا پیارا پیارا رنگ بن جاتا ہے
خیر تو وہ کھیت پر کام کرتے میں تہبند اوپر
چڑھا لیتے ، نماز کا وقت آتا تو ایک ایک تہبند کو
نیچے ڈال ، وضو کر ، نماز پڑھنے کھڑا ہو جاتا ۔ جمعہ
کے دن صفّو دادا کا کُنبہ ہم سب کا تماشا ہوتا ۔
سب کے سب پہلے پہلے تہبند باندھے ، سفید
اُجلے اُجلے گاڑھے کے شلوکے پہنے اور سر پر
چھوٹے چھوٹے سے صافے باندھے ۔ مسجد میں جدھر
دیکھو بس صفّو دادا ، صفّو دادا ہی نظر آتے تھے ۔
بیساکھ ، جیٹھ یعنی مئی ، جون کی گرمی کہ چوٹی
کا پسینہ ایڑی کو آتا ہے اور دھوپ کے تڑاقے
کو دیکھ دیکھ جی سہما جاتا ہے ۔ مگر واہ رے صفّو دادا
ایسی کڑی دھوپ اور کھیتی کے کاموں میں اُن کی
وہی دوڑ دھوپ ! خاص بات یہ ہے کہ اسی زمانے
رمضان شریف پڑتا تو روزہ بھی ایک نہ چھوٹتا !
صفّو دادا بہت ہی سُگھڑ آدمی تھے ۔ وہ اپنے
کھیتوں میں بیسے ڈانڈے یا کیاری یاں رسّی تان تان
کے بالکل سیدھے بنایا کرتے تھے ۔ اُن کے
کھیت اور کھیتوں کی کیاریاں بھی دیکھنے کی چیز تھی
اپنے مویشی کا گوبر اِدھر اُدھر نہ جانے دیتے
اور بیلوں کے آگے کی بچی کھچی کُٹی بھی ۔ ان دونوں کو ملا کے

وہ اُپلے تھوپ لیتے تھے ۔ اُپلے سی چیز ، پر صفّو دادا
کے اُپلے بھی دیکھنے کے لائق ہوتے ۔ خوب موٹے موٹے
کہ صبح سے سُلگنا شروع ہوئے تو شاموں شام تک
جلے ۔ پھر سب ایک ناپ کے ، بالکل گول گول ،
جیسے سانچے میں ڈھلے ہوں ۔
آخر عمر میں صفّو دادا نے یہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ
پاس ہی کے ایک تکیے (قبرستان) میں ایک سلیقے
کی جھونپڑی ڈال لی تھی ۔ اب وہ دن رات وہیں
رہا کرتے تھے اور ہر وقت بس اللہ اللہ کیا کرتے تھے
اب انھیں لوگ صوفی عالم خاں ، صوفی عالم خاں کہا
کرتے تھے ، کیونکہ ان کا اصلی نام عالم خاں ہی تھا صفّو
دادا تو لوگ اُن کی صفائی ستھرائی کی وجہ سے کہا
کرتے تھے ۔ ہاں کوئی کوئی اُنھیں صوفی دادا یا پھر
صفو دادا ہی کہا کرتا ۔
نماز ، روزے ، نفلوں اور طرح طرح کے وظیفوں
کے سوا صوفی دادا کا ایک وظیفہ تو ہر دم جاری رہتا
چاہے بیٹھے ہوں یا لیٹے ، سوتے ہوں یا جاگتے ۔ آپ
کو اچنبھا ہوگا کہ یہ ایسا کون سا وظیفہ تھا بھلا ؟
دیکھیے ، آدمی جب سانس لیتا ہے نا ، تو ایک
سانس پیٹ کے اندر جاتا ہے اور ایک پیٹ سے
باہر آتا ہے اور مُنہ کی راہ نکل جاتا ہے ۔ صوفی دادا
اندر جانے والے سانس کے ساتھ تو اللہ کہا کرتے اور
باہر آنے والے سانس کے ساتھ "ہو" ۔ یہ ویسے تو

چپکے ہی چپکے کیا کرتے پر کبھی کبھی نہ جانے کیا بات ہوتی کہ صفّو دادا جوش میں اندر کا سانس بھرتے ہوئے ایک خاص طرح "اللہ"۔ خاصی اونچی آواز میں کہا کرتے۔ یہ اکثر ہوا کرتا۔ کبھی باتیں کرتے کرتے ایک دم اسی ترکیب سے اللہ ہو، اللہ ہو کیا کرتے۔ اکثر رات میں دور دور تک یہ آواز سنائی دیتی اور لگاتار دیر تک۔ بڑے تو سن سن کے چپ ہی رہتے، بچے سنتے تو چیخ اٹھتے: صفّو دادا، صفّو دادا!

دیکھئے، ایک بات یہاں لگے ہاتھوں اور بتادوں۔ اس وظیفے کو "پاس انفاس" کہتے ہیں۔ اللہ والوں اور صوفیوں، درویشوں نے یہ خاص کر دل کی صفائی کے لئے نکالا تھا۔ اس وظیفے کی جب بہتات اور خوب مشق ہو جاتی ہے تو سوتے جاگتے یہ آپ ہی آپ جاری رہتا ہے۔ یہی حال صفّو دادا کا تھا۔

بہت دن ہوئے کہ صفّو دادا جنّت کو سدھارے۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ اب بھی کبھی کبھی یہ "اللہ ہو" کی آواز سنائی دیتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ یہ آواز دیر تک لگاتار سنائی دی، جیسے کہ اُن کی زندگی میں۔ لوگ دوڑے ہوئے صفّو دادا کی جھونپڑی تک گئے۔ لیکن اب وہاں کون تھا جو ملتا۔ سب کا خیال ہے یہ آواز صفّو دادا کی قبر سے آیا کرتی ہے!

اللہ اللہ، صفائی ستھرائی، محنت اور سچی لگن اور کام کرنے کی دُھن بھی کیا انمول دولت ہے! خیال تو کیجئے ایک معمولی کسان، لیکن مرے پیچھے اس کی یہ شان! مرے پیچھے ہی کیا صفّو دادا کو لوگ اُن کی زندگی ہی میں ولی مانتے تھے اور دور دور سے لوگ کھنچے چلے آتے۔

یوں تو صفّو دادا کے یہاں آنے جانے والوں کی کمی نہ تھی، لوگ تو انھیں گھیرے ہی رہنا چاہتے تھے مگر وہ کسی کو زیادہ ٹکنے نہیں دیتے تھے کہا کرتے: "میاں! اپنا کام ٹھیک سے کیا کرو۔ جو محنت سے جی چراتا ہے وہ کمائے گا کیا گھر کا بھی کھو ڈالتا ہے! بس یہی اصل ہے، دنیا کے کاموں میں بھی اور دین کی باتوں میں بھی ——— بس، ہم تو یہی جانتے ہیں۔ اور باتیں مولوی احیا (یحییٰ) صاحب سے جاکر پوچھنا، وہ عالم ہیں، دیوبند کے پڑھے ہوئے اور بھئی گنڈے تعویذ کرنا اور جھاڑ پھونک ہمیں نہیں آتا بس محنت کیا کرو محنت! یاد رکھو محنت کا پھل کبھی نہیں مارا جاتا!"

اور آپ جانیں "تن پاک تو من پاک" کسی نے سچ ہی کہا ہے

بچّوں کا میلا

یہ نظم ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی نے عید کے پچھلے میلے کے سلسلے میں لکھی تھی
جامعہ میں میلا جامعہ نگر کے بچّوں کی طرف سے ہر سال عید کے بعد ہوتا ہے۔ (ایڈیٹر)

پہلے سے کیا بتائیں کہ کیا کیا دکھائیں گے ⁝ آپ آئیے تو بچّوں کا میلا دکھائیں گے
بچّوں نے جامعہ میں بنائی ہے اک بہشت ⁝ اپنی بہشت کا وہ نظارا دکھائیں گے
علم و ہنر کا چشمہ جو پھوٹا ہے اک نیا ⁝ کس رُخ کو بہ رہا ہے وہ چشمہ دکھائیں گے
پروانوں کا ہجوم ہے جس شمع پر یہاں ⁝ ہم آپ کو وہ انجمن آرا دکھائیں گے
فرزند جامعہ کے اداکار جس میں ہیں ⁝ میلے میں آپ کو وہ ڈراما دکھائیں گے
قوالیاں سنائیں گے کچھ سامعہ نواز ⁝ دلچسپ کچھ نٹوں کا تماشا دکھائیں گے
آپ آ گئے جو بچّوں کی دُکان کی طرف ⁝ بچّے تمام بیچ کے سودا دکھائیں گے
کچھ شاعری کا شوق طبیعت میں ہے اگر ⁝ بچّوں کی بیت بازی کا جلسا دکھائیں گے

القصہ جامعہ کے یہ ذِلواتے آپ کو
اک اچھی زندگی کا نمونہ دکھائیں گے

کالی ماکوینڈا

۲

محمد حسین حسان

ہوتا یہ تھا کہ آگے آگے گائیں آتی تھیں۔ بہت خاموشی سے جیسے دن بھر گھومنے پھرنے کے بعد گھر لوٹنے پر خوش ہیں۔ اُن کے پیچھے بڑے ابا تشریف لاتے تھے قدم قدم پر ٹھہرتے، ڈکراتے، غصے میں کھروں سے دھول اُڑاتے۔

اس وقت ننھا کالی ماکوینڈا ایک چھوٹی سی قمچی لے کر اُن کے سامنے آتا۔ آہستہ آہستہ اُن کی ناک پر مارتا اور ذرا زور سے کہتا: بڑے ابا بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔ بھلا کوئی ایسے بھی خفا ہوتا ہے۔ دیکھئے میں نے دن بھر آپ کو سیر گشت کرایا۔ کیسی میٹھی میٹھی گھاس کھلائی آپ کے لئے اتنا لمبا دن جنگل ہی میں گذار دیا۔ کیا میں اب بھی آرام نہ کروں؟ بڑے ابا! اب آپ اپنے گھر جائیں تو میں اپنے گھر کا راستہ لوں "

اپنی اسی چھوٹی سی قمچی کے سہارے۔ وہ اس خوفناک جانور کو ہنکالاتا تھا۔ کبھی کبھی تو وہ اس کے نتھنے کا چھلا پکڑ لیتا اور بڑے ابا ذرا بھی چوں چرا نہ کرتے غرض وہ انھیں بہلا پھسلا کر اندر لے آتا۔ اُن کی موٹی سی گردن میں زنجیر باندھ دیتا۔ اور بہت احتیاط سے کوٹھری باہر سے بند کر دیتا۔ بس اس وقت ہم لوگ اطمینان کا سانس لیتے، اور درختوں سے نیچے اُترتے۔

کالی ماکوینڈا اسکول وسکول تو جاتا نہیں تھا۔ اس علاقے میں بچوں کے پڑھانے کا رواج ہی کہاں تھا۔ وہ تو بس ایک چمڑے کے تھیلے میں دوپہر کا کھانا گلے کے پیچھے پیچھے سیدھا جنگل سدھارتا تھا۔ چمڑے کا یہ چھوٹا سا تھیلا بھی اسی کا بنایا ہوا تھا۔

وہ اپنے ساتھ بانسری بھی لے جاتا۔ ایسے سنسان جنگل میں جہاں سوائے چرند و پرند کے کوئی بھی بات چیت کرنے والا یا ہنسنے بولنے والا نہ ہو پہاڑ سا دن کاٹنا ایک مصیبت ہے۔ بس وہ بانسری بجا کر دل بہلاتا تھا۔ ویسے بھی تمام افریقی گانے بجانے کے بہت شوقین ہیں۔ اس کے پاس ایک اور ساز بھی تھا چھوٹا سا۔ کچھ کچھ ستار کے نمونے کا۔

کالی ماکوینڈا اکثر کسی درخت کے سایے میں بیٹھ جاتا اور بانسری کی تانیں اڑاتا یا یہ ساز بجاتا اور گاتا جنگل کے سناٹے میں یہ تانیں بہت ہی میٹھی اور سُریلی معلوم ہوتیں۔ کبھی کبھی جب بڑے ابّا بہت کافی فاصلے پر ہوتے، میں ان ننھے میاں کے پاس چلا جاتا اور بہت غور اور دلچسپی سے اُن کے گانے سنتا رہتا۔

یہ بھی تو سُنو کہ یہ ننھے میاں گاتے کیا تھے۔ ہم نے سمجھنے کی بہت کوشش کی۔ کچھ کچھ باتیں سمجھ میں بھی آئیں مثلاً

"ہمارے بڑے ابّا بہت خوب صورت ہیں اور بہت مضبوط ہیں"

"وہ تمام دُنیا کے لوگوں کو آسمان پر اُچھال سکتے ہیں"

"اُن کی ناک کا چھلّا دھوپ میں سونے کی طرح چم چم کرتا ہے"

"خدا اُنھیں ہمیشہ زندہ سلامت رکھے"

یہ بڑے ابّا ہمارے ننھے میاں کے اصلی باپ نہیں بلکہ یہی سانڈ صاحب تھے۔

غرض اس طرح ہنسی خوشی دن کٹ رہے تھے کالی ماکوینڈا بھی بہت خوش تھا، مگر کچھ دنوں سے قافلے کے لوگوں میں کچھ پریشانی سی پھیلی ہوئی تھی بات یہ تھی کہ بڑے ابّا کا چڑچڑاپن دن بدن بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اب انھوں نے ایک حرکت اور شروع کر دی تھی جب زیادہ غصّے میں ہوتے تھے تو درختوں پر چڑھنے کی کوشش فرماتے تھے۔ بالکل بندروں کی طرح، بعض جگہ سانڈوں کو بالکل بند ھا رکھتے ہیں مگر ان کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا تو یہ سچ مچ پاگل ہی ہو جاتے۔

آخر ایک دن وہی بات سامنے آگئی جس کا ہمیں بہت دنوں سے ڈر تھا۔ ہمیں بڑے ابّا کے ڈکرانے کی آواز آئی۔ اور سب بندروں کی طرح جلدی جلدی درختوں پر چڑھ گئے۔ بس ایک آدمی رہ گیا۔ ہم نے اس جاہار کو زور زور سے آوازیں بھی دیں۔ اپنے کام کی دھن میں اس نے سُنا نہیں یا شاید ...... اس کے دل میں یہ خیال آیا ہو کہ ابھی اتنا موقع ہے کہ اپنا کام ختم کرلوں مگر وہ تو منٹوں نہیں، سکنڈوں کی بات تھی۔ سانڈ اس بے چارے پر ٹوٹ پڑا اور سینگوں پر اُٹھا کر دور پھینک دیا۔ لوگوں کی نگاہیں چاروں طرف ننھے چرواہے کو ڈھونڈ رہی تھیں، اور پوری طاقت سے چیخ رہے تھے۔ "کالی ماکوینڈا" "کالی ماکوینڈا"۔ یہ آوازیں اب تک میرے کانوں میں گونج رہی ہیں۔

وہ آدمی اب تک لیٹا تھا نہ ہلتا نہ ڈُلتا ہلیں سانس ہی کہاں تھی۔ بے چارے کا وقت پورا ہو چکا تھا۔ سانڈ دوبارا اُس پر جھپٹا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ کالی ماکوینڈا ایک ننھے چیتے کی طرح نہایت تیزی سے دوڑتا ہوا سانڈ کے سامنے آگیا اور بولا: "بڑے ابّا، بڑے ابّا خدا کے لیے مجھے [illegible]

تمھیں حملہ کرنا ہی تو میں موجود ہوں، مجھ پر حملہ کرو۔"
سانڈ نے جانی پہچانی آواز سنی تو پلٹ پڑا۔ اب
کے اُس نے اپنے ننھے چرواہے کو بھی معاف نہیں کیا
اس پر تو خون سوار تھا، وہ کالی ماکو بیڈا کے پیچھے اسی
تیزی سے دوڑا۔ ہم لوگ درختوں پر بیٹھے کانپ رہے
تھے۔ کالی ماکو بیڈا نے بھی اس وقت اُمید سے کہیں
زیادہ تیزی دکھائی۔ اُنھیں خوب خوب دوڑایا۔ کبھی
اونچے سے ٹیلے پر پہنچ جاتا، پھر نیچے آجاتا، کبھی تیر کی
طرح اُن کے سامنے سے نکل جاتا۔ غرض بڑے ابا کو
کافی ستاتا رہا۔ بھلا بڑے ابا اتنے بھاری بھرکم جسم کے
ساتھ اس ننھے چیتے کا کہاں تک پیچھا کرتے۔ بے چارے
ہانپنے لگے۔ غصہ وصہ سب رفو چکر ہوا۔ اس عرصے
میں بہت سے لوگ آگئے اور اُنھوں نے اُنھیں فارم
سے باہر بہت دور ہنکا دیا۔

ہم لوگ درختوں سے اُترے۔ اس آدمی کی ناگہانی
موت کا سبھی کو رنج تھا۔ ساتھ ہی کالی ماکو بیڈا کی
بہادری پر ہر شخص دانتوں میں انگلیاں دبا رہا تھا۔ ہمارے
ننھے پہلوان نے آج کمال کر دکھایا تھا۔

آج کے حادثے کا سبھوں پر اتنا اثر تھا کہ
اُسی وقت سانڈ کی قسمت کا فیصلہ کر دیا گیا۔ یعنی یہ کہ
اس کے گولی مار دی جائے۔ اس کا زندہ رہنا
خطرے سے خالی نہیں تھا مگر! ——
کالی ماکو بیڈا —— فارم کا مالک خوب جانتا
تھا کہ اس بات سے ننھے چرواہے کے دل کو کیسا دھکا
لگے گا۔ مگر یہ بات تو بہر حال ہونا ہی تھی آج نہیں کل
وہ کالی ماکو بیڈا کو اس کی بہادری پر ایک تمغہ
دینا چاہتا تھا۔ اس لئے اور بھی کہ شاید اس طرح اس
کے کچھ آنسو پونچھ جائیں۔

اس کے پاس ایک چھوٹا سا چاندی کا تمغہ تھا۔
یہ اسے گایوں کی ایک نمائش میں ملا تھا۔ تمغے کے
ایک طرف سانڈ کا سر کھدا تھا۔ اتفاق سے یہ سانڈ بھی
بڑے ابا کی نسل سے تھا۔ بالکل وہی شکل وہی شباہت
فارم کے مالک نے طے کیا کہ بس یہی تمغہ کالی ماکو بیڈا کو
انعام میں دیا جائے۔ ننھے چرواہے کی نظر میں یہ بہت
انمول ہوگا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے کالی ماکو بیڈا کو بلایا اور
اس کی طرف دیکھ کر کہا: "بھئی ننھے میاں تمھیں بڑے
ابا کے بارے میں بہت بُری خبر سنانا ہے۔ اب
اُن کی خیریت نہیں۔ اب اُنھیں ایسی جگہ بھیج دیا جائے
گا، جہاں سے وہ کسی کو تکلیف نہ پہنچا سکیں۔"
کالی ماکو بیڈا اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ گیا۔
آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرے اس کے ننھے ننھے
رخساروں پر ڈھلک آئے۔

فارم کے مالک نے کہا: "مگر تم نے آج جو بہادری
دکھائی ہے میں اس پر انعام دینا چاہتا ہوں۔ دیکھو
اُدھر دیکھو یہ تمھارے بڑے ابا کی تصویر ہے۔ یہ اگر

کھو نہ گئی تو اِسی طرح برقرار رہے گی اور تمھیں ہمیشہ مجھے اپا کی یاد دلاتی رہے گی "
یہ کہہ کر اُس نے تمغہ ننھے کالی ماکو بیٹڈا کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس وقت کالی ماکو بیٹڈا کا جیسے کسی نے منہ کیل دیا ہو۔ اس نے تمغہ لے لیا اور ایک لفظ کہے بغیر وہاں سے چلا آیا۔

دوسرے دن فارم کے مالک نے حکم دیا کہ ننھا چرواہا فارم کے بالکل دوسرے کنارے بھیج دیا جائے تاکہ گوپی کی آواز نہ سننے پائے۔ مگر اس کی ضرورت پیش نہ آئی۔ کالی ماکو بیٹڈا کل جھٹپٹے سے پہلے ہی تمغہ گلے میں ڈال، تھیلا بانسری اور دوسری چھوٹی موٹی چیزیں لے گھر جا چکا تھا۔

(انگریزی سے)

بچوں کی نئی کتابیں (ریویو)

جناب اویس احمد صاحب ادیب کی چند ننھی منّی کتابیں ہمارے پاس ریویو کے لئے آئی ہیں (۱) شیخ چلی کی کہانیاں (۲) چالاک آدمیوں کی کہانیاں (۳) مختلف کہانیاں (۴) بادشاہوں کی کہانیاں۔ ہر کتاب سولہ صفحے کی ہے اور اس میں اتنی ہی کہانیاں ہیں۔ ایک صفحے پر ایک کہانی آئی ہے۔ اویس صاحب نے یہ صرف آٹھ برس کے بچوں کے لئے لکھی ہیں اس لئے ان کی زبان بہت صاف اور انداز بیان بہت سادہ اور دلچسپ ہے۔ انھوں نے ہر کہانی کے آخر میں نتیجے کے طور پر چند نصیحت آمیز فقرے بھی لکھے ہیں۔ یہ طریقہ اب فرسودہ ہو گیا ہے۔ علاوہ اس کے یہ نصیحت آمیز باتیں کہیں کہیں بے محل اور مضحکہ خیز بھی ہو گئی ہیں۔ بعض کہانیاں ایسی بھی ہیں کہ اگر وہ درج نہ کی جاتیں تو ان کتابوں کی دلچسپی میں کوئی کمی نہ آتی۔ مثلاً دو شیخ چلی۔ بدمزاج شیخ چلی وغیرہ۔ کتابوں کی لکھائی چھپائی اور کاغذ اس زمانے میں بہت بہتر ہے۔ ہر کتاب کی قیمت ۲؍ ہے۔ اور غالباً نولکشور پریس سے مل سکتی ہے۔

ننّھی منّی کہانیاں :- بچوں کے ادیب جناب الیاس احمد صاحب مجیبی نے اس کتاب میں بہت سی چھوٹی چھوٹی کہانیاں جمع کردی ہیں ان کہانیوں میں سے کچھ تو ہندوستان کے بہت مشہور مشہور لوگوں کی لکھی ہوئی ہیں جیسے مولانا حالی۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق۔ ڈاکٹر ذاکر حسین (شیخ الجامعہ) ڈاکٹر سید عابد حسین۔ پروفیسر محمد مجیب وغیرہ کچھ ان لوگوں کی جنھوں نے بچوں کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے۔ علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کی ایک نظم بھی ہے۔ ان کہانیوں کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں سبھی اچھی ہیں، دلچسپ ہیں۔ ادیبا اور دوسرے آرٹسٹوں کے بنائے ہوئے چند کارٹون بھی ہیں۔ انھوں نے کتاب کی دلچسپی کو اور بڑھا دیا ہے۔ کتاب کا کاغذ اور لکھائی چھپائی بھی بہت اچھی ہے اور ٹائٹل تو بہت ہی خوب صورت ہے۔ قیمت ۸؍ بچوں کا ایک ڈپو کلاں محل دہلی سے ملے گی۔ مکتبہ جامعہ دہلی سے بھی مل سکتی ہے۔

بچّوں کا مشاعرہ

ادھر چند سال سے جامعہ میں عید کا میلا بھی ہوتا ہے۔ یہ میلا جامعہ کے بچوں کی طرف سے بہت شان دار طریقے سے منایا جاتا ہے۔ امسال پچھلی عید کو بھی یہ بہت دھوم دھام سے ہوا۔ اب کی پروگرام کئی دن کا تھا۔ بازار کے علاوہ تعلیمی نمائش کھیل تماشے، اسکاوٹنگ ڈرل کا مظاہرہ، ڈراما، بیت بازی، بچوں کا مشاعرہ۔ غرض سبھی کچھ ہوا۔ اور خوب ہوا۔ اسی سلسلے میں محمد علی ٹرافی کے تحریری، تقریری اور ورزشی مقابلے بھی ہوئے۔ یہاں ہم بچوں کے مشاعرے کی چند نظمیں شائع کر رہے ہیں۔ یہ مشاعرہ جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی کی صدارت میں ہوا۔ (اڈیٹر)

بچّوں کا میلا

محمود علی خاں، ثانوی اوّل۔ جامعہ نگر

آؤ بچو! میلا دیکھو
میلے میں ہیں چیزیں اچھی
کہیں ہیں بسکٹ کہیں کھلونے
آؤ خریدیں چیزیں یہ سب
تو ہوتی ہے پاس ڈرل بھی
آہا! دیکھو مداری آیا
عجب تماشے لگا دکھانے
آؤ چلیں اب گھر کو جائیں

میلا دیکھو، غم کو پھینکو
طرح طرح کی بکتی، پکّی
کہیں پکوڑی، دہی بڑے ہیں
پھر چل کر ہم دیکھیں کرتب
بائی سکل بھی، پول ڈرل بھی
جھولا رکھ کر ٹھاٹھ جمایا
مٹک مٹک کر گائے گانے
وقت نہ کھوئیں، آؤ جائیں

رات کو آکر دیکھیں گے سب
دونوں ڈرامے اور چیزیں سب

بچّوں کا ہوٹل

محمد سلطان سندھی، ابتدائی ششم

آیئے بچوں کا ہوٹل دیکھئے
جامعہ کی سیر بھی کر لیجئے
داد دیجے آکے ان کے کام کی
دیکھئے کس طرح کرتے ہیں یہ کام

اس میں جو بکتا ہے سب کچھ دیکھئے
اپنی بچوں کی کرامت دیکھئے
حوصلہ افزائی اُن کی کیجئے
زور ہے اُن پر نہ جبر، آ دیکھئے

دیکھئے سلطان بھی مصروف ہے
کتنا مسکیں ہے بچارا دیکھئے

جامعہ کا نشان

جامعہ کا یہ نشان ہے سن لے تو اے مہرباں — اس نشاں کے آج ہیں چھوٹے بڑے سب قدرداں

ایک ہے اس میں ہلال اس میں لکھا ہے جامعہ — راہ میں تعلیم کے نبتا ہے سب کا رہنما

پھر ہیں اس میں دو کھجوریں اور اک قرآن ہے — دیکھئے قرآن یہ اللہ کا فرمان ہے

جامعہ کا یہ نشاں سوچا کسی نے خوب تھا — آج ہے یہ قوم کی آنکھوں کا تارا بن رہا

جس کا ہے یہ اک نشاں وہ ایک ذرہ تھی کبھی — آج دیکھو قوم کی آنکھوں کا تارا بن گئی

ہے یہی وہ جامعہ جس جا پہ ہے میلا لگا — کر رہے ہیں لوگ اس کو دیکھ کر کے واہ وا

اب دعا کو ہاتھ اٹھاؤ اور کچھ کر لو دعا — جامعہ کو دے ترقی اس سے زیادہ اے خدا

اب فقط انور کی خواہش ہے سن لو صاحبو!
جامعہ کو اور اس کے کام کو تم دیکھ لو

اوکھلے میں آگ

یہاں محو پڑھنے میں تھے سارے لڑکے — سبق پڑھ رہا تھا کوئی پڑھ چکا تھا

کہ اتنے میں سیٹی کی آواز آئی — مکان اوکھلے میں کوئی جل رہا تھا

بجھانے کو آگ اٹھ کے سب لوگ دوڑے — دلوں میں بس ایک جوش تھا جو بھرا تھا

وہاں جاکے دیکھا تو مٹکے تھے خالی — بس اب اوکھلا کربلا بن گیا تھا

کنوئیں سے سبھوں نے نکالا تو پانی — مگر کب کہ جب جھونپڑا جل چکا تھا

یہ سنگیں دلی شمس کی سب نے دیکھی
~~مگر کب کہ جب جھونپڑا جل چکا تھا~~

[illegible] شمس

چیزوں کی ایک عجیب خاصیت

محمد انس - علی گڑھ

۲

میں نے جواب دیا "نیز تو آپ لوگ اپنے اپنے پیمانے سے ناپ لیجئے۔ جن کے پاس عقل ہو وہ عقل کے پیمانے سے ناپ لے، اور جس بے چارے کے پاس عقل نہ ہو وہ گز اور فٹ سے۔"

سب نے قہقہہ لگایا اور بھابی چپکی ہو رہیں۔

میں نے کہا "تو صاحب جہاں سائنس داں بڑی بڑی چیزوں کا پتہ لگاتے رہے اور انھوں نے ریل، موٹر، ہوائی جہاز، ریڈیو، اور بڑی بڑی مشینیں ایجاد کیں، وہاں انھوں نے معمولی سے معمولی بات پر اس قدر غور کیا کہ وہی معمولی باتیں اب ہمیں عجیب معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہر چیز اور ہر شے میں ایک خاصیت ضرور پائی جاتی ہے جسے سائنس داں جمود کہتے ہیں۔ جمود کا مطلب ویسے تو ہے سکون۔ بے حرکتی۔"

"یعنی اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلنا۔" باسط بھائی

"ہاں بالکل ٹھیک۔ لیکن سائنس دانوں کے نزدیک جمود کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز اپنے آپ ہی اپنی حالت کوئی میں تبدیلی نہیں کر سکتی۔ یعنی اگر وہ کہیں چپ چاپ پڑی ہو تو اپنے سے آپ حرکت نہیں کر سکتی ہے۔ اور اگر حرکت کر رہی ہو تو آپ سے آپ اس کی حرکت بند نہیں ہو سکتی ہے۔ یا یوں کہہ لو کہ چپ چاپ پڑی ہوئی چیز اپنی جگہ بس چپ چاپ پڑی رہے گی اور حرکت کرتی ہوئی چیز حرکت ہی کرتی رہے گی۔ بس شرط یہ ہے کہ کوئی باہری طاقت اُسے نہ چھیڑے۔"

زبیر کہنے لگے "باہری طاقت کا کیا مطلب؟"

میں نے کہا "واہ بھئی واہ یہ تو بہت معمولی سی بات ہے۔ مثلاً یہ لوٹا یہاں رکھا ہوا ہے اور اس میں کوئی حرکت نہیں تو جب تک کوئی اور طاقت سے ادھر اُدھر نہ کرے یہ یوں ہی پڑا رہے گا کیونکہ اس کے اندر خود تو کوئی ایسی طاقت ہے نہیں کہ اپنی

جگہ سے ذرا بھی حرکت کر سکے۔ اور باسط میاں بھلا تمھیں یاد ہے کہ آج صبح جب تمھاری کتاب کھو گئی تھی اور تم اسے تلاش کر رہے تھے تو تم نے کہا تھا کہ جن بھوت اٹھا نہیں لے گئے۔ خود سے کہیں اُڑ نہیں گئی۔ پھر آخر لے کون گیا تو غالباً تمھارا مطلب یہی تھا کہ کتاب کے اندر خود تو کوئی ایسی طاقت تھی نہیں کہ وہ اپنی جگہ سے ہلے اس لئے ضرور کسی باہری طاقت نے اسے اپنی جگہ سے ہٹایا ہوگا۔ اب وہ طاقت خواہ جن بھوتوں کی ہو، خواہ ہوا کے چلنے کی۔ خواہ سعید میاں نے اپنی طاقت کا استعمال کر کے اُسے اِدھر اُدھر کر دیا ہو"

"جی ہاں، جی ہاں میں سمجھ گیا" زبیر نے سر ہلا کر کہا۔

"اچھا تو ایک چیز اور سمجھ لیجیے"۔ میں نے کہا "وہ یہ کہ اگر کوئی شے ایک سمت سے دوسری سمت کو حرکت کر رہی ہو تو کسی باہری طاقت کی مدد کے بغیر اس کی حرکت کی سمت بھی نہیں بدلی جا سکتی۔ مثلاً اگر تم کسی گیند کو ٹھوکر مارو اور وہ اُتر سے دکھن کی طرف لڑھکنے لگے تو جب تک کوئی دوسری طاقت اُس کا رُخ نہ بدل دے وہ اُتر سے دکھن کی طرف ہی لڑھکتی جائے گی اور آپ سے آپ کبھی ایسا نہ ہوگا کہ وہ اُتر سے دکھن کے بجائے پورب سے پچھم کی طرف لڑھکنے لگ جائے"

عزیز بول پڑے۔ "اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر ہم کسی گیند یا پتھر کو اوپر کی طرف اُچھالیں تو وہ اوپر ہی کو چلتا جائے گا اور زمین کو واپس نہیں آئے گا؟"

میں نے کہا "بات تو تم نے بڑی عقل مندی کی کہی لیکن تم یہ بھول گئے کہ وہ گیند یا پتھر اپنے آپ زمین پر واپس نہیں آتا بلکہ اُسے ایک اور باہری طاقت زمین کی طرف واپس لاتی ہے۔ اور وہ باہری طاقت ہے۔ زمین کی کشش۔ اگر زمین اپنی طرف کھینچنا چھوڑ دیتی تو البتہ وہ گیند یا پتھر کبھی زمین پر واپس نہ آتا"

"او ہو میں زمین کی کشش کی طاقت کو تو بالکل بھول ہی گیا تھا" عزیز نے سر کھجاتے ہوئے کہا

"اچھا یہ بتاؤ کہ تم کبھی چلتی ہوئی ریل سے اُترے ہو؟"

"جی نہیں" سب نے کہا۔ باسط بولے "میں کبھی اُترا تو نہیں ہوں، مگر سنا ہے کہ بڑی زور سے دھکا لگتا ہے"

میں نے کہا "بالکل صحیح ہے۔ میں تمھیں ایک مرتبہ کا ذکر سناتا ہوں، کوئی چھ سال کی بات ہے میں ماموں صاحب کے ساتھ پٹنہ سے آرہ کو جا رہا تھا۔ ریل جوں ہی آرہ اسٹیشن کے پلیٹ فارم میں داخل ہوئی میں نے ڈبے کا دروازہ کھولا اور ذرا شیخی اور بہادری جتانے کے لئے چلتی ریل سے کود پڑا۔ وہ تو خیر ہوئی

کہ وہاں چند قلی کھڑے ہوئے تھے میں لڑھک کر اُن میں سے ایک کی گود میں جاگرا۔ ورنہ اس دن

خیر نہیں تھی۔ بس اُس دن سے میں نے کان پر ہاتھ رکھ کر توبہ کی کہ اب کبھی چلتی ہوئی گاڑی سے نہیں اُتروں گا۔ ماموں صاحب نے پہلے تو میرا بہت مذاق اُڑایا اور گھر پہنچ کر سب کو میری حماقت کی داستان سُنائی پھر دوسرے دن اُنھوں نے مجھے سمجھایا کہ چلتی گاڑی سے اُترنے میں دھکا کیوں لگتا ہے، اور آدمی کیوں لڑھک جاتا ہے۔"

"کیا وجہ ہوتی ہے؟" عزیز نے پوچھا

میں نے جواب دیا "بات یہ ہوتی ہے کہ گاڑی جس طرف کو جاتی ہے، اسی طرف اس میں بیٹھنے والے کا جسم بھی جاتا ہے۔ اب جو وہ آدمی چلتی گاڑی سے اُترے گا تو زمین پر پہلے اس کا پاؤں پڑے گا اور اس کے جسم کا نچلا حصّہ تو زمین پر ٹکنے کی وجہ سے رُک جائے گا لیکن بدن کے اوپر کا حصّہ گاڑی کے ساتھ آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا اور اس کھینچا تانی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آدمی مُنہ کے بل زمین پر آرہے گا۔"

"لیکن بہت سے لوگ تو آسانی سے چلتی گاڑی سے اُتر جاتے ہیں۔ وہ آخر کیوں نہیں مُنہ کے بل گر پڑتے ہیں؟" زبیر نے پوچھا۔

میں نے کہا "وہ لوگ کرتے یہ ہیں کہ گاڑی سے اُترتے ہی جوں ہی پاؤں زمین پر لگے وہ گاڑی کے ساتھ

کچھ دور تک دوڑتے ہیں۔ اس طرح جسم میں گاڑی کے ساتھ ساتھ جانے کی جو حرکت ہوتی ہے وہ کم ہو جاتی ہے اور پھر گرنے کا خطرہ نہیں رہتا تو جناب جمود کا قانون یہاں بھی موجود ہے۔ یعنی جسم کو گاڑی کی رفتار سے آگے بڑھنے کی حرکت ملتی ہے اور زمین پر پاؤں پڑتے ہی زمین اس حرکت کو ختم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اسی طرح سے اگر تم کسی ایسی گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہو جو چل نہ رہی ہو اور وہ گاڑی ایک دم سے آگے چل پڑے تو تم پیچھے کو لڑھک جاؤ گے کیونکہ خود تمھارے جسم میں تو کوئی حرکت تھی نہیں اور گاڑی جب تک تمھیں آگے کھینچے تم لڑھک چکے ہو گے۔ ٹھیک یوں ہی اگر تم کسی چلتی گاڑی میں بیٹھے ہو، اور وہ ایک دم سے رک جائے۔ تو چونکہ گاڑی تو رک چکی ہوگی لیکن تمھارے جسم میں آگے بڑھنے کی حرکت باقی رہے گی، اس لئے تم آگے کو لڑھک جاؤ گے۔"
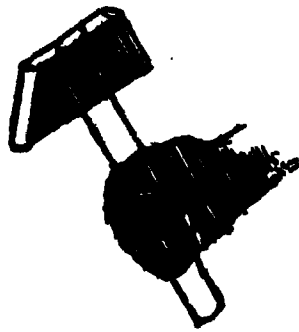
باسط نے سمجھتے ہوئے کہا "میں تو یہ سمجھا تھا کہ گاڑی ہلنے سے ہمارا جسم بھی یوں ہی ادھر ادھر ہلا جلا کرتا ہے۔ لیکن آپ نے یہ آگے پیچھے لڑھکنے والی بات خوب بتائی۔"

میں نے کہا "اچھا اب آپ لوگ میرے ایک سوال کا جواب دیجئے تو میں سمجھوں کہ آپ لوگ میری بات سمجھ گئے ہیں۔ اگر ہتھوڑی کا لوہا ڈھیلا ہو جاتا ہے تو اسے کسنے کے لئے لوگ لوہے والا سرا تو اوپر رکھتے ہیں اور ڈنڈی کو زمین پر ٹھوکتے ہیں اور اس طرح ہتھوڑی کی ڈنڈی لوہے کے سوراخ میں کس کر جم جاتی ہے۔ اس کی کوئی وجہ سمجھ میں آتی ہے؟"

تھوڑی دیر سوچ کر عزیز میاں بولے "ہاں، دیکھئے میں بتاتا ہوں، چونکہ ہتھوڑی ٹھوکتے وقت لوہے والا سرا اوپر رہتا ہے۔ اس لئے ڈنڈی تو زمین پر لگتے ہی رک جاتی ہے۔ لیکن لوہا اسی سمت میں یعنی زمین کی طرف اپنی حرکت جاری رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ ڈنڈی اس کے سوراخ میں خوب اچھی طرح سما جاتی ہے۔ اور ہتھوڑی کس جاتی ہے۔"

(باقی آیندہ)

صحبت کا اثر

از محمد طارق خاں طاہر خلیل۔ عمر ۹ سال۔ ایبٹ آباد

کسی آدمی کے پاس ایک بہت اچھا باغ تھا۔ وہ روز باغ میں سیر کے لئے جایا کرتا تھا۔ ایک دن وہ باغ میں ایک مٹی کے تودے کے پاس سے گذرا تو اُسے اُس سے خوشبو محسوس ہوئی۔ بہت حیران ہوا مالی سے پوچھا، تو اس نے جواب دیا کہ "پہلے یہ گلاب کے پودے کے نیچے تھا۔ اس لئے اس سے ایسی اچھی خوشبو آتی ہے۔"

ہوائی جہاز

از اختر عادل زبیری۔ مارہروی

ہوائی جہاز جسے ہم روزانہ ہوا میں اُڑتا دیکھتے ہیں اور جو موجودہ جنگ میں نہایت کثرت سے استعمال ہو رہا ہے۔ دراصل مسلمانوں ہی کی پرانی ایجاد ہے۔ اسے بہت پرانے زمانے میں ابوالقاسم شیرازی نے ایجاد کیا تھا۔

ایک روز یہ بیٹھا ہوا آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا اور چیلوں، کوؤں کے اُڑنے پر غور کر رہا تھا۔ اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کیا انسان بھی ہوا پر اُڑ سکتا ہے۔ اس نے سوچتے سوچتے دو ایسے پر بنائے جو آدمی کے لگ سکتے تھے اور ان میں ایسی کلیں استعمال کیں جن کے ذریعے ہوا میں تھوڑی دور تک پرواز ہو سکتی تھی۔ جب یہ پر تیار ہو گئے تو اس نے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنی ایجاد کا حال بیان کیا اور مشاہدہ کرنے کے لئے پروں کو لگا کر اُڑا مگر وہ زیادہ اونچا نہ اُڑ سکا اور گر پڑا۔ اس نے پھر بھی ہمت نہ ہاری بلکہ پھر کوشش شروع کی۔ آخرکار دوسری بار اس نے پہلی مرتبہ سے بھی اونچی پرواز کی اور صحیح و سلامت واپس

گیا۔ اسی ایجاد کو سنہ ۱۹۰۳ء میں رائٹ بھائیوں نے دوسری شکل میں تبدیل کیا اور جتنا جتنا زمانہ بڑھتا گیا اس کی شکل میں نئی نئی جدتیں ہوتی گئیں۔ آج ہم طرح طرح کے جو ہوائی جہاز دیکھتے ہیں یہ سب دراصل اسی پرانی ایجاد کی بدلی ہوئی مختلف شکلیں ہیں۔

مشین کو چوہے کھا گئے

سراج احمد شمشی۔ کلکتہ

کسی زمانے میں ایک شہر میں خوش قسمت نام کا سوداگر تھا جو درحقیقت بہت بدقسمت تھا۔ اس کا کاروبار ٹھپ ہو گیا اور اب اس نے دوسرے شہر کا ارادہ کیا۔ گھر کا تمام سامان تو بک ہی چکا تھا، صرف ایک لوہے کی وزن کرنے کی مشین باقی رہ گئی تھی۔ یہ مشین اس نے اپنے ایک دوست کے پاس بطور امانت کے چھوڑی اور شہر کو روانہ ہو گیا۔ چند سال کے بعد جب واپس آیا اور اپنے دوست کے پاس مشین لینے پہنچا دوست نے جواب دیا کہ میں نے اسے بہت حفاظت سے رکھا لیکن ایک رات اسے چوہے کھا گئے۔

خوش قسمت کو اس بات پر تعجب تو بہت ہوا مگر چپکا ہو گیا۔ ایک روز وہ اپنے دوست کے چھوٹے لڑکے کو دریا کی طرف لے گیا وہاں اس نے اس لڑکے کو ایک غار میں چھپا دیا اور غار کا منہ ایک بڑے پتھر سے بند کر دیا۔ اور دوست کے گھر آکر کہنے لگا کہ ایک عجیب حادثہ ہو گیا۔ تمہارا لڑکا دریا میں نہا رہا تھا کہ ایک باز اسے اپنے پنجے میں دبوچ کر اڑ گیا۔ دوست نے کہا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ میرا لڑکا مجھ کو واپس دو۔ ورنہ تم کو قاضی کے پاس لے چلوں گا۔

دونوں قاضی کے پاس گئے اور دوست نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ قاضی نے خوش قسمت کو حکم دیا کہ اس کا لڑکا واپس کرے۔ خوش قسمت نے عرض کیا کہ حضور اگر چوہے کی مشین کھا سکتے ہیں تو ایک باز لڑکا تو کیا ایک ہاتھی آسانی سے لے جا سکتا ہے۔

قاضی نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟

خوش قسمت نے پورا واقعہ بیان کیا۔ قاضی ہنس پڑا اور دونوں کو حکم دیا کہ ایک دوسرے کی امانت واپس کرے۔

ابوالہول کے بنانے والے

پروفیسر محمد عبدالغفور علی گڑھ

۲

مقبرے کے باہر والے کمرے میں کہیں کوئی نفیس گاڑی رکھی ہے۔ دفن کرنے والوں نے سوچا۔ کہ اگر مردے کو اگلی دنیا میں گاڑی کی ضرورت ہو تو دقت نہ پڑے۔ اس کا بھی انتظام کر دیا گیا۔ کیسے حسین بیل بوٹے بنے ہیں۔ کتنا سونے اور ہاتھی دانت کا کام اور ان کے درمیان جگ مگ کرتے ہوئے رنگین شیشے۔ ان کے علاوہ کرسیاں میزیں سب ہی کچھ تو ہیں۔ ایک طرف ایک پیالا پڑا ہے۔ جس پر نہایت نفیس نیلے روغن کا کام کیا ہے۔ اس پر بادشاہ کا نام لکھا ہے۔ خدا جانے اس نے کتنی مرتبہ اس پیالے میں اپنے مہمانوں کا جام صحت پیا ہوگا۔ اس کے پاس ہی وہ لیمپ پڑا ہے۔ جس کی روشنی میں اس پیالے کی شراب بہتی ہوئی آگ کی طرح روشن ہو جاتی ہوگی۔ اس لیمپ میں فرعون کی ایک تصویر بھی بنی ہے۔ دیسے تو نظر نہیں آتی۔ مگر جب بتی جلائی جاتی ہے۔ تو جھلملانے لگتی ہے۔ ایک طرف کچھ گلدان ہیں۔ ان میں کیا ہے۔

ارے یہ تو کچھ کاغذ سا معلوم ہوتا ہے۔ یہ مُردوں کی کتاب ہے اور پیپرس (Papyrus) کے لمبے لمبے تختوں پر لکھی گئی ہے۔ ہمارے مُلک میں بھی تو ایک زمانے میں لوگ بھوج پتر، کیلے کی چھال اور خُدا جانے کن کن چیزوں پر لکھا کرتے تھے۔ مصر میں بھوج پتر تو پیدا ہی نہیں ہوتا تھا۔ ہاں نیل کے کنارے پیپرس کے پودے ہوتے تھے۔ اس کی باریک باریک لمبی تہیں کاٹ کر جوڑ لیتے تھے۔ انھی کو پیپرس کہتے تھے انگریزی کا لفظ پیپر اسی سے تو نکلا ہے۔ پیپرس کتاب کی صورت میں تو ہوتا نہیں تھا۔ اس کے تختے لفافے کی صورت میں لپیٹ کر رکھے جاتے تھے اور جزدان کی جگہ مرتبان استعمال ہوتے تھے۔ ان کی لائبریریاں کیا ہوتی ہوں گی۔ اچھے خاصے عطار خانے معلوم ہوتے ہوں گے۔ دیواروں پر دیکھیے تو بڑی دلچسپ تصویریں بنی ہیں۔ کہیں ننھے ننھے پرندوں باغ اور حوض کی تصویر بنی ہے۔ ہرے بھرے درخت نما

کے کنارے جھوم رہے ہیں۔ کسی ایسے ہی باغ کی ندی
میں آسیہ بی بی نے حضرت موسیٰ کو بہتا ہوا پکڑ کر پالا
ہوگا۔ ادھر شاہی دعوت کا منظر ملاحظہ ہو۔ ایک خادم
باادب شراب کا پیالا پیش کر رہا ہے۔ دوسرے ہاتھ
میں رومال ہے۔ کہتا ہے۔ حضور نوش جان کیجئے۔ آج
ایسفہانی لوگ انہی الفاظ میں اپنے عزیز مہمان کو پینے
کی چیز پیش کرتے ہیں۔ جب پی چکے۔ تو رومال سے
منہ بھی صاف ہو رہا ہے۔ انہی کے برابر ایک صاحب
برابر کنول کا پھول سونگھے جا رہے ہیں۔ پھول کیا
سونگھ رہے ہیں۔ شراب پہ ناک چڑھا رہے ہیں۔ اور
زبان حال سے کہہ رہے ہیں۔ کہ ہمیں اس میں شراب کا
لطف آ رہا ہے۔ عورتوں کے گروہ میں تو وہ گپ ہو رہی
ہے۔ کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ ایک تو
خاص انداز میں کانوں کی بالی ہاتھ میں پکڑے ہوئے
ہے۔ اور دوسری اسے دیکھ کر یہ کہتی معلوم ہوتی ہے
اسے اتنی خوب صورت۔ یہ کہاں سے بنوائی۔
دعوت کا کمرا کیسی کیسی خوب صورت چیزوں سے
سجا ہے۔ ہلکے ہلکے گلدان نازک میزوں پر سجے ہوئے
ارے۔ رے۔ اس تصویر میں کیا غضب ہو گیا
ایک منچلے مزاج کا جوان مزے میں آ گیا ہے۔ کمرے
کے درمیان میں ایک لکڑی کا چھوٹا سا ستون اور
اس پہ ایک خوش نما گلدان رکھا ہوا ہے۔ یہ جو
زیادہ سرور میں آئے تو اس ستون سے ٹیک لگائی
ہے۔ اور پھر اڑا اڑا دھم کے ساتھ سب چیزیں نیچے
آ رہی ہیں۔ عورتیں چلا رہی ہیں۔ بعض ہاتھ اوپر کو
اٹھائے سر کے بچاؤ کی فکر میں ہیں۔ خیر پھر بھی خیریت
ہی گذری۔ کسی کے کوئی چوٹ نہیں آئی۔

بادشاہوں کے مقبرے تو خیر شان و شوکت
کے ہوتے ہی ہوں گے۔ مگر ملکہ بیگموں کے بھی ان
سے کم نہ ہوتے تھے۔ مرنے کے بعد ہی نہیں۔ مرنے
سے پہلے بھی مصر کی بیگمات اسی شان سے حکومت
کرتی تھیں جیسے مرد۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ عورتوں
کو مردوں کے برابر کا درجہ آج کل کے زمانہ میں ہی
ملا۔ لیکن پرانے مصر کے کھنڈر، ان کی دیواریں
کیسی صاف زبان میں ہمیں بتاتی ہیں۔ کہ یہ سب غلط
اچھا بتائیے! تاریخ میں سب سے پہلے بحری بیڑا
کس نے بنایا۔ غیر ملکوں سے تجارت کس نے کی؟ مصر
کی ایک ملکہ نے دنیا
میں سب سے پہلے بیڑا اسی نے بنایا۔ اور ملکوں،
ملکوں اسے لئے بھی پھری۔ جب بیڑا بنا تو اس
میں ایک جرار فوج سوار ہوئی۔ جس کی کمان خود
ملکہ کے ہاتھ میں تھی۔ مصر سے روانہ ہوئے۔ چلے
تو دنیا بھر کو فتح کرنے کے ارادے سے تھے۔ جب
شمالی لینڈ پہنچے۔ ملکہ کا ارادہ ہوا۔ کہ جہاز سے
اتر کر حلہ بول دے۔ لیکن شمالی لینڈ کا بادشاہ بھی
انسانوں کا خوب پرکھنے والا تھا۔ بہت سے نادر

اور عمدہ تحفے لے کے خدمت میں حاضر ہوا۔
کہیں آبنوس اور ہاتھی دانت کی خوب صورت
چیزیں اور افریقہ کے ننھے منے بندر۔ ان تحفوں کو
دیکھ کر ملکہ بھول گئی اور بولی جانے بھی دو۔ فتح کر کے
کیا کریں گے۔ غیر ملکوں میں تجارتی تعلقات اسی نے
سب سے پہلے قائم کئے۔ وطن لوٹ کر تھیبس کی اونچی
پہاڑیوں میں ایک اونچا سا خوب صورت مندر بنایا
جس کے تاریخی ستون اب بھی دریا سے نظر آتے ہیں
ان دیواروں پر کئی تصویروں میں کہیں ملکہ سیر و سیاحت
کو جا رہی ہے، کہیں کہیں بھاری کشتیوں پر ملکہ کے
حکم سے بنائے ہوئے پتھر کے سو سو فٹ لمبے ستون
بہے جا رہے ہیں۔ مندر کی دیواریں کیا ہیں ملکہ کے
زمانے کی تاریخ کا پورا پورا آئینہ ہیں۔ سب سے
خوب صورت اور خوشنما بت شہزادیوں کے ہیں
اور پھر کلوپیٹرا دنیا کی سب سے خوب صورت
ملکہ کا نام تو کس نے نہ سنا ہوگا۔ اور کلوپیٹرا کی سوئیاں
جانتے ہو۔ یہ چار پہلو والے گاؤ دم ستون ہیں۔
جو مصر میں اکثر پائے جاتے ہیں۔ تم دل میں سوچو گے
کہ یہ بھی خوب رہی۔ کیا کلوپیٹرا بیٹھی اپنے خوب صورت
کپڑوں پر نازک نازک انگلیوں سے ایسی سوئیاں
چلاتی ہوگی۔ ان باتوں پر نہ جائیے۔ ایسے قصے
تو ہر ملک کے لوگ گھڑ ہی لیا کرتے ہیں۔ تم نے دلی میں فیروز شاہ
کی لاٹ تو دیکھی ہوگی۔ فیروز شاہ تغلق پہلے پہل جب اس کو
امبالہ کے قریب سے اکھڑوا کر دلی لایا تو دلی والے بھنّے
ارے بھئی اسے لاٹ کہتے ہیں۔ یہ لاٹ کیسی۔
یہ تو بھیم کی انگلی ہے جو کہیں کورک شیتر کے میدان
جنگ میں کٹ کر گر گئی۔ مدتوں وہیں پڑی رہی
اب کہیں مل پائی ہے۔ اسی قسم کے قصے مصر
والوں نے ان ستونوں کے متعلق بھی گھڑ لئے
ہوں گے۔ یہ ستون بہت اونچے تھے، بہت
ہی اونچے۔ تم نے اونچے سے اونچا کھجور کا درخت
دیکھا ہوگا۔ اس سے بھی اونچے۔ اور پھر ایک ہی
پتھر میں سے ترشے ہوئے۔ مصر کے لوگ بڑے
دل لگی کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان ستونوں کے
ساتھ بھی اکثر لطف لیتے رہتے ہیں۔ ابن بطوطا
کا نام تو تم نے سنا ہوگا۔ دنیا بھر کے سیر سپاٹا کرنے
والوں کا گرو۔ بلکہ گرو گھنٹال۔ اس نے ان ستونوں
کے متعلق بڑے مزے کا قصہ لکھا ہے۔ سکندریہ کے
باہر ایک ایسا ہی ستون تھا، ان دنوں وہاں ایک
مشہور تیر انداز رہتا تھا، ایک دن اس کو کیا سوجھی
کہ بغیر کسی سیڑھی اور امداد کے اس مینار کی چوٹی پر
جا بیٹھا۔ جب اس بات کی شہرت ہوئی تو تماشا
دیکھنے کو لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے۔ اور خاک
سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اتنی بلندی پر کیسے چڑھ گیا۔ اور
ادھر تیر انداز صاحب ہیں کہ نیچے والوں کو دیکھ کر
گویا یوں کہہ رہے ہیں کہ میاں کیا دیکھتے ہو۔ تمھاری

ہی رک گئے۔ ورنہ ارادہ تو آسمان تک جانے کا
تھا بھلا یہ بتایئے۔ کیسے چڑھا ہوگا۔ اس کے
لئے کچھ مشکل بات نہ تھی پہلے تو اس نے تیر کے
سرے پر ایک مہین ڈور کا سرا باندھا اور شست
باندھ کر ایسا مارا۔ کہ تیر مینار کے اوپر سے گذرتا ہوا
پار چلا گیا۔ اور ڈور کو ساتھ لیتا گیا۔ ڈور اتنی لمبی تھی
کہ ایک سرا تو اس کا تیر سے بندھا رہا جو زمین کے
اس پار گرا تھا اور دوسرا اس تیر انداز کے پاس رہا
اور ڈور کا بیچوں بیچ کا حصہ مینار کے اوپر ٹھہر گیا۔
اب اُس نے ایک مضبوط رسی ڈور سے باندھی، اور
پھر آہستہ آہستہ ڈور کے ذریعے رسی کو مینار پر سے
گذار دیا۔ آگے اُس نے کیا کیا ہوگا۔ یہ تو تم خود سمجھ جاؤ
اچھے بچوں کو سمجھانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ مینار بھی
بادشاہوں نے اپنا نام زندہ رکھنے کے لئے بنائے تھے
بنائے کیا۔ یوں کہو کہ ترشوائے تھے۔ ان پتھروں
کی کانیں بالائی مصر میں تھیں۔ اب بھی اکثر لوگ اِن
کانوں پہ جا نکلتے ہیں تو وہاں ایسے ہی نامکمل ترشے
ہوئے ستون پڑے ملتے ہیں۔ اب ان کو وہاں سے
لائے کیسے ہوں گے وہ زمانہ مشینوں کا تو تھا نہیں کہ
دھوئیں کی گاڑی لگادی اور چھک چھک اُڑاتے
چلے گئے۔ پہلے پہل جب ستون بنائے ہوں گے تو انجنیر
لوگوں کو رات رات بھر اسی فکر کے مارے نیند نہ
آتی ہوگی کہ اب انھیں لے کیسے جائیں۔ پتھر کھودتے
کھودتے وہاں اچھی خاصی نہر سی بن گئی تھی۔ رات کو
اسی فکر میں سوئے۔ صبح اُٹھے تو دیکھا۔ کھدی ہوئی زمین
پانی سے لبالب بھری ہوئی ہے۔ بات یہ تھی کہ ابا نیل کو
اپنے بچوں کی بے بسی پر رحم آیا۔ دل میں کہا ہوگا کہ چلو
یہ ان کے پتھر کے کھلونے اِن سے تو نہیں اُٹھتے۔ تو
ہم ہی اُٹھا کے لے چلیں۔ انجنیر لوگوں نے پانی کی
بھری ہوئی نہر دیکھی۔ تو کہنے لگے ہم تو اب تک بھولے
ہی رہے۔ بھلا اس میں کیا مشکل تھی۔ لکڑی کے بڑے
بڑے لٹھے ڈال کر ایک بڑی سی کشتی بنالی اور اس پر
اِن ستونوں کو لاد کر کھیتے ہوئے چلے۔ ملک میں نہروں کا جال
سا پھیلا ہوا تھا۔ چند دن میں نہروں سے ہوتے ہوئے
کہیں کے کہیں پہنچ گئے۔ اہرام کے پتھر بھی اسی طرح
بالائی مصر سے پہنچے ہیں۔ ورنہ بھلا بیس بیس فٹ
لمبے پتھروں کا اُٹھانا بھلا کسی اِنسان کا کام ہے۔

یہ کام تو مصریوں نے غلاموں اور بنی اسرائیل
سے لیا۔ حضرت موسیٰ نے ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے
ایک مزدور کی حمایت میں جو شاید کسی نہر کی کھدائی
یا پتھروں کی ڈھلائی پر لگا ہوا تھا اس کے مصری
افسر کو جان سے مار ڈالا تھا۔ اور ۔ بغاوت کا
جھنڈا بلند کر کے اپنی پوری قوم کو ظلم اور زیادتی
سے ہمیشہ ہمیشہ نجات دلادی ؎

پیارے بچو اور بچو خوش رہو اور تندرست۔

دسمبر کے پرچے میں پیام برادری کے دوبارہ قائم ہونے کی خبر کیا چھپی کہ پیامیوں میں جیسے ہل چل مچ گئی اب تک ہندوستان کے چاروں طرف سے جانے کتنے خط آچکے ہیں۔ خط ہی نہیں بلکہ کشمیری گیٹ دہلی میں تو برادری کی شاخ بھی قائم ہو چکی۔ شاہین اسکول "کشمیری گیٹ دہلی کی بچوں کی انجمن" نے ہر جنوری کو مربی جناب عنزان احمد صاحب نصرت کی صدارت میں ایک جلسہ کیا جس میں کابینہ کے ممبروں کا چناؤ ہوا اور پیام برادری کے ممبر بنائے گئے

کابینہ کے ممبر:۔ محمد احسان اللہ خان پرویز (صدر)۔ محمد ناظر عباسی رفعت۔ (نائب صدر)۔ محمد سلطان ماہر۔ (ناظم)۔ مظفر حسین شوق (نائب ناظم)۔ محمد الیاس شبنم۔ (مہتمم کتب خانہ)۔ خلیل الرحمٰن نشتر۔ (مہتمم دار المطالعہ)۔ تلسی رام مصور۔ (خزانچی)

برادری کے ممبر:۔ صفدر علی کیف۔ آغا بادر عباس خوشتر۔ آفتاب علی فطرت۔ حسن رضا سہا۔ ضمیر حسین طور۔ نعیم الدین شوکت۔ علی اللہ سیف۔ جگدیش سنگھ جوہر رشید الدین اختر۔ منور احمد نسیم۔ عبد الصمد شعلہ۔ محمد یامین طالب۔ محمد عاقل آزاد۔ عبید الرحمٰن ثمر۔ علاء الدین قمر۔ محمد یامین عشرت۔ بدالوحید شہاب۔ مختار احمد ساحر۔ محمد اکرم برقی۔ خالد۔ کمال۔ انوار احمد عرش۔ چونکہ کشمیری گیٹ کی برادری کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ اس لئے مندرجہ ذیل دو اور حضرات مربی بنائے گئے ہیں۔ جناب احمد حسن صاحب منظر قریشی۔ ٹیچر اینگلو عربک ہائی اسکول موری گیٹ دہلی۔ جناب زاہد برکت علی صاحب شوق۔ ہیڈ ماسٹر ایم بی اسکول گندہ نالہ، دہلی

پیام برادری کا مقصد کچھ تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ اب اور سن لو۔ پیام برادری یہ چاہتی ہے کہ تم اپنے خالی وقت میں کوئی اچھا اور مفید کام کرتے رہو۔ ایسا کام جسے کر کے تمہیں خوشی بھی ہو اور جس میں تمہارا اور دوسروں کا بھلا بھی ہو۔ آپس میں دوستی اور محبت اور اتفاق رکھو۔ ایک دوسرے کی مدد کرو۔ بڑی عمروں کو پہنچ کر بھی اپنی دوستیوں کو نباہو اور ایک دوسرے کے کام آتے رہو۔

ایک بات تم نے اور پوچھی ہے یعنی یہ کہ ممبر بننے کے بعد کیا کرنا ہے تو بھی کوئی نو دس سال کے ممبروں کے لئے تو یہ ہے کہ وہ پیام تعلیم پڑھیں۔ اس کے معمے حل کریں۔ ان میں جو مزے مزے کے کھیل چھپتے ہیں انھیں کھیلیں یہ کھیل ان کے لئے بہت دلچسپ اور مفید ہیں۔ ان کے ذریعے وہ آہستہ آہستہ بڑی بڑی اور کام کی چیزیں بنانی سیکھ جائیں گے۔

اگر انھیں نظم یا مضمون لکھنے کا شوق ہے تو بڑا اچھا شوق ہے۔ یہ مضمون اور نظمیں ہمارے پاس بھیج دیں۔ اچھی ہوئیں تو پیام تعلیم میں چھپ جائیں گی ورنہ اصلاح کے بعد واپس کر دی جائیں گی۔ ان کے علاوہ میں اور اور مفید مشورے بھی وقتاً فوقتاً دیتا رہوں گا۔

بڑے ممبروں کے لئے ان کاموں کے علاوہ اور بھی کچھ کام ہیں۔ ایسے کام جن سے دوسروں کا بھلا ہو۔ مثلاً راستے میں سے کانٹے یا پتھر ہٹانا۔ بازار یا ڈاک خانے جاتے وقت اپنے پڑوسی کی عورتوں کو بھی پوچھ لینا۔ بیمار کی دوا لا دینا موقع ملے تو اس کی تیمارداری کر دینا۔ مرہم پٹی آتی ہو تو وہ کر دینا۔ کھیت سے خود کو ہٹا دینا۔ اَن پڑھ پڑوسی کا خط لکھ دینا۔ سبق یاد کرا دینا۔ ان کے علاوہ اور جو اچھے کام سمجھ میں آئیں۔ ان کاموں کو اپنی نوٹ بک میں لکھتے رہو اور...... مہینے کے آخر میں یہ دیکھو کہ...... ہم نے دوسروں کی بھلائی کے لئے کتنے کام کئے۔ جب چھ مہینے ہو جائیں تو اپنے مربی سے نوٹ بک تصدیق کرا کے میرے پاس بھیج دو۔

میں چاہتا ہوں کہ چھوٹے بڑے پیام برادری کے سبھی ممبر کوئی نہ کوئی ہاتھ کا کام بھی ضرور کریں۔ لیکن وہ کام ہوں مفید، مثلاً البم بنانا۔ لفافے

بنانا۔ گڑیاں بنانا۔ جال بننا۔ تکیوں وغیرہ کے کھلونے بنانا۔ سینے یا جھولے بنانا۔ گتّے کی چیزیں بنانا۔ ڈرائنگ یا تصویریں بنانا۔ رومال یا غلاف پر بیل بوٹے کاڑھنا۔ اس طرح کے اور مفید کام کرنا۔ تمھارے ہاتھ کی بنائی ہوئی اچھی اچھی چیزیں نمائش میں رکھی جائیں گی اور اگر تم چاہو گے تو بیچی بھی جائیں گی اور پیسے تمھیں واپس کر دیئے جائیں گے۔ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ تم چاہے امیر ہو یا غریب خود اپنے ہاتھ سے محنت کرنے کو عار نہ سمجھو۔ ان چیزوں کے بیچنے کا کام خود تمھاری برادری کی شاخ اور صدر دفتر کے ذمے ہوگا۔ شاخ کا ذکر آگیا ہے تو اب میں تمھیں یہ بھی بتا دوں کہ پیام برادری کی شاخیں کیوں کر قائم ہوں گی اور ان کے کیا کیا کام ہوں گے۔

پیام برادری کی شاخیں۔ شاخ کے قائم کرنے کا یہ طریقہ ہوگا کہ محلے یا شہر کے سارے پیام برادری کے ممبر لڑکے لڑکیوں میں سے دو تین ایسے حضرات کو چن لیں جو تمھارے کام میں دلچسپی لیں تمھاری مدد کریں اور تمھیں مشورے دیتے رہیں۔ اچھا رہے گا اگر تم اپنے استادوں کو چنو۔ تمھارا خیال وہ نہ کریں گے تو اور کون کرے گا۔ ان کی سرپرستی میں اور ان کے مشورے سے آپس میں سب سے زیادہ کام کرنے والے سب سے اچھے اور اچھی طبیعت کے لڑکے کو اپنا صدر چن لو۔ اسی طرح ایک ناظم کا انتخاب بھی کر لو لیکن برادری کا سارا کام یہی دو لڑکے تو نہیں کر سکتے۔ اس لئے صدر اپنی مرضی سے اپنے چار پانچ لڑکوں کو اور چن لے جو اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار رہیں ان ممبروں کو کابینہ کا ممبر کہتے ہیں تو اس طرح گویا تمھاری شاخ قائم ہو گئی۔ اب صدر اور سکریٹری اس کارروائی کو لکھ کر میرے پاس بھیج دیں۔ یہ پیام تعلیم میں شائع ہوگی مربی صدر اور سکریٹری کو صدر دفتر کی طرف سے ایک ایک بیج پیش کیا جائے گا۔ کابینہ کے ممبروں کے لئے بیج کا پہننا اسی وقت سے لازمی ہوگا بقیہ ممبر چھ مہینے کے اندر اندر بیج خرید لیں۔ عہدہ داروں کا ایک سال بعد دوبارہ چناؤ ہوگا۔

کبھی کبھی مربیوں کے نام ہم خود بھی تبلائیں گے۔ مربیوں سے التماس ہے کہ وہ "پیام تعلیم" اپنے نام ضرور جاری کرا لیں۔ تاکہ میں اپنی بات ان تک پہنچا سکوں اور وہ اسی کے مطابق بچوں کو ضروری ہدایتیں دے سکیں۔

شاخوں کے کام:۔ (۱) سارے ممبر شاخ میں اکٹھا ہو کر تحریری اور تقریری مقابلوں میں حصّہ لیں مضمون پڑھیں۔ بڑوں سے تقریریں کرائیں (۲) شاخ ممبروں کے ہاتھ کے بنائی ہوئی چیزوں کی نمائش اور ان کے بیچنے کا انتظام کرے گی۔ چیزوں کی خرید و فروخت کا باقاعدہ حساب کتاب رکھے گی۔ اس سلسلے میں جو کچھ خرچ ہوگا صدر اُسے آمدنی سے نکال کر باقی آمدنی کو ممبروں میں ان کی چیزوں کے لحاظ سے بانٹ دے گا (۳) برادری تین مہینے میں ایک مرتبہ ڈراما بھی کر سکتی ہے۔ ہاں بس ایک مرتبہ ورنہ امّاں جان اور ابّا جان خفا ہوں گے کہ بیٹا گھر سے غائب رہتا ہے۔ ڈرامے کے علاوہ مکالمے بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔ ڈرامے اور مکالمے ہم خود مہیا کرنے کی کوشش کریں گے (۴) برادری کے جلسوں کے شروع میں کوئی اچھا سا ترانہ یا نظم پڑھی جائے (۵) برادری کی ساری کارروائی صدر اور سکریٹری میرے پاس بھیجتے رہیں۔ نمایاں اور اچھا کام کرنے والوں کا نام میرے پاس آنا چاہیے (۶) شاخ،

پیام برادری کا عہد نامہ

میں عہد کرتا ہوں / کرتی ہوں کہ ہمیشہ صاف رہوں گا / گی اور سچائی کو اپنا شعار بناؤں گا / گی مضبوط اور محنتی بنوں گا / گی بدی کی مخالفت کروں گا / گی نیکی کا ساتھ دوں گا / گی خدا کا ڈر اور اس کی مخلوق کی خدمت میری زندگی کا مقصد ہوگا

دستخط ....

پیام برادری کا عہد نامہ

میں عہد کرتا / کرتی ہوں کہ ہمیشہ صاف رہوں گا / گی اور سچائی کو اپنا شعار بناؤں گا / گی مضبوط اور محنتی بنوں گا / گی۔ بدی کی مخالفت کروں گا / گی۔ نیکی کا ساتھ دوں گا / گی۔ اور اس کی مخلوق کی خدمت میری زندگی کا مقصد ہوگا۔

دستخط ....

صدر برادری دلی کو بھی اپنی چیزیں نمائش کرنے اور بیچنے کے لئے بھیج سکتی ہے ہم یہاں نمائش کا ایک کمرہ رکھیں گے اور شاخوں کے بہترین کاموں کی نمائش کریں گے شاخ کی چیزوں کے بیچنے میں جو کچھ خرچ کرنا پڑے گا اُسے منہا کرکے دام برادری کی شاخ کو واپس کردیں گے۔

جن ممبروں کو ڈرائنگ یا تصویریں بنانے یا مضمون لکھنے کا شوق ہو وہ اپنے کام ہمارے پاس بھیجیں ہم انھیں اچھے مشورے دیں گے اگر ہوسکا تو چھاپیں گے۔ جو ممبر آپس میں خط کتابت کرنا چاہیں گے میں اُن کے لئے آسانیاں پیدا کروں گا۔

تو بھئی اب تو تم سمجھ گئے ناکہ پیام برادری کیا چیز ہے؟ اب میں تمھیں یہ بتاؤں کہ تم کیوں کر اس کے ممبر بن سکتے ہو۔ اگر تمھاری عمر سولہ سال سے زیادہ نہیں ہے تو تم پیام برادری کے ممبر بن سکتے ہو۔ رسالے میں جو کوپن چھپے ہوئے ہیں ان میں سے ایک بھر کر میرے پاس بھیج دو۔ ممبری کی فیس دو آنے ہے۔ اس لئے کوپن کے ساتھ ساتھ دو آنے کے ٹکٹ بھی آنے چاہئیں ورنہ بھئی میں تمھیں ممبر نہیں بنا سکتا۔ برادری کے ہر ممبر کے لئے "پیام برادری کا بیج" پہننا بھی ضروری ہوگا۔ یہ بیج گویا برادری کا امتیازی نشان ہے۔ یہ بہت خوب صورت بنا ہوا ہے۔ اس کی قیمت ایک روپیہ (عہ) ہے۔ لیکن بہت سے پیامیوں کے پاس اس وقت ایک روپیہ بھی نہیں ہوگا۔ اس لئے انھیں چھ مہینے کی مہلت ہے۔ اس عرصہ میں وہ بیج ضرور منگالیں۔ ورنہ وہ ممبر نہیں رہ سکتے۔

ایک بات ذرا دھیان دے کر سُن لو۔ میں تمھارے اکثر سوالوں کا جواب پیام تعلیم کے ذریعے دوں گا۔ اگر تم خط کے ذریعے کوئی بات پوچھنا چاہتے ہو تو جوابی کارڈ یا جواب کے لئے ٹکٹ کا آنا ضروری ہے۔ اس طرح اگر تم اپنے مضامین وغیرہ واپس منگانا چاہتے ہو تو بھی ٹکٹ کا آنا ضروری ہے۔ ورنہ پھر شکایت نہ کرنا کہ "مشتاق بھائی جواب نہیں دیتے۔" تمھی بتاؤ بھلا میرے پاس اتنے پیسے کہاں!!

تم سے جو میں نے دو آنے ممبری فیس کے لئے ہیں وہ اس لئے کہ بہرحال کبھی نہ کبھی مجھے تمھارے پاس خط تو لکھنا ہی ہوگا۔ دوسرے برادری کو چلانے میں کچھ نہ کچھ خرچ تو ہوگا ہی۔ تیسرے میرا ارادہ یہ بھی ہے کہ برادری کی جن شاخوں کو مدد کی کچھ ضرورت ہوگی وہ میں انھیں پیسوں سے کروں گا۔ کیوں بھئی تمھیں منظور ہے نا؟

مجھے اور جو کچھ ضروری باتیں کہنی ہوں گی وہ میں مہینے کے مہینے پیام تعلیم میں کہتا رہوں گا۔

اب تم غالباً سمجھ گئے ہوگے کہ "پیام برادری" کیا چیز ہے۔ اور اس کے فائدے بھی جان گئے ہوگے۔ اس کی خامیاں بتلانا بھی تمھارا فرض ہے تاکہ میں انھیں دور کردوں۔

اگر ممبر بننا چاہتے ہو تو کوپن بھر کر بھیج دو اور ممبری فیس بھی۔

تمھارا
"مشتاق بھائی"

میں پیام برادری کا ممبر ہونا چاہتا / چاہتی ہوں۔ بیج کی قیمت عہ اور ممبری فیس ۲ر بھیج رہا / رہی ہوں۔ میرا نام ممبروں کی فہرست میں شامل کرلیجئے۔

دستخط .... عمر ....

پیدائش سنہ ....

پتہ ....

....

خاص شوق ....

میں پیام برادری کا ممبر ہونا چاہتا / چاہتی ہوں۔ بیج کی قیمت عہ اور ممبری فیس ۲ر بھیج رہا / رہی ہوں۔ میرا نام ممبروں کی فہرست میں شامل کرلیجئے۔

دستخط .... عمر ....

پیدائش سنہ ....

پتہ ....

....

خاص شوق ....

مزے مزے کے کھیل

۱۸

مشتاق احمد اعظمی

مسخرے کی ٹوپی

چوکور کاغذ کا ایک ٹکڑا لے لو۔ کونوں
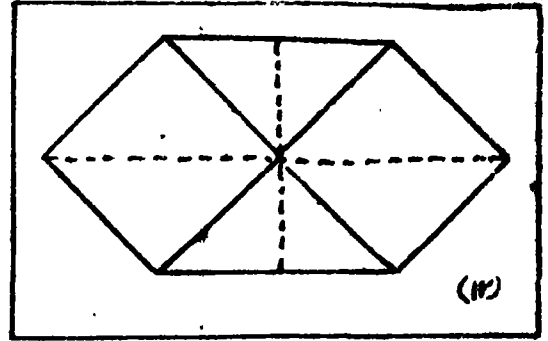
سے ترچھا ترچھا موڑ لو تاکہ آر پار دو لمبی لمبی لکیریں
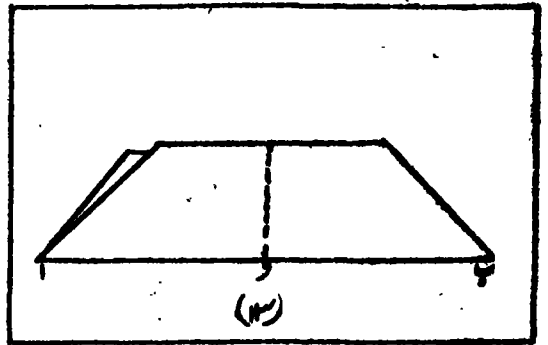
پڑ جائیں۔ کاغذ کو اس طرح رکھ لو کہ ایک کونا نیچے ہو دوسرا اوپر۔ اب ان دونوں کونوں کو موڑ

کر بیچ کی لکیر پر لے آؤ، دیکھو تصویر نمبر ۱۲ (نمبر پچھلے پرچے کی تصویروں کے نمبر کے لحاظ سے

دے جائیں گے) نیچے کے حصے کو اوپر والے حصے

پر تہہ کر لو (دیکھو تصویر نمبر ۱۳)۔ اب یوں کرو کہ بائیں طرف کے حصے 'اد' کو 'د ب' کے متوازی

موڑ لو۔ بایاں کونا اوپر کو اٹھ جائے گا (دیکھو تصویر نمبر ۱۴)۔ بالکل اسی طرح دایاں کونا بھی مڑے گا۔ اُٹھے ہوئے بائیں کونے کو موڑ کر دونو پرتوں کے درمیان گھُس دو۔ اسی طرح دائیں کونے کو بھی۔ (دیکھو تصویر نمبر ۱۵) یہ لو مسخرے کی ٹوپی بن گئی۔ اگر ایک خوب صورت سا پر لے کر دونوں پرتوں کے بیچ میں لگا لو تو اوپر کے پرت بھی نہ کھلیں گے۔ خوب صورتی کی خوب صورتی بھی۔ کناروں پر پنسل سے پھول پتیاں بھی بنالو۔

پانی پینے کا پیالا

جب کبھی گلاس یا پیالا نہیں ملتا تو تمھیں چلو سے پانی پینا پڑتا ہے۔ کپڑے بھی خراب ہو جاتے ہیں اور بُرا بھی معلوم ہوتا ہے۔ کیوں نہ تم خود اپنا پیالا آپ بناؤ۔ آٹھ انچ چوکور کاغذ اس طرح

رکھ لو کہ ایک کونا نیچے رہے اور دوسرا اوپر۔ نیچے

کے کونے کو اوپر کے کونے سے ملا دو۔ اوپر کے کونے کو نیچے لاکر ج د کی لکیر سے ملا دو۔ پھر جیوں کا تیوں کرلو۔
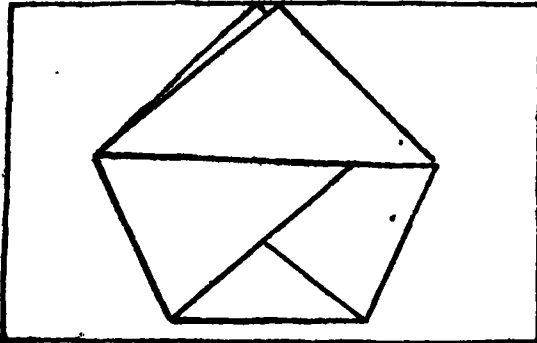
ا، ب کی لکیر پڑ گئی نا (تصویر نمبر ۱۷)۔ اچھا اب ج۔ د کونوں کو برابر موڑتے ہوئے ا، ب کی
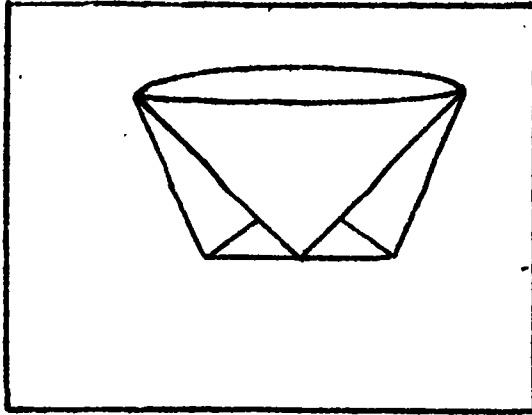
لگیر پڑے جاؤ۔ ایک کونا نیچے دب جائے گا۔ دُوسرا اُوپر رہے گا دیکھو تصویر نمبر ۱۸۔ پیالے کے بننے میں صرف ذراسی کسر اور ہے۔ جو کونا اُوپر کو اُٹھا ہوا ہے اس میں دو پرت ہیں۔ اُوپر والے پرت کو اِس طرف موڑ لو (دیکھو تصویر نمبر ۱۹) اور نیچے والے کو اُس طرف موڑ دو۔ پیالا تیار ہے۔ مُنہ کھول لو۔ کیا مجال جو اس میں سے پانی کا ایک قطرہ بھی ٹپک جائے۔ (دیکھو تصویر نمبر ۲۰۔)

رنگ بھرو

معمہ نمبر ۱

پہلا انعام　　دس روپے

دوسرا انعام　　چھ روپے

(انعام میں کتابیں دی جائیں گی)

۵ ل	■	■	۴ م	۳ ی	۲ ل	ع	۱ ت
ش	■	■	و	د	ا	■	۶ د
ک	■	■	م	ا	۱۰ ش	■	۸ ب
ر	ب	ش	■	ش	■	۷ ھ	ی
■	ی	ر	۱۱ ے	■	ق	م	۹ ر
۱۳ ن	■	■	ا	د	ا	۱۲ و	■
ی	خ	ا	۱۵ پ	■	ض	ر	۱۴ م
م		۱۷	■	م	ی	د	۱۶ ق

دائیں سے بائیں

۱- ہندوستان میں اس کی بہت کمی ہے۔

۶- سورج ڈوبنے کا وقت۔

۸- طاقتور لوگ بھی جب مجبور ہو جاتے ہیں تو ــــــ کرتے ہیں۔

۹- چاند کو عربی میں ــــــ کہتے ہیں (الٹا)

۱۱- بچوں کو دیو اور ــــــ کی کہانیاں بہت اچھی لگتی ہیں۔

۱۲- باپ کا باپ۔

۱۴- شروع میں احتیاط نہ کی جائے تو اکثر بڑھ کر مصیبت بن جاتا ہے

۱۵- ایسے لوگ جھگڑا فساد پسند کرتے ہیں۔

۱۶- پرانا۔ (فارسی)

۱۶- بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تلوار سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔

اوپر سے نیچے

۱- جو لوگ اپنی ــــــ پر بھروسہ کرتے ہیں وہی کامیاب ہوتے ہیں۔

۲- مردہ جسم۔

۳- بیاہ (الٹا)

۴- شہد کی مکھی شہد کے علاوہ یہ بھی بناتی ہے۔

۵- فرج۔

۷- دُکھ کا ساتھی

۱۰- جھگڑے اور مقدمے چکانے والا

۱۱- گناہ (ہندی)

۱۳- ہندوستان میں یہ درخت بہت پایا جاتا ہے۔

قواعد (۱) حل کے ساتھ ۲ر کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں (۲) ایک سے زیادہ حل بھی بھیجے جاسکتے ہیں۔ چار حلوں کی رعایتی فیس ۸ر ہے۔ آٹھ حلوں کی ۱ر ہے (۳) دو دفعہ انعام تقسیم کردیے جائیں گے قرعہ اندازی نہ ہوگی (۴) تمام حل رسالہ پہنچنے کے ۱۵ دن بعد دفتر پیام تعلیم دہلی پہنچ جانے چاہئیں (۵) ایڈیٹر کا فیصلہ قطعی ہوگا (۶) پیام تعلیم میں چھپے ہوئے کوپن کے علاوہ اور کوپن بھی لے لئے جائیں گے (۷) کسی کوپن میں کوئی حرف کٹا ہوا ہوگا یا پنسل سے بھرا ہوا ہوگا تو مقابلے میں شامل نہیں کیا جائے گا (۸) چھوٹی اور بڑی ے کا فرق لازمی ہے ی ے (۸)

پتہ:- سب ایڈیٹر پیام تعلیم مکتبہ جامعہ دہلی۔ قرول باغ۔

معما نمبر ۱
کوپن نمبر
نام
پتہ
محلہ
معما نمبر ۱
کوپن نمبر
نام
پتہ
محلہ
معما نمبر ۱
کوپن نمبر
نام
پتہ
محلہ
معما نمبر ۱
کوپن نمبر
نام
پتہ
محلہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۹۶۱

مکتبہ جامعہ دہلی

...بہار، یو پی، سی پی، برار، بھوپال، رام پور، قلات، بنگال ... سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار، اڑیسہ ... کے محکمۂ تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔

"منیجر"

جلد ۲۷	فہرست مضامین فروری [illegible]ء	نمبر ۵

ایڈیٹر
محمد حسین حسّان

قیمت سالانہ ۲ روپے
نمونے کا پرچہ ۴ آنے

پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ... پی ایچ ڈی۔ محبوب المطابع پریس دہلی

FIROZ

ایڈیٹر

کچھ دنوں سے پیام تعلیم پھر وقت سے شائع نہیں ہو رہا ہے۔ پیامیوں کے شکایتی خط برابر آرہے ہیں۔ اُن کی شکایت سر آنکھوں پر۔ ہم پرچے کو وقت پر لانے کی برابر کوشش کر رہے ہیں، اگر اُنھیں ہماری کوششوں کا حال معلوم ہو جائے تو وہ سچ مچ ہمیں معذور سمجھیں۔

پریس والے ہم سے بار بار وعدہ کر چکے ہیں اور اب تو انھوں نے یقین دلایا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اپریل تک رسالہ وقت پر آجائے گا۔ دُعا کرو کہ خدا انھیں اپنا وعدہ پُورا کرنے کی توفیق دے۔

اس پرچے میں نیّر صاحب کی ایک نظم شائع ہو رہی ہے۔ پیامی خصوصاً پیام برادری کے ممبر اسے اپنے مدرسوں اور برادری کے جلسوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ ہماری جامعہ میں تو اس کا کورس بہت پسند کیا گیا ہے۔

پرچے میں ایک اور مفید اور کارآمد مضمون ڈاکٹر سجدیو صاحب کا چھپ رہا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ تمھیں پسند آئے گا۔ ڈاکٹر صاحب سے توقع ہے کہ وہ ایسے اچھے اچھے مضمون اور بھی پیام تعلیم کے لئے لکھتے رہیں گے۔

نانگا پربت والا مضمون جناب پروفیسر محمد عبدالغفور صاحب کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ انس صاحب کا مضمون (چیزوں کی عجیب خاصیت) بھی بچے عام طور پر پسند کر رہے ہیں۔ یہ اگلے پرچے میں ختم ہو جائے گا۔

جوبلی نمبر کے بارے میں بہت کم بچوں نے اپنی رائیں بتائی ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب ایسے بھی ہیں جنھوں نے بہت ہی متانت سے لکھا ہے کہ فلم ایکٹروں اور ایکٹرسوں کے حالات ہونے چاہئیں۔ تو بھائی ایسی رائیں ہمیں نہیں چاہئیں۔

نعت — بطرز سوال و جواب

مدرسۂ ابتدائی جامعہ نگر کے بچوں نے اس سال بہت اہتمام سے یوم میلاد منایا تھا۔ مولانا محمد شفیع الدین صاحب نیّر اُستاد مدرسۂ ثانوی جامعہ نگر نے یہ نظم اسی جلسے کے لئے لکھی تھی اور اب ازراہ نوازش پیامِ تعلیم کے لئے مرحمت فرمائی ہے (ایڈیٹر)

۱۔ حمید — دہر میں کیا کیا کیا احمد مختار نے
خلق کو کیا کیا دیا احمد مختار نے

محمود — جن دنوں دنیا میں تھا کفر کا چرچا بپا
جن دلوں دنیا میں تھا شرک کا پنجہ جما
آپ نے توحید کی دہر میں ڈالی بنا
آپ نے اسلام سا دین جہاں کو دیا

چند بچے مل کر — کام یہ سب کچھ کیا احمد مختار نے
خلق کو سب کچھ دیا احمد مختار نے

۲۔ حمید — دہر میں کیا کیا کیا احمد مختار نے
قوم کو کیا کیا دیا احمد مختار نے

محمود — جن کا سہارا نہ تھا اُن کو سہارا دیا
ڈوبنے والے جو تھے اُن کو کنارا دیا
زندہ دلوں کو نیا اک شرارا دیا
مُردہ دلوں کو یہاں زیست کا یارا دیا

چند بچے مل کر — کام یہ سب کچھ کیا احمد مختار نے
خلق کو سب کچھ دیا احمد مختار نے

۳۔ حمید — دہر میں کیا کیا کیا احمد مختار نے
خلق کو کیا کیا دیا احمد مختار نے

محمود — چھوٹے بڑے کا خیال دل سے ہٹا کر رہے
یعنی مساوات کا رنگ جما کر رہے
غیرِ خدا کا ہر ایک نقش مٹا کر رہے
آگے اک اللہ کے سب کو جھکا کر رہے

چند بچے مل کر — کام یہ سب کچھ کیا احمد مختار نے
خلق کو سب کچھ دیا احمد مختار نے

۴- حمید — دہر میں کیا کیا کیا احمد مختار نے
خلق کو کیا کیا دیا احمد مختار نے

محمود — خلقِ خدا کو دیا خُلقِ حَسن کا پیام
خوب پلائے اُسے مہر و محبت کے جام
ہو گئے اس خُلق پر دل سے فدا خاص و عام
بن گئی دنیا میں ایک ملتِ عالی مقام

چند بچے مل کر — کام یہ سب کچھ کیا احمد مختار نے
خلق کو سب کچھ دیا احمد مختار نے

۵ حمید — دہر میں کیا کیا کیا احمد مختار نے
خلق کو کیا کیا دیا احمد مختار نے

محمود — جان ہو میری فدا اِس شہِ ذی شان پر
دل بھی یہ قربان ہو اُس کی ہر اک آن پر
اُس نے بنائی بنا دین کی ایمان پر
کھول دئے اُس نے راز دہر کے انسان پر

چند بچے مل کر — کام یہ سب کچھ کیا احمد مختار نے
خلق کو سب کچھ دیا احمد مختار نے

محمد حسین حسان

نئی دنیا کا نام تم نے سنا ہے؟ وہی جسے تم امریکہ کہتے ہو۔ اس نئی دنیا یا امریکہ کے دو حصے ہیں۔ اُتری یا شمالی امریکہ اور دکھنی یا جنوبی امریکہ۔

بہت دنوں کی بات ہے، شمالی امریکہ کے دیہات میں ایک ننھے میاں رہتے تھے۔ یہی کوئی چار پانچ برس کے ہوں گے بس اپنے جیسے تمھارا چھوٹا بھائی۔ ماں باپ نے ان کا نام بن یامن رکھا تھا۔

ان ننھے میاں کے پڑوس میں بہت سے لال ہندیوں کے گھر تھے۔ وہی۔ امریکہ کے اصلی باشندے! جنھیں انگریزی میں رڈ انڈین کہتے ہیں۔ ایک رڈ انڈین یا لال ہندی۔ ڈرائنگ یا مصوری بھی جانتا تھا۔ بن یامن صاحب اکثر کھیلتے کھیلتے اس کے گھر پہنچ جاتے۔ رڈ انڈین کو تصویر بناتے دیکھتے تو اس کے پاس جا کھڑے ہوتے اور بڑے شوق سے اس کام کو دیکھتے رہتے کھڑے کھڑے گھنٹے ہو جاتے۔ مگر یہ لڑکا تھکنے کا نام نہ لیتا۔

بڑھتے بڑھتے جب یہ سات برس کے ہوئے تو ایک دن گھر کے سب لوگ تو کہیں باہر چلے گئے اور ایک دودھ پیتی بچی کی دیکھ بھال کے لئے انھیں

گھر میں چھوڑ گئے، یہ ان بن یامن صاحب کی بھانجی تھی۔ بہن کی لڑکی! یہ برابر اس کا پالنا ہلاتے رہے بچی گہری نیند سو گئی۔ اب اچانک ان کے دل میں ایک خیال آیا۔ کیوں نہ میں اس کی تصویر بنا ڈالوں یہ خیال آتے ہی سامان کی تلاش شروع ہوئی۔ کہیں سے کاغذ لائے، کہیں سے کالی اور سرخ روشنائی

...رہا قلم سور پر کا قلم بنایا اور جناب کام شروع کر دیا
جب اُن کی آپا لوٹ کے آئیں تو انھوں نے
...ب سے پہلے اپنا کارنامہ دکھایا۔ آپا تو [illegible]
...وٹ ہو گئیں۔ ارے! اتنی اچھی
...ویر!!! جیسے سچ مچ کی منّی پلنے
...ں سو رہی ہیں۔ اور سبھوں نے
...ی بہت شاباش دی۔ اور بن یامین
...احب ایسے تھے کہ پھولے نہ سماتے
...تھے۔ اور پھر تو دن رات یہی کام
...ن کا اوڑھنا بچھونا ہو گیا
...رڈ انالڈین بھی اُن کے اس
شوق سے بہت خوش تھا۔ اس
نے انھیں اپنے پاس سے بہت سے رنگ دے
ان کی امّی بھی وقت بے وقت اُن کی مدد کرتی رہی
تھیں۔

تصویر بنانے کے لئے برشوں کی بھی تو ضرورت تھی اور وہ اُن کے پاس تھے نہیں۔ اچھا تو بتاؤ انھوں نے کیا ترکیب کی؟ ان کے یہاں ایک بلّی پلی تھی، خوب لمبے لمبے بالوں والی۔ انھوں نے اسے پکڑ کے تھوڑے سے بال کاٹ لئے بس جی کئی برش تیار ہو گئے۔

بن یامین نے ایک دو نہیں بیسیوں تصویریں بنا ڈالیں۔ یہ چاہے اتنی اچھی نہ ہوں مگر ان کی بساط اور ان کی عمر کو دیکھتے بہت اچھی تھیں۔ بہت ہی اچھی۔ سب دیکھ دیکھ تعجب کرتے تھے کہ بھلا سات آٹھ برس کا بچہ اور ایسی ایسی تصویریں بنا لیتا ہے!

نو برس کی عمر میں بن یامین کو شہر بھیج دیا گیا۔ شہر میں آ کر تو جیسے اُن کی آنکھیں کھل گئیں۔ یہاں بڑی بڑی اور خوب صورت خوب صورت تصویریں عمر بھر میں پہلی مرتبہ دیکھیں۔ ایک تصویر تو اتنی پسند آئی اتنی پسند آئی کہ اسے دیکھتے ہی اُن کے آنسو نکل آئے۔

بن یامین کی امّی اور ابّا بھی اُن کے اس شوق سے بہت خوش تھے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارا بن اب مصوّر یا آرٹسٹ ہی بنے گا۔

انھوں نے بن یامین کو ایک مصوّر کے پاس بٹھا دیا۔ بن یامین نے خوب ہی جی لگا کے اور بڑی ہی محنت سے اس کام کو سیکھا اور ایک وقت ایسا آیا کہ ان کا شمار اپنے زمانے کے اچھے بہت ہی اچھے بلکہ یوں کہو کہ سب سے اچھے مصوّروں میں ہونے لگا۔

(انگریزی سے)

پیام تعلیم کا خیر مقدم

ایس، ایم جبریل

تمام دنیا نکھر گئی ہے ۔ تمام عالم سنور گیا ہے
نظر نظر میں خوشی خوشی ہے ۔ ہر اک مسرت میں مبتلا ہے
چمن میں بلبل بھی گا رہی ہے ۔ گلوں کے دل کو لبھا رہی ہے
کوئی تو ہے رام رام کرتا، ۔ کسی کے لب پر خدا خدا ہے
نئی زمیں ہے نیا فلک ہے ۔ نئی روش ہے نیا چمن ہے
ہر ایک وادی ہر ایک گوشہ ۔ بہت ہی شاداب پر فضا ہے
تمام احباب انجمن میں ۔ خوشی سے پھر مسکرا رہے ہیں
وہ بام علم و ادب پہ دیکھو ۔ "پیام تعلیم" رونما ہے
وہ شعر دہرائے جا رہے ہیں ۔ وہ بحث آپس میں ہو رہی ہے
ہر ایک چھوٹے بڑے کو دیکھو ۔ "پیام تعلیم" پڑھ رہا ہے
جو چاند بدلی میں چھپ گیا تھا ۔ جہاں کو تاریک کر چکا تھا
وہ چاند نور ادب کو لے کر ۔ دوبارہ گردوں پہ رونما ہے
گلوں کی کیاری کے پاس بچے ۔ کھڑے ہوئے ہنس ہنسا رہے ہیں
یہاں تو بے حد چہل پہل ہے ۔ کہ جامعہ گلستاں بنا ہے
ہمارے دل سے یہ التجا ہے ۔ خدا ہمیشہ رکھے سلامت
پیام تعلیم تیرے حق میں ۔ حیات جاوید کی دعا ہے
ہوئی جو اس سال فکر تاریخ ۔ صدائے ہاتف یہ آئی جبریل
کہ آپ کر لیجیے خیر مقدم ۔ پیام تعلیم آگیا ہے

۱۹۴۵ عیسوی

نانگا پربت کی مہم

محمد عبدالغفور صاحب
لکچرر ٹریننگ کالج علی گڑھ

آل انڈیا ریڈیو سے اجازت سے بعد

نانگا پربت کی چوٹی پر رات بھر بلا کا طوفان رہا طوفان کیا تھا۔ یوں کہو، وایو دیوتا ایک عظیم الشان دیگ میں برف کے سمندر کو بلو رہا تھا۔ اور ایسے زور سے گویا سب کا سب آج ہی بلو کر رکھ دے گا۔ اور نیچے اڑاڑا دھم! بجلی کی کڑک اور توپ کی دھمک سے برف کے ایوالانش (گرتے ہوئے برف کے تودے) نیچے بہتے ہوئے برف کے دریا میں گر رہے تھے۔ کڑم دھم! کڑم دھم! برف کے غاروں اور خطرناک کھائیوں میں ان کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ نانگا پربت کی چوٹی نے یہ آوازیں سنیں۔ اسے یہ صدائیں کتنی بھلی معلوم ہو رہی تھیں۔ یہ کسی ایوالانش کے گرنے کی آواز نہ تھی۔ یہ تو اس کی شادی کے شادیانے بج رہے تھے۔ طوفان کا زور کہیں نیچے تھا اور برف کے بادل تو مشکل سے اس کے شانوں تک پہنچ پاتے تھے۔ اس کی شادی کا جوڑا کیسا اجلا تھا۔

مارے چمک کے اس پر نگاہ نہ ٹکتی تھی۔ نانگا پربت کی چوٹی مارے خوشی کے پھولی نہ سماتی تھی۔ ٹکٹکی باندھے صاف نیلے آسمان کی طرف تاک رہی تھی۔ گویا کسی خوش نما بالوں والے دیوتا کے انتظار میں ہے جو اسے اپنی دلہن بنائے گا۔

اتنے میں صبح ہو گئی۔ سورج دیوتا نے اسے آغوش میں لینے کے لئے ہاتھ پھیلا دئے۔ اس کی انگلیاں، انگلیاں کیا کہو کرنوں نے جو چوٹی کو چھوا تو اس کا چہرا مارے شرم کے سرخ ہو گیا۔ سرخ کیوں نہ ہوتا۔ بھلا نانگا پربت کی چوٹی کو کسی نے اب تک اپنی انگلیوں سے چھوا ہے۔ مارے شرم کے اسے سر سے پاؤں تک پسینہ آگیا۔ سورج کو تو وہ ہمیشہ سے گستاخ سمجھتی تھی اور اکثر جھنجھلا کر اس کے چہرے پر برف کی ایسی دھول اڑاتی تھی کہ اسے اپنا چہرہ بادلوں کے پیچھے چھپاتے ہی بنتا تھا۔

دیسے آج اُس کا دل صبح سے ہی گداز ہو رہا تھا۔ اُسے کچھ پرانی یادیں بے طرح ستا رہی تھیں۔ خصوصاً ایک رات کی یاد جب اس کی آنکھوں نے وہ منظر دیکھا جو آج تک دنیا میں کسی نے سُنا اور نہ دیکھا یعنی برف کی ایک کھوہ میں اس نے ایک یوروپین اور ایک ہندوستانی کو ساتھ ساتھ ایک قلی کے کھردرے اور موٹے کمبل میں لپٹا ہوا پایا تھا ربڑ کی چادر پر وہ دونوں ساتھ ساتھ سو رہے تھے گویا بھائی بھائی ہوں۔

سورج تو نانگا پربت کی چوٹی کا پرانا ساتھی تھا اُس کے خیالات کو بھانپ گیا اور مسکرا کر بولا:

"واہ میری نانگی دیوی! تم بھی کتنی بھولی بھالی ہو۔ دُنیا سے الگ تھلگ۔ سارے جہاں سے دور۔ ہمالیہ کی جٹاؤں میں چھپی بیٹھی ہو۔ تمھیں دنیا کی کیا خبر۔ بھلا ایک ہندوستانی قلی اور ایک یوروپین اکٹھے سو سکتے ہیں؟"

اس پر چوٹی مارے غصے کے تھرتھرا اُٹھی اور سورج کی کرنیں برف کے تودوں میں جگمگانے لگیں۔ اور اُس کے بعد جو اُس نے اپنا سر جھٹکا تو پورے کا پورا ایوالانش رویل ندی کی گہرائیوں میں جا گرا۔ پھر کہنے لگی "تمھیں کیا معلوم۔ تم اس دن طوفان کے ڈر سے کہیں مُنہ چھپائے پڑے تھے تمھیں بھلا اُس دن کی کیا خبر۔" اس پر سورج دیوتا قہقہہ مار کر بولے "اجی وہ دن نہ دیکھا ہو مگر ہندوستانی تو بہت دیکھے ہیں۔ کسی ہندوستانی میں اتنی ہمت کہاں جو اتنی بلندیوں پر چڑھتا پھرے۔ ابھی ہمت کا کیا سوال۔ اپنے ذہن میں ایسا خیال بھی لا سکتے ہیں اُن کے بڑے آدمی اکثر کہا کرتے ہیں کہ ان لوگوں پر جانے کیا اُفتاد پڑی ہے جو نئے دن ہمالیہ کی چوٹی پر جانے کی کوشش کرتے ہیں۔"

اس پر چوٹی بولی۔ "چھی چھی خدا جانے تم ہندوستانی کسے سمجھتے ہو انھیں جو ہر روز دفتر میں گھس گھس کرتے ہیں۔ یا پھر کالجوں میں کتابیں چاٹتے ہیں؟ یہ بھی کوئی ہندوستانیوں میں ہندوستانی ہیں۔ میرے لئے تو اصل ہندوستانی وہ ہیں جو میرے آبشاروں کے کنارے۔ میری وادیوں میں بستے ہیں۔ ان کی ہمت کا مقابلہ کوئی دنیا میں کرے تو میں جانوں۔"

"یہ لوگ تو اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہتے ہیں اگر کوئی ہندوستانی مجھ سے پوچھ بیٹھے تو میں اسے سیدھے ہاتھوں یوں لوں کہ تم جی میں کہتے ہو گے کہ ان چوٹیوں پر چڑھنے سے کیا فائدہ؟ تم تو کہتے ہو مگر شاید تمھارے دادا ابا ایسا نہ کہتے ہوں۔ انھوں نے تو کئی ایک رشیوں، منیوں کے قصے سُنے ہوں گے جو کیلاش کے دامن میں برف کے غاروں میں گیان دھیان میں لگے رہتے تھے۔

پانڈوں کا نام تو تم نے سنا ہوگا۔ وہ پانڈو جنھوں نے مہابھارت کی جنگ فتح کی تھی۔ جب وہ ایسی جنگ سے جان بچاکر نکل آئے ان سے تو شاید موت بھی گھبراتی ہوگی جبھی تو وہ خود موت کی تلاش میں نکلے۔ یوں سمجھو گویا سب بھائیوں نے مل کر ہمالیہ پر چڑھنے کی مہم تیار کرلی۔ پانچوں بھائی آگے آگے اور سب سے پیچھے ان کا کتا۔ بھلا جہاں ایسے پرانے زمانے سے لوگ ہمالیہ کی مہم پر جاتے ہوں، وہاں کے یہ لوگ یہ پوچھیں کہ اس سے کیا فائدہ تو اس سوال پر کس کو ہنسی نہ آئے گی۔ ویسے کیا کوئی یہ معمولی بات ہے کہ انسان ۲۹ ہزار فٹ کی بلندی پر جا کھڑا ہو اور وہاں سے پوری کائنات کے سامنے اعلان کرے کہ دیکھو بھئی ہم بھی کسی سے کم نہیں۔

"فطرت نے تو ہمالیہ جیسے پہاڑ بنائے گویا انسان کے ہاتھ پر ہاتھ مار یہ جا وہ جا، ہمالیہ کی چوٹی پر جا بیٹھی اور وہیں سے کہہ رہی ہے دیکھیں تو بھلا تم ہمیں کیسے چھو سکتے ہو۔ اور انسان ہے کہ جی میں کہتا ہے اچھا دیکھا جائے گا۔ ہم بھی تمھیں چھو کر ہی رہیں گے۔ تو یہ ہمالیہ پر چڑھنے کی مہم نہیں یہ تو ایک کھیل ہے اور اس میں دو کھلاڑی ہیں۔ ایک انسان دوسرے فطرت اور کھیل کا میدان ہے ہمالیہ کی بلندیاں۔"

"انسان کی ترقی کا بھید کیا ہے۔ یہ بھید تو اس جنگ میں چھپا ہے جو وہ فطرت کے خلاف ہمیشہ سے کرتا آیا ہے۔ قدرت نے رات بنائی تو انسان نے کہا ہم روشنی ایجاد کرکے اسے دن بنا دیں گے اور آخرکار دن بنا دیا۔ قدرت نے آسمان سے بجلی گرائی تو انسان نے اسے اپنے گھر کی لونڈی بنا لیا۔ قدرت نے سائبیریا کے خوفناک جنگل بنائے۔ انسان نے انھیں شاداب کھیتوں میں تبدیل کر لیا۔ قدرت نے پہاڑوں کی چوٹیاں بنائیں۔ انسان مچلنے لگا کہ میں تو ان پر ضرور چڑھوں گا۔ بہت سی پر چڑھ گیا اور چند ایک پر ابھی تک چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے اور کیا معلوم ایک دن ان پر جا کر ایسے ہی رہنے سہنے لگے جیسے میدانوں میں۔"

"پہاڑوں پر چڑھنے کا یہی فائدہ نہیں کہ پہاڑ کو ہاتھ لگا آئے اور واپس آکر لگے دنیا بھر میں ڈھنڈورا پیٹنے۔ پہاڑوں میں بڑے بڑے دلچسپ جان دار اور پودے دیکھنے میں آتے ہیں۔ بھوٹیا لوگ جو اکثر مزدور بن کر ہمالیہ کی مہموں پر جاتے ہیں، گرمیوں میں ہر سال بکریوں کے گلے لئے نیچے کے پہاڑوں پر آجاتے ہیں۔ ان کی بکریاں تو دیکھو لمبے لمبے بال نیچے کو لٹکے ہوئے جیسے کوئی لہنگا پہنے ہو۔ بچاری کیا کریں سردی سے بچنے کے لئے یہی لباس بنا لیا ہے۔ تم نے اکثر ایسے جانور دیکھے ہوں گے جن کے بال ہوتے ہیں اون نہیں ہوتی۔ مگر کوئی ایسا بھی دیکھا ہے جن کے بال بھی ہوں اور اون بھی۔ تبت والوں کا یاک ایسا ہی جانور ہے۔ اس کی کھال کے ساتھ ساتھ اون اور اس کے اوپر بال ہوتے ہیں۔ اب بھلا کوئی ہمالیہ پر چڑھے تو کیسی کیسی دلچسپ چیزیں کتنے معلوم ہوں

(باقی)

چاندنی رات　　محمد صالح

چاندنی رات کا سماں دیکھو
کیسا روشن ہوا جہاں دیکھو
دیکھو تارے یہ کیسے پیارے ہیں
جھلملاتے ہیں دل لبھاتے ہیں

لوگ ہیں لڑ رہے سبھی کشتی
آ رہی ہے صدا کبڈی کی
مل کے میں اور میرے ہمجولی
کھیلتے ہیں سب آنکھ مچولی

آج ہم لوگ خوب کھیلیں گے
خوب اچھلیں گے خوب کودیں گے
لوگ فالیز جا رہے ہیں سب
خربزے خوب کھا رہے ہیں سب

آج دریا پہ لوگ جائیں گے
ریت میں لوٹ پوٹ آئیں گے

تارے　　نسیم اختر

دیکھو دیکھو دیکھو تارے
سارے جہاں میں جگ مگ کرتے
دن کو سوتے رات کو جاگتے
سارے جہاں کو روشن کرتے
سورج، چاند کے بیٹے تارے
بھولے کو ہیں راہ بتاتے
رات کو جب تارے ہیں نکلتے
دنیا کا ہیں رنگ بدلتے
ان تاروں کو دیکھتا ہوں میں
اور ان سے خوش ہوتا ہوں میں

تتلی

ممتاز صدیقی، ابتدائی پنجم

کیا خوب صورت کیا پیاری پیاری
کہتا ہے جو کوئی بھی دیکھتا ہے
قدرت نے اس کو کیا پر دیے ہیں
پھولوں پہ دیکھو ہے تتلی ہماری
تتلی نہیں ہے، پھول یہ کھلا ہے
جسم پہ رنگ کے پھول گلکاری ہیں

گرمی کا موسم ہویا ہو سردی
ہوتی نہیں ہے خراب ان کی وردی

ریل گاڑی

ہارون رشید فردوسی۔ ثانوی اول

دھوئیں اڑاتی، سیٹی بجاتی
کیسی نرالی صورت ہے تیری
چلنے کی تیری دیکھی ہے تیزی
تیری غذا ہے آگ اور پانی
ہفتوں کی منزل گھنٹوں میں کاٹے
ہے رات دن یہ چلتی ہی رہتی
ویران جنگل میدان چٹیل
چھک چھک چھکا چھک چھک چھک چھکا چھک
[illegible] ہوا دوڑ آیا اسٹیشن
جائے گا اس پر کوئی کراچی
آسانیاں جو تجھ سے ہوئی ہیں

وہ ریل گاڑی دیکھو ہے آتی
اے ریل گاڑی اے ریل گاڑی
ہے تجھ سے پیچھے رہتی ہوا بھی
جس کو تو کھا کر ہے تیز چلتی
ہے ریل گاڑی کی پھرتی سپاٹے
دریا کو جھیلوں کو پار کرتی
سب کو خوشی سے ہے پار کرتی
چلتی ہے یوں ہی فراٹے بھرتی
اف! لوگ کتنے ہیں بھیڑ کتنی
لاہور کوئی اور کوئی دہلی
شکریہ اس کا اے ریل گاڑی

فردوسی مانو احسان اس کا
جس نے بنائی یہ ریل گاڑی

ہماری اونٹنی

کیا نہیں دیکھتے یہ تم لوگو؟
اونچی اتنی کہ جتنا چھوٹا پہاڑ
خوش ہے یہ کھا کے نیم اور کیکر
چلی جاتی ہے ریت پر سو کوس
بوجھ لادو تو پہلے بگڑے گی
یہ بھی ہے اس کی ایک طرفہ ادا
ہے بہت خوش مزاج اور غریب
آئیے ڈول ہے یہ جامعہ کا رہٹ
کھینچتی ہے یہ ڈول بھر بھر کر
دوست مل مل کے سب نہاتے ہیں
پانی ڈولوں سے نالی میں آ کر
پانی پاتے ہیں وہ ہماری طرح
آتے ہیں منعلی اور امامی سب
لو فقیرا بھی کر رہا ہے پکار
اونٹنی دیکھتی ہے خوش ہو کر
کیسی بھولی ہے کتنی پیاری ہے

حق نے کیسا بنایا اونٹنی کو
یا بلند اس قدر کہ جیسے تاڑ
ہنستی ہے گرم پانی پی پی کر
آندھی ہو یا کہر ہو یا ہو اوس
پھر خوشی سے اسے اٹھا لے گی
اونٹ بڑبڑاتے لڑتے ہوگا سنا
کچھ نہیں کہتی آئیے نا قریب!
چل رہا ہے رہٹ یہ کھٹ کھٹ کھٹ
پانی آتا ہے کیسا بھر بھر کر
اور گلاس خوشی کے گاتے ہیں
کھیت میں جا رہا ہے بل کھا کر
اور نہاتے ہیں وہ ہماری طرح
بھر کے لے جاتے ہیں یہ پانی سب
آ گئی ہے چمن میں اس کے بہار
پھول ہیں اس کی محنتوں کا ثمر
اس سے سرسبز کھیتی کیاری ہے

اب اس اونٹنی پہ چار سو میل
جائیں گے چڑھ کے بھائی اسماعیل

تمہارے دانت

ڈاکٹر گنیش داس پیج دیو - ایف آر ایس ایل لندن - ایم پی ال ڈی ڈی بسنت گنج دہلی

(دانتوں کے ڈاکٹر درجے میں معائنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ ہر پندرھویں دن آتے ہیں۔ سب لڑکے قطار میں کھڑے ہیں۔ مہیش نے ڈاکٹر صاحب کی نظر بچاکر ترپاٹھی کا منہ چڑھایا۔ ڈاکٹر صاحب نے دیکھ لیا)

ڈاکٹر صاحب :۔ واہ بھئی کرشن واہ تم ہنس رہے ہو اور مجھے تمھارے دانت دیکھ دیکھ کر کڑھن ہو رہی ہے۔ چھی چھی کیسے میلے۔ کیسے گندے (مسکرا کر) غفور، مہیش، ترپاٹھی، بیٹو ذرا انھیں اپنے دانت تو دکھانا کیسے صاف صاف ہیں چمکیلے چمکیلے۔ میں نے تم سے پندرہ دن پہلے بھی کہا تھا۔ تم نے کوئی توجہ نہیں کی۔

کرشن :۔ (سر جھکا کر) کیا بتاؤں ڈاکٹر صاحب کچھ خیال ہی نہیں رہتا۔ ماتاجی منہ دھوتے دیکھ لیتی ہیں تو ٹوک دیتی ہیں اور مجھے یاد آجاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب :۔ مگر بھئی یہ تو بہت ضروری بات ہے۔ تمھیں خود خیال چاہیے۔

مہیش :۔ ڈاکٹر صاحب کرشن کے منہ سے بو آتی ہے۔ (منہ بنا کر) ہونہہ سب لڑکے ان سے دور بھاگتے ہیں۔

(کرشن مہیش کو گھونسا دکھاتا ہے۔)

ترپاٹھی :۔ (کرشن کی طرف کنکھیوں سے دیکھ کر) ڈاکٹر صاحب یہ یوں تھوڑا مانیں گے کوئی سزا مقرر کر دیجیے۔

غفور :۔ ڈاکٹر صاحب آپ نے اس دن بتایا تھا کہ دانتوں کی صفائی نہ کی جائے تو تندرستی پر برا اثر پڑتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب :۔ ہاں ہاں بھئی میں نے کہا تھا مگر بھئی دانتوں ہی پر کیا ہے۔ جسم کے کسی حصے میں بھی ذرا سی خرابی آجائے۔ پھر دیکھو کیسی تکلیف ہوتی ہے۔ اور اگر کہیں کسی بڑے عضو میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو زندگی ہی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

ترپاٹھی :۔ ڈاکٹر صاحب، دل، دماغ، پھیپھڑے

خوبصورتی کے مقابلے میں دانتوں کی تو کوئی حیثیت نہیں۔

ڈاکٹر صاحب:۔ جی ہاں آپ ہی نہیں عام طور پر لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور دانتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے نہ اُن کی صفائی کو ضروری سمجھتے ہیں۔ حالانکہ کبھی کبھی دانتوں میں بس ذرا سا تنکا بھی اٹک جاتا ہے تو ایسا درد ہوتا ہے کہ انسان بے قرار ہو جاتا ہے۔ ایک اور بات بتاؤں۔ بعض خطرناک بیماریاں دانتوں کی خرابی یا اُن کے میلے پن سے پیدا ہوتی ہیں۔

مہیش:۔ اور اگر ڈاکٹر صاحب دانت ہی ٹوٹ جائیں تو؟

ڈاکٹر صاحب:۔ تو کیا۔ چہرے کا سارا سبھاؤ ساری خوب صورتی ختم۔ پھر آدمی پوپلا ہو جاتا ہے۔ مُنہ سے لفظ تک ٹھیک نہیں نکلتے۔ کھانے میں بھی بالکل مزا نہیں آتا۔ غذا بھی اچھی طرح نہیں چبائی جاتی۔ جوں کی توں معدے میں چلی جاتی ہے۔ کھانا اچھی طرح ہضم نہیں ہوتا اور پیٹ کے بہت سے مرض پیدا ہو جاتے ہیں۔

غفور:۔ مگر ڈاکٹر صاحب بھلا ہاضمے سے دانتوں کا کیا تعلق یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔

ڈاکٹر صاحب:۔ تعلق؟ تعلق تو جناب بہت ہے۔ دیکھو جب تم نوالے کو دانتوں سے چباتے ہو تو مُنہ سے ایک قسم کا لعاب یا تھوک نکلتا ہے اُسے تم جُزن سمجھو، یعنی یہ ہاضم ہوتا ہے۔ اور غذا کو ہضم کے قابل بنا دیتا ہے۔ اب اگر دانت نہ ہوں گے تو تم چباؤ گے کیسے۔ چباؤ گے نہیں تو مُنہ سے لعاب کیسے نکلے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے نوالے ویسے کے ویسے ہی معدے میں پہنچ جائیں گے اور وہاں پہنچ کر ہضم تو ہوں گے نہیں طرح طرح کی خرابیاں پیدا کریں گے۔

غفور:۔ (پھریری لے کر) ڈاکٹر صاحب ہمارے ملک میں تو دانتوں کا مرض اتنا عام نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب:۔ افسوس تو اسی کا ہے ہمارے ملک میں جوں جوں نئی تہذیب پھیل رہی ہے دانتوں کے مرض بھی دن بدن ترقی پر ہیں۔

ترپاٹھی:۔ ڈاکٹر صاحب میرا ایک چھوٹا بھائی ہے اُس کے کئی دانت گر چکے ہیں اور ہاں اُن کی جگہ کوئی نیا بھی پھوٹ رہا ہے۔ یہ کوئی ساڑھے چھ برس کا ہوگا۔

غفور:۔ یہ لیجئے یہ ایک نئی بات لے بیٹھے گرنے دیجئے آپ کو کیا پریشانی ہے۔

ڈاکٹر صاحب۔ نہیں نہیں میاں پوچھنے دو،

تمہارا اس میں کیا نقصان ہے۔ ہاں اور میاں ترپاٹھی صاحب تم اپنی بات بھول گئے تمہارے دانت بھی تو اسی طرح ٹوٹ ٹوٹ کر نئے نکلے ہوں گے۔ یہ دودھ کے دانت کہلاتے ہیں ہر انسان کے قدرت کی طرف سے دو بار دانت نکلتے ہیں۔ ایک بار بچپن میں دودھ کے دانت یہ بیس ہوتے ہیں۔ دوسرے پکے دانت۔ دودھ کے دانت چھ سال کی عمر سے گرنے لگتے ہیں اور ان کی جگہ پکے دانت نکلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ تیرہ سال کی عمر تک قریب قریب تمام دانت نکل آتے ہیں۔ ہاں عقل داڑھیں اٹھارویں سال یا اس کے بعد نکلتی ہیں۔

مہیش:۔ اچھا ڈاکٹر صاحب! یہ ترپاٹھی صاحب کے عقل داڑھیں نکل آئی ہوں گی جبھی یہ ہر وقت بقراط بنے رہتے ہیں (سب ہنستے ہیں) اور ہاں ڈاکٹر صاحب یہ دانت تو ہڈی کے ہوتے ہیں، پھر کیوں خراب ہو جاتے ہیں

ڈاکٹر صاحب:۔ دانت اصل میں تین چیزوں سے بنتے ہیں۔ ایک تو اصلی مادہ جسے ڈینٹین کہتے ہیں۔ دانتوں کا زیادہ تر حصہ اسی سے بنتا ہے اسی کے درمیان یعنی دانت کی لمبائی میں خالی خالی سی جگہ ہوتی ہے اسے تم خلا یا جوف کہہ لو اس خالی جگہ یا خلا میں خون کی رگوں اور نسوں کی باریک شاخوں سے بھری ہوئی ایک چیز ہوتی ہے اسے دانتوں کا گودا یا ٹوتھ پلپ کہتے ہیں۔ نسوں کی انھی باریک شاخوں میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو دانتوں کی اندر کی بناوٹ پر دباؤ پڑتا ہے اور دانتوں میں درد ہونے لگتا ہے۔

غفور:۔ ڈاکٹر صاحب کئی روز ہوئے میں نے ایک حبشی کو دیکھا تھا، بہت ہی کالا، بہت ہی کالا، جیسے کسی نے ریش کے منہ پر توے کی کالک مل دی ہو (سب ہنستے ہیں) مگر ڈاکٹر صاحب میں آپ سے کیا عرض کروں اس کے دانت ایسے اُجلے اتنے اُجلے اور ایسے چمکیلے کہ بس میں تو دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔

ڈاکٹر صاحب:۔ ہاں میاں یہ سچ مچ بہت اچنبھے کی بات ہے۔ حبشیوں کے دانت ایسے ہی ہوتے ہیں اور انھی پر کیا ہے۔ اکثر ان پڑھ جاہل اور گنوار لوگوں کے دانتوں میں کوئی خرابی نہیں ہوتی یہ بات بھی نہیں ہے کہ وہ کوئی احتیاط کرتے ہوں۔

مہیش:۔ یہ تو آپ نے عجیب بات بتائی۔

ڈاکٹر صاحب:۔ اور اس کے مقابلے میں پڑھے لکھے، مہذب اور شائستہ لوگوں میں دانتوں کے مرض کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر فرض کیجیے کے ایک ہزار حبشیوں کے دانتوں کا امتحان

کیا جائے تو غالباً کیا یقیناً ایک حبشی کے دانت
میں بھی کوئی خرابی نہ ملے گی اور یورپ میں ہزاروں
کے ہزار دانتوں کے کسی نہ کسی مرض میں مبتلا
ہوں گے۔

پاٹھی :- ارے ارے ڈاکٹر صاحب؟

...ھور (جلدی سے) کیوں کیوں خیریت؟ ابھی
تو اچھے خاصے تھے۔

پاٹھی (کچھ جھینپ کر)۔ نہیں بھئی بات تو پوری
ہونے دو۔ مجھے تو سچ مچ اس بات پر بہت
حیرت ہو رہی ہے۔ بھلا یورپ میں یہ مرض
اتنا پھیلا ہوا ہے۔ وہاں تو لوگ صحت و صفائی
کا بہت خیال رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب :- (مسکرا کر) تم لوگ میری بات
کو غالباً مبالغہ سمجھ رہے ہو۔ میں نے دس سال
ڈینٹل کالج آف لندن میں پڑھا ہے۔ یہاں کچھ
نہیں، کچھ نہیں تو ایک ہزار مریض تو روزانہ
آتے ہوں گے اور سب دانتوں کے بیمار،
یہ تو یہ سینکڑوں بچّے روزانہ آتے تھے اور
ان کے دانتوں میں ایسی ایسی نئی نئی بیماریاں
ہوتی تھیں کہ ہندوستان کے ڈاکٹر تو ان
کے نام بھی نہ جانتے ہوں گے

(باقی آئندہ)

مکتبے کی کتابیں

بچوں کا البم۔ بچوں کے لئے مشغلوں کے سلسلے
میں ایک نئی چیز۔ عمر

ہمت کے پھل۔ ان لوگوں کے حالات جو محض
اپنی ہمت و کوشش سے دنیا میں مشہور ہوئے۔ ۵ر

پھدکو اور چند دلچسپ کہانیاں۔ ۵ر

...وڑی جو کڑھائی سے نکل بھاگی۔ بڑے مزے
کا قصہ ہے۔ ۴ر

کاغذسازی۔ دیسی کاغذ بنانے کا آسان طریقہ بہت
دلچسپ۔

لکڑی کا کام :- تصویروں کے فریم، کھلونے اور
دوسری چیزیں بنانے کی آسان ترکیب

بچوں کے اسماعیل۔ بچوں کے شاعر مولانا اسماعیل
میرٹھی کی مشہور نظمیں

گھی شکر :- مولانا محمد شفیع الدین صاحب نیر
نے یہ چھوٹی چھوٹی نظمیں پہیلیوں کے انداز میں
لکھی ہیں۔ بہت مزے کی چیز ہے۔

ہوائی جہاز۔ ہوائی جہاز کی شروع سے لے کر
اب تک کی تاریخ۔

مکتبہ جامعہ دہلی، نئی دہلی، لاہور، لکھنؤ، بمبئی

بچّوں کی کوششیں

صحبت کا اثر

محمد طارق خاں - طاہر خیلی ایبٹ آباد

کسی امیر آدمی کے پاس بہت اچھا باغ تھا وہ اس باغ میں روز ٹہلنے جایا کرتا تھا۔ ایک دن وہ باغ میں ایک مٹی کے تودے کے پاس سے گذرا تو اُس سے اُسے خوشبو محسوس ہوئی۔ بہت حیران ہوا۔ مالی سے پوچھا۔ اُس نے جواب دیا کہ پہلے یہ گلاب کے پودے کے نیچے تھا۔ اس لئے اس سے ایسی خوشبو آتی ہے۔

لطیفے

۱۔ ایک دفعہ میں اور اختر بیٹھے کھیل رہے تھے کہ میرے اور اُن کے سر کی ٹکر ہوگئی۔ وہ رونے لگے امی نے کہا: "بھائی صاحب کے بھی تو چوٹ لگی ہے"۔ اختر بولے، "بھائی صاحب کا سر تو اتنا بڑا ہے"۔

۲۔ ایک دفعہ گراموفون کی کمانی ٹوٹ گئی۔ ابا اُسے ٹھیک کرانے بازار لے گئے۔ اختر نے پوچھا: "امی کمانی کتنے میں آئے گی"۔ امی نے کہا: "بھلا مجھے کیا خبر"۔ اختر بولے: "تو پھر آپ کو یہ کیسے خبر ہے کہ سنترے ایک آنے میں دو آتے ہیں"۔

نعیم زبیری - نانڈیڑ

۳۔ ماسٹر صاحب:۔ تم نے گدھا دیکھا ہے؟

لڑکا:۔ (نیچے سر کر کے) نہیں ماسٹر صاحب۔

ماسٹر صاحب:۔ میری طرف دیکھو۔

راؤ عبد الوہاب خاں - رائے پور

پہیلیاں

۱۔ پہاڑ سے آیا رحمت اللہ۔ نیچے ہانڈی اوپر چولھا (حقّہ)

۲۔ چھوٹا سا میرا امام الدین۔ کپڑے پہنے دو تین۔ (پیاز)

۳۔ سری نگر سے چلا چور۔ کان پور میں پکڑا گیا ہتھیلی پور میں انصاف ہوا۔ ناخن پور میں مارا گیا (جوں)

چھم چھم اور چیم چیم

وید پرکاش، جمّوں

کسی جنگل میں خرگوشوں کا ایک جوڑا رہتا تھا۔ اُن کے دو لڑکے تھے چھم چھم اور چیم چیم۔ دونوں بہت شریر تھے۔ ہر وقت ماں باپ کو ستاتے رہتے تھے۔ ایک دن اپنے ابّا سے بولے "ابّا، ابّا ہمیں ایک گیند لا دیجئے۔" ان کا باپ ان کی شرارتوں سے تنگ تھا۔ ڈرتا تھا کہ گیند ملنے کے بعد جانے کیا آفت مچائیں گے۔ اس لئے دونوں کو جھڑک دیا۔ وہ بھلا کہاں ماننے والے تھے برابر اُسے تنگ کرتے رہے۔

رات کو چھم چھم اور چیم چیم نے روٹی بھی نہ کھائی۔ اب تو ان کے ابّا کو اُن کی ضد کے آگے جھکنا پڑا اور دوسرے دن گیند آ گئی۔ گیند ملی تو دونوں خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ خوب اُچھلے، خوب کودے اور کھیل میں ایسے مست ہوئے کہ کھانے پینے کا بھی ہوش نہ رہا۔ اُن کی اماں نے کھانے کے لئے بلایا بھی تو بس یہ جواب دے دیا کہ امّی ہمیں بھوک نہیں ہے۔ کھیلتے کھیلتے چھم چھم نے گیند کو ٹھوکر جو لگائی تو وہ درخت میں اٹک گئی۔ اب کیا تھا دونوں ایک ہی چھلانگ میں درخت پر چڑھ گئے۔ وہاں پتوں میں انھیں کوئی اور چیز نظر آئی۔ دونوں اس کی طرف جھپٹے اور پھر دھڑام سے نیچے! جب ہوش میں آئے تو ماں باپ سرہانے بیٹھے تھے۔ چھم چھم اور چیم چیم کو پھر کبھی گیند کھیلنے کا خیال نہ آیا۔

شریر منّو

ارشد رحیم، پٹنہ

کسی گاؤں میں منّو نام ایک لڑکا رہتا تھا۔ وہ بڑا ہی نٹ کھٹ تھا۔ ہر روز نت نئی شرارتیں کرتا تھا۔ گاؤں کے لوگ اُس سے تنگ تھے۔ اسی گاؤں میں ایک پنڈت جی بھی رہتے تھے۔ اُن کے گھر کے آنگن میں پیپل کا ایک بڑا سا درخت لگا تھا۔ اس کے چاروں طرف چبوترہ بنا تھا۔ سایے کی وجہ سے چبوترے پر ہر وقت ٹھنڈ رہتی تھی۔

منّو وہاں کھیلنا چاہتا تھا، مگر پنڈت جی کسی کو اپنے گھر میں گھسنے نہیں دیتے تھے۔ منّو کے بہت سے ساتھی بھی تھے۔ یہ بھی منّو کی طرح بہت شریر تھے۔ ایک دن منّو ان سب کو لے کر پنڈت جی کے گھر پہنچا مگر پنڈت جی نے دور ہی سے سب کو للکار دیا۔ پنڈت جی سب سے زیادہ منّو سے جلتے تھے۔ انھیں معلوم تھا کہ ان سب شریروں کا سردار یہی ہے۔ اب منّو کی سنئے۔ اسے پنڈت جی کے اس طرح دھتکارنے پر بڑا تاؤ آ رہا تھا۔ وہ اور اس کے ساتھی پنڈت جی سے بدلہ لینے کے لئے بیتاب تھے۔ سوچتے سوچتے منّو کے دماغ میں ایک ترکیب آ ہی گئی۔ اُس نے کاغذ کا پرزہ لیا۔ اس پر لکھا جادو کی بوتل، "تم منّو اور اس کے دوستوں کو اپنے چبوترے پر کھیلنے دینا۔ نہیں تو تمھیں بہت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان کے لئے مٹھائی بھی لیتے جانا کہ وہ خوش ہو جائیں۔" یہ پرچہ اس نے ایک بوتل میں بند کر دیا۔ بوتل میں ایک ڈوری باندھ دی۔

دوسرے دن صبح کو پنڈت جی دریا میں نہانے گئے۔ منّو نے ساتھیوں کو تو پنڈت جی کے گھر چھوڑا اور خود دریا کی روانہ ہو گیا اور دریا میں غوطہ لگا۔ بوتل کی ڈوری کسی ترکیب سے پنڈت جی کے پاؤں میں باندھ دی۔ پھر چپکے سے نکل آیا۔ پنڈت جی نے نہاتے نہاتے کچھ بوجھ سا محسوس کیا۔ فوراً باہر نکل آئے بھئی واہ پاؤں میں بوتل بندھی ہے۔ جھٹ بوتل کا منہ کھول کر دیکھا اس میں بس ایک پرچہ تھا اُسے پڑھ کر پنڈت جی کے حواس غائب ہوگئے۔ فوراً بازار گئے۔ مٹھائی خریدی اور گھر پہنچے۔ سب لڑکے کھیل رہے تھے۔ اُن کی جان میں جان آئی سب کو مٹھائی کھلائی اور نرمی سے بولے: "تم لوگ روز یہاں آکر کھیلا کرو کوئی منع نہیں کرے گا۔" سب لڑکے پنڈت جی کی اس خلاف اُمید نرمی پر بہت حیران تھے۔ منّو بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کر رہا تھا۔ آخر نہ رہ گیا اور کھل کھلا کر ہنس پڑا اور بہت زور سے چلا کر اور تالی بجا کر بولا: "آہا پنڈت جی نے کیسا دھوکا کھایا۔"

اب پنڈت جی کا چیتے سر چکرا رہا تھا۔ دھیمی آواز میں بولے: "وہ بوتل کیا تم نے میرے پاؤں میں باندھی تھی؟" منّو اٹھلا کر بولا: "اور کس نے باندھی تھی؟" پنڈت جی چھاتی پیٹ کر بولے:۔ "ارے رام میں لٹ گیا" اور منّو کو بے نقط سنانے لگے۔ منّو اور سب ساتھی وہاں سے نو، دو گیارہ ہوئے۔ پنڈت جی کو صبر نہ آیا، بھناتے ہوئے سیدھے قاضی کے پاس پہنچے۔ قاضی نے منّو کو بلوایا اور پوچھا "تم نے ایسا کیوں کیا" اس نے کہا یہ ہمیں اپنے چبوترے پر کھیلنے نہیں دیتے" قاضی نے کہا "تم نے اتنی سی بات پر انھیں اتنا تنگ کیا" منّو بولا "آپ صرف میرے قصور گنا رہے ہیں۔ پہلے پنڈت جی کے جرم تو دیکھئے" قاضی نے کہا: کیسا جرم؟" منّو بولا "ابھی بتاتا ہوں" یہ کہہ کر وہ اپنے گھر کی طرف دوڑا۔ تھوڑی دیر بعد قاضی کو خیال آیا کہ کہیں دھوکا نہ دے گیا ہو۔ اپنے چند آدمی دوڑائے۔ وہ لوگ منّو کے گھر پہنچے تو منّو کھڑکی سے منہ نکالے بڑے مزے سے میں گا رہا تھا۔

کیسا مزا آیا آہا کیسا مزا آیا
پنڈت جی کو خوب ستایا
قاضی جی کو اُلّو بنایا

کیسا مزا آیا آہا کیسا مزا آیا۔

ان لوگوں نے واپس آکر یہ حال سنایا۔ سب لوگ مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہوگئے۔ قاضی جی نے منّو کا قصور معاف کر دیا۔

میں نے کہا۔ "بالکل ٹھیک سمجھے۔ تو گویا ہم اپنی زندگی میں جمود کے قانون قریب قریب ہر وقت ہی استعمال کرتے ہیں۔ جب ہم گیند کو ٹھوکر مارتے ہیں یا جب باجی دوپٹہ رنگنے کے بعد اُسے جھٹکے

دیتی ہیں تاکہ اُس میں سے پانی نکل جائے یا جب ہم دری یا قالین سے گرد جھاڑنے کے لئے اُسے ڈنڈے سے پیٹتے ہیں تو ہم اس چیز کی خاصیت کا استعمال کرتے ہوتے ہیں۔ اچھا اب میں ذرا پانی پی لوں تو اَور باتیں ہوں۔"

زبیر میاں جلدی سے اُٹھے اور گلاس میں پانی لے آئے۔ میں نے کہا "بھئی اس رشوت کی کیا ضرورت

تھی۔ میں تو ویسے بھی سناتا ہی۔"

زبیر کچھ شرمندہ سے ہوگئے۔ پھر میں نے کہا، آدمی تو آدمی جانور بھی جمود کی خاصیت کا

استعمال کرتے ہیں بجا ہے کبھی خیال کیا ہے کہ جب کوئی

کتا بھیگ جاتا ہے تو وہ اپنے جسم کو بڑے زور

زور سے جھٹکا دیتا ہے تاکہ اس کی کھال سے پانی کے قطرے الگ ہو جائیں۔ گویا یہ بالکل وہی طریقہ ہے جو دوپٹہ جھٹکنے یا دری پیٹنے کا ہے۔"

"اب میں آپ کو چند نئے کچھ مزے دار تجربے بتاتا ہوں۔ اور کل ان تجربوں کو ہم خود کریں گے۔ ایک تجربہ تو یہ ہے کہ ایک شیشے کا گلاس لیجئے اور اس میں تین چوتھائی پانی بھر لیجئے۔ پھر گلاس کے نیچے ایک چکنا کاغذ رکھ کر اُسے کسی خوب چکنی سی میز کے کنارے پر رکھ لیجئے۔ اب کاغذ کا سرا بہت مضبوطی سے پکڑ کر اپنا ہاتھ گلاس کی طرف لے جائیے تاکہ کاغذ ذرا سا مڑ جائے۔ جوں ہی کاغذ مڑے آپ ایک دم جھٹکے سے اُسے کھینچئے لیکن خیال رہے کہ آپ کا ہاتھ میز کی سطح کی برابری میں رہے تو کاغذ تو گلاس کے نیچے سے نکل کر آپ کے ہاتھ میں آجائے گا۔ لیکن گلاس اپنی جگہ

پر کھڑا رہے گا اور اس کا پانی تک نہیں چھلکے گا۔ بات
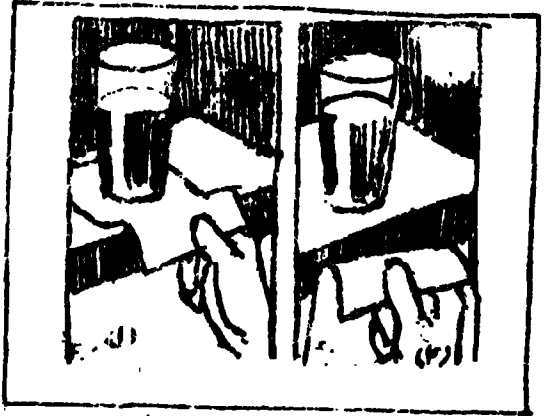
یہ ہے کہ چونکہ کاغذ ایک دم جھٹکے سے کھینچ لیا جائے گا۔ اس لیے اس کی رفتار گلاس میں کوئی حرکت پیدا نہیں کرے گی۔ اور گلاس اپنی جمود کی خاصیت کی وجہ سے ویسے ہی کھڑا رہے گا۔

دوسرا تجربہ زبیر شام کو کر چکے ہیں۔ کیرم بورڈ کی گوٹیوں کو ایک پر ایک رکھ کر انھوں نے اسٹرائکر

سے نچلی گوٹی کو مارا تو وہ نیچے سے نکل گئی لیکن باقی گوٹیوں میں سے ایک بھی نہ گری۔ کیونکہ نچلی گوٹی نے اتنی جلدی حرکت کی کہ باقی گوٹیاں اپنے جمود کی وجہ سے اس کا ساتھ نہ دے سکیں اور اپنی جگہ پر رہ گئیں۔

"اچھا۔ تو یہ بات تھی" زبیر نے کہا۔

میں نے کہا: "اسی طرح کا ایک تجربہ تم اور بھی کر سکتے ہو۔ کیرم کی سات گوٹیوں کو ایک

پر ایک رکھ کر مینار سا بنا لو۔ بالکل ویسا ہی جیسا تم نے پہلے تجربے میں بنایا تھا۔ لیکن اس مرتبہ نیچے سے تیسری گوٹی ذرا سا اپنی طرف کو اس مینار سے باہر نکال لو۔ پھر ایک گوٹی کو اس طرح کھڑا کرو کہ اس کا کنارہ باہر نکلی ہوئی گوٹی کے کنارے سے ملا ہوا ہو۔ اب کھڑی ہوئی گوٹی کو انگلی سے زور سے مارو تو باہر نکلی ہوئی گوٹی دوسری طرف مینار سے باہر جھٹک جائے گی اور گوٹیوں کا مینار کھڑے

کا اشارہ کرے گا۔

اب تمھیں ایک دلچسپ کھیل بتاتا ہوں، تم اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلیوں کو داہنے کان کے پاس لے جاؤ۔ اس طرح تمھارا ہاتھ کہنی کے پاس سے مڑ جائے گا۔ گویا تم کسی سامنے کی چیز کی طرف کہنی سے اشارہ کر رہے ہو۔ اب اپنی کہنی پر پانچ چھ پیسے ایک دوسرے پر جما کر رکھ دو۔ پھر لوگوں سے کہو کہ دیکھئے جناب میں اپنی کہنی کو نیچے کی طرف لاتا ہوں اور ان سب پیسوں کو نیچے گرنے سے پہلے ہی ہاتھ سے پکڑ لوں گا۔ اب تم جھٹکے سے کہنی گراؤ بہت جھٹکے سے۔ اور پیسوں کو ہاتھ سے پکڑنے کی کوشش کرو۔ ذرا سی مشق کے بعد تم یہ عجیب و غریب کھیل لوگوں کے سامنے کر سکتے ہو لیکن بھائی اس کھیل کو کرنے کے لئے کافی پھرتی کی ضرورت ہے۔"
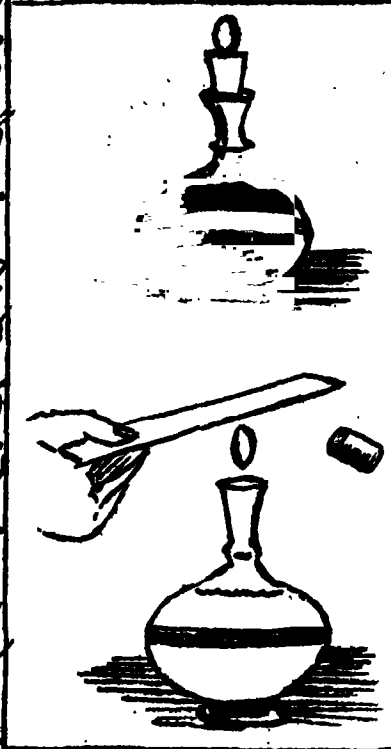
اچھا اب ایک لطیفہ سنو۔ الہ آباد میں ہر سال ماگھ میلا لگتا ہے۔ بڑی چہل پہل رہتی ہے۔ ایک مرتبہ میں بھی اس میلے میں گیا۔ گھومتے پھرتے ایک جگہ پہنچا۔ دیکھا تو بڑی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ میں بھی اس بھیڑ میں گھس گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص پھٹے پرانے کپڑوں میں بیٹھا ہے۔ اس کے سامنے ایک صراحی رکھی ہوئی ہے اور ہاتھ میں ایک لکڑی ہے۔ صراحی میں اس نے کوئی ایک بالشت کا کپڑے کا ڈنڈا سا بنا کے لگا رکھا ہے۔ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ بھائی یہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے کہا "صاحب یہ آدمی کہتا ہے کہ اس صراحی میں جو کپڑے کا ڈنڈا لگا ہوا ہے اس پر پیسہ، آنی، چونی جو جی چاہے رکھ دیجئے۔ پھر میں اس کپڑے کے ڈنڈے کو ہاتھ کی لکڑی سے ماروں گا، اگر وہ سکہ صراحی میں جا گرے تو وہ میرا ورنہ آپ مجھ سے پچیس روپے جرمانہ لے لیجئے۔" میں نے دیکھا کہ جب کوئی شخص اس پر کوئی سکہ رکھتا تو وہ آدمی اتنا جچا تلا ہاتھ مارتا کہ کپڑے کا ڈنڈا تو دور جا کر گرتا لیکن سکہ سیدھا صراحی میں آتا۔ میں کوئی آدھ گھنٹے تک یہ تماشا دیکھتا رہا۔ اتنی دیر میں اس نے کوئی بارہ چودہ روپے کے سکے اپنی صراحی میں جمع کر لئے۔ لیکن ایک مرتبہ بھی اس کا ہاتھ غلط نہیں پڑا۔ میں نے سوچا کہ دیکھو یہ شخص جمود کے قانون سے لوگوں کو کیسا بے وقوف بنا رہا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ جہاں بے وقوف بستے ہوں وہاں عقل مند کبھی بھوکا نہیں مرتا۔"

(باقی آئندہ)

انگریزی مہینے

موجودہ انگریزی مہینوں کے نام قریب قریب
پیاری بھائی بہن کو اچھی طرح یاد ہوں گے۔ زیادہ
ی تو یہ بھی جانتے ہوں گے کہ یہ انگریزوں کے
ے ہیں۔ مگر یہ بات نہیں ہے۔ یہ رومیوں کے
پے ہیں۔ اگلے زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
پیدا ہونے سے بہت پہلے روم کے لوگ
ی دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے اور انھی کو اپنا
مجھ کر اُن سے دعائیں مانگتے تھے۔ صلح و جنگ
، و امان۔ بہار و خزاں، غرض ہر کام اور ہر
کام کے الگ الگ خدا تھے۔ ایک دنیا پر
معلوم کتنے بے شمار خداؤں کی حکومت تھی۔ اِن
ؤں کے خوش کرنے کے لئے انھی کے نام پر
ت سی چیزوں کے نام رکھتے تھے۔ چنانچہ بہت
مہینوں کے نام انھی دیوتاؤں کے نام پر ہیں
ا جس دیوتا کے نام پر جو مہینہ ہوتا اس میں اسی
تا کی پوجا کرتے اور خوشیاں مناتے۔

جنوری کا مہینہ جنگ کے دیوتا "جے نس"
کے نام پر ہے۔ اس کے دو چہرے تھے۔ اسی دیوتا کا
مندر لڑائی کے زمانے میں کھولا جاتا تھا۔ بڑی بڑی
قربانیاں اور نذریں چڑھائی جاتی تھیں۔

فروری میں رومیوں کی عید جس کا نام "فیبروا"
تھا مناتے تھے، خوب گھروں کو سجاتے اور صاف
ستھرا رکھتے تھے۔ اس لئے اِن خوشی کے دنوں
کا نام فروری رکھا۔

مارچ۔ ایک خوفناک اور جنگ جو دیوتا کا نام
تھا وہ بڑا غصہ ور تھا۔ رومیوں کے خیال میں یہ
دیوتا جو چاہے وہ کر سکتا ہے۔ اس لئے اس دیوتا
سے بہت ڈرتے تھے۔ اور اس کی قربان گاہ پر
گھوڑے کی قربانی کرتے تھے۔ مارچ کے مہینے میں
ہوا تیز ہوتی ہے، اور پتے جھڑتے ہیں یہ اُن کے
نزدیک گویا دیوتا کے غصے کا نتیجہ ہے۔ اسی لئے ہوا
میں طوفانی کیفیت ہوتی ہے۔

اپریل موسم بہار کے نیک دل اور خوب صورت
فرشتے کے نام پر رکھا گیا ہے۔

کی ایک دیوی مایا کے نام سے منسوب ہے۔ اس دیوی کی سات بہنیں تھیں۔ بڑے دیوتا نے خوش ہو کر انھیں ستارے بنا دیا اور یہ سات روشن ستارے ہیں۔

جون۔ ایک دیوتا کی دیوی جونو کے نام سے منسوب ہے۔ چونکہ جونو بہت بدمزاج تھی اس لئے یہ گرم اور پریشان کرنے والا مہینہ جونو کا ہے جو ہر سال اپنا غصہ دنیا والوں پر نازل کر کے گرمی تیز دھوپ اور لو سے پریشان کر دیتی ہے۔

جولائی کا مہینہ البتہ ایک نیک اور رحم دل بادشاہ جولیس کے نام پر ہے۔ اس بادشاہ نے قانون بنائے، اچھی اچھی کتابیں لکھیں اور اسی بادشاہ نے انگلستان کو اس وقت فتح کیا جب وہاں کے لوگ وحشی اور جنگلی تھے اُن کو تہذیب و تمدن سے آگاہ کیا قانون سکھلائے اور بہت سے ملک فتح کئے اپنے نام کے ساتھ لفظ قیصر کا اضافہ کیا۔ قیصر جولیس کے بعد اس کا بھتیجا آگسٹس حکمران ہوا، یہ بھی بڑا اچھا بادشاہ تھا۔ اس نے رومی سلطنت کو بہت ترقی دی۔ کتب خانے بنوائے، مصر فتح کیا، اور اپنی رعایا کو آرام پہنچانے کے بہت سے مفید کام کئے۔ وہ سال میں ایک بار خوشی مناتا تھا تمام سپاہیوں کو چھٹی دیتا، لڑائی بند کر دیتا۔ اس لئے رعایا نے اس خوشی کے زمانے کا نام بادشاہ کے نام پر آگسٹ رکھا۔ حضرت عیسٰی اسی بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوئے

مہینوں کی ترتیب پہلے اس طرح نہ تھی جیسے اب ہے بلکہ اس زمانے میں فروری سال کا آخری مہینہ تھا اور نیا سال مارچ سے شروع ہوتا تھا۔ اس حساب سے ستمبر ساتواں مہینہ تھا۔ سپٹم کے معنی سات ہیں۔ لیکن اب بجائے ساتویں کے نواں مہینہ ہے۔ اسی طرح اکتوبر، نومبر، دسمبر کو بالترتیب آٹھواں اور نواں، دسواں مہینہ شمار کیا جاتا تھا۔ لیکن اب یہ دسویں، گیارھویں اور بارھویں مہینے ہیں۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام آگسٹس کے عہد سلطنت میں پیدا ہو چکے تھے اور تھوڑے دنوں میں رومیوں نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا اور انگلستان اور دوسرے ملکوں سے میل جول پیدا ہو گیا تھا اس لئے ہر جگہ مہینوں کے یہی نام چل پڑے۔
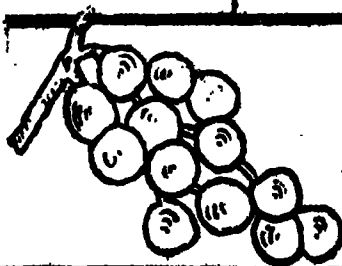
مشتاق احمد اعظمی

پیامیوں کو بہت پسند آئے۔ بہت ہی پسند آئے اکثر پیامیوں کے خطوں میں ان کھیلوں کا ذکر ضرور ہوتا ہے

اچھا اب ہم تمھیں ایسے کھیل کھلائیں گے جن میں قینچی کی بھی ضرورت

ہوگی۔ مگر لاؤگے کہاں سے ؟ امّاں یا اپا کی قینچی
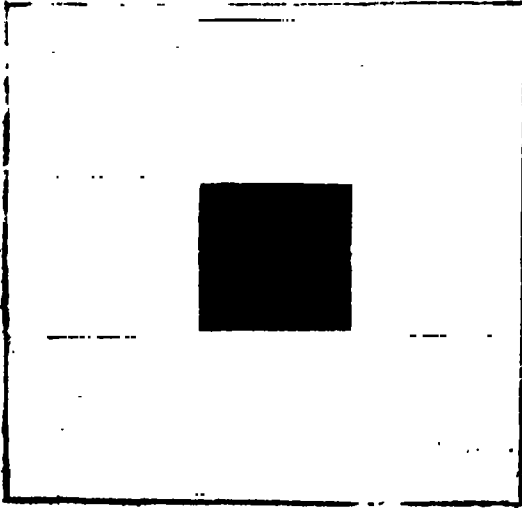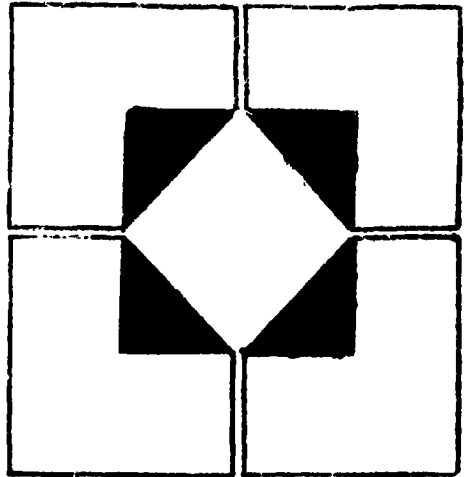
سے ؟ نہیں نہیں۔ اُن سے بے پوچھے نہ لینا، کوئی پرانی سی قینچی اُن سے مانگ لینا۔

قینچی مل گئی ؟ تو اب چار انچ چوکور کاغذ لے لو۔ ایک طرف رنگا ہوا ہو تو بہت ہی اچھا ہے۔

یا پھر تمھارے پاس چاک ہو لو کاغذ کے ایک طرف اپنی پسند کا رنگ رنگ لو۔

اب کاغذ کو دونوں کونوں سے ترچھا ترچھا موڑ لو۔ اِدھر اُدھر سے (یعنی بیچوں بیچ سے) بھی۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک چار لکیریں پڑ گئیں نا! چار چھوٹے چھوٹے خانے بھی بن گئے۔ اِن خانوں کو قینچی سے کاٹ کاٹ کر الگ کر لو۔ کر لیا؟ لو بھئی ایک کام تو ہو گیا۔ اب تم ان شکلوں کو مختلف طریقوں سے ترتیب دے کر مختلف شکلیں بنا سکتے ہو

شکل نمبر ۱۲ کا ایک کونا موڑ دو گے تو شکل نمبر ۲ بن جائے گی۔ دو موڑ دو گے تو شکل نمبر ۲۳ اور تین موڑ دو گے تو شکل نمبر ۲۴۔
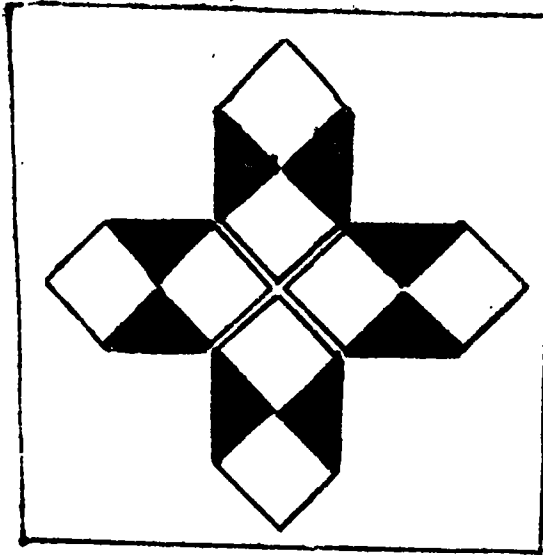
یہ چار شکلیں تو ہم نے بنا دیں۔ ان کے علاوہ تم اور بہت سی شکلیں بنا سکتے ہو۔
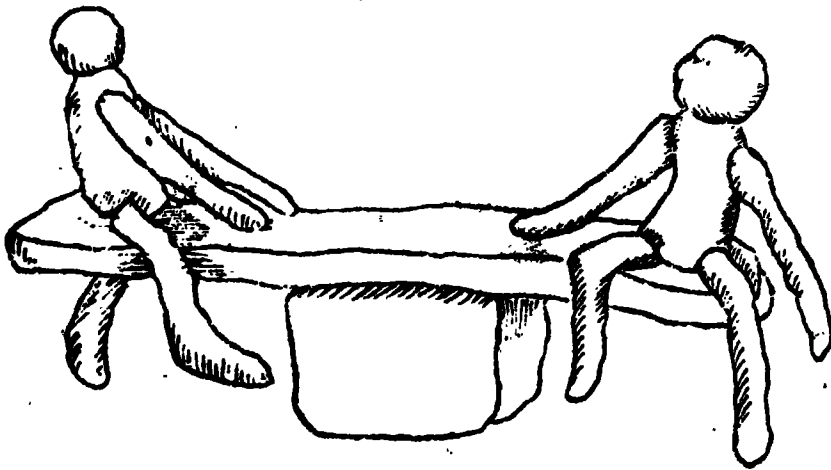
سی۔ سا

رنگ بھرو
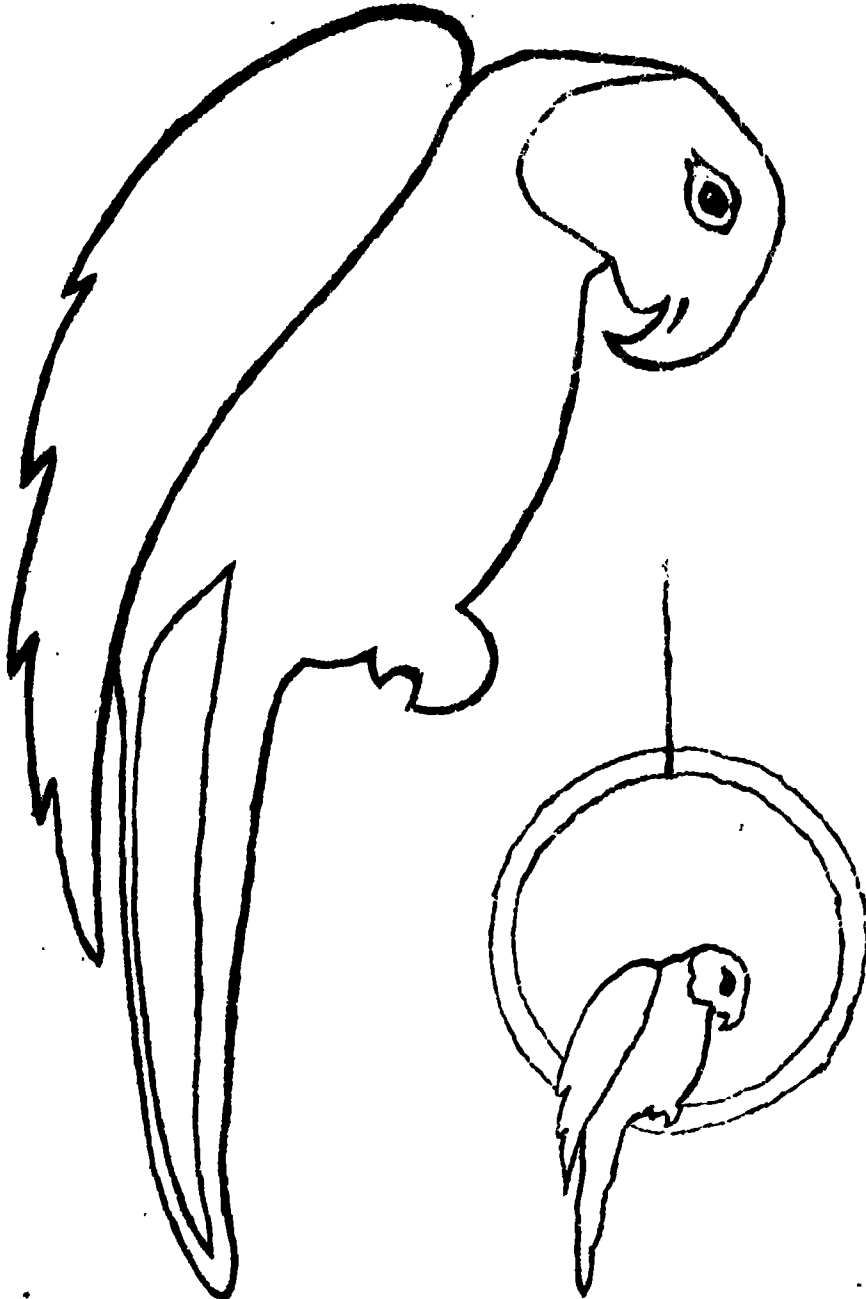
پیام برادری

پیاری بچیو اور بچو، خوش رہو اور تندرست

پچھلے پرچے سے تمھیں یہ بات تو معلوم ہی ہوگئی ہوگی کہ پیام برادری کیا ہے اور تم سے کیا چاہتی ہے اور ہاں جنوری ہی میں یہیں دلی ہی میں برادری کی ایک شاخ قائم ہو چکی ہے۔ اس کا تھوڑا سا حال بھی تمھیں سنا چکے ہیں۔ اس مہینے قرول باغ میں بھی ایک شاخ قائم ہوگئی۔ ہاں تو صاحب ۱۱ فروری کو جناب حفیظ الدین صاحب کی صدارت میں تعلیمی مرکز جامعہ کلب کے دفتر میں بچوں نے ایک جلسہ کیا اس جلسے میں یہ عہدے دار چنے گئے:۔

صدر جناب حفیظ الدین صاحب ناظم عبدالحفیظ صاحب۔ کابینہ کے ممبروں کا چناؤ دوسرے جلسے کے لئے ملتوی ہوا۔ عام ممبروں کے نام یہ ہیں: (۱) ظفر تنویر (۲) رضا احمد (۳) سعید الرحمٰن (۴) عبدالخالد (۵) محمد اسلم (۶) اقبال الدین (۷) محمد ظفر (۸) عبدالحمید قریشی (۹) ظفر اقبال (۱۰) شہاب الدین (۱۱) انیس الدین (۱۲) اظہر تنویر (۱۳) انور تنویر (۱۴) اقبال الدین (۱۵) فیض محمد (۱۶) حاجی خلیل الرحمٰن (۱۷) محمد مشتاق (۱۸) محمد مصطفیٰ (۱۹) احسن حامد (۲۰) محسن حامد (۲۱) مستحسن حامد (۲۲) تحسین حامد

اس شاخ کے مربی جناب قیصر صاحب اور ابوالوفا صاحب (استاد تعلیمی مرکز) بنائے گئے جناب مربی صاحب نے چناؤ سے پہلے ایک اچھی تقریر بھی کی۔ اس

میں پیام برادری کا ممبر ہونا چاہتا/چاہتی ہوں۔ بیج کی قیمت ۴ر اور ممبری کی فیس
۱ر بھیج رہا/رہی ہوں۔ میرا نام ممبروں کی فہرست میں شامل کر لیجئے۔

دستخط .... عمر ....

پیدائش کی تاریخ ....

پتہ ....

خاص شوق ....

میں پیام برادری کا ممبر ہونا چاہتا/چاہتی ہوں۔ بیج کی قیمت ۴ر اور ممبری کی فیس
۱ر بھیج رہا/رہی ہوں۔ میرا نام ممبروں کی فہرست میں شامل کر لیجئے۔

دستخط .... عمر ....

پیدائش کی تاریخ ....

پتہ ....

خاص شوق ....

یں انھوں نے بہت کام کی باتیں بتائیں۔ مشاعرہ بڑی چیز اچھی ہو سکتی ہے لیکن یہ بنانا بگاڑنا کام کرنے والوں پر ہے۔ پیام برادری کا کام اگر مناسب طریقے پر کیا جائے تو وقت کو کام میں لانے کا اس سے بہتر ذریعہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ برادری تمھارے ہر شوق کو پورا کرے گی اور نہ صرف تمھارے شہر بلکہ تمام ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں بھی تمھارے نئے نئے دوست پیدا کرے گی۔ خواجہ مرتضیٰ ، عابد علی اور محمد صاحب اور ناظم صاحب کی خدمت میں صدر برادری کی طرف سے بیج پیش کیے گئے۔ دوسرے شہروں کے کچھ پیامیوں نے بھی ممبری کے کوپن بھر کر بھیجے ہیں۔ اُن کے نام یہ ہیں: فرمان۔ لحق نجیب آباد۔ محمد اسد طاہر جلیل ایبٹ آباد ضیاء الحمید انصاری وارد ھا۔ ریاض الحمید انصاری وارد ھا۔ ہارون رشید عباسی دہلی۔ مگر ان ممبروں نے ممبری کی فیس ابھی نہیں بھیجی ہے۔ اب بھیج دیں۔ ہاں میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں مجھے زیادہ ممبر نہیں چاہئیں کام کرنے والے چاہئیں۔ اس لئے ممبر بننے سے پہلے خوب اچھی طرح سوچ لو کہ تم برادری کا کام کر بھی سکو گے ؟

کچھ اپنے پیامیوں سے | ریاض الدین و ضیاء الحمید۔ تم نے ممبری کے چند فارم مانگے تھے وہ اسی پرچے میں ہیں اور بھی ضیاء الحمید عہد نامہ تو میرے پاس رہنا چاہیئے۔ تمھارے تم دونوں بھائیوں کا شوق بھی نرالے ہیں۔ پیسے جمع کرنا اور آپا جی سے پیسے مانگنا۔ پیر باجی سے پیسے تو مانگتے رہو مگر ساتھ ہی ساتھ چھوٹی چھوٹی چیزیں بنانا بھی سیکھتے رہو۔

محمد اسد طاہر جلیل۔ بھئی مجھے تمھاری تصویر تو ملی تھی مگر میاں آج کل ہم رسالے میں تصویریں نہیں چھاپ سکتے۔ کاغذ ہی اچھا نہیں ملتا۔ اسی لئے تمھاری تصویر واپس کر دی گئی۔ دعا کرو کہ خدا اچھا زمانہ لائے اور جلدی۔ تمھارا شوق بہت اچھا ہے۔ اپنے کاموں کا حال مجھے لکھتے رہا کرو۔

پیامی مجھے خط لکھتے وقت بڑے بڑے القاب و آداب لکھتے ہیں۔ مکرمی معظمی وغیرہ۔ اس میں بڑا تکلف پیدا ہو جاتا ہے۔ مجھے تو بس تم مشتاق بھائی لکھا کرو۔ میرا پتہ اس طرح لکھنا چاہیئے:۔ مشتاق بھائی۔ پیام برادری۔ مکتبہ جامعہ، دہلی۔ قرول باغ۔

ممبروں کو بیج بھیجنے میں چھ پیسے کے ٹکٹ لگتے ہیں۔ یہ ٹکٹ یا ممبری کی فیس کے ساتھ بھیج دیا کرو۔ زیادہ احتیاط منظور ہو تو رجسٹری کے لئے اور

تمھارا "مشتاق بھائی"

پیام برادری کا عہد نامہ

میں عہد کرتا / کرتی ہوں کہ ہمیشہ صاف رہوں گا / گی اور سچائی کو اپنا شعار بناؤں گا / گی مضبوط اور محنتی بنوں گا / گی بدی کی مخالفت کروں گا / گی۔ نیکی کا ساتھ دوں گا / گی۔ خدا کا ڈر اور اس کی مخلوق کی خدمت میری زندگی کا مقصد ہوگا

دستخط ....

پیام برادری کا عہد نامہ

میں عہد کرتا / کرتی ہوں کہ ہمیشہ صاف رہوں گا / گی اور سچائی کو اپنا شعار بناؤں گا / گی مضبوط اور محنتی بنوں گا / گی بدی کی مخالفت کروں گا / گی نیکی کا ساتھ دوں گا / گی خدا کا ڈر اور اس کی مخلوق کی خدمت میری زندگی کا مقصد ہوگا

دستخط ....

پہلا انعام ۔ عـہ
دوسرا انعام ۔ ـــے ر

(انعام میں کتابیں دی جائیں گی)

دائیں سے بائیں

۱۔ ہمارے رسولؐ کی یہ ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی تھی ۔

۴۔ اوروں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو جیسا تم ـــــ سے چاہتے ہو

۶۔ عزیز مصری کو ایک شخص نے مصر کے وزیر اعظم کو ـــــ کردیا

۷۔ اس کا علاج لقمان کے پاس بھی نہیں تھا (الٹا)

۸۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر لباس کیسے تیار ہو

۱۰۔ ـــــ پی

۱۱۔ دلی میں اس کا باموقع مل جانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے ۔

۱۵۔ ہاتھیوں کے مجموعے کو یہ کہتے ہیں (بے ترتیب)

۱۶۔ اگر اس عدد کو اسی میں ضرب دیں تو سو حاصل ہوتے ہیں

۱۸۔ ایک قسم کا ستارا

۱۹۔ تا کا الٹا

۲۰۔ اوپر سے گری فاختہ
تُمتہ لال کلیجہ کانپتا

اوپر سے نیچے

۱۔ اس کا ضائع کرنا نقصان کا باعث ہوتا ہے ۔

۲۔ یہ ہر چیز کی جڑ کا ہوتی ہے ۔

۳۔ لفظ بمعنی رنج

۴۔ اس جنگ میں سب سے پہلے جہازوں سے زیادہ کام لیا گیا ہے (بے ترتیب)

۵۔ سب سے بڑا ہندسہ

۷۔ استاد ۔ بتاؤ موٹر کا سب سے خطرناک پرزہ کون سا ہے ۔
لڑکا ـــــ چلانے والا ۔

۹۔ اگر کسی ساتھی کو صفر نمبر مل جاتا ہے تو لڑکے مذاق میں کہتے ہیں ۔ خوب یہ ملا ۔

۱۲۔ ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے ۔ آتے ہیں ـــــ دوسروں کے

۱۳۔ شاہ جہاں کے زمانے سے اس کا لفظ زبان کے لئے استعمال ہوا

۱۴۔ انتہائی یہ کام بگاڑ دیتی ہے

۱۶۔ لوگ اب یہ کہنے لگے ہیں کہ اس جنگ میں جرمنی کی یہ ہیر پھیر لگے گی

۱۷۔ وقت کو کیا چاہئے ـــــ آنکھیں (۱۸) لفظ بمعنی خدا

مکتبہ جامعہ

کی

بچوں کی کتابیں

قصے کہانیاں

ننھا ٹٹو۔ ایک بکری کے بچے کی دلچسپ کہانی۔ پہلے درجے کے لئے۔ ۳ر

لومڑی اور خرگوش کی لڑائی۔ بالکل چھوٹے بچوں کے لئے مزیدار کہانی۔ ۴ر

جادو کا گھر۔ ننھی عمر کے بچوں کے لئے۔ ۶ر

بندر اور نائی۔ پہلے درجے کے بچوں کے لئے ۸ر

ڈرامے

چور لڑکا ۳ر } بچوں کے مشہور ڈرامانگار جناب عبدالغفار صاحب

جھوٹا لڑکا ۴ر } مدھولی کے دو نئے ڈرامے۔ ۳ر-۴ر

نظم

نئی کہانیاں۔ بچوں کے شاعر حضرت شفیع الدین نیر کی ننھی منی نظموں کا مجموعہ بالکل انوکھے انداز میں۔ ۹ر

معلومات

قدرت کے کرشمے۔ ہوا، بادل، بجلی وغیرہ کی باتیں نہایت دلچسپ انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ ۸ر

باغبانی۔ گھریلو مشغلے کے طور پر پھول اور سبزیوں ترکاریوں وغیرہ کے بونے، اگانے پر مفید اور کارآمد باتیں ۶ر

سونے کی چڑیا۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ پہلے زمانے میں ہمارے ملک میں کیسی کیسی مفید صنعتیں رائج تھیں۔ ۸ر

بڑدادا کی کہانی۔ ہندوستان کے چند تاریخی مقامات کے حالات دلچسپ کہانیوں کے انداز میں۔ ۶ر

لڑائی کے ہتھیار۔ آج کل کے ہتھیاروں کے حالات نہایت سلجھے ہوئے اور دلچسپ انداز میں ۶ر

ہماری زمین:۔ ہماری زمین کیا ہے۔ کیسے بنی، کیسے آہستہ آہستہ آباد ہوئی، اور موجودہ حالت کو پہنچی۔ کہانی کے انداز میں۔ ۸ر

دہلی۔ دہلی کی پرانی عمارتوں کا حال بچوں کے لئے۔ ۸ر

صحت و صفائی۔ صحت و صفائی کے بارے میں مفید باتیں کہانیوں کے انداز میں ۶ر

مذہبی کتابیں

اسلامی عقائد ۳ر آخری نبی ۴ر آں حضرت ۶ر

اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں اول ۸ر

قرآن پاک ۱۰ر۔ خلفائے اربعہ ۸ر

مسلمان بیبیاں۔ ۶ر

مکتبہ جامعہ دہلی، لاہور، لکھنؤ، بمبئی ۳

بچوں کا کتب خانہ

مجیبی صاحب کی کتابیں

الف لیلہ کے افسانے

الف لیلہ کی کہانیوں کا خلاصہ بچوں کے لئے:

پہلا حصہ شہرزاد ۸ر

دوسرا ۔ حرکت میں برکت ۸ر

تیسرا ۔ مرجینا عہ/

چوتھا ۔ سچی بہادری ۸ر

پانچواں ۔ گلنار بیگم ۸ر

چھٹا ۔ سنجوگ ۸ر

متفرق کہانیوں کی کتابیں

سنہری گھنٹی اور دوسری کہانیاں ۵ر

نادرہ ۵ر

کہانی نانی کی زبانی از مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب ۴ر

دردانہ اور دوسری کہانیاں ۸ر

چند اسلامی کتابیں

اچھی کہانی حضرت یوسف علیہ السلام کی کہانی لعہ

نیا میلاد بچوں اور کم پڑھے لکھوں کے لئے ۸ر

یاران نبی آں حضرت کے چاروں خلفاء کے حالات ۴ر

ستارے ۔ مہاجرین اور انصار کی پاکیزہ سیرتیں ۸ر
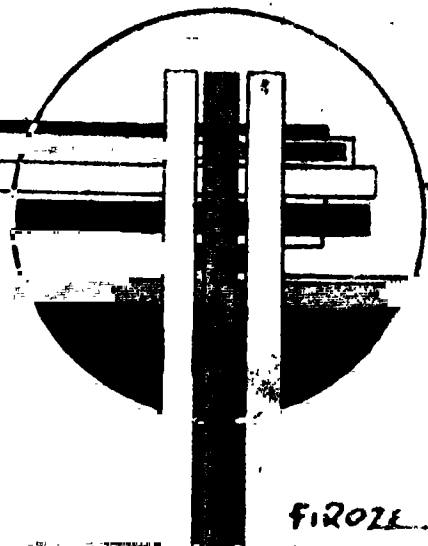
آزاد بک ڈپو کی کتابیں

کائنات عرب ۔ جزیرہ نمائے عرب کے جغرافی، تمدنی اور تاریخی حالات ۲ر

جانورستان ۔ اس میں جانوروں کے ظاہر و باطن پر پیاری زبان میں روشنی ڈالی ہے ۱۰ر

نصیحت کا کرن پھول ۔ تعلیم و تربیت پر ایک سچا افسانہ ۸ر

بازیچہ ۔ ملک میں استعمال ہونے والی سب سواریوں کے حالات ۔ ۱۴ر

محبت کے پھول ملک لنگ کی شہزادی کا بیاہ ۵ر

پر پرواز ۔ ایک جاں باز مور کا بے پرواہ کبوتر کے ساتھ مقابلہ ۵ر

آسمانی دولہا ۔ چاند، سورج، سیاروں اور ستاروں کے حالات ۱۲ر

ملا دوپیازہ ۔ راجہ بیربر اور ملا دوپیازہ کے دلچسپ حالات ۴ر

غنچۂ حکمت ۔ چھوٹے بچوں کے لئے عقل و حکمت کے موتی ۔ ۵ر

قیدی شیر ۔ ایک نادان فضول خرچ شیر کی کہانی

دہلی، یو۔پی، سی۔پی، برار، میسور، قلات، بنگال
رام پور، حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار اور سرحد کے
محکمہٴ تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا

پیامِ تعلیم

ایڈیٹر:- محمد حسین حسان

سالانہ چندہ ہے ر

فی پرچہ ۴ ر

جلد ۲۶

نمبر ۶

فہرست مضامین مارچ سنہ [illegible]ء

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی۔ محبوب المطابع پریس دہلی

بچّوں سے باتیں

ایڈیٹر

جنوری اور فروری کے پرچے تمھیں مل چکے ہوں گے۔ لو یہ مارچ کا پرچہ بھی تیار ہے۔ یہ تینوں پرچے گویا ایک ہی مہینے میں تمھیں مل گئے۔

یہ ہے تو ذرا بُری بات مگر پرچہ بھی تو وقت پر لانا تھا اسی کے لئے یہ سب جتن کئے گئے اب چھاپے خانے والوں نے وعدہ کیا ہے کہ اپریل کا پرچہ وقت پر چھاپ دیں گے۔

پیام تعلیم پہلے پہلی دوسری کو شائع ہوتا تھا۔ اب چھاپے خانے والوں کا اصرار ہے کہ یہ تاریخ بدل دی جائے اور اس کی جگہ پر مہینے کی سات تاریخ رکھی جائے۔ ان کی سہولت کا خیال بھی ضروری ہے۔ تو اب پیام تعلیم ہر مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوا کرے گا۔

پیامیوں کے اصرار پر جنوری سے معمّے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ پرچے اتنے جلدی جلدی چھپ رہے ہیں کہ انعام کے اعلان کی نوبت ابھی نہیں آئی ہے۔ ابھی ہمارے پاس حل ہی نہیں پہنچے ہیں۔ شاید اپریل کے پرچے میں ہم اعلان کر سکیں۔

اس پرچے میں نیّر صاحب کی ایک نظم مسلم بچّی کا گیت شائع ہو رہی ہے۔ صفحوں کی کمی کی وجہ سے کچھ دنوں سے بچیوں کے لئے کوئی چیز نہیں چھپ رہی ہے۔ مگر یہ ایک طرح سے اپنی پیامی بچیوں کے ساتھ نا انصافی ہے۔ اس لئے ہمارا ارادہ ہے کہ انھی صفحوں میں بچیوں کے لئے بھی گنجائش نکالی جائے۔ خود بچیاں اور مضمون نگار بہنیں ہمیں سینے پرونے کاڑھنے، پکانے۔ غرض گھر داری کے سلسلے میں مضمون لکھ کر بھیجیں۔ یہ ہماری بڑی مدد ہوگی

مسلم بچی کا گیت

مولوی محمد شفیع الدین صاحب نیر

حکمِ خدا کو اپنا رہبر بناؤں گی میں
راہِ نبی پہ چل کر خوش ہو کے آؤں گی میں
خُلقِ پیمبری کی مشعل جلاؤں گی میں
اس روشنی سے جگ کو پھر جگمگاؤں گی میں

بتلاؤں کیا ابھی سے دُنیا میں کیا بنوں گی
میں مومنہ بنوں گی میں مُسلمہ بنوں گی

ہر کام میں ہمیشہ دل سے لگی رہوں گی
جو بات ٹھیک ہوگی میں تو وہی کہوں گی
اسلام کا نمونہ میں اس جہاں میں ہوں گی
اس راہ میں جو سختی آئے گی وہ سہوں گی

بتلاؤں کیا ابھی سے دنیا میں کیا بنوں گی
میں مومنہ بنوں گی میں مُسلمہ بنوں گی

قرآن کی تلاوت ہوگا مرا وطیرہ
علم و ہنر کو اپنا سمجھوں گی میں ذخیرہ

بچ کر چلوں گی اس سے ہو گی جو راہ خیرہ
میری ضیا سے آنکھیں خلقت کی ہوں گی خیرہ

بتلاؤں کیا ابھی سے دُنیا میں کیا بنوں گی
میں مومنہ بنوں گی میں مسلمہ بنوں گی

مجھ کو پسند ہو گی ہر چیز میں صفائی
ہر کام میں سلیقہ، ہر بات میں بھلائی
ہمّت سے کام لوں گی دقّت جو پیش آئی
محنت سے پڑھ پڑھا کر پاؤں گی میں بڑائی

بتلاؤں کیا ابھی سے دُنیا میں کیا بنوں گی
میں مومنہ بنوں گی میں مسلمہ بنوں گی

میں شوق سے چلوں گی فرمان حق پہ نیّر
ہو گی جو راہ سیدھی قائم رہوں گی اس پر
اخلاق میں، ادب میں سب سے رہوں گی بہتر
اسلام کے فلک پر چمکوں گی ماہ بن کر

بتلاؤں کیا ابھی سے دُنیا میں کیا بنوں گی
میں مومنہ بنوں گی میں مسلمہ بنوں گی

گلگلے کی دَوڑ

مولوی محمد شفیع الدین صاحب نیّر

برسات کا موسم تھا، گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ رانی نے اپنی ماما کو بلایا۔ ماما دوڑی دوڑی آئی، رانی نے کہا "کڑھائی چڑھا اور گلگلے پکا"

ماما نے کڑھائی چڑھائی اور ایک گلگلا ڈالا چھنن چھنن

ماما کے چار بچے بھی تھے ان بچاروں کا بھوک کے مارے برا حال تھا۔ وہ بھی چولھے کے پاس آکر بیٹھ گئے۔

بچے بولے۔ "اماں! اماں!! ہم بڑے بڑے اور گول گول گلگلے کھائیں گے"

ماں بولی۔ "دیکھو۔ یہ کیسا بڑا گلگلا ہے۔ تم اسی کو کھا لینا۔

گلگلا جھٹ بول اٹھا۔

مجھے کوئی نہیں کھا سکتا۔ مجھے کوئی نہیں کھا سکتا!" یہ کہہ کر گلگلا اچھلا اور ایک چھلانگ جو ماری تو بس کڑھائی کے باہر! اب وہ لڑھکتا پڑھکتا ایک طرف کو چل دیا۔

ماما نے بہترا کہا "ٹھیر۔ ارے گلگلے ٹھیر" مگر گلگلا بھلا کہاں ٹھیرنے والا تھا۔

ماما اسے پکڑنے دوڑی۔ گلگلا آگے آگے اور ماما پیچھے پیچھے۔

بچوں کو بڑا قلق ہوا کہ ایسا گلگلا ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ وہ سب کے سب بھی یہی چلاتے ہوئے دوڑے۔

"ٹھیر۔ ارے گلگلے ٹھیر!" مگر گلگلا بھلا کہاں ٹھیرنے والا تھا وہ اور تیز دوڑنے لگا۔ یہ چاروں بچے بھی اس کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگے۔

گلگلا دوڑا چلا جا رہا تھا۔ رستے میں اسے ایک بونا ملا۔ بونا بولا "ٹھیرا ارے گلگلے ٹھیر! میں بھوکا ہوں تجھے کھانا چاہتا ہوں۔

گلگلا بولا۔ "ماما مجھے روک نہ سکی۔ بچے مجھے روک نہ سکے، تم بھی نہیں روک سکتے"

یہ کہہ کر گلگلا پھر دوڑنے لگا۔ لونا بھی اس کے پیچھے ہولیا۔

چلتے چلتے ایک مرغی ملی۔ مرغی بولی "میاں گلگلے ذرا ٹھیر جاؤ۔ مجھے بڑے زور کی بھوک لگ رہی ہے۔ میں تمھیں کھاؤں گی۔"

گلگلا بولا، "کیا کہا؟ مجھے کھاؤں! خاک کھالو خاک! کھانا تو کھانا پہلے تم مجھے روک ہی لو۔"

"ماما مجھے روک نہ سکی۔ بچے مجھے روک نہ سکے۔ لونا مجھے روک نہ سکا۔ تم بھی مجھے نہ روک سکو گی۔"

یہ کہہ کر گلگلا اور بھی تیز دوڑنے لگا۔ مرغی بھی سب کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگی۔

وہ ذرا اور آگے بڑھا تو اسے ایک بطخ ملی۔ بطخ نے کہا "ٹھیر۔ ارے گلگلے ٹھیر۔ میں تجھے کھاؤں گی۔"

گلگلا بولا: چل دور ہو۔ بڑی آئی کہیں کی۔ مجھے کھانے والی!

"ماما مجھے روک نہ سکی۔ بچے مجھے روک نہ سکے۔ لونا مجھے روک نہ سکا۔ مرغی مجھے روک نہ سکی۔ تو بھی مجھے نہ روک سکے گی۔"

یہ کہہ کر گلگلا اور بھی تیز دوڑنے لگا۔

اتنے میں اسے ایک کتا ملا۔ اس نے کہا "میاں گلگلے! تم اتنے تیز کیوں دوڑ رہے ہو؟ تھک جاؤ گے۔ ذرا آہستہ آہستہ چلو۔"

گلگلا بولا "تم دیکھ نہیں رہے۔ ماما بچے لونا، مرغی۔ بطخ یہ سب مجھے ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔"

کتا بولا: "اچھا یہ بات ہے۔ تو چلو میں بھی تمھارے ساتھ دوڑوں۔"

یہ دونوں خوب تیز دوڑنے لگے۔ چلتے چلتے ایک تالاب کے کنارے پہنچے۔ گلگلا رک گیا۔ اور بولا۔

"ہائے اب کیا کروں۔ مجھے تیرنا تو آتا ہی نہیں۔"

کتے نے کہا "کیا پروا ہے۔ مجھے تیرنا آتا ہے آؤ تم میری پیٹھ پر بیٹھ جاؤ۔ میں تمھیں تالاب کے اس پار پہنچا دوں گا۔"

گلگلا جوں ہی اچھلا کتے نے جھٹ سے ہڑپ کر لیا۔ سب کے سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

نانگا پربت کی مہم

۲

آل انڈیا ریڈیو سے اجازت کے بعد

پھر سائنس والوں کے لئے تو یہاں دلچسپیوں کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ نانگا پربت کی مہم میں جب ایک پڑاؤ پر قیام ہوا تو مزدور لوگ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب پتھروں پر کلہاڑا چلا رہے ہیں۔ دل میں حیران ہوئے ہوں گے کہ شاید پتھر بھی جلانے کے کام آتا ہے۔ یہ حضرت لکڑہارے نہ تھے "پتھر مارے" تھے یعنی پتھروں کے علم کے ماہر۔ تم کہو گے کہ پتھروں سے سر ٹکرانے سے فائدہ؟ جی خوب کہی۔ اگر پتھروں کا علم نہ ہوتا تو کانوں کا کیسے پتہ چلتا۔ سونا اور چاندی لوہا اور کوئلہ زمین کے سینے ہی میں دفن رہتے۔ بعض ماہروں نے ہمالیہ کے پتھروں کی جو تحقیقات کی تو ان میں کیمیائی لحاظ سے بعض چیزیں ایسی تہہ در تہہ ملیں جیسی سمندر کے نیچے پائی جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمالیہ کسی زمانے میں سمندر کے نیچے رہا ہوگا۔ بھلا بتائیے ایسی معلومات کیا ہیرے جواہر سے کم قیمتی ہیں؟"

پروفیسر محمد عبد الغفور صاحب۔

تم نے ۱۹۳۲ء کی اس جرمن مہم کے بارے میں سنا ہوگا۔ جو مجھ تک پہنچنے کے لئے تیار کی گئی تھی۔ سب سے پہلے تو ان لوگوں کو ہمالیہ کے شیروں کی تلاش تھی۔ یہ شیر کون تھے۔ وہی دارجیلنگ اور دوسرے علاقوں کے مزدور، جنھیں ہمالیہ کی مہم والے لوگ شیر کے نام سے پکارتے ہیں شیر تو ہیں ہی بھلا چھبیس، ستائیس ہزار فٹ کی بلندی پر چڑھنا اور اکیلے نہیں بیس پچیس سیر بوجھ بھی لے جانا کسی شیر مرد کا ہی کام ہے اور جب یہ شیر دم ہلاتے ہوئے نہیں بلکہ سینہ تانے معائنے کے لئے مہم کے لیڈر کے سامنے آئے تو وہ اس سوچ میں پڑ گیا کہ کسے چھوڑے اور کسے لے۔ کیونکہ ہمالیہ پر چڑھنے کے معاملے میں تو شاید ان میں بہت سے مہم کے لیڈر سے دو چار ہاتھ آگے ہی تھے، ان میں ایک بزرگ تو ایسے تھے کہ ۱۹۲۱ء سے لے کر اب تک جتنی مہمیں ہمالیہ پر چڑھنے کے لئے گئی

تھیں سبھی کے ساتھ گئے۔ دوسرے صاحب چھ
مہموں میں پیش پیش رہے تھے اور اس مہم سے
بھی زندہ واپس لوٹے۔ جوش کر دوبارہ نندادیوی
کی مہم پر گئے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہیں رہ گئے۔
قلیوں کی چھانٹ ہو چکی تھی اتنے میں مہم
کا بڑا گروہ بمبئی آ پہنچا۔ اور کوئی ہوتا تو دو چار
روز بمبئی کے سیر سپاٹے میں گذار دیتا۔ بعض کا
دل تو چاہا ہوگا۔ مگر کیا کرتے لیڈر کا تار پہلے ہی
آیا رکھا تھا کہ ساحل پر قدم رکھتے ہی کشمیر روانہ
ہو جاؤ۔ اسی دن گاڑی میں سوار ہو کر تین چار
روز میں سری نگر پہنچ گئے۔ ان دنوں مون سون کا
زور تھا۔ اس لیے دریائے جہلم کے راستے
جھیل ولر میں پہنچ گئے۔ اور وہاں سے سیدھا
نانگا پربت کا راستہ لیا۔ گیارہ ہزار فٹ کی بلندی
کے قریب یہ لوگ برفانی خطے کے پاس پہنچ گئے۔
یہاں سے مٹی اور پتھر کی دنیا ختم اور برف کی سرزمین
شروع ہوئی۔ رات کو پڑاؤ ہوا اور صبح اٹھتے
ہی تو نانگا پربت کا نام آگ کی طرح کیمپ بھر میں
دوڑ چکا تھا۔ دور بہتے ہوئے برف کے دریاؤں
سے پرے صبح کی روشنی میں برف کی پُر جلال
سر بفلک دیواریں چمک رہی تھیں۔ یہ نظارہ دیکھتے
ہی طوفان اور برف کا ڈر تو خدا جانے کہاں گیا
اس کی جگہ رگوں میں خون کی رو۔ دلوں میں جنگ
اور کشمکش کی اُمنگ بیدار ہو گئی۔"

بنیادی کیمپ بارہ ہزار فٹ کی بلندی پر
لگایا اور اس کے بعد حملہ شروع ہوا۔"

سورج دیوتا نے پوچھا "حملہ کس پر؟"

چوٹی بولی "مجھ پر اور کس پر؟ چڑھائی کی مہم
تو ایک جنگ تھی اور (آنکھیں مٹکا کر) تم جانتے
ہی ہو محبت اور جنگ میں تو سب کچھ روا ہوتا ہے
میں نے بھی ان لوگوں کو وہ وہ غچے دیے کہ سنو
تو ہنسی کے مارے لوٹ لوٹ جاؤ۔ پہلے پہل
تو اُن کے قلم سے سیاہی باہر بہ نکلی۔ بائیں جانب
کی جیب سے جو چلی تو دور کی خبر لی۔ معلوم ہوتا
تھا گویا نیلا پسینہ آرہا ہے۔ بات یہ تھی کہ جوں جوں
اوپر کو چڑھتے تھے باہر کی ہوا کا دباؤ کم ہوتا جاتا
تھا۔ مگر قلم کے اندر ربڑ کی نلی میں تو ہوا میں پہلے
والا دباؤ تھا۔ اب اس نے باہر کا زور کم پایا تو
لگی باہر کو نکلنے اور اس کے ساتھ سیاہی بھی۔ اگلے
پڑاؤ پر پہنچے اب اسپرٹ کا چولہا جلاتے ہیں تو
جلتا نہیں۔ جلے کیسے سپرٹ تو اس میں نام کو نہیں
سب ہوا کے اتنے ہلکے دباؤ کی وجہ سے اُڑ گئی۔
بات یہ ہے کہ ہوا کا دباؤ کم ہونے کی وجہ سے مائع
چیزیں بہت جلد بخارات بن کے اُڑ جاتی ہیں۔
انسان تو ہوا کے دباؤ کی کمی کو بھلا دے مگر بے جان
چیزیں کیسے بھلا دیں۔ راستے میں چلتے چلتے جاگ

پیمانہ سا چھوٹ گیا۔ ہوا کیا۔ ایک پیٹرول کے
ڈبے کا ڈاٹ ڈھیلی کرنا بھول گئے تھے۔ اندر
کی ہوا نے جو زور کیا تو ڈاٹ ٹن سے اُڑ گئی اور
پھر اب تو انسان بھی پریشان ہو گئے۔ ہوا میں
دباؤ کم تھا۔ اس کی وجہ سے آکسیجن میں کمی آ گئی۔
سانس پھولنے لگے۔ چلتے چلتے جی گھبرانے لگا۔
دل کہتا تھا کہ خواہ مخواہ کس جھنجھٹ میں پھنس گئے
یہیں برف پر لوٹ لگاؤ۔ کام بعد میں دیکھا جائے
گا۔ یہ نیند موت کی نیند ہوتی ہے جو لیٹا سو گیا۔
پہلے پہل ہمت کی تو چار پڑاؤ اوپر آ گئے
اس پر میں گھبرائی۔ مگر ایک ریلا جو دیا تو سب کے
سب پھر گیند کی طرح لڑھکتے ہوئے نیچے پہنچے۔
میرا دل تو رلا دینے کو چاہتا نہ تھا یہ تو قسمت کا
دھکا تھا۔ ایک ساتھی کو نمونیا ہوا تو سب کے
سب دفن کفن کرنے نیچے آ گئے۔ میں سمجھی معاملہ
رفع دفع ہو گیا۔ مگر کیا دیکھتی ہوں دوسری صبح
پھر لپکے چلے آ رہے ہیں۔ اور اب کے تو اس تیزی
سے بڑھے کہ دیکھتے دیکھتے آٹھویں پڑاؤ تک پہنچ
گئے۔ یوں سمجھو کہ آ ہی لیا تھا۔ ساڑھے چوبیس ہزار
فٹ تک تو پہنچ چکے تھے۔ ایک ہاتھ کی کسر رہ گئی
تھی۔ اس پر تو میں بھی چونکی اور اُن کے مُنہ میں
برف کا ایک طوفان جھونک دیا۔ مگر کتنے لوگ
تھے۔ طوفان کئی دن چلتا رہا۔ اس پر بھی بار بار
اوپر چڑھنے کی ہمت کرتے رہے۔ اور برف کے
تھپیڑوں کے سامنے رہ رہ جاتے تھے۔ پھر
بھی چند ایک تو اتنے قریب پہنچ گئے تھے کہ اُن
کی آوازیں مجھے صاف سُنائی دیتی تھیں۔ ان میں
اس مہم کا لیڈر اور ایک ہندوستانی مزدور بھی
تھا۔ اس مہم میں جان دینے کا سہرا تو کئی ایک کے
سر ہے۔ مگر جان سلامت لے آنے کا تو اصل میں
اسی ہندوستانی مزدور کے سر ہے۔ اس کا نام
آنگ ٹ سُرنگ تھا۔

یہ سب سے زیادہ اونچائی پر پہنچا اور زندہ
واپس لوٹا۔ اِن قلیوں کے کیا کہنے۔ محض اکیلے
اپنا جسم گھسیٹتے ہوئے اوپر نہیں چڑھتے۔ سسکتے ہوئے
اوپر نہیں جاتے بلکہ مردانہ وار پچاس پاؤنڈ یعنی
اچھا خاصا پچیس سیر کا بوجھ سر پر سنبھالے ہوئے
اور کیوں نہ ہو آخر تو میرے بچے ہیں۔ میری گود
میں کھیلے ہیں۔ اِن آبشاروں کا پانی پی پی کر جوان
ہوئے ہیں جو میرے سینے سے دودھ کی دھاروں
کی طرح رواں ہیں اور پھر آنگ ٹ سُرنگ کی ہمت پر
تو ایک دنیا حیران ہو گئی۔ وہ مہم کے لیڈر کے ساتھ
ساتھ سب سے اونچے کیمپ میں تھا۔ اس کیمپ
پر موت کے سائے آہستہ آہستہ گہرے ہوتے
چلے جا رہے تھے۔ اس کا ایک جرمن ساتھی جیسے
سے نہیں گزرے برف میں مردہ پڑا تھا۔ اگلے

وہاں دوسرا جرمن ساتھی بھی گھلن کی اثر، آخری منزل میں ختم ہو چکا تھا جو اکثر ان اونچائیوں پر ہو جاتی ہے۔ مگر تنگ سرنگ میں اب تک سکت تھی اس نے اسی حالت میں برف سے بھرے ہوئے خیمے کو صاف کیا تھا۔ برف کی اس کھوہ سے نکل کر جہاں انھیں طوفان سے بچنے کے لئے چھپنا پڑا تھا اس نے امداد کے لئے پکارا تھا۔ کیونکہ دوسروں میں تو پکارنے کا دم بھی نہ رہا تھا۔ اور پھر گے لے (GAY-LAY) وہ ہندوستانی مزدور جس نے مہم کے لیڈر کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا اور آخر دم تک ایک وفادار پہرہ دار کی طرح اپنی جگہ پر ڈٹا رہا۔ آخیر وقت تک اس نے موت کے خلاف اپنے کیمپ کی پاسبانی کی اور آخر کار خود موت اس کی پاسبان بنی۔"

باتیں کرتے کرتے چوٹی خاموش ہوگئی۔ اس کا سر کسی گہرے سوچ میں سینے پر جھک گیا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی، "مجھے دنیا میں خوشیاں تو کئی ایک نصیب ہوئیں مگر سب سے بڑی خوشی اس وقت ہوئی جب مہم کے لوگ واپس جا رہے تھے۔ ایک لٹے ہوئے کاروان کی طرح نہیں۔ ایک پس پا ہوتے ہوئے سپاہی کی طرح نہیں، بلکہ ایک فاتح کی طرح۔ ان کے قدموں میں فرار کا انداز نہ تھا بلکہ عزم اور قرار کی شان تھی۔ ہر قدم پر مجھے گمان ہوتا تھا کہ واپس جانے کے بجائے کہیں یہ قدم میری طرف نہ بڑھنے لگیں۔"

"یہ لوگ جب لوٹے ہیں تو معلوم ہوتا تھا اپنے جی میں وہی کچھ کہہ رہے ہیں جو میری بہن ایورسٹ کی مہم کے ایک جوان نے لوٹتے ہوئے کہا تھا ابھی دور نیلے آسمان میں ایورسٹ کی چوٹی آنکھیں چندھیا دینے والی آب و تاب سے دمک رہی تھی۔ اس نے پلٹتے ہوئے ایک نگاہ بھر کر دیکھا تو اس کے دل میں مسرت کی ایک عجیب لہر اٹھی۔ اس جذبے کی رو میں وہ چلا اٹھا۔ "زندہ باد ایورسٹ! تیری شان کو کون مٹا سکتا ہے؟ تیری آن بان کو کون گھٹا سکتا ہے۔ تیری بلندیوں کو کون جیت سکتا ہے؟ میرا دل تیرے ابدی جلال کو دیکھ کر کیوں نہ باغ باغ ہو!"

"اور تو خیر، ہاں ایک بات کو کبھی کبھی جی چاہتا ہے۔ یہ ہمت والے لوگ سات سمندر پار سے آتے ہیں اور میری بلندیوں پر جھنڈا گاڑنا چاہتے ہیں۔ مگر میری وادیوں میں رہنے والے میرے بچے خدا جانے مجھ سے کیوں اتنا گھبراتے ہیں۔ وہ تو خیر غریب اور بے علم ہیں۔ مگر میرا جی تو میدان میں رہنے والے لکھے پڑھے ہندوستانیوں کو دیکھ کر کڑھتا ہے۔ ویٹے سورج دیوتا جب تم گرمیوں کے موسم میں بھنا کر نکلتے ہو

تو ایک مرتبہ اپنی ان بھیڑوں کو بچلے پہاڑ وں تک
تو ہنکائے جاتے ہو۔ مگر وہاں سے آگے لے جانا
تو تمھارے بس کی بات بھی نہیں۔ انسوں سے
بھلا مجھے کیا اُمید ہو سکتی ہے"
ہاں کچھ اُمید ہو سکتی ہے تو اُن لوگوں سے
جو تپتی ہوئی دھوپ میں کھیتوں میں کام کرتے ہیں
کدالیں چلاتے ہیں۔ سورج دیوتا سے نہیں گھبراتے
وہ شاید کبھی مجھ تک آنے کی ہمت کرلیں۔ وہی میرے
برفانی طوفانوں کا مقابلہ کرسکیں گے۔ سورج دیوتا
ایک دن اسی ملک میں ایک نئی صبح آنے والی ہے
اس دن تم میرے سفید سینے کو سب سے پہلے شاید ہی
چھو سکو۔ اس دن تمھاری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں
گی۔ اس دن مجھ پر نئے ہندوستان کا پرچم لہرا رہا ہوگا۔
جو نئے ہندوستان کے نئے ہندوستانی نے اپنے
ہاتھ سے نصب کیا ہوگا!

نئی کتابیں (ریویو)

گاؤں سدھار گیت ۔ از مولانا محمد شفیع الدین صاحب نیّر استاد مدرسہ ثانوی جامعہ نگر اوکھلا۔

جناب نیّر صاحب بچوں کے لئے تو لکھتے ہی ہیں۔ اب انھوں نے اپنے دیہات کے بھائیوں کی طرف بھی توجہ کی ہے۔ اور ان کے لئے بہت اچھے اچھے گیت لکھے ہیں۔ ان گیتوں کی زبان منجھی ہوئی صاف سادہ اور آسان ہے انداز بھی دیہات والوں کی عقل اور سمجھ کے مطابق بہت میٹھا اور رسیلا ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ ان گیتوں کو پڑھ کر دیہات کے لوگوں کے دلوں کو خود بخود اپنی اصلاح کی خواہش پیدا ہوگی اور یہ ایک بڑا کام ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ دیہات کے لوگوں میں یہ گیت ہاتھوں ہاتھ لئے جائیں گے۔ کتاب چھوٹے سائز پر چھپی ہے۔ ۸۰ صفحے ہیں۔ لکھائی چھپائی کاغذ سب اچھا۔ قیمت ۸ر۔ ملنے کا پتہ آزاد بک ڈپو، کوچہ چیلان، دہلی۔

ہماری نظمیں ۔ بچوں کے ادیب الیاس احمد صاحب مجیبی نے بچوں کے اچھے اچھے اور مشہور شاعروں کی مفید دلچسپ اور اخلاقی نظمیں منتخب کرکے ایک خوب صورت سی کتاب میں جمع کردی ہیں۔ شاعروں میں ڈاکٹر اقبال، مولانا اسمٰعیل میرٹھیؒ۔ مولانا حالیؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ بعض نظمیں تو اتنی اچھی ہیں کہ بچے انھیں پڑھتے ہی زبانی یاد کرلے گا کتاب ۸۰ صفحے کی ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت اچھا، ٹائٹل تو بہت خوب صورت تین رنگ کا قیمت پانچ آنے، ملنے کا پتہ بچوں کا بک ڈپو۔ کلاں محل، دہلی۔

گاؤں سدھار گیت اور ہماری نظمیں مکتبہ جامعہ دہلی، قرول باغ سے بھی مل سکتی ہے۔

آہنگ
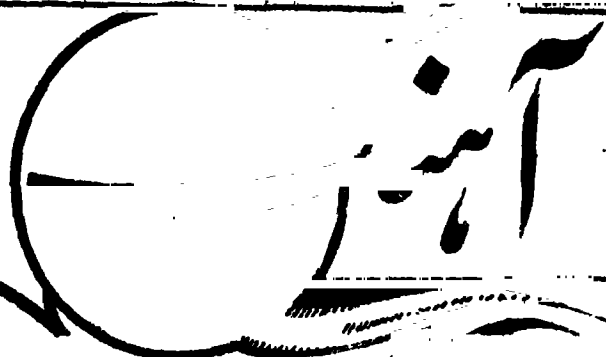
انگر مشتاق ندوی۔ رحیم آبادی

سنواریں گے دنیا کو اخلاق سے ہم سبق دیں گے اُلفت کے اوراق سے ہم
اُٹھادیں گے شمعِ کہن طاق سے ہم
زمانے کو اب ہم جگا کر رہیں گے

غریبوں کی امداد ہے —— کام اپنا یہی شغل ہر صبح ہر —— شام اپنا
اسی میں ہے اب لطف و آرام اپنا
غریبوں کی قسمت بنا کر رہیں گے

ضعیفوں کی ہم دل سے خدمت کریں گے اسی میں جئیں گے اسی میں مریں گے
مروّت کے جذبے دلوں میں بھریں گے
جو ظالم ہیں ان کو مٹا کر رہیں گے

سکھائیں گے دنیا کو ہم رحم —— کھانا زمانے کے گرتے ہوؤں کو —— اُٹھانا
زمیں سے اُٹھا کر فلک پر —— بٹھانا
یہ جذبے دلوں میں جگا کر رہیں گے

مسافر جو ہوگا کوئی دل شکستہ تو ہم خضر بن کر بتائیں گے رستہ
بڑھیں گے اسی طرح ہم رفتہ رفتہ
اسی طرح منزل کو پا کر رہیں گے

دبے جذبۂ خدمت خلق کیوں کر سُلگتی ہیں چنگاریاں دل میں انگر
کہیں چین ہم لینے والے ہیں دم بھر
قدم اپنا آگے بڑھا کر رہیں گے۔

تمھارے دانت

ڈاکٹر گنیش داس سچدیو - دریا گنج ، دہلی

غفور :- تو اس اصلی مادے کو کیا کہتے ہیں ڈاکٹر صاحب! (سوچنے لگتا ہے) ہاں یاد آیا، ڈینٹن ڈینٹن۔

ڈاکٹر صاحب :- اس کے علاوہ ایک اور چیز ہوتی ہے۔ تمھارے دانت اسی کی بدولت چمکتے ہیں۔ تم اسے دانتوں کی جلا کہہ لو۔ ویسے انگریزی میں اسے انیمل کہتے ہیں۔ یہ ایک نہایت سفید اور چمک دار چیز ہے۔ مسوڑھوں سے باہر باہر دانتوں کا جو حصہ ہے اس پر انیمل ہی کا ہلکا سا استر ہوتا ہے۔

مہیش :- (منہ کھول کر اور دانتوں پر انگلی رکھ کر) یہ ڈاکٹر صاحب یہ؟

ڈاکٹر صاحب :- ہاں ہاں یہ۔ آئینے میں دیکھو ہے نا چمک دار؟ اچھا ایک تیسری چیز اور بھی ہے۔ اس کا استر دانتوں کی جڑ پر ہوتا ہے۔ پتلا سا استر۔ یہ کچھ سیمنٹ جیسا ہوتا ہے اسی لئے اسے سیمنٹم کہتے ہیں۔

غفور :- ڈاکٹر صاحب ایک دن ہمارے ہاں ابا کے بہت سے دوست بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک صاحب اپنے دانتوں کی شکایت کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے میرے دانتوں میں کیڑا لگ گیا ہے۔ تو ڈاکٹر صاحب! دانتوں میں کیڑا کیسے لگ جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب :- دانتوں کی سب سے عام بیماری یہی ہے۔ اس سے دانت خراب ہو جاتے ہیں۔ یا گل جاتے ہیں۔ یہ شکایت عموماً مہذب اور شائستہ لوگوں کو ہوتی ہے۔ مگر بھئی یہ کیڑا ویڑا لگنے کا خیال بالکل غلط ہے۔ اب سے کوئی سو برس پہلے یورپ والوں کا بھی یہی خیال تھا جو آج کل تمھارے ابا کے دوست اور بہت سے ہندوستانیوں کا ہے۔

تریاٹھی :۔ تو جب کیڑا نہیں لگتا تو دانت کیسے
گل جاتے ہیں ڈاکٹر صاحب!
ڈاکٹر صاحب :۔ میری بات تو پوری ہونے دو
۱۸۳۵ء میں ایک انگریز مسٹر رابرٹسن
نے بتایا کہ دانتوں کو کیڑا نہیں کھاتا بلکہ منہ
کے اندر کوئی مادہ ایسا پیدا ہوجاتا ہے جو انہیں
گلا دیتا ہے۔ اس کے بعد بہت سے تجربے
ہوتے رہے، آخر ڈاکٹر ملر نے سب
باتیں معلوم کرلیں۔ اس نے بتایا کہ غذا کے
ذرّوں کے سڑنے سے ایک تیزاب پیدا
ہوتا ہے وہی اِن دانتوں کو کھاتا ہے۔
مہیش :۔ تو ڈاکٹر صاحب آپ لوگ بس تجربے
ہی کرتے رہتے ہیں۔
ڈاکٹر صاحب :۔ ہاں میاں پہلے لوگ عقل سے
زیادہ کام لیتے تھے۔ آج کل کے ڈاکٹر
لوگ تجربے اور مشاہدے پر زیادہ بھروسہ
کرتے ہیں۔ اس ڈاکٹر نے بھی تجربے ہی
کے ذریعے یہ بات ثابت کی۔
مہیش :۔ (بہت شوق سے) کیسے ڈاکٹر صاحب!
ڈاکٹر صاحب :۔ اس نے کیا یہ کہ ایک انسانی
دانت میں روٹی کا ٹکڑا باندھ دیا۔ اس دانت
کو اس نے انسان کے تھوک بھرے گلاس
میں ڈال دیا۔ اس کی حرارت یا گرمی وہی
رکھی جو انسان کے منہ میں ہوتی ہے۔ کئی ہفتے
بعد یہ گلاس ڈینٹل سرجری کمیٹی کے ڈاکٹروں
کے سامنے نکالا گیا۔ سب نے اسے غور
سے دیکھا۔ دانت میں کیڑا اسی طرح لگا ہوا
تھا جس طرح منہ میں لگ جاتا ہے۔
تریاٹھی :۔ تو کیا ڈاکٹر صاحب چھوٹے بچوں کے
دانتوں میں بھی یہ مرض ہو جاتا ہے؟
ڈاکٹر صاحب :۔ چھوٹے بچوں کے دانتوں کی
صفائی اتنی ہی ضروری ہے جتنی بڑوں کے
دانتوں کی۔ بہت سی مائیں اس بات کا
خیال نہیں رکھتیں۔ کبھی کبھی دانتوں میں درد
کے سبب بچوں کو مرگی کے سے دورے پڑنے لگتے
ہیں۔ کبھی قے، دست اور بدہضمی کی شکایت ہوجاتی
ہے۔ بعض بچے ٹھٹھر کے رہ جاتے ہیں اور ان کی
بڑھوار رک جاتی ہے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کو بھی
چاہیے کہ جو بیماری ہو پہلے بچوں کے دانت ضرور دیکھیں
تریاٹھی :۔ ڈاکٹر صاحب پرسوں میں نے ایک
عجیب تماشا دیکھا، ہمارے چاچا جی بہت
دنوں بعد فیروز پور سے آئے تھے۔ یہ دوپہر
کو کھانا کھا کر ہاتھ دھونے بیٹھے تو اپنے منہ
میں سے پوری بتیسی نکال کر دھونے لگے
ہیں، میرا چھوٹا بھائی اور دو چار بچے پاس
کھڑے تھے۔ ہر ایک بہت حیران! ہمارے

چھوٹے بھائی صاحب تو چاچا جی کی دیکھا دیکھی لگے اپنے دانت بھی باہر کھینچنے۔ کچھ بچّوں کو تو چاچا جی کا پوپلا پوپلا منہ دیکھ کر بے اختیار ہنسی آگئی۔ چاچا جی نے بتیسی دھوکر اپنے منہ میں رکھ لی اور پھر ویسے کے ویسے ہوگئے۔ ہم لوگوں کو حیران دیکھ کر وہ بھی مسکرا دئے اور بولے ارے بھئی تم لوگ تو کچھ اس طرح مجھے گھور رہے ہو جیسے کوئی چڑیا گھر میں کسی نئے جانور کو دیکھتا ہے۔ یہ میرے اصلی دانت نہیں ہیں۔ دانتوں کے ایک ڈاکٹر سے بنوائے ہیں۔ میرے دانتوں میں بیماری ہوگئی تھی وہی جسے پائیوریا کہتے ہیں۔ میں نے یہ سب دانت نکلوا دئے اور ان کی جگہ یہ بنے ہوئے لگوائے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب:- ہاں بھائی پائیوریا بھی بہت عام مرض ہے۔ اس مرض میں مسوڑھوں سے پیپ اور مواد نکلتا ہے۔ اس بیماری کا سبب ایک جرم ہے جسے

(BACILLUSPYOGENOUS)

کہتے ہیں۔ مسوڑھوں میں یا یوں کہو کہ اس ڈھانچے میں جس میں دانت جمے ہوتے ہیں۔ یہ جراثیم اپنا گھر بنا لیتے ہیں

یہ بیماری بھی دو دھاری تلوار کی طرح خطرناک ہے۔ جراثیم ایک طرف تو دانتوں میں جو اچھا خون آتا ہے اُسے چوستے رہتے ہیں دوسری طرف اُسی خون کا مواد بناتے رہتے ہیں۔ یہ مواد پیٹ کے اندر پہنچ کر بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ دق، دل کی دھڑکن، دمہ اور درد سر وغیرہ اسی سے پیدا ہوتے ہیں مگر بھئی تمھارے چچا نے بہت غلطی کی جو دانت نکلوا دئے۔ اس مرض کا نہایت مکمل علاج بغیر دانت نکلوائے بھی ہوسکتا ہے قدرتی دانت نکلوا کر اور یہ بنے ہوئے دانت لگوا کر انسان ایک دوسری مصیبت مول لیتا ہے۔

بچّوں کا مشاعرہ

جامعہ نگر اوکھلا

کانی بلی

ہم نے ایک تھی بلی پالی | شکل تھی اس کی سب سے نرالی
اس کا نام تھا رانی بلی | تھی ایک آنکھ سے کانی بلی
اس کا رنگ سفید اور کالا | کہتے اُسے چوہوں کی خالا
دودھ مزے سے پیتی تھی | دودھ ہی پی کر جیتی تھی

چاند نے جب یہ نغمہ گایا
سب لڑکوں کے دل کو بھایا

میری ایک شرارت

غلام حیدر احسن

اک دن کا میں قصہ سناؤں | اپنا سارا حال سناؤں
جب میں چھوٹا سا بچہ تھا | گھر میں بیٹھے سے گھٹتا تھا
تھی اک دن جمعہ کی چھٹی | ہم کو ایک شرارت سوجھی
گھر آئے اور نیکر پہنا | اور کھانا جی بھر کر کھایا
بارش ہو کر ابھی تھمی تھی | اور ہر سو پھسلن تھی غضب کی
اس دم ہم لالچ میں آکر | چڑھ گئے ایک پیڑ پر جا کر
اوپر جا کر پیر جو پھسلا | نیچے آئے اور منہ ٹوٹا
احسن اس دم کان پکڑ کر | اور کچھ کھسیانے سے ہو کر

بولے اللہ میری توبہ
پیڑ پہ ہرگز اب نہ چڑھوں گا

آپا جان کی یاد میں

آصف اللہ

اچھی آپا جان ہماری | جرمنی کی تھیں رہنے والی
پیار سے ہم کو بلانے والی | اچھی باتیں سکھانے والی
جب ہم کوئی شرارت کرتے | آپس میں جب لڑتے جھگڑتے
ہم کو وہ اپنے پاس بلاتیں | نرمی سے پھر یوں سمجھاتیں
بیٹا کام نہ کرنا ایسا | جس سے خفا ہو ہم سے مولا
ماں بہنوں کو دل سے بھلایا | آپا کو جب ہم نے پایا
آہ گئے اب دن وہ کہاں ہیں | آپا اب اللہ کے یہاں ہیں
اب تو اُن کی یاد ہی باقی | ہم کو جو اکثر ہے ستاتی

آصف کی یہ دل سے دعا ہے
قبر پہ اُن کی رحمت برسے

دعا

محمد کلیم

اے میرے مولا اے میرے مولا | دین دیا تو نے ایسا
ہے جو سب دینوں سے اعلیٰ | اور ہے سب دینوں سے نرالا
دین ہے یہ اسلام ہمارا | یہ ہے مجھ کو دل سے پیارا
رستہ ٹھیک دکھاتا ہے یہ | باتیں ٹھیک بتاتا ہے یہ
اچھے کام سکھاتا ہے یہ | سیدھی راہ چلاتا ہے یہ

اے مرے مولا اے مرے مولا
بن جائے یہ کلیم بھی اچھا

میری چھوٹی بہن

فریدہ خاتون ذکیہ جماعت سوم

میری چھوٹی سعیدہ ہے | میری منّی سعیدہ ہے
یہ آغوں آغوں کرتی ہے | بہت ہی یہ مچلتی ہے
یہ گھٹنوں خوب چلتی ہے | بہت آنگن میں چلتی ہے
یہ مرچیں خوب کھاتی ہے | منہ سے یہ چباتی ہے
شرارت بھی یہ کرتی ہے | مگر پھر بھی وہ اچھی ہے
یہ دیدہ میری پیاری ہے | یہ گھر بھر کی دلاری ہے
بہت ہی خوب صورت ہے | بہت ہی خوب صورت ہے

خدایا یہ بڑی ہو اب | تو مکتب میں کھڑی ہو اب
میری چھوٹی بہن ہے یہ
میری منّی بہن ہے یہ

کُتّا اور شیر

محمد احمد سعید اختر کانپوری

ایک دن کتے نے جا کر یہ کہا اک شیر سے
سوچتا ہوں بات اپنے دل میں میں اک دیر سے
وجہ کیا ہے کہتے ہیں سب لوگ تجھ کو شیر شیر
میں بھی تو اپنی جگہ کچھ کم نہیں تجھ سے دلیر
مجھ سے بلی بھی ہے ڈرتی جو ہے خالہ شیر کی
دیکھا مجھ کو بھاگنے میں کچھ نہ اُس نے دیر کی
چور پر آواز کا اپنی میں دکھلاتا ہوں زور
میری آوازوں کو سن کر بھاگ جاتا ہے وہ چور
بات کو سُن کر دیا اُس شیر نے فوراً جواب
ٹھیک تو نے اپنے دل میں ہے لگایا یہ حساب
تجھ سے بلی خالہ ڈرتی ہے یہ ہے بالکل درست
تو کبھی رہتا نہیں ہے سست تو رہتا ہے چُست
عیب تجھ میں ہے بہت ہی اک بُرا یہ دھیان کر
رہتی غیروں ہی کے ٹکڑوں پر ہے بس تیری نظر
شیر کی غیروں کے ٹکڑوں پر نظر رہتی نہیں
شیر کی غیروں کے ٹکڑوں پر گذر رہتی نہیں

محمد انس - علی گڑھ

اس تماشے کو آپ خود بھی کرسکتے ہیں ایک بوتل لیجئے اور اس پر کاگ اُلٹا کر رکھ دیجئے اور اس کاگ
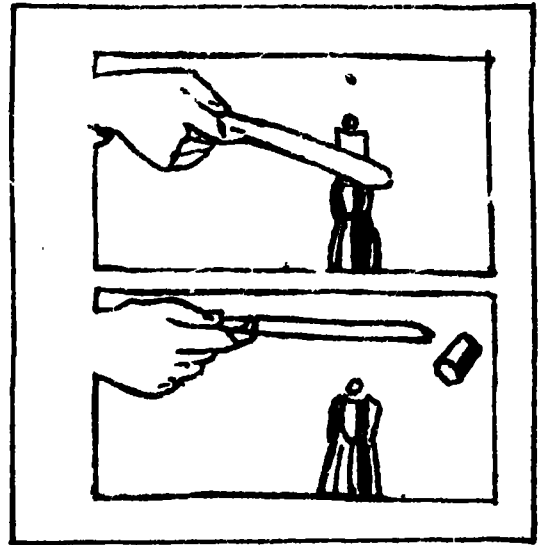
پر ایک مٹر کا دانہ رکھئے - اب ہاتھ میں ایک چھری لے کر جب آپ اس کاگ پر بہت تیزی اور پھرتی سے ماریں گے تو کاگ تو چھٹک جائے گا لیکن چونکہ کاگ کی حرکت کا مٹر کے دانے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس لئے وہ سیدھا بوتل کے منہ پر آرہے گا۔"

"یہ سب تجربے کل ہم لوگ خود کریں گے جب لطف آئے گا۔ لیکن اب ذرا یہ سوچو کہ اگر یہ جمود کا قانون نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ لو میں تمھیں چند موٹی موٹی باتیں بتاتا ہوں۔ ہم جھولا نہ جھول

سکتے کیونکہ جھولے کی پینگ اتنی ہی بڑھتی جتنی طاقت ہم پاؤں سے زمین کو دھکیلنے میں صرف کرتے

موٹروں یا ریل گاڑیوں میں بریک کی ضرورت نہ
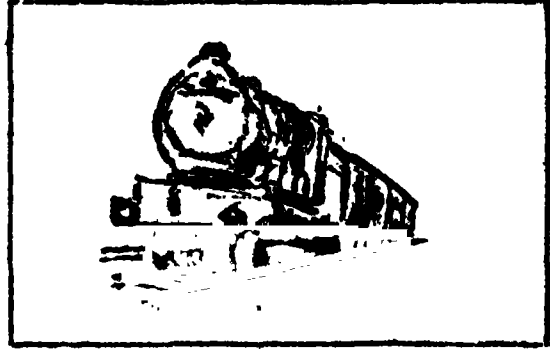
رہتی۔ کیونکہ جوں ہی مشین بند کر دی جاتی گاڑی
بھی رک جاتی۔ فٹ بال، کرکٹ، ہاکی اور ہر وہ
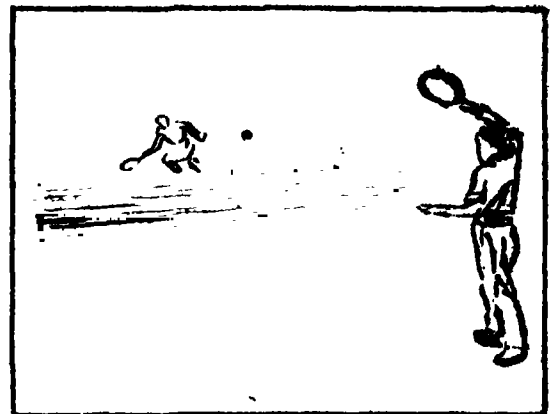
کھیل جو گیند سے کھیلا جاتا ہے نہیں کھیلا جا سکتا
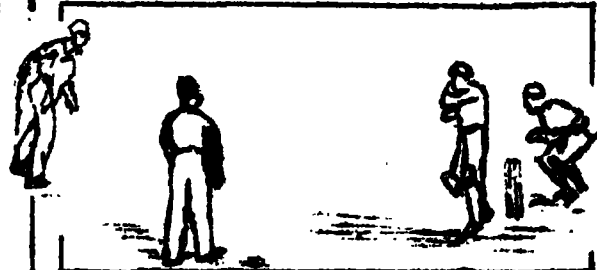
کیونکہ گیند اتنی ہی دور تک جاتی جتنی دور تک ہم

اسے ٹھوکر سے یا بلے سے پھینکتے اور پھر وہاں

گرتے ہی اس کی حرکت ختم ہو جاتی۔ بندوقیں
بے کار ہو جاتیں۔ کیونکہ گولی صرف اتنی ہی دور تک

جاتی جہاں تک بارود کا دھکا اسے پہنچاتا، اور پھر وہ
زمین پر گر جاتی۔ گھڑی کا گھنٹہ (پنڈولم)، نہ ہلا کرتا،

گھڑی کے اندر ایک توازن کا پہیہ (BALANCE WHEEL) ہوتا ہے وہ بھی نہ چلتا۔ اور سب گھڑیاں بے کار ہو جاتیں۔ دریا میں لہریں نہ ہوتیں اور کشتی

کھیتے وقت جب تک چپو پانی میں زور لگاتا کشتی چلتی اور جب پانی کے باہر آ جاتا تو کشتی رک جاتی۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہوتی کہ زمین اور تمام ستاروں کی گردش بند ہو جاتی۔ غرض خاصی ایسی گڑبڑی ہوتی کہ ہم آپ اس کا اندازہ بھی

نہیں کر سکتے۔"

باسط کہنے لگے "تو گویا جمود کا قانون بہت مفید ہے۔"

میں نے کہا "اور کیا۔"

عزیز بولے "مفید ہی نہیں بلکہ بہت ضروری ہے۔"

میں نے جواب دیا "ہاں بہت ضروری ہی سمجھو۔"

اب مجھے کچھ بھوک سی معلوم ہو رہی تھی میں نے کہا "بھئی اب ان باتوں کو چھوڑ دیں
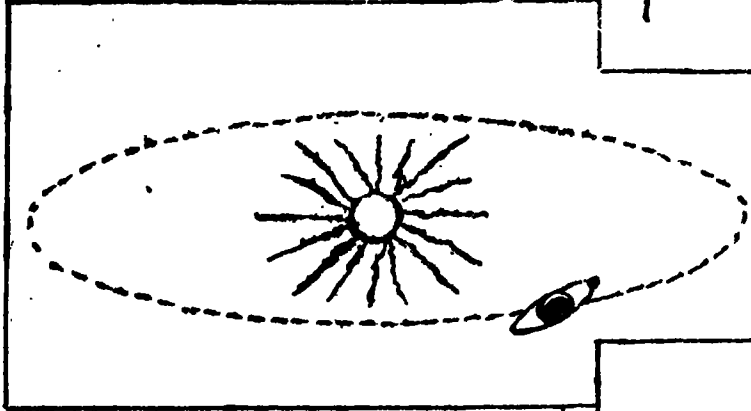
تمھیں جمود کی ایک بڑی مزے دار مثال دوں دیکھو میں یہاں چپ چاپ بیٹھا ہوا ہوں اور بالکل حرکت نہیں کر رہا ہوں۔ اب میرے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ صبح کے ناشتے کے لئے حلوہ بنا یاورچی خانے میں رکھا ہے۔ اب اس خیال کو ایک باہری طاقت سمجھو۔ اس باہری طاقت

نے میرے جسم میں حرکت پیدا کی۔ اور یہ سیدھے میں سیدھا باورچی خانے کو جاتا ہوں۔"

میں باورچی خانے سے حلوے کی قاب اُٹھا لایا۔ آنکھ جھپکتے ہی آدھے سے زیادہ حلوہ صاف ہو گیا۔

وہ تو میں نے کہا "ارے بھائی کچھ صبح کے لئے بھی تو چھوڑ دو۔" تب کہیں تھوڑا سا حلوہ بچ گیا۔

کھا پی چکے تو میں نے کہا "کیوں بھئی جمود کی یہ مثال کیسی رہی؟"

عزیز کہنے لگے "بہترین .... سب سے عمدہ۔"

اور باسط منہ پونچھتے ہوئے بولے "دماغ کی سمجھ میں تو پہلے ہی آ گیا تھا۔ لیکن پیٹ کی سمجھ میں اب کہیں آیا۔"

نئی کتاب (ریویو)

میٹھے گیت ۔ از جناب لطیف فاروقی صاحب

لطیف فاروقی صاحب ایڈیٹر سعادت نے یہ نظمیں چھوٹے بچوں کے لئے لکھی ہیں۔ زبان سادہ آسان اور بچوں کی نفسیات کے مطابق ہے۔ بعض نظمیں تو بچے بہت زیادہ پسند کریں گے۔ مثلاً چلو بھیا تم کو بتاؤں میں گھوڑا، مولی اور کتاب۔ آئیں گے بھیا۔ بھائی بہن۔ امرود اور گلاچی۔ میرے چھوٹے بھیا وغیرہ۔ کتاب مجلد ہے۔ جلد پر بہت اچھا ڈیزائن ہے۔ اندر بھی اچھی اچھی تصویریں ہیں۔ ان تصویروں نے کتاب میں جیسے جان ڈال دی ہے۔ کتاب ۶۰ صفحے کی ہے۔ لکھائی، چھپائی سب چیزیں بہت اچھی۔ قیمت بھی بالکل واجبی کل ایک روپیہ۔ ملنے کا پتہ مکتبہ شعروادب، لاہور۔

بچّوں کی کوشش

لالچی کتا

از رفعت سلطانہ عمر ۹½ سال۔ ایبٹ آباد

ایک دفعہ ایک کُتّے نے کہیں سے ایک گوشت کا ٹکڑا پا لیا۔ بہت خوش ہوا۔ سوچا کہ چلو کسی اکیلی جگہ جا کر اطمینان سے کھائیں۔ راستے میں ایک ندی تھی جس پر چھوٹا سا پل بنا ہوا تھا۔ جب وہ وہاں سے گذرا تو نیچے پانی میں اپنا سایہ دیکھا۔ سمجھا کہ کوئی دوسرا کتا گوشت کا ٹکڑا مُنہ میں لئے کھڑا ہے۔ چاہا کہ اس سے بھی چھین لیں۔ چنانچہ اس کی طرف خوب زور سے بھونکا۔ لیکن جوں ہی کہ مُنّہ کھولا، گوشت کا ٹکڑا ندی میں گر پڑا۔

دو پہیلیاں

دو سہیلی ایک مکان　　چلیں پھریں گائیں ہر آن
ہاتھ نہ پاؤں آنکھ نہ کان　　سب کو بتائیں آپ انجان　　(گھڑی)

ایک شکل کے لاکھوں بھائی　　ایک سی ہیں اولادیں سب کی
بی اے کوئی نہ ایم اے پاس　　لیکن کچھ کچھ حرف شناس
چاہے ان کو دنیا ساری　　پائی ہے آواز بھی پیاری
بیٹھے ہوئے ہیں دل پر ہر ایک　　ان کی محبت کے سکّے　　سکّہ (روپیہ)

چالاک چور

فقیر محمد جماعت پنجم۔ ایبٹ آباد

شیر خاں ایک چور تھا۔ اس سے لوگ بہت تنگ آ گئے تھے۔ ایک بار اس نے ایک امیر گھرانے میں چوری کی۔ صبح کو تھانے میں خبر کی گئی۔ تھانے دار نے اس امیر آدمی سے پوچھا آپ کو کسی پر شبہ ہے۔ اس نے جواب دیا

شیر خاں کے علاوہ کس پر شبہ ہو سکتا ہے؟

تھانے دار نے فوراً شیر خاں کے گھر دوڑ بھیجی۔ سپاہیوں نے چاروں طرف سے گھر کو گھیر لیا۔ جب شیر خاں نے دروازہ نہ کھولا تو سپاہیوں نے تنگ آکر دروازہ، توڑ ڈالا اور اندر پہنچ کر شیر خاں کو پکڑ لیا اور تھانے میں لے گئے۔

تھانے دار نے شیر خاں سے پوچھا "تو نے چوری کیوں کی ہے" وہ صاف انکار کر گیا۔ قسم بھی کھائی۔ تھانے دار نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ جاؤ اس کے گھر کی تلاشی لو۔ انھوں نے جا کر کونا کونا چھان مارا لیکن کچھ نہ ملا۔ اچانک ایک سپاہی کے پیر کو ایک ہلکی سی ٹھوکر لگی۔ نیچے نظر کی تو ایک ہُن سا تھا۔ اس نے اسے اٹھانا چاہا لیکن وہ جیسے زمین میں گڑا تھا۔ اس نے اسے زور سے ہلایا۔ جب دائیں طرف کو کھینچا تو جھٹکے سے ایک دروازہ کھلا۔ یہ تہ خانے کا دروازہ تھا سپاہی جلدی سے نیچے اتر گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ کئی صندوق پڑے ہیں۔ سپاہیوں نے ان کے تالوں کو توڑا۔ ایک میں بہت قیمتی لباس تھے، دوسرا سونے چاندی کے زیورات سے بھرا پڑا تھا، کسی میں کچھ تھا، کسی میں کچھ بہرحال چوری کا سب سامان نکل آیا۔

سپاہیوں نے اسی وقت تھانے دار کو خبر دی۔ وہ امیر آدمی کو ساتھ لئے ہوئے وہاں آیا۔ امیر آدمی نے اپنی سب چیزیں لے لیں اور شیر خاں کو قید خانے میں بھیج دیا گیا۔

رات کے وقت شیر خاں تھانے دار کے پاس آیا اور کہا کہ "مجھے دس روپوں کی مٹھائی منگوا دیجئے۔ میں نے منت مانی تھی" تھانے دار نے اجازت دے دی اور ایک مزدور سے ٹوکرا بھرا ہوا مٹھائی کا منگوایا۔ شیر خاں نے سب مٹھائی قیدیوں میں بانٹ دی۔ جب ٹوکرا خالی ہو گیا تو مزدور اسے لینے آیا۔ شیر خاں نے اسے بہت سی دولت دینے کا وعدہ کیا اور کہا کہ مجھے اس ٹوکرے میں بٹھا کر باہر لے چل۔ مزدور نے اس کی بات مان لی اور اسے باہر لے گیا۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

دوسرے دن تھانے دار کو خبر ہوئی کہ شیر خاں کسی عجیب طریقے سے بھاگ گیا ہے۔ اس نے بہت دوڑ دھوپ کی لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔

رنگ بھرو
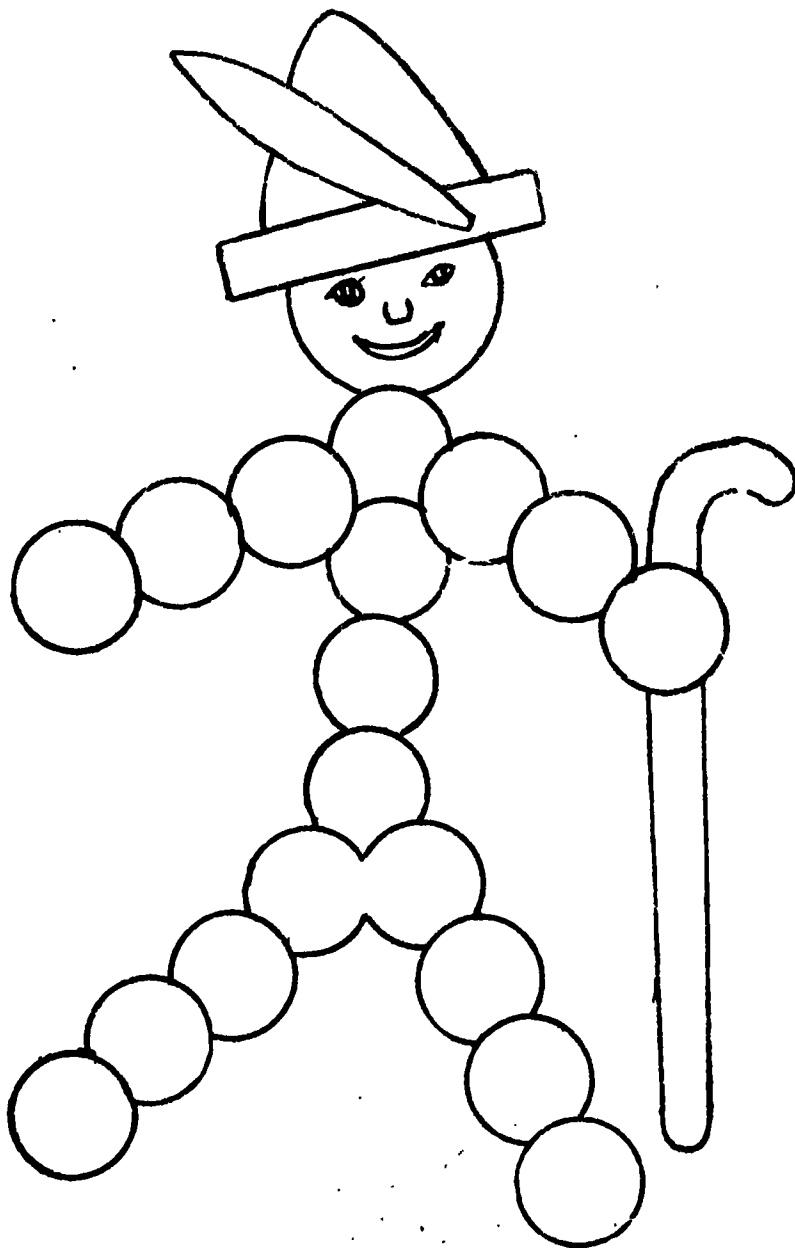
پیام برادری

چھوٹی بہنو اور چھوٹے بھائیو!

آج کل تم امتحان کی تیاری میں لگے ہوئے ہو۔ تبھی تو بہت سے پیامیوں نے ابھی تک ممبری کے کوپن یا فارم بھر کر نہیں بھیجے ہیں۔ ہاں بھئی یہ کام زیادہ ضروری ہے۔ خوب محنت کرو، خدا تم سب کو کامیاب کرے۔ آمین۔

کشمیری گیٹ، دہلی اور قرول باغ، دہلی کی شاخوں کے مربیوں نے بھی مجھے یہی بتایا ہے کہ اس وقت برادری کے تمام ممبر امتحان کی تیاری میں مصروف ہیں اس لئے برادری کی سرگرمیاں اپریل سے شروع ہوں گی۔ مگر اس زمانے میں بھی ایک کام تو تم کر سکتے ہو اور وہ یہ کہ جس کسی سے بھی تمہاری ملاقات ہو اس سے تم پیام برادری کا ذکر ضرور کرو۔ لیکن اس کے لئے ایک بات اور ضروری ہے اور وہ یہ کہ تم خود بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ پیام برادری کیا چیز ہے۔ ہم نے پیام تعلیم میں برادری کے بارے میں سب کچھ لکھ دیا ہے اور برابر لکھتے رہتے ہیں۔ پھر بھی تم کچھ پوچھنا چاہو تو خط لکھ کر پوچھ سکتے ہو۔

میں پیام برادری کا ممبر ہونا چاہتا / چاہتی ہوں۔ ممبری کی فیس دو آنے اور بیج کی قیمت (۳؎) بھیج رہا / رہی ہوں۔ میرا نام ممبروں کی فہرست میں شامل کر لیجئے۔

دستخط .... عمر ....

پیدائش کی تاریخ ....

پتہ ....

....

خاص شوق ....

میں پیام برادری کا ممبر ہونا چاہتا / چاہتی ہوں۔ ممبری کی فیس دو آنے اور بیج کی قیمت (۳؎) بھیج رہا / رہی ہوں۔ میرا نام ممبروں کی فہرست میں شامل کر لیجئے۔

دستخط .... عمر ....

پیدائش کی تاریخ ....

پتہ ....

....

خاص شوق ....

برادری کے ممبروں کو خصوصاً مربی صدر سکریٹری اور کابینہ کے ممبروں کے لئے پیام تعلیم کا باقاعدہ پڑھتے رہنا بہت ضروری ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ انھیں مہینے کے مہینے یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ برادری کیا کر رہی ہے اور خود انھیں کیا کرنا ہے۔

فروری کے پرچے میں قرول باغ کی برادری کے ممبروں کے چند ہی نام چھپے تھے اس مہینے میں یہ بچے ممبر بنے ہیں:

۷۰۔ انیس احمد خاں
۷۱۔ سید اختر حسین جعفری
۷۲۔ محمد شمس
۷۳۔ عبدالرحمٰن
۷۴۔ محمد شمیم اختر
۷۵۔ بقار الرحمٰن
۷۶۔ غلام حیدر
۷۷۔ ظفر احمد خاں
۷۸۔ جمیل احمد
۷۹۔ اعزاز حسین
۸۰۔ سید اعجاز حسین
۸۱۔ رشید الدین
۸۲۔ اظہر جمیل
۸۳۔ مرغوب السبطین
۸۴۔ ضیاء الله
۸۵۔ نسیم افضال احمد
۸۶۔ شاہد مرزا
۸۷۔ راشد مرزا
۸۸۔ مظہر جمیل
۸۹۔ نیاز احمد

دہلی سے باہر —— ۹۰۔ حمید و خاتون بچیوں کا کتاب گھر لکھنؤ ۹۱۔ صالحہ خاتون۔ دربھنگہ
۹۲۔ نزل کریم۔ دربھنگہ۔

تم میں سے جو پیامی پیام تعلیم کے خریدار ہیں وہ اپنا نمبر خریداری بھی ضرور لکھا کریں۔ اس سے جواب دینے میں سہولت رہتی ہے۔

تمھارا مشتاق بھائی

پیام برادری کا عہد نامہ

میں عہد کرتا / کرتی ہوں کہ ہمیشہ صاف رہوں گا / گی اور سچائی کو اپنا شعار بناؤں گا / گی۔ مضبوط اور محنتی بنوں گا / گی بدی کی مخالفت کروں گا / گی نیکی کا ساتھ دوں گا / گی خدا کا ڈر اور اس کی مخلوق کی خدمت میری زندگی کا مقصد ہوگا۔

دستخط ....

پیام برادری کا عہد نامہ

میں عہد کرتا / کرتی ہوں کہ ہمیشہ صاف رہوں گا / گی اور سچائی کو اپنا شعار بناؤں گا / گی۔ مضبوط اور محنتی بنوں گا / گی بدی کی مخالفت کروں گا / گی نیکی کا ساتھ دوں گا / گی خدا کا ڈر اور اس کی مخلوق کی خدمت میری زندگی کا مقصد ہوگا۔

دستخط ....

معمہ نمبر ۳

پہلا اِنعام ... عنہ ر

دُوسرا انعام ... ۶ ر

(انعام میں کتابیں دی جائیں گی)

٥	■	ی	۴ ز	۳ د	۲ ا	ر	۱ پ
ل	٧	■	د		٦	■	
ا		١٠ ں	٩	■	ں		٨ ث
و	■	ا	ث	١٢	١١	■	■
■	■		■		و	١٣	١٤ گ
١٧ ب		ا	١٦	■	■	ر	١٥
	■	ر	■	١٨	■	■	ڑ
ے	٢٠	■		ا		تو	١٩ ا

دائیں سے بائیں

۱- پیام ...... آپا جان مرحومہ کی یادگار ہے۔
۶- بھوُل کی ضد
۷- زیرے میں زبرے پنجابی میں بات اُدر پیش سے بھوُل
۸- تیتر کے آگے دو تیتر، تیتر کے پیچھے دو تیتر۔ آگے تیتر پیچھے تیتر۔ تم بتلاؤ کتنے تیتر۔
۹- بے چارے ایسے واقعہ سے بے بس ہو گئے ہیں (بے ترتیب)
۱۱- اس ملک میں تو جرمنی کا ... ہی ہو گیا
۱۲- شک کی جمع (بے ترتیب)
۱۵- اس کے بغیر پرند اُڑ ہی نہیں سکتا۔
۱۶- اُستاد:- اقبال تم دیر سے کیوں آتے ہو۔
اقبال:- ماسٹر ــــ اقبال دیر ہی سے آتا ہے۔
۱۹- منہ میں ..... ہوتا اگر + کھاتے غیروں کی ٹھوکریں کیوں کھاتے
۲۰- اہلِ یورپ میں اردو زبان پر سب سے بڑا احسان ڈاکٹر گلکرسٹ کا ــــ

اُوپر سے نیچے

۱- کتنی خوشی کی ... ہے کہ جامعہ کی دسویں جماعت کی سند کو سرکاری طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔
۲- (۹ ، ۸) الفاظ میں (بے ترتیب)
۳- آدھا دادا
۴- وہ لفظ جو غزل یا قصیدے میں قافیے کے بعد بار بار آتا ہے۔
۵- اگر چاول بہت اچھے نہ ہوں تو پھر اس کے پکانے کا مزہ نہیں
۷- ایک ... انچ کا ہوتا ہے۔
۱۰- بعض حرف یہ ہیں جو جلنے کی وجہ سے مر جاتے ہیں۔
۱۲- آج کا کام ... پہ چھوڑنا چاہئیں۔ (اُلٹا)
۱۳- آج کل اچھا ... مشکل سے ملتا ہے۔
۱۴- شریر کے اس سے بچتے ہی رہنا چاہئے۔
۱۷- اپنے آدمی سے زیادہ گھلنے ملنے کا نتیجہ اکثر اچھا نہیں ہوتا۔
۱۸- جس کے سر پہ تاج ــــ کے سر میں کھاج (اُلٹا)

[illegible]

مزے مزے کے کھیل

مشتاق احمد اعظمی

پچھلے مہینے چوکور ٹکڑوں سے کچھ شکلیں بنانے کی ترکیب بتائی تھی۔ اِس مہینے یہ چند نمونے اور بتائے جاتے ہیں۔

یہ نمونے کاغذ کے مثلث، مربع اور لمبوترے ٹکڑوں سے بنائے گئے ہیں۔ کاغذ ایک طرف رنگا ہوا ہے۔ ایسے ہی چھوٹے چھوٹے خوب صورت نمونے بنا کر اگر تم اپنی کتاب کے سرورق پر چپکا لو تو کتنا خوب صورت معلوم ہو

مکتبہ جامعہ
کی
بچوں کی کتابیں

قصے کہانیاں

ننھا منّو۔ ایک بکری کے بچے کی دلچسپ کہانی پہلے درجے کے لئے ۳ر

لومڑی اور خرگوش کی لڑائی۔ بالکل چھوٹے بچوں کے لئے مزیدار کہانی ۳ر

جادو کا گھر۔ ننھی عمر کے بچوں کے لئے ۴ر

بندر اور نائی۔ پہلے درجے کے بچوں کے لئے ۸ر

ڈرامے

چور لڑکا ۴ر بچوں کے مشہور ڈراما نگار جناب عبدالغفار صاحب
چھوٹا لڑکا ۴ر مدہولی کے دو نئے ڈرامے - ۳ر، ۴ر

نظم

ننھی کہانیاں۔ بچوں کے شاعر حضرت محمد شفیع الدین نیر کی ننھی منی نظموں کا مجموعہ بالکل انوکھے انداز میں۔ ۹ر

معلومات

قدرت کے کرشمے۔ ہوا، بادل، بجلی وغیرہ کی باتیں نہایت دلچسپ انداز میں بیان کی گئی ہیں۔

باغبانی۔ گھریلو مشغلے کے طور پر پھول اور سبزیوں، ترکاریوں وغیرہ کے بونے، اگانے پر مفید اور کارآمد باتیں ۶ر

سونے کی چڑیا۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ پہلے زمانے میں ہمارے ملک میں کیسی کیسی مفید صنعتیں رائج تھیں ۸ر

بڑدادا کی کہانی، ہندوستان کے چند تاریخی مقامات کے حالات دلچسپ کہانیوں کے انداز میں ۶ر

لڑائی کے ہتھیار آج کل کے ہتھیاروں کے حالات نہایت سلجھے ہوئے اور دلچسپ انداز میں۔ ۶ر

ہماری زمین۔ ہماری زمین کیا ہے۔ کیسے بنی۔ کیسے آہستہ آہستہ آباد ہوئی اور موجودہ حالات کو پہنچی کہانی کے انداز میں۔ ۸ر

دلی کی پرانی عمارتوں کا حال بچوں کے لئے۔ ۸ر

صحت و صفائی۔ صحت و صفائی کے بارے مفید باتیں کہانیوں کے انداز میں ۶ر

مذہبی کتابیں

اسلامی عقائد ۳ر ہمارے نبی ۴ر آں حضرت ۶ر
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں اول ۸ر قرآن پاک ۱۰ر
خلفائے اربعہ ۸ر مسلمان بیبیاں ۶ر

مکتبہ جامعہ
دہلی۔ نئی دہلی۔ لاہور۔ لکھنؤ۔ بمبئی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۹۶۱

جلد | فہرست مضامین۔ اپریل ۱۹۴۵ء | نمبر ۴

قیمت سالانہ سے ر
فی پرچہ ۴ ر

8 Mohd Alam.

بچّوں سے باتیں

(ایڈیٹر)

ایس محمد عالم طالب علم
ہفتم کلاس ایم بی مڈل اسکول
باڑہ ہندو راؤ دہلی

مارچ کا پرچہ تمھیں مل گیا ہوگا۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم اسے مارچ ہی میں تمھارے پاس بھیج سکیں گے۔ مگر چھپائی کی دشواریوں کے سبب یہ خیال بس خیال ہی رہا

بہرحال یہ پرچہ تو غالباً شروع اپریل میں تمھیں مل ہی جائے گا۔ اور اس کے بعد امید تو یہی ہے کہ رسالہ وقت پر آجائے گا۔

رسالے کی چھپائی کے سلسلے میں ہمیں مکتبے کے کارکن جناب محمد منظور حسن صاحب فاروقی سے بہت مدد ملی۔ انھی کی دوڑ دھوپ سے پچھلے پرچے اتنی جلدی جلدی چھپ سکے اور اگر پیام تعلیم وقت پر چھپنے لگا تو یوں سمجھو کہ انھی کی محنت و کوشش کی بدولت۔

کہتے ہیں جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے تو بھی یہ بات کچھ ہے تو ٹھیک۔ پچھلے پرچے بہت جلد جلد تیار ہوئے اس جلدی میں بعض بڑی بڑی غلطیاں ہوگئیں مثلاً:-

بچّوں کی کوششوں کے سلسلے میں ایک ہی مضمون (صحبت کا اثر) دوبارہ چھپ گیا۔ فروری اور مارچ کے پرچوں میں معمّے کے قواعد نہ چھپ سکے۔ مزے مزے کے کھیل میں تصویروں پر نمبر نہیں پڑے۔ عبارت بھی کہیں کہیں غلط ہوگئی۔ پیام برادری قرول باغ کی روداد میں صدر کا نام۔ ستندر ناتھ امن تھا اس کی جگہ محمد حفیظ چھپ گیا۔

دانتوں والا مضمون اس پرچے میں ختم ہوگیا اگلے پرچے میں اسی قسم کا ایک اور مضمون چھپے گا۔ یہ بھی تمھیں بہت پسند آئے گا

اس پرچے میں پنسلین، کلوروفارم، آپس کا برتاؤ، وقت ہو گیا، نئے مضمون ہیں اور بہت مفید و دلچسپ

آپس کا برتاؤ ہماری درخواست پر محترمہ صالحہ عابد حسین نے مرحمت فرمایا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہماری پیامی بچیاں اسے بہت پسند کریں گی۔ گنجائش کی کمی کے سبب ہم نے اسے کچھ مختصر کر دیا ہے۔

ایک گائے اور گدھا

قمر احمد فاطمی حمیدیہ کالج الہ آباد

بہت تیز گرمی بہت تیز لو تھی
تھکی ماندی اک گائے گرمی کے مارے
وہاں اک گدھا اس نے موجود پایا۔
کہا دیکھتے ہی بڑی بی سلام!
ہوئی خوش کہ دکھڑا سناؤں گی اپنا
لگی کہنے رو کر کہوں کیا میں بھیا؟
شکایت مجھے صرف انسان سے ہے
ضرورت ہے کیا دودھ اس کو پلاؤں
مرے دودھ ہی کی تو برکت ہے بھائی
یہ سن کر گدھا وہ متانت سے بولا
بہت کچھ ہے انسان کا تم پہ جبا
چراگاہیں انساں ہیں تیار کرتے
جو گھر آئیں، پھر کر، تو دے ہم کو چارا
بتاؤ تو تم خود یہ انصاف ہوگا
نصیحت گدھے کی بھی کیا کارگر تھی

ابھی دو بجے تھے، تھا ماہِ جولائی
پریشان پہنچی جو گنگا کنارے
جو پہلے سے تھا پانی پینے کو آیا
بہت دن پہ دیکھا، کہاں ہے قیام
یہ موقع بہت دن کے بعد ہاتھ آیا
بہت سخت دل، بے وفا ہے یہ دنیا
سدا دشمنی جس کو حیوان سے ہے
دولتی چلاؤں نہ سر کو ہلاؤں
یہ مکھن، یہ آئس کریم اور ملائی
بہن! میرا کہنا برا تو لگے گا
ممتی سچ کہو ہے بچا کوئی حیواں
جہاں پر ہری گھاس ہم سب ہیں چرنے
ہمیشہ نگہباں رہے وہ ہمارا
عوض اس کا انسان کو کچھ نہ دینا
ہوئی گائے چپ بات یہ پُر اثر تھی

کہا ہے کسی نے بہت ٹھیک لڑکو!
نصیحت ہو ناداں کی بھی تو مانو

کلّو راجہ

محمود الحسن
استاد تعلیمی مرکز

کہتے ہیں کسی راجا کے راج میں ایک گاؤں تھا۔ اُس گاؤں میں ایک کمھار رہتا تھا۔ کلّو اُس کا نام تھا۔ بچارا غریب تھا۔ اس کی بس ایک بوڑھی ماں تھی۔ اور کوئی نہ تھا۔ باپ مر چکا تھا۔ ماں نے نہ معلوم کیسے کیسے کلّو کو پالا تھا کلّو سیانا ہوا تو باپ کی طرح جی جان سے محنت کرنے لگا۔ ماں دعائیں مانگتی رہتی کہ اللہ میرے کلّو کو تندرست رکھنا تاکہ وہ محنت کرکے اپنا پیٹ پال سکے۔ اللہ میاں! کلّو نکما اور نکھٹو نہ ہو جائے۔ اور دوسروں کی محنت اور ٹکڑوں کا آسرا نہ تکنے لگے تم جانو، ماں کی دُعا تو دل سے نکلتی ہے۔ اور جو دعا دل سے نکلے وہ دیر سویر قبول ضرور ہوتی ہے۔

کلّو منہ اندھیرے اُٹھتا اپنے گدھے کو لے کر کہیں دور نکل جاتا وہاں سے مٹی کھودتا گدھے پر لادتا۔ اُس کو ہانکتا ہوا اپنے گھر آ جاتا۔ گھر آکر گدھے کو چھوڑ دیتا۔ وہ اِدھر اُدھر جا کر چرتا۔ کلّو اپنی مٹی کو بھگوتا۔ پانی لا لا کر چھڑکتا جب مٹی میں لوچ پیدا ہو جاتا، اُس کو گوندھتا گوندے بنا بنا کر اپنے چاک کے پاس رکھ لیتا اور گنگنانے لگتا۔

کلّو چاک پھراتا جاتا، برتن بناتا جاتا اور گاتا جاتا۔ خوب صورت سی ہانڈیاں بناتا پیالے بناتا۔ چار کی پیالیاں بناتا۔ رکابیاں بناتا، گل دان بناتا، دیوٹے بناتا۔ روٹی رکھنے کا چھل بناتا، اچھے اچھے گھڑے بناتا صراحیاں بناتا۔ بنا بنا کر ایک طرف رکھتا جاتا۔ پھر ایک تھپنی سے ان کو تھپ تھپ کرکے ٹھیک کرتا دھوپ میں سکھاتا۔ پھر کوڑا کرکٹ اِدھر اُدھر سے جمع کرتا، گھر لاتا، آوا بناتا، سب سے نیچے اُپلے رکھتا، پھر کوڑا کرکٹ اس کے اوپر۔ برتنوں کو ایسے چُنتا جیسے طاق میں چیزیں رکھتے ہیں۔ پھر اوپر سے کوڑا ڈال دیتا۔ اور آگ لگا دیتا۔ دھواں اُٹھتا گھٹ گھٹ کر

سہ جاتا۔ تین چار دن میں جب اس کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی وہ اپنے برتنوں کو نکالتا، بجا کر دیکھتا۔ وہ بجتے۔ ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن جیسے روپے۔ ان برتنوں ہی سے وہ روپے کمائے گا ان سے گھر کا سودا سلف لا کر اپنی اماں کو دے گا مرچ، ہلدی، دھنیا، تیل، نمک، دال لکڑی اپنی اماں کو دے گا۔ گھر کا سارا کام کاج ماں ہی کرتی۔ بیچاری بوڑھی گھسٹتی جاتی اور کام کرتی جاتی۔ مسالہ پیستی، آگ جلاتی، ہنڈیا پکاتی اور روٹی پکاتی۔ جب کھانا تیار ہو جاتا تو آواز دیتی "بیٹا کلّو آؤ، ذرا سی روٹی کھا لو بھوک لگی ہو گی۔ صبح سے کام کرتے کرتے تھک بھی گئے ہو گے" کلّو کہتے "اماں ابھی آتا ہوں، ذرا دو چار رکابیاں اور بنا لوں نہیں تو مٹی سوکھ جائے گی" ماں پھر اپنے کام دھندے میں لگ جاتی۔ جب اُسے پھر ہوش آتا۔ کہتی "بیٹا کلّو دیکھو نا کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔ کھا لیتے!" کلّو کہتے "اچھی اماں بس ابھی آتا ہوں" کلّو اپنا سارا کام ختم کر لیتے تو اُٹھتے۔ ہاتھ مُنہ دھوتے کہنیوں تک ہاتھ اور گھٹنوں تک پاؤں دھوتے اماں سے کہتے "اماں کہاں رکھی ہے روٹی" اماں کہتی "بیٹا میں نے وہیں چھینکے پر رکھ دی ہے۔ اتار لو"

پینٹھ کے دن کلّو اپنے برتنوں کا بڑا سا چھبڑا بھر بازار میں جا بیٹھتے۔ ان کی چیزیں اچھی خوب صورت اور مضبوط ہوتیں اور ہاتھوں ہاتھ بک جاتیں۔ اُن کی ہنڈیاں تو برسوں چلتیں باپ خریدے، بیٹا برتے۔ بعض دفعہ تو پینٹھ کے لئے کچھ نہ بچتا۔ سب گھر پر بک جاتا۔ لوگ گھر پر آتے، آواز دیتے "کلّو کی ماں، کلّو کی ماں ہمیں ہنڈیا دے دو۔ ایک ٹھنڈے پانی کا گھڑا دے دو۔ اور ہاں ایک صُراحی دے دو" لوگ بار بار تو ٹا پھیری کرتے "کلّو کی ماں یہ نہیں دوسری لا دے دو، دوسری نہیں تیسری دے دو" کلّو کی ماں چڑچڑی نہ تھی۔ وہ خفا نہ ہوتی تھی بیچاری بڑھیا چلا پھری میں تھک جاتی بعض دفعہ تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھ رکھ کر اٹھتی اور کہتی "مرے اللہ اس بڑھاپے کو آبرو سے کاٹ دینا"

جب کوئی تیوہار آتا تو کلّو کو اور زیادہ محنت کرنی پڑتی۔ برتن بھانڈوں کے علاوہ بال بچوں کے لئے کھلونے بھی بنانے پڑتے۔ نہیں تو بچے اس کا ناک میں دم کر دیتے۔ "کلّو بھیا اب کی دفعہ تم نے شیر نہیں بنایا۔ گائے نہیں بنائی۔ اچھا مجھے ہرن دینا۔ ایک مور لینے آؤں گا۔ ایک بلّی بنا دینا۔" کلّو کہتے "ہاں میاں بنا دوں گا۔"

کلّو سیب بناتے، انار بناتے، کیلے بناتے، بھٹے بناتے، کریلے بناتے۔ ہاتھی، اونٹ گھوڑے گائے، بیل، کتے، بلّی، نیل گاؤ، مور، بھالو، بندر، گوالن۔ سپاہی راجہ، وزیر سبھی کچھ بناتے۔ بچے تو ان سے لپٹ لپٹ جاتے ان کے پاس جمگھٹ لگا رہتا۔ میلے اور تہواروں میں عید، ہولی یا دیوالی میں تو کلّو کی دکان کی جتنی بکری ہوتی، کاہے کو کسی کی ہوتی ہوگی۔

ایک دفعہ کی بات ہے برسات کے دن تھے کلّو اپنے چھپر میں بیٹھے حلم پی رہے تھے۔ پانی چھم چھم برس رہا تھا، بجلی کڑک رہی تھی۔ بچارے کو اگر کچھ آرام ملتا تو صرف برسات میں۔ ان دنوں اگر وہ برتن بناتا تو سوکھتے اور پکتے کیسے۔ برسات میں وہ بیٹھا بیٹھا گھڑوں پر پھول پتیاں بنایا کرتا تھا اور گھڑے رنگا کرتا تھا۔ برسات میں صرف اس کا یہی کام تھا

ہاں تو کلّو کی ماں نے کہا "بیٹا کلّو، ذرا دیکھنا گدھا کہیں باہر تو نہیں چلا گیا، کلّو نے حلم الٹ دی اپنے پھٹے ہوئے کالے کمبل کی گھگیا بنائی، ڈنڈا لیا اور گدھے کو دیکھنے نکل پڑے

نہ جانے کہاں کہاں دیکھتے پھرے، گھوروں پر دیکھا، چھپروں میں دیکھا، چوپال پر لوگوں سے پوچھا کہیں پتہ نہ چلا۔ اب تو کلّو بہت گھبرائے۔ ایک گدھا اور وہ بھی کام کا۔ نہ معلوم کہاں چلا گیا۔ اگر نہ ملا تو کیا ہوگا۔ سر پر مٹی لاد کر لانی ہوگی۔ اگر مٹی سر پر لائے بھی تو کتنے پھیرے کرنے ہوں گے، اور کتنی مٹی آئے گی سوچتے جاتے تھے اور ادھر ادھر ڈھونڈتے جاتے تھے۔ پانی تھا کہ برسے جاتا تھا اور گلیوں میں تو نہریں سی بہہ رہی تھیں۔ جب گاؤں میں اس کا کہیں پتہ نہ لگا تو یہ سوچنے لگے کہ کم بخت کہیں جنگل کی طرف نہ نکل گیا ہو۔ کلّو اسی دُھن میں جنگل کو چل پڑے۔ باغ دیکھے۔ پیڑوں کے جھنڈ دیکھے۔ جھاڑیاں دیکھیں۔ چاروں طرف دیکھا کہیں بھی اس کا پتہ نہیں۔ چلتے چلتے ان کو اتنا بھی تو پتہ نہ رہا کہ دن کتنا گذرا، اور برسات کے دن تو نہ دن معلوم ہوں نہ رات۔ انھوں نے جو چاروں طرف آسمان کو دیکھا تو گھٹا ٹوپ اندھیاری ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آدھی رات ہے۔ اور واقعی رات ہو بھی گئی تھی۔ اب تو کلّو بہت گھبرائے کہ گھر کیسے پہنچیں گے۔

(باقی آئندہ)

ٹیگور اور اقبال

از ابوالنصر فیروز۔ ساج ہاٹ، گیا

ٹیگور اور اقبال گو دونوں ہی بڑے تھے
پر ابا یہ کہتے تھے کہ اقبال بڑا ہے

ٹیگور کی باتیں ہیں سب اگلوں کی پرانی
اقبال ہر اک فکر میں دنیا سے لڑا ہے

ٹیگور کی نظریں ہیں کہ اٹھتی نہیں اوپر
اقبال ہمالہ کی بلندی پہ کھڑا ہے

ٹیگور ہیں بے بس کی طرح قید میں روتے
اقبال ہے کنجشک پہ شاہیں سے لڑا ہے

اقبال ہے ہر جنگ کے پیغام پہ تیار
کیوں جبر سہے اوروں کا کون اس سے بڑا ہے

اقبال یہ کہتا ہے کہ دنیا سے لڑو تم
ہرگز نہ رہو دبکے اگر ساتھ پڑا ہے

اقبال کی نظروں میں یہ دنیا ہے ذرا سی
اقبال کا تو عزم کہیں اس سے بڑا ہے

تمھارے دانت

ڈاکٹر گنیش داس سچدیو

غفور :- ڈاکٹر صاحب کیا کھانے پینے کا اثر بھی دانتوں پر پڑتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب۔ بہت پڑتا ہے۔ غذا، خوراک یا کھانے پینے کی چیزیں طرح طرح کی ہوتی ہیں۔ مثلاً جن میں نشاستہ اور شکر ہو۔ روٹی اور ہر قسم کی مٹھائیاں اسی قسم میں شامل ہیں یہ دانتوں کے لئے بہت مضر ہیں۔ ان کے ذرے تھوک کے ساتھ مل کر سڑتے ہیں تو ایک قسم کا تیزاب بن جاتا ہے اسے کیلاٹک ایسڈ کہتے ہیں۔ اس تیزاب سے دانتوں کے بہت سے مرض پیدا ہوتے ہیں۔

مہیش :- تو کیا ڈاکٹر صاحب ہمیں مٹھائی وغیرہ سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر صاحب :- اس بارے میں میں ابھی بتاتا ہوں، ہاں اور دوسری چیزیں وہ ہیں جن میں روغنیت ہوتی ہے۔ مثلاً تیل، چربی بادام روغن وغیرہ۔ یہ دانتوں کے لئے مفید ہیں۔ ان سے دانت چکنے ہو جاتے ہیں اور تیزاب یا اور مضر چیزیں ان میں چمٹنے نہیں پاتیں۔

تیسری قسم پروٹین والی خوراکوں کی ہے مثلاً گوشت اور مٹر وغیرہ۔ یہ چیزیں عام طور پر مضر سمجھی جاتی ہیں۔ مگر کم سے کم دانتوں کے لئے تو یہ مضر نہیں۔ ان چیزوں کے ذرے تھوک سے مل کر سڑتے ہیں تو تیزاب نہیں بنتا۔ بلکہ الکلی یا کھار بنتا ہے۔ دانتوں کی بناوٹ میں الکلی زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان چیزوں سے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

چوتھی قسم میں پانی اور کانوں سے نکلنے والی چیزیں شامل ہیں۔ ان سے دانتوں کو نہ تو کوئی نقصان پہنچتا ہے۔ نہ فائدہ

ترپاٹھی :- تو پھر ڈاکٹر صاحب وہی پہلی قسم کی چیزیں

مضر ہیں جن میں نشاستہ اور شکر ہوتی ہے۔
ڈاکٹر صاحب :۔ اور کیا۔ اور اسی قسم کی چیزیں ہم بہت کھاتے ہیں۔ مگر اس معاملے میں بھی قدرت ہم پر بہت مہربان ہے۔ تمام نشاستے والی چیزوں مثلاً گنے، گیہوں، میٹھے پھلوں اور سبزیوں میں ریشہ ضرور ہوتا ہے اس لئے یہ چیزیں اگر اپنی قدرتی حالت میں کھائی جائیں تو ان ریشوں کی وجہ سے کاربوہائڈریٹس کے اجزا دانتوں میں نہیں چمٹتے نہ دانتوں کو نقصان پہنچتا ہے۔
غفور :۔ یہ بات تو کچھ سمجھ میں نہیں آئی ڈاکٹر صاحب!
ڈاکٹر صاحب :۔ نہیں سمجھے؟ اچھا تو دیکھو جب تم گنا، ساگ یا کوئی اور ریشے دار پھل یا ترکاری کھاتے ہو تو تمھیں اپنے دانت کھردرے اور صاف معلوم ہوتے ہیں۔ آپ یہی چیزیں چینی، کھانڈ، مٹھائی، کیک پیسٹری کی شکل میں کھائی جائیں تو دانتوں پر ان کا ایک باریک سا غلاف چڑھ جاتا ہے۔ یہی غلاف منھ کے تھوک کے ساتھ سڑتا اور الیکٹک ایسڈ پیدا کرتا ہے۔
ترپاٹھی :۔ (غفور کی طرف دیکھ کر) ہاں ڈاکٹر صاحب! یہ بات تو آپ نے بالکل ٹھیک بتائی۔ ہم جب کبھی مٹھائی وغیرہ کھاتے ہیں تو دانتوں پر کسی چیز کی ایک ہلکی سی تہہ جم جاتی ہے۔
ڈاکٹر صاحب :۔ بات یہ ہے کہ آج کل کی تہذیب اور شائستگی ہماری غذا میں سے ان ریشے دار اجزا کو برابر کم کر رہی ہے، اب ہم گنوں اور میٹھے پھلوں کی جگہ مٹھائیاں اور کیک پیسٹری زیادہ پسند کرتے ہیں۔ پہلے ہمارے ملک میں ہاتھ کی چکی کے پسے ہوئے موٹے آٹے کی روٹی عام طور پر کھائی جاتی تھی۔ اب ہمیں ڈبل روٹی یا مشین کے پسے ہوئے آٹے اور میدے کی چپاتیاں زیادہ بھاتی ہیں۔ آٹے کا ریشے دار حصہ کچھ تو مشینیں پیس ڈالتی ہیں، کچھ چھان کر الگ کر دیا جاتا ہے۔
غفور میاں نے یا شاید کسی اور لڑکے نے ابھی ابھی حبشیوں کا ذکر کیا تھا۔ ان حبشیوں کی غذائیں عموماً قدرتی ہوتی ہیں گنا، مولی، گاجر اور ہر قسم کی سبزیاں یہ عموماً کچی ہی چبا جاتے ہیں اور ان وحشی لوگوں کے دانت ان چیزوں کو کھاتے وقت ہی صاف ہو جاتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں آج کل کے کیک اور پیسٹری کھانے والے مہذب لوگ، چاہے کتنے ہی منجن اور پیسٹ

ستعمال کریں، ان چیزوں پر شوں کی کمی کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔

آخر میں میں تمہیں یہی نصیحت کروں گا کہ روزانہ صبح شام اپنے دانت صاف کرو۔ مٹھائیوں، اور آئس کریم وغیرہ سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کرو۔ اُن کی جگہ پھل، کچی ترکاریاں، اور موٹے آٹے کی روٹی کھاؤ پھر دیکھو تمہارے دانت کیسے مضبوط اور تمہاری تندرستی کیسی اچھی رہتی ہے۔

لڑکے کچھ اور پوچھنا چاہتے تھے کہ گھنٹہ بج گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے گھڑی دیکھی پھر ماسٹر صاحب کی طرف دیکھا اور بولے، مجھے لڑکوں نے آج ایسی باتیں چھیڑدیں کہ پانچ منٹ کی جگہ پورا گھنٹہ ختم ہو گیا......

ماسٹر صاحب نے بات کاٹ کر کہا "مگر ڈاکٹر صاحب آپ نے آج باتیں بھی تو ایسی ایسی بتائیں، جن سے یہ بچے تو بچے ہم بڑے بھی بے خبر تھے۔

ہمارا خدا اتنا پیارا خدا ہے

شب و روز اپنا سہارا خدا ہے

تلاطم میں نیّا اگر ہو تو کیا غم

سہارا خدا ہے کنارا خدا ہے

نہ ہو رات کو گر فلک نور افشاں

اولوالعزم ہو تو سہارا خدا ہے

مصیبت ہراساں کرے ہم کو کیوں کر

کہ مشکل کشا اپنا پیارا خدا ہے

نہ ہے اس جہاں میں نہ عقبیٰ کی کچھ ڈر

یہاں بھی وہاں بھی ہمارا خدا ہے

امیر اُن سے کہدے نہ بھولیں خدا کو

کہ ہر امتحاں میں سہارا خدا ہے

پردیسی بچّے کی یاد

شاد محی الدین خاں فریدی، رام پور

اے چھوٹے سے کم سن میرے
صدقے ہو جائے ماں تیرے

جب سے پردیس سدھارا
یاد نے تیری مجھ کو مارا

صورت تیری بھولی بھالی
نظروں میں بس جانے والی

میٹھی باتیں اور وہ باتیں
جن پر صدقے دن اور راتیں

تیری عادت کے ہیں قرباں
تیری صورت کے ہیں قرباں

لازم تھی اے جان پڑھائی
ورنہ میں اور تیری جدائی

مرجاتی منظور نہ کرتی
آنکھ سے تجھ کو دور نہ کرتی

سن اے میری آنکھ کے تارے
سن اے میرے دل کے سہارے

پڑھنا اور اب دل سے پڑھنا
کھیل میں ضائع وقت نہ کرنا

کہنا یہ ہے جب گھر آنا
علم کی دولت لے کر آنا

وقت ہی کیا؟

محمد انس علی گڑھ

سبز پری کی کہانی ختم ہوئی تو منصور میاں اور ملک میاں سوچنے لگے۔ یہ دونوں عجیب لڑکے ہیں۔ صبح ہو یا شام، دن ہو یا رات جہاں مجھے خالی بیٹھے دیکھا اور آ دھمکے اور پھر وہی فرمائش "بھیا ایک کہانی سنا دیجئے۔" اب لاکھ خوشامد کیجئے ڈانٹیے ڈپٹیے کیا مجال جو ٹل جائیں۔ خیر دن کو تو میں کسی نہ کسی طرح پیچھا چھڑا لیتا ہوں "بھئی دن کو کہانیاں کہنے سے بے چارے مسافر راستہ بھول جاتے ہیں۔ یا اسی قسم کا کوئی بہانہ تراش لیتا ہوں لیکن رات کو جان بچانی مشکل ہو جاتی ہے۔ اچھا صاحب یہاں تک بھی کوئی بات نہیں لیکن روزانہ سبز پری کی کہانی سنے بغیر ان لوگوں کو چین ہی نہیں آتا۔ اچھی سے اچھی کہانی سنا دیجئے لیکن ہر کہانی کے بعد سبز پری کی کہانی کی فرمائش ضرور ہوگی۔ پوچھیے سیکڑوں، ہزاروں مرتبہ سن چکے۔ نئی نئی کہانیاں سنو تو مزا بھی آئے۔ لیکن یہ بات بھلا ان لوگوں کی سمجھ میں کیوں آنے لگی۔

جب یہ لوگ خرّاٹے لینے لگے تو میں نے ذرا اطمینان کا سانس لیا۔ بی فریدہ ابھی تک جاگ رہی تھیں۔ رات کافی گذر چکی تھی۔ میں نے وقت معلوم کرنا چاہا۔ کمرے میں ادھر اُدھر نظر دوڑائی۔ پر گھڑی نظر نہ آئی میں نے بی فریدہ سے پوچھا "کیوں بھئی گھڑی کیا ہوگئی؟"

فریدہ بولیں "وہ کیا الماری پر رکھی ہے۔"

الماری کافی دور تھی۔ میں اتنی دور سے وقت معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ اور گرم گرم لحاف سے نکلنا بھی منظور نہ تھا۔ میں نے ایک ترکیب سوچی۔ فریدہ کو میں نے آٹھ دس دن گذرے گھڑی سے وقت معلوم کرنے کا طریقہ سکھایا تھا میں نے سوچا اُن سے وقت پوچھوں تو اُن کا امتحان بھی ہو جائے گا اور مجھے اُٹھنا بھی نہ پڑے گا۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ زبیر میاں کمرے میں ٹھٹھرائے داخل ہوئے۔ ہاتھ میں ایک کاپی اور پنسل سنبھال رکھی تھی اور چہرے سے ذرا پریشان سے معلوم ہوتے تھے۔ میں نے ان

سے پوچھا "بھئی زبیر میاں کیا وقت ہوگا؟"
کہنے لگے۔ "ابھی تو کوئی زیادہ وقت نہیں
گذرا ہے۔ شاید ساڑھے دس بجے ہوں"
میں نے کہا "کچھ پریشان سے معلوم ہوتے
ہو کیا بات ہے؟"
بولے "ایک گھنٹے سے اس منحوس سوال
کو حل کر رہا ہوں۔ ہر مرتبہ غلط ہو جاتا ہے۔ ذرا اسے
سمجھا دیجیے۔"
میں نے کہا "اچھا بھائی اطمینان سے اوڑھ
لپیٹ کر بیٹھو، ذرا دماغ گرم ہو جائے تو سوال
جلد سمجھ میں آ جائے گا۔"
وہ بیٹھتے ہوئے بولے "خدا جانے اس
ریاضی کی ایجاد کس کم بخت نے کی تھی۔ آخر اس
مضمون کے بغیر دنیا میں کون سی کمی رہ جاتی۔ وہ
شخص مجھے مل جائے تو گولی مار دوں۔"
میں نے کہا "حضرت ریاضی کے بغیر دنیا میں
کمی تو بہت بڑی رہ جاتی۔ لیکن پہلے تم یہ سوال
سمجھ لو پھر ...."
سوال کچھ کام اور وقت پر تھا اسے تو
میں نے انھیں حل کر کے بتا دیا اور وہ اچھی طرح
سمجھ بھی گئے۔ لیکن جب میں نے اُن سے پوچھا کہ
زبیر میاں ذرا یہ تو بتایئے وقت کسے کہتے ہیں؟" تو ذرا
گھبرا گئے۔ پھر کچھ سوچ کر کہنے لگے۔

"وقت ...... وقت کہتے ہیں ...... اں
...... بھئی وقت تو وقت کو کہتے ہیں ......
بھلا یہ بھی کوئی سوال ہوا ...... آپ بھی بھائی
جان عجیب آدمی ہیں۔"
فریدہ بولیں "لو بھئی آپ کو اتنے معمولی
سوال کا بھی جواب نہیں آتا۔"
زبیر میاں اتنی معمولی سی بات پر اپنی قابلیت
کی توہین کیسے برداشت کر لیتے۔ جھنجھلا کر بولے
"اچھا تو آپ ہی بتا دیجیے ذرا ...... بڑی
قابل بنتی ہیں بے چاری۔"
فریدہ ایک دم سے بولیں "گھڑی کی سوئی
گھومنے کو وقت کہتے ہیں۔"
زبیر میاں کہنے لگے "اور جو گھڑی کی سوئی
نہ چلے۔ اگر گھڑی بند ہو جائے تو ......"
فریدہ نے جلدی سے جواب دیا "تو دوسری
گھڑی سے وقت معلوم کر لیا جائے گا۔"
زبیر میاں نے پھر ٹوکا "اور جو دنیا کی سب
گھڑیاں بند ہو جائیں۔"
اب تو فریدہ کی سمجھ میں بھی کوئی جواب نہ آیا
بے چاری میری طرف دیکھنے لگیں۔
میں نے کہا "لو بھئی۔ میں بتاتا ہوں۔ اس
سوال کا جواب اتنا آسان نہیں ہے جتنا معلوم
ہوتا ہے۔ اچھا سنو۔"

ہم کسی سے پوچھیں کہ کیا وقت ہوگا تو وہ اندازاً یا گھڑی دیکھ کر ہمیں بتا دے گا کہ دو بجے ہیں یا چار بجے ہیں یا آٹھ بج چکے ہیں۔ اچھا بی فریدہ ایک بات تو بتاؤ" ہم رات کو کے گھنٹے سوتے ہیں ؟" فریدہ بولیں: "سات یا آٹھ گھنٹے "

میں نے کہا" ٹھیک ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہم رات کو سات یا آٹھ گھنٹے کا وقت سونے میں صرف کرتے ہیں۔

اچھا، زبیر میاں اب آپ بتائیے آپ کی کیا عمر ہوگی ؟

انھوں نے بھی فوراً جواب دیا" دس سال"

میں نے کہا" یعنی آپ کی پیدائش سے اب تک دس سال کا وقت گذر چکا ہے۔ تو گویا وقت اس زمانہ کو یا اس مدت کو کہتے ہیں جو دو کاموں کے بیچ میں ہو"

زبیر میاں کی سمجھ میں یہ بات آئی نہیں۔ میں نے کہا" مثلاً یوں سمجھو کہ رات کو سونے اور صبح کو جاگنے کے درمیان یا آپ کی پیدائش سے اب تک جتنا وقفہ یا دیر ہوئی ہے، اُسے وقت کہیں گے"

فریدہ کہنے لگیں" اور گھڑی سے کیا معلوم ہوتا ہے؟ وہ بھی تو وقت ہے؟"

میں نے جواب دیا" گھڑی تو وقت ناپنے کا ایک ذریعہ ہے۔ گھڑی کی سوئی گھومنے کو وقت نہیں کہتے۔ گھڑی وقت بناتی نہیں، بتاتی ہے۔ دیکھو نا گھڑی اکثر غلط چلنے لگتی ہے سست یا تیز تو اس کا مطلب یہ تھوڑا ہی ہوگیا کہ وقت تیز یا سست ہوگیا، بلکہ یہ کہ ہمارا وقت ناپنے کا جو آلہ ہے وہ خراب ہوگیا۔ جس طرح وقت ناپنے کے اور بہت سے ذریعے ہیں، اسی طرح ایک گھڑی بھی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ گھڑی ان سب سے اچھا آلہ ہے۔

زبیر میاں بولے:- "اچھا تو وقت ناپنے کا کوئی اور بھی آلہ ہے ؟"

میں نے کہا" وقت ناپنے کے ذریعے تو بہت سے ہیں۔ میں ابھی سب بتاؤں گا۔ لیکن قدرتی ذریعہ صرف ایک ہے۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ زمین گول ہے۔ اور لٹو کی طرح گھومتی ہے۔ اور اس طرح کا ایک چکر وہ چوبیس گھنٹوں میں لگالیتی ہے"

(باقی آئندہ)

بچّوں کی نظمیں

حمد

مریم بیگم مینا، بریلی

ہے تو ہی سارے جہاں کا خالق
تجھ ہی کو معبود جانتے ہیں
وہ راہ سیدھی دکھا دے مولا
چلے اس راستے سے ہم کو

ہے تو ہی روزِ جزا کا مالک
تجھ ہی سے امداد مانگتے ہیں
کہ جس پہ گزرے ہیں تیرے شیدا
نہ ہو جو مولا پسند تجھ کو

سبھی کے مالک سبھی سے اعلیٰ
ہماری حمد و ثنا سے بالا

دُعا

مسرت نسیم، اچھرہ - لاہور

کاش آزادی میسر ہو زمانہ شاد ہو
خاتمہ ہو ظلم کا اور ختم سب بیداد ہو

طائرِ دل قیدِ غم سے یا خدا آزاد ہو
پھر بہار آئے مری دنیا نئی آباد ہو

چہچہائیں پھر خوشی سے بلبلیں گلزار میں
فکرِ گلچیں بھی نہ ہو نے خطرۂ صیاد ہو

مولانا محمد شفیع الدین صاحب نیرؔ کی اصلاح کے بعد

ٹوٹ جائے بانیٔ بیداد کا سارا طلسم
طالبِ راہِ ہدیٰ کی غیب سے امداد ہو

فلک اپنا اور حکومت اپنی ہو خوشحال ہو
پھر زیارت چشمِ اہلِ دل ہاشاد ہو

بے وفاؤں سے جو امید وفا تھی اہلِ بزم
اے مسرت زندگی کیوں نہ اب برباد ہو

جاڑا

سیّد جابین الدین شمیم، مرادآباد

جاڑا آیا جاڑا آیا
دھوپ میں رہنا کھیل ہے سارا
پانی سے جی جل جاتا ہے
اوڑھے کوئی شال دوشالا
پھٹے پرانے کپڑوں والے
بازاروں میں اور سڑک پہ
بے چارا مزدور ہمارا

نئے کہانی قصّے لایا
پیارا لگتا ہے انگارا
شعلوں سے ٹھنڈک پاتا ہے
کوئی اوڑھے کمبل کالا
سر کو ہیں گھٹنوں میں ڈالے
کانپتے ہیں وہ تھر تھر تھر تھر
محنت کر کر کے وہ ہارا

شام کو جب ٹھٹھرا گھر آیا | کھانا بھی بھر پیٹ نہ کھایا
بستر پر کوئی نہ بچھونا | اب کٹھریا کا ہے کونا
برفی، پیڑا، گرم جلیبی | دیتی ہیں اماں جان ہماری
گرم گرم گاجر کا حلوا | ہم نے خوب ہی ڈٹ کر کھایا
گرما گرم مٹھائی میوے | جاڑے بیٹا کوئی مجھ کو دیدے

پھر تو ہم کو نہیں کچھ ڈر ہے
شوق سے جاڑا آ کر ٹھہرے

چاند

آصف سلطان، بریلی

آہا آہا نکلا چاند | کتنا پتلا سا ہے چاند
عید کی خوشیاں لایا ہے | پیغام مسرت ہے چاند
دیکھ لیا جب لوگوں نے | بولے ہاں جی ہے تو چاند
بچوں کو پھر دکھلایا | ان کو نظر جب آیا چاند
سب نے مل کر شور کیا | وہ ہے دیکھو وہ ہے چاند
سب ہی کا یہ پیارا ہے | کیسا اچھا ہے یہ چاند

ہر ہر سال یہ آتا ہے
عید کی خوشیاں لاتا ہے

مادر وطن سے عہد

ریاض حسین پرویز۔ انبالہ چھاؤنی

اے مادرِ وطن ہم تیرا ہی دم بھریں گے
سب جان و مال و دولت تجھ پر فدا کریں گے
بغض و حسد سے کر کے سینوں کی اب صفائی
سب پیار سے ملیں گے آپس میں بھائی بھائی
خدمت کریں گے تیری آٹھوں پہر ہمیشہ
تیرا ہی دم بھریں گے اب عمر بھر ہمیشہ
سمجھیں گے فرض اپنا سیوا سبھوں کی کرنا
الفت کی عمر جینا، الفت کی موت مرنا
گائیں گے گیت تیری الفت کے مل کے باہم
تیرے لئے مریں گے جھیلیں گے سختی و غم
مفسد سے فتنہ گر سے ہرگز نہ ہم ڈریں گے
کھیلیں گے جان پر ہم ماریں گے اور مریں گے
آپس میں مل کے قائم رکھیں گے شان تیری
کرتا ہے گا عزت سارا جہان تیری
پرویز کی دعا ہے اے دو جہاں کے والی
ہر ایک دل کو کر دے بغض و حسد سے خالی

مور

محی الدین واسع سرائے میر

آہا آہا کیا مور کھڑا ہے | اس کا تن پھولوں سے بھرا ہے
وہ دیکھو ٹیلے پہ کھڑا ہے | خوش ہو ہو کر ناچ رہا ہے
اس کے سر پر ہے اک تاج | کرتا ہے باغوں میں راج
اس کے پر بچوں کو ہیں بھاتے | ہیں یہ ان کے دل کو لبھاتے
مور ہے یہ اچھے پر والا | ہر پر پر ہے بوٹا نرالا

عبد العلیم شیرکوٹی

بحرِ روم میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے کارسیکا اس کو نقشے میں دیکھو اور دماغ میں اس کی تصویر بناؤ۔ آسمان کا رنگ سمندر کے رنگ کی طرح گہرا نیلا ہے۔ ہوا صاف اور ٹھنڈی ہے۔ بڑے بڑے پہاڑوں نے آسمان کو کاندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔ پہاڑوں کے ڈھال بہار کے موسم میں طرح طرح کے درختوں سے ہرے ہو جاتے ہیں۔ اسی جزیرے میں اجیشو نام کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔

آج سے قریب ڈیڑھ سو برس پہلے اجیشو کی ہموار سڑک پر صبح کے وقت ایک لڑکا آتا جاتا دکھائی دیتا تھا۔ اس کی عمر سات یا آٹھ برس کی ہوگی وہ دیکھنے میں بہت مضبوط اور ہوشیار معلوم ہوتا تھا۔ اس کی بغل میں کتابوں کا بستہ اور ناشتہ دان دبے ہوتے تھے۔ جس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ کسی اسکول میں پڑھنے جاتا ہے۔ اس لڑکے کا نام نپولین تھا۔ صبح کے وقت جب ہوا خوش گوار اور ٹھنڈی چلتی ہے اور ملائم دھوپ میں آدمیوں اور درختوں کے سایے سڑک پر لمبے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ پابندی کے ساتھ اسکول جاتا تھا۔

ایک دن وہ راستے میں سپاہیوں کی بارک کے پاس آ کر رک گیا۔ اس وقت اس کے ماتھے پر بل پڑے ہوئے تھے اور اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے ایک سپاہی کو جو دروازے پر بیٹھا اونگھ رہا تھا اپنا سب ناشتہ دے دیا اور اس سے کہا " اس کے بدلے مجھے اپنی روکھی سوکھی روٹی دو تاکہ مجھے اس کے کھانے کی عادت پڑ جائے میں بھی بڑا ہو کر سپاہی بنوں گا۔"

اس زمانے میں کارسیکا کے جزیرے پر فرانس کے لوگ حکومت کرتے تھے جو بہت ظالم تھے۔ نپولین نے جیسے ہی ہوش سنبھالا۔ ان لوگوں کے بے رحمی کے قصے اس کے کانوں میں پڑے۔ اس کو معلوم ہوا کہ کس طرح، جب وہ پیدا بھی نہیں ہوا تھا اس کی ماں کو اس کے گھر سے نکال دیا گیا تھا اور وہ ہماری وطن کے دوسرے بہادروں کے

ساتھ جنھوں نے ظالم فرانسیسیوں کو کارسیکا سے نکالنے کی کوشش کی تھی، جنگلوں میں ماری ماری پھری۔ شاید یہی وجہ تھی کہ نپولین کے دل میں سپاہی بننے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس کی ماں بہت عقلمند اور خوب صورت تھی۔ اس کی باتوں نے نپولین کے دل پر بہت اثر کیا۔ اس نے پکا ارادہ کرلیا کہ بڑا ہوکر یا تو وہ اپنے ملک کو آزاد کرائے گا یا اس کی تاریخ لکھے گا۔

۹ سال کی عمر میں نپولین کو فرانس کے ایک اسکول میں پڑھنے کے لئے بھیج دیا گیا۔ لیکن اس اسکول سے اس کو نفرت سی ہوگئی۔ وہ لڑکے جن کے ساتھ اس کو پڑھنا پڑا، فرانسیسی تھے اور امیر ظالم لوگوں کے رشتے دار اور عزیز تھے جو اس کے پیارے وطن پر حکومت کرتے تھے۔ نپولین ان کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ سب سے الگ اور خاموش رہنے لگا۔ مگر ساتھ ہی اس نے پڑھائی کی طرف سے دھیان نہیں ہٹایا۔ وہ دل لگا کر محنت کرتا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جب تک جلدی جلدی پاس نہیں ہوگا اس کو اس اسکول سے چھٹکارا نہیں مل سکتا۔ حساب میں وہ اپنے کلاس میں سب سے تیز تھا۔

رفتہ رفتہ نپولین پیرس کے فوجی اسکول میں پہنچ گیا۔ اس نے یہاں بھی بڑی محنت سے کام کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سولہ برس کی عمر ہی میں سب لفٹیننٹ ہوگیا۔ یہاں اس نے دوست کم بنائے مگر اس کو کتابیں پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ وہ کبھی خرید کر اور کبھی مانگ کر کتابیں پڑھا کرتا تھا۔ فرانس میں اس زمانے میں بہت اچھی اچھی کتابیں لکھی جارہی تھیں۔ ایک آدمی نے جس کا نام "روسو" تھا، ایک کتاب لکھی جو نپولین کو بہت پسند تھی۔ کتاب ان الفاظ سے شروع ہوتی تھی:۔

"تمام آدمی آزاد پیدا ہوئے لیکن اب وہ
ہر جگہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے
ہیں"

اس کتاب میں روسو نے نوجوانوں کو اکسایا تھا کہ وہ ان "زنجیروں" کو توڑ ڈالیں اور تمام دنیا کو آزاد کرادیں۔ نپولین کے دل میں ان الفاظ نے ایک جوش پیدا کردیا۔ اس نے سوچا کہ وہ بھی ان نوجوانوں میں سے ایک ہے جو لوگوں کو آزادی کے راستے پر لے جائیں گے۔

آج کل فرانس میں لوگوں کی حکومت ہے، ایسی حکومت کو "جمہوری حکومت" کہتے ہیں۔ جس بات اور جس قانون کو ملک کے تمام آدمی چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ مگر نپولین کے زمانے میں یہ بات نہیں تھی۔ اس وقت فرانس میں ایک بادشاہ حکومت

کرتا تھا، جو بہت ظالم تھا۔ وہ اپنی رعایا کے آرام اور بہبودی کا کوئی خیال نہیں رکھتا تھا۔ بادشاہ اور اس کی ملکہ ایک بہت بڑے محل میں رہتے تھے جو پیرس کے قریب ہی ایک مقام "ورسیلز" میں بنا ہوا تھا۔ اُن کی خدمت میں ہزاروں نواب اور ملازم دن رات لگے رہتے تھے۔ صرف شہزادی کی خدمت میں جس کی عمر سال ڈیڑھ سال سے زیادہ نہ ہوگی، اسّی سے زیادہ ملازم تھے۔ نوابوں کے مکانات محل کے چاروں طرف بنے ہوئے تھے ان کے حکم بجالانے کے لئے بھی سینکڑوں نوکر چاکر موجود رہتے تھے۔

ان بے کار باتوں اور تفریحوں میں بہت روپیہ خرچ ہوتا تھا۔ جو کسانوں، دکانداروں اور دوسرے غریب لوگوں سے وصول کیا جاتا تھا۔ یہ بچارے ٹیکس دیتے دیتے مفلس ہوگئے کسانوں کے پاس رہنے کو جھونپڑیاں تک نہ رہیں اُن کی زمینیں رئیسوں اور زمینداروں کے قبضے میں پہنچ گئیں۔ جو تھوڑی بہت پیداوار ہوتی تھی اس کو شکار کے وقت بادشاہ اور نوابوں کے گھوڑے اور کتے پامال کرڈالتے تھے۔

ویسے نواب لوگ رحمدل بھی کافی تھے ان کی سب باتیں اچھی اور سب کام خوش نما ہوتے تھے ان کے پاس بہت خوب صورت اور قیمتی گاڑیاں تھیں جن میں بیٹھ کر گھومنے جایا کرتے تھے کبھی کبھی وہ غریب اور بڈھے آدمی کو سڑک کے کنارے پتھر پھوڑتے دیکھ کر ٹھہر بھی جاتے تھے۔ اور مدد کردیا کرتے تھے۔ لیکن اس سب کے ہوتے ہوئے بھی انھوں نے یہ کبھی نہ سوچا کہ غریبوں اور کسانوں کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ان پر ٹیکس کم کردئے جائیں۔ اُن کی زمینیں واپس کردی جائیں اور ان کے کھیتوں کو شکار کے وقت بے دردی سے نہ روندا جائے۔

آخر یہ لوگ کب تک برداشت کرتے۔ ایک دن فساد اُٹھ کھڑا ہوا۔ لوگ بہت بڑی تعداد میں "روسو" کی کتاب پڑھ چکے تھے جس سے اُن کے دلوں میں آزادی کی آگ بھڑک اُٹھی۔ انھوں نے طے کرلیا کہ اب بادشاہ اور نوابوں کو زیادہ ظلم نہ کرنے دیں گے۔ بہت سے لوگوں نے زمینداروں سے اپنی زمینوں کو چھین لیا اور ان کو قتل کرنا شروع کردیا۔ یہی حال کارسیکا کے باشندوں نے بھی کیا نپولین اس زمانے میں پیرس ہی میں تھا۔ وہ اپنے ہم وطنوں کی مدد کے لئے کارسیکا پہنچا مگر لوگوں نے اس کے خیالات کو خطرناک سمجھا اور اس کو اپنا لیڈر بنانے سے انکار کردیا۔ بلکہ اُلٹے اس کے خلاف ہوگئے۔ نپولین کو مع تمام خاندان کے بھاگ کر فرانس میں پناہ لینی پڑی۔ (باقی آئندہ)

لڑکیوں کے لئے

آپس کا برتاؤ

از صالحہ عابد حسین صاحبہ ۔ جامعہ نگر

جن باتوں سے انسان اور جانور میں تمیز کی جاتی ہے انسانوں کا آپس کا میل جول بھی ہے میل جول کا جذبہ جانوروں میں بھی پایا جاتا ہے مگر زیادہ تر ان میں صرف ماں اور بچے کا فطری تعلق ہوتا ہے اور بچہ جیسے ہی بڑا ہوا ، یہ تعلق بھی ختم ہوگیا۔ مگر انسان میں یہ بات نہیں۔ اس میں سب سے محبت اور میل جول کی صلاحیت ہے اور ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

انسان کی سماجی زندگی کے شروع کے زمانے میں خاندان کی نیو رکھنے والی عورت تھی ۔ مرد شکار کرتے اور زیادہ تر باہر رہتے تھے۔ عورت گھر میں بچوں کی دیکھ بھال اور گھر کا کام کاج کرتی۔ کہیں کہیں کھیتی باڑی بھی عورت ہی کرتی تھی۔ بچوں کی وجہ سے خاندان کی ابتدا ہوئی اور کام کی خاطر دوسرے لوگوں سے میل جول پیدا ہوا اور اس طرح عورت نے خاندان اور قبیلے کی بنا ڈالی جو بڑھتے بڑھتے اب قوم کی شکل بن گئی ہے۔

خیر یہ کچھ ابتدائی باتیں تھیں جو ہم نے تمھیں بتائیں ۔ اب یہ بتانا ہے کہ لڑکیوں کو اپنے واسطے والوں سے کس قسم کے تعلقات رکھنے چاہئیں کہ ان کی زندگی اچھی طرح گذرے اور کامیاب کہلائے ۔ تم نے یہ مثل تو سُنی ہوگی "آج کی لڑکی کل کی ماں" مطلب یہ ہے کہ جو آج کم عمر لڑکی ہے کچھ عرصے بعد بڑے ہوکر اُسے ایک خاندان کا بوجھ اُٹھانا ہے۔ ہاں تو ہم اس وقت ان "آج کی لڑکیوں" کو مختصر طور پر یہ بتاتے ہیں کہ اُنھیں اپنے سب واسطے والوں سے کس طرح کا برتاؤ کرنا اور کیسا میل جول رکھنا چاہیئے ۔ زیادہ تر ہم لوگوں کا جن سے میل جول رہتا ہے وہ یہ ہیں عزیز ، پڑوسی ، نوکر اور دوست ۔

پہلے ہم بڑوں اور چھوٹوں کے آپس کے تعلق کو لیتے ہیں جو ہماری زندگی میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ عام طور پر چھوٹے بڑوں کے تعلق کی دو صورتیں نظر آتی ہیں ۔ ایک وہ جس میں حد سے زیادہ

ادب، رعب اور سختی کا برتاؤ ہوتا ہے۔ چھوٹے بڑوں کی ہر بات کو بجا درست کہتے اُن کے سامنے سر جھکائے ڈرے سہمے رہتے ہیں۔ کسی معاملے میں اپنی رائے ظاہر نہیں کر سکتے۔ بڑے چھوٹوں پر حکومت کرنا، اُن سے اپنی ہر بات منوانا اور زبردستی کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اِس سے بزرگوں کا حکومت کرنے کا شوق تو ضرور پورا ہوتا ہے۔ لیکن چھوٹوں کے دل میں وہ عزت اور دلی لگاؤ پیدا نہیں ہو سکتا جو ہونا چاہیے۔

لیکن ایک راستہ اور بھی ہے جو مناسب معقول اور معقول ہے اور وہ ہے دوستی اور بھروسے، خلوص اور خدمت، عزت اور محبت کا راستہ جس میں بڑے چھوٹوں پر حکم نہ چلائیں بلکہ مشورہ دیں۔ نکتہ چینی، غصہ اور خفگی کے بدلے نرمی اور دوستانہ طریقے سے کام لیں۔ ہر وقت اپنے اُن احسانوں کو گنائیں نہیں جو انھوں نے چھوٹوں پر کیے ہیں۔ بلکہ خود ان کے سامنے ایثار اور خدمت کا نمونہ بن جائیں۔ چھوٹوں کے جذبات اور رائے کی عزت کریں۔ ان کی طبیعت کو سمجھنے کی کوشش کریں ان کی باتوں کو فضول سمجھ کر رد نہ کریں، بلکہ غور کرکے مشورہ دیں۔ اور اُن کو اُن کی برائی بھلائی نرمی سے سمجھا دیں۔ ان کے حوصلوں اور امنگوں کو دبانے کے بجائے ابھاریں اور یہ سمجھ لیں کہ یہی ننھی پود آگے چل کر تناور درخت بننے والی ہے۔ اگر ابھی سے اس کی جڑ مضبوط نہ کی گئی تو یہ پودے ہمیشہ کم زور رہیں گے اور دنیا کی مشکلوں کی آندھیوں کو نہ سہہ سکیں گے

اور چھوٹوں کو بزرگوں سے ادب کا برتاؤ کرنا چاہیے کہ وہ ان کی باتوں کو غور سے سنیں ان کے مشوروں پر دل سے عمل کریں اور ان کے حکموں کو خوشی سے مانیں۔ اس لئے نہیں کہ بزرگ اُن سے کچھ مدت پہلے دنیا میں آگئے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ علم اور تجربہ عقل اور سمجھ میں ان سے زیادہ ہیں۔ خدمت اور ایثار ان سے زیادہ کرتے اور کر سکتے ہیں۔ اگر کسی وقت بڑا غلطی پر بھی ہو تو اس سے حجت کرنا ٹھیک نہیں۔ بے تکلفی اور دوستی کے باوجود بزرگوں سے ہمیشہ ادب اور عزت سے پیش آنا چاہیے۔ بزرگوں اور بچوں کے آپس کے برتاؤ کا سب سے صاف، سیدھا اور خوب صورت راستہ یہی ہے۔

ہمارے ہاں پڑوسی کا بھی ایک خاص درجہ رکھا گیا ہے۔ مذہب اور سماج دونوں پڑوسیوں سے اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ ایک کہاوت ہے "اپنے دور پڑوسی نیڑے" ایک اور کہاوت ہے "حق ہمسایہ ماں کا جایا" مطلب یہ کہ اکثر عزیز تو دور رہتے ہیں اور پڑوسی ہر وقت

ہیں۔ نزدیک اس لئے وہ عزیزوں سے بڑھ کر ہیں۔
اور ہمسائے کا حق سگے بھائی کے برابر سمجھنا چاہئے
بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ یہ تاکید اس لئے ہے کہ ہمیں
سب سے زیادہ واسطہ پڑوسیوں سے پڑتا ہے
اگر ان سے نا اتفاقی اور لڑائی ہو تو بہت دُکھ اور
تکلیف اُٹھانا پڑے اور اگر ان سے سلوک اور
اتفاق ہو تو وہ ہر مشکل اور پریشانی میں کام آتے
اور آسکتے ہیں۔ بہرحال اپنے پڑوسیوں سے محبت
سے ملنا جلنا اور اُن کے دکھ سکھ میں شرکت اور وقت
پڑے پر خدمت اور مدد کرنا ہر انسان کا فرض ہے۔

اب ہم اس تعلق کا ذکر کرتے ہیں جو نہ تو قدرتی
ہے نہ مجبوری اور ضرورت کا بلکہ دلی محبت خوشی اور
خواہش کا واسطہ ہے۔ یعنی دوستی۔ اس سے زیادہ پیار
اور خلوص کا رشتہ دنیا میں اور کوئی نہیں۔ سچی دوستی
وہ نعمت ہے جس کا بدل دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز بھی
نہیں ہو سکتا۔ اس کی ہمیشہ دل سے قدر کرنی چاہئے۔

دوستی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اس میں خلوص
اور بے تکلفی ہو ورنہ دوستی کے بجائے رسمی
ملاقات ہوگی۔ دوست کے رنج سے رنجیدہ
اور خوشی میں خوش ہونا تو قدرتی بات ہے لیکن وقت
پڑنے پر ہر دوست کی مدد، خدمت اور ایثار کرنا
یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ دوستی سچی اور دلی دوستی ہے
ایک بات اور یاد رکھو، دوست کے ہر معاملے میں
مشورہ دینا اور اس کی ہر بات میں دخل دینا ٹھیک
نہیں۔ اس سے دوستی کا رشتہ ٹوٹ جانے کا خطرہ
رہتا ہے۔ لیکن اگر دوست کسی بات میں مشورہ
مانگے تب ضرور سوچ سمجھ کر اُسے اپنی رائے بتانا
چاہیئے۔ ہاں اگر دیکھو کہ ہمارا دوست سراسر کوئی
بے جا اور بری بات کر رہا ہے جس سے اُسے نقصان
ہوگا اس وقت اُسے ضرور روکنا اور سمجھانا چاہئے
بہت ممکن ہے کہ وہ اس سے ناراض ہو جائے کیونکہ
سچ کی کڑواہٹ کو بہت کم لوگ سہہ سکتے ہیں۔
لیکن اُس کی چند دن کی خفگی کی پروا نہ کر کے اُسے
بُرے کام سے بچانا اور ٹھیک راستے پر ڈالنا دوست
کا فرض ہے۔

رشتہ داروں میں ایک تعلق برابر والوں سے
ہوتا ہے یہ رشتہ بزرگوں اور چھوٹوں کے رشتے سے بھی
زیادہ نازک اور الجھا ہوا ہے۔ بزرگوں کی بات مان لینی
پڑتی ہے۔ چھوٹوں کو سمجھایا جا سکتا ہے مگر اس میں دونوں
اپنے کو دوسرے سے بڑھ کر سمجھتے ہیں اور اسی لئے اکثر
برابر کے بعض بھائیوں میں (خواہ وہ سگے ہوں
یا رشتہ دار) کشیدگی اور لڑائی رہتی ہے۔ اصل میں
اس میں بھی دوستی والے طریقے سے کام لینا چاہئے
دونوں میں سے جس کی بات ٹھیک ہو دوسرے کو
اُسے مان لینا چاہئے۔ دوسرے ہر بات میں ٹانگ
نہیں اڑانا چاہئے۔ اور اگر آپس میں کسی طرح بھی

نہ پٹ سکتی ہو تو بجائے لڑنے جھگڑنے کے ملنا جلنا کم کر دینا چاہیے۔ لیکن یہ آخری اور مجبوری کی صورت ہے۔ ورنہ برابر کے عزیز جن میں سے اکثر دوست بھی ہوتے ہیں بہت قدر کے قابل ہیں اور ان سے بچپن سے دِلی محبت بھی ہوتی ہے اور جہاں محبت ہو وہاں نا اتفاقی اگر ہو بھی جائے گی تو صرف چند دن کی ہوگی۔

اب آخر میں چند جملے سسرالی رشتے داروں کے بارے میں بھی سُن لیجئے (ایک نہ ایک دن آخر اُن سے واسطہ پڑے ہی گا نا!) عزیزداری اور دوستی خون کا یا خوشی کا واسطہ ہے۔ لیکن سسرالی رشتہ ہندوستان میں لڑکی کے لئے ایک مصیبت اور پریشانی کا سبب بن جاتا ہے۔ یہ وقت اس کی کڑی آزمائش کا ہوتا ہے۔ اور اس لئے اس راہ میں بہت سوچ سمجھ کر اور سنبھل کر چلنا چاہیے۔ اس کٹھن راستے میں قدم قدم پر صبر، ہمت، برداشت اور درگذر کی ضرورت ہوتی ہے۔ لڑکی کی ابتدائی زندگی یعنی میکہ درس گاہ ہے جس میں وہ تعلیم پاتی ہے اور سسرال امتحان کا کمرہ جہاں اس کی تعلیم کی جانچ ہوتی ہے اگر لڑکی نے اپنے ان نئے رشتے داروں کو محبت سلوک، خدمت، اور برداشت سے رام کر لیا تو وہ امتحان میں پاس ہو گئی اگر نہ کر سکی تو وہ فیل کہلائے گی جس کی وجہ یہ سمجھی جائے گی کہ اُسے مدرسے میں ٹھیک تعلیم نہیں ملی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممتحن بہت سخت ہوں لیکن بہرحال اُسے اپنے امتحان میں پورا اُترنے کی دل و جان سے کوشش کرنی چاہیے اور نتیجے کو خدا کے ہاتھ چھوڑ دینا چاہیے۔ اور یہ یقین رکھئے کہ جو سچے دل سے محنت اور کوشش کرتا ہے اس کی کوشش ہرگز ضائع نہیں ہوتی۔

بات یہ ہے کہ ہر قسم کے میل جول میں خلوص اپنا اور سچائی سے کام لینا چاہیے۔ یہی ہتھیار ہیں جن سے آپ لوگوں کے دِل فتح کر سکتی ہیں۔ عزیز ہوں یا دوست، پڑوسی ہوں یا نوکر، سسرالی ہوں یا میکے کے ان سب سے میل جول اور تعلقات رکھنے کی ایک اہم اور ضروری شرط یہ بھی ہے کہ ہر ایک اپنا فرض ادا کرے اور حقوق پر زیادہ زور نہ دے آج کل لوگ اپنے حقوق پر بہت زور دیتے ہیں اور فرائض سے بے پروا ہوتے ہیں۔ یہی بڑی غلطی ہے۔ اگر دوسرا اپنا فرض ادا نہیں کر سکتا تو ہم اُسے مجبور نہیں کر سکتے۔ لیکن اپنا فرض ادا کرنا ہمارے بس کی چیز ہے۔ اُسے ہر صورت میں ادا کرنا ہے اور ضرور۔

میری پیاری نوعمر بہنو! اگر تم نے اس گُر کو سمجھ لیا اور اُسے اپنی زندگی کا اصول بنا کر سچائی سے اس پر عمل کیا تو تمھاری زندگی مسرت سے بھرپور ہوگی اور تم نہ صرف دنیا میں خوش و خرم رہوگی بلکہ تمھارا ضمیر بھی مطمئن رہے گا اور خدا کے سامنے بھی سُرخرو ہو جاؤگی۔

جاں باز

مترجمہ سید محمد خاں۔ حیدرآبادی

امّاں جان خیال کیجئے کہ ہم نئے اور خوفناک مقام پر سے گزر رہے ہیں۔ آپ ایک پالکی میں بیٹھی ہیں اور میں گھوڑے پر سوار آپ کے ساتھ ہوں۔

شام کا وقت ہے سورج غروب ہو رہا ہے۔ ہمارے سامنے جوراڈیگھی (JORADIGHI) کی بنجر زمین ہے۔ زرد زرد اور بھوری بھوری۔ دور دور تک کوئی آدمی دکھائی نہیں دیتا۔ آپ گھبرائی ہوئی سی ہیں اور سوچ رہی ہیں کہ ہم کہاں چلے آئے؟ میں نے آپ سے کہا" امّاں جان گھبرائیے نہیں!

چراگاہ نوکیلی گھاس سے بھری پڑی ہے۔ اس میں سے ایک پگ ڈنڈی گذرتی ہے خراب خستہ حالت میں کوئی جانور تک دکھائی نہیں دیتا ـــــ معلوم ہوتا ہے سب اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے ہیں ـــــ اندھیرا بڑھتا جا رہا ہے، آسمان اور زمین دھندلے دھندلے نظر آ رہے ہیں۔ اور پتہ نہیں چلتا کہ ہم کدھر جا رہے ہیں ـــ یکایک آپ نے مجھے بلایا اور آہستہ سے فرمایا" وہاں دیکھو! وہ کیا روشنی سی دکھائی دے رہی ہے؟"

اسی وقت اُدھر سے ایک خوفناک چیخ سنائی دی اور کچھ سائے سے ہماری طرف بڑھتے نظر آئے آپ اپنی پالکی میں دبک گئیں اور خدا کے نام دہرانے لگیں۔

وہ غنڈے ہمیں دیکھ کر غصے سے کانپنے لگے اور انھوں نے اپنے کو نوکیلی گھاس میں چھپا لیا۔ میں نے آپ سے پکار کر کہا۔
"امّاں جان گھبرائیے نہیں، میں آپ کے ساتھ ہوں!"

اُن کے لمبے لمبے بال سر پر پریشان تھے اور وہ اپنی لانبی لانبی لکڑیاں سنبھالے نزدیک سے نزدیک تر ہوتے گئے۔ میں چلّایا" خبردار ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو جیتے نظر نہ آؤ گے۔" انھوں نے ایک اور چیخ لگائی اور آگے بڑھے۔ آپ نے میرا ہاتھ دبوچا اور کہا" میرے لال خدا کی قسم! مجھے ان سے بچا۔" میں نے کہا" امّاں جان! آپ دیکھئے میں

ان غنڈوں کو کیسا مزہ چکھاتا ہوں "

اس کے بعد میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور میرا گھوڑا فراٹے بھرنے لگا۔ میری تلوار اور ڈھال ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ لڑائی خوفناک صورت اختیار کر گئی۔ اگر آپ پالکی میں سے اُسے دیکھ سکتیں تو مارے خوف کے کانپنے لگتیں۔

اُن میں سے کئی ایک مارے گئے اور باقی بھاگ نکلے۔

میں سمجھتا ہوں کہ آپ پالکی میں بیٹھی سوچ رہی ہوں گی کہ آپ کا بچہ جیتا بھی ہے یا مر گیا۔ مگر میں خون میں لتھڑا ہوا آپ کے سامنے آیا اور کہا "اماں جان! لڑائی ختم ہو گئی ـــــ آپ نے مجھے چھاتی سے لگایا اور بوسہ دیا اور دل ہی دل میں کہا " اگر میرا لال میرے ساتھ نہ ہوتا تو اللہ ہی بیلی تھا "

ہزاروں واقعات روز ہوتے رہتے ہیں۔ کیوں نہ ایسا واقعہ پیش آئے ؟ میرے بھائی کہیں گے ایسا ممکن بھی ہے؟ میں ہمیشہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ بہت ہی نازک ہے "

ہمارے گاؤں کے لوگ اچنبھے سے کہیں گے کہ " یہ ماں کی خوش قسمتی نہیں تھی کہ لڑکا اس کے ساتھ تھا "

واہ رے ہم

محمد انور مگوں پرویز

ایک مہینہ ہوا۔ ہمارے والدین مدراس گئے ہوئے تھے اور ہم اکیلے چنیوٹ شہر میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ جمعہ کا دن تھا اور صبح تڑکے ہی ہمارے گھر پر تین چار ہم جماعت آ دھمکے ان سے طے ہو گیا تھا کہ نہر پر چلیں گے۔ سب دوست باہر نکلے ہی تھے کہ سامنے ایک صاحب سڑک پر پیشاب کر رہے تھے۔ سب سے پہلے یہ کام کیا کہ ایک دم سے ان کے دونوں کندھے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور یہ جا وہ جا۔ گالیاں تو خیر معلوم کتنی دیں۔ مگر اتنا ضرور دیکھا کہ وہ صاحب نل پر نہا رہے تھے۔ ذرا آگے جا کر معلوم ہوا کہ آج اسکول ٹیم اور لالیاں کی ٹیم کا فٹ بال میچ ہے۔ سیدھے میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں میچ شروع ہو گیا تھا اور کثرت سے لوگ جمع تھے ہم بھیڑ میں سے گذرتے ہوئے خالی کرسیوں پر جا پہنچے۔ میچ میں بھی جی نہ لگتا تھا۔ بہت ترکیبیں سوچیں کہ کیا کریں۔ مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ مجبوراً وقت کاٹنے کے لئے وہاں پہنچے جہاں بے شمار سائیکلوں کا ہجوم تھا اور ایک کانٹے سے پنکچر کرنا شروع کیا۔ قصہ مختصر ساری سائیکلیں بے کار کر دیں۔ اس سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ خیال آیا کہ میچ بھی ختم کروانا چاہیے۔ فٹ بال میدان سے باہر بھی آ کر گرتی تھی۔ اور لڑکے کھلاڑیوں کو واپس کر دیتے تھے۔ ہم نے بھی یہ خدمت انجام دی۔ لیکن ہم نے کانٹا اس میں چبھو دیا۔ مشکل ہی سے دو منٹ لگے ہوں گے کہ دوسرا فٹ بال مانگا گیا۔ اس کا بھی وہی حشر کیا۔ چلیے چھٹی ہوئی۔ میچ گڑبڑ ہو گیا۔ مگر ساتھ ہی ہمارے اوپر شک کیا گیا اور ہم چپکے سے کھسک آئے۔ ذرا توجب آیا سب کے سب بائیسکل والے اپنی ..... بائیسکلوں پر چڑھ کر فوراً ہی اترنے پر مجبور ہوئے۔ یہاں سے ہم سیدھے نہر کی طرف چلے۔ خوب نہائے طرح طرح کی شرارتیں کیں۔ شام کو تھکے تھکائے گھر پہنچے اور بس آگے نہ پوچھیے۔ بے پوچھے گھر سے نکلنے سے خوب مرمت ہوئی۔

رنگ بھرو
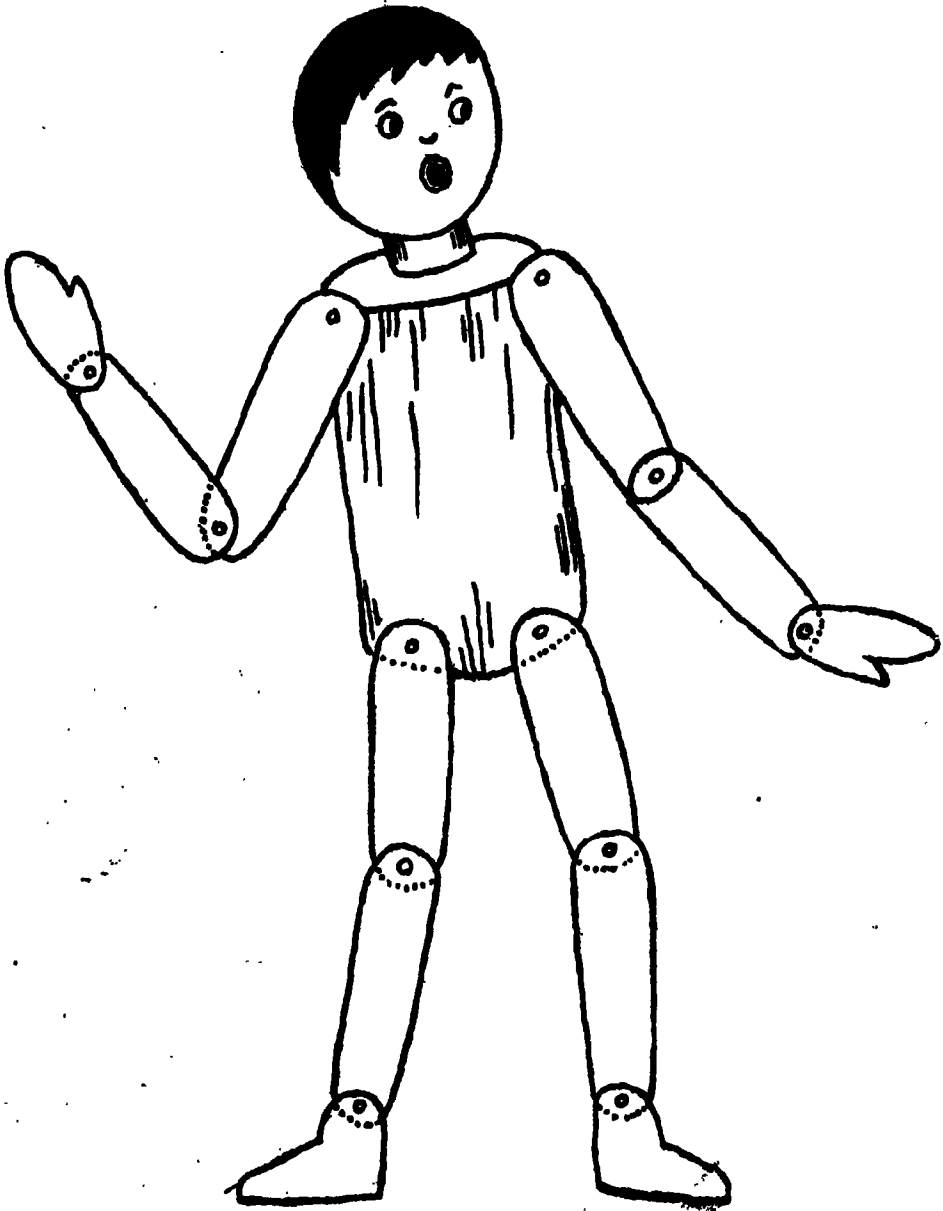
پیام برادری

اچھی بہنو ۔ اچھے بھائیو!

بعض ممبروں نے یہ شکایت کی ہے کہ بیج ذرا سی بد احتیاطی میں نکل کر گر پڑتے ہیں ۔ جس کمپنی نے بیج بنائے ہیں اُسے میں نے یہ شکایت لکھ بھیجی ۔ کمپنی نے لکھا ہے کہ اگر ہم بیج کے سیدھے کنڈے کے اُسے پن نما بنائیں تو بڑا خرچ آئے گا اور تم جانو کڑائی کا زمانہ ہے ۔ دوگنے تگنے خرچ تو یوں ہی ہو رہے ہیں ۔ بیج لگانے کے بعد اگر اوپر کے کنڈے کے نچلے حصّے میں دو تین ٹانکے لگا دیئے جائیں تو بیج محفوظ ہو جائیں گے ممبر اس ترکیب پر عمل کریں ۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ برادری کے صدر اور ناظم اپنے سارے کاموں کی ذمّے داری مُربّی کے اوپر ڈال دیتے ہیں ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جلسے کرنا ۔ جلسے کی کارروائی لکھ کر صدر دفتر بھیجنا ۔ نئے ممبر

میں پیام برادری کا ممبر ہونا چاہتا / چاہتی ہوں ۔ بیج کی قیمت [illegible] اور ممبری کی فیس [illegible] بھیج رہا / رہی ہوں ۔ میرا نام ممبروں کی فہرست میں شامل کر لیجیے ۔

دستخط .... عمر ....

پیدائش کی تاریخ ....

....

پتہ ....

خاص شوق ....

میں پیام برادری کا ممبر ہونا چاہتا / چاہتی ہوں ۔ بیج کی قیمت [illegible] اور ممبری کی فیس [illegible] بھیج رہا / رہی ہوں ۔ میرا نام ممبروں کی فہرست میں شامل کر لیجیے ۔

دستخط .... عمر ....

پیدائش کی تاریخ ....

....

پتہ ....

خاص شوق ....

نپٹانا۔ یہ سب مربّی کے کرنے کے کام ہیں۔ حالانکہ برادری کے کاموں کی ساری ذمّے داری صدر ناظم اور کابینہ کے ممبروں کی ہو۔ مربّی تو محض مشورہ دینے اور وقت بے وقت مدد دینے کے لئے ہیں۔

فروری کے پرچے میں قرول باغ کی برادری کے صدر کا نام غلط چھپ گیا۔ صدر کا نام "حفیظ الدین" نہیں بلکہ ستندر ناتھ ہے۔

نئے ممبر:۔

(۱) شیرین لال جی ۔ بمبئی

(۲) سارہ لال جی ۔ "

—— تمہارا مشتاق بھائی ——

معمّے کے قواعد (۱) حل کے ساتھ مہر کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں (۲) ایک سے زیادہ حل بھی بھیجے جاسکتے ہیں۔ چار حلوں کی رعایتی فیس ۶ر آٹھ حلوں کی ۱ر ہے۔ (۳) دونوں انعام تقسیم کردئے جائیں گے۔ قرعہ اندازی نہ ہوگی (۴) تمام حل رسالہ پہنچنے کے ۱۵ دن بعد دفتر پیام تعلیم دہلی پہنچ جانے چاہئیں (۵) ایڈیٹر کا فیصلہ قطعی ہوگا (۶) پیام تعلیم میں چھپے ہوئے کوپن کے علاوہ اور کوپن بھی بھیجے جاسکیں گے (۷) کسی کوپن میں کوئی حرف کٹا یا مٹا ہوگا یا پنسل سے بھرا ہوا ہوگا تو مقابلے میں شامل کیا جائے گا (۸) چھوٹی اور بڑی ے کا فرق لازمی ہے۔ ی ۔ ے ۔ (۹) پتہ:۔ سب ایڈیٹر پیام تعلیم مکتبہ جامعہ، دہلی، قرول باغ

پیام برادری کا عہد نامہ

میں عہد کرتی ہوں کہ ہمیشہ صاف رہوں گی اور سچائی کو اپنا شعار بناؤں گی مضبوط اور محنتی بنوں گی بدی کی مخالفت کروں گی نیکی کا ساتھ دوں گی خدا کا ڈر اور اس کی مخلوق کی خدمت میری زندگی کا مقصد ہوگا۔

دستخط........

پیام برادری کا عہد نامہ

میں عہد کرتا ہوں کہ ہمیشہ صاف رہوں گا اور سچائی کو اپنا شعار بناؤں گا مضبوط اور محنتی بنوں گا بدی کی مخالفت کروں گا نیکی کا ساتھ دوں گا خدا کا ڈر اور اس کی مخلوق کی خدمت میری زندگی کا مقصد ہوگا۔

دستخط........

مزے مزے کے کھیل

مشتاق احمد اعظمی
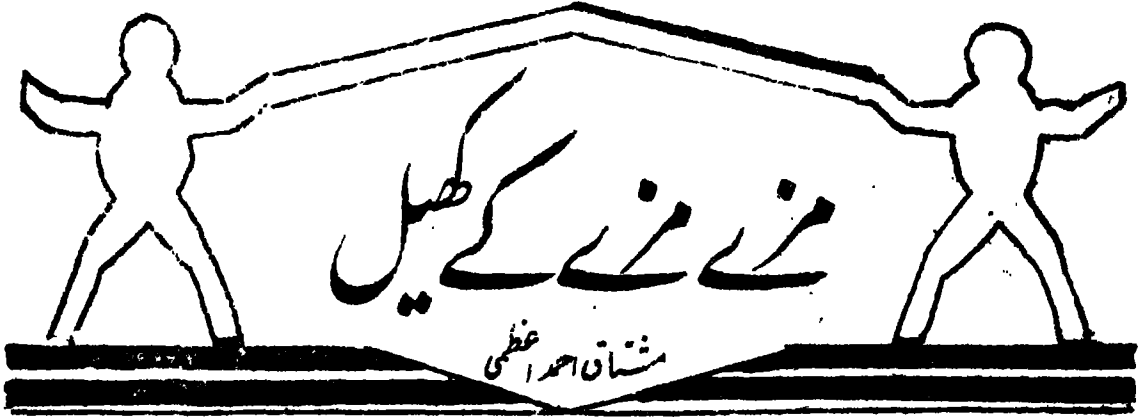
پچھلے مہینے ہم نے تمھیں چوکور اور مثلث ٹکڑوں کے چند نمونے بنا کر بتلایا تھا۔ اس مہینے گول ٹکڑوں سے بنا کر دیکھو۔

یہ چند تصویریں دی ہوئی ہیں جو پورے پورے گول ٹکڑوں سے بنائی گئی ہیں۔ تم انھیں بنا کر دیکھو اور ان کے علاوہ اور طرح کے نمونے بھی خود سوچ کر بنائے۔

اگلے مہینے میں ہم انھی ٹکڑوں سے تصویریں بناتی بتلائیں گے ؟ بھلا سوچو تو وہ تصویریں کس طرح کی ہوں گی۔

معمّا نمبر ۱

پہلا انعام ۔ دس روپے

دوسرا انعام ۔ چھ روپے

(انعام میں کتابیں دی جائیں گی)

دائیں سے بائیں

۱۔ ہر اشارے پڑھنے کے بعد ہی صحیح حل ہو سکتا ہے۔

۳۔ تجر... انسان کے لئے سب سے بڑا استاد ہے۔

۵۔ ...ک.. پہلے دہلی کی آبادی چار لاکھ کے قریب تھی اب بارہ لاکھ کے قریب ہے۔

۶۔ اگر یہی خراب ہو تو پھر قلم کا کیا قصور۔

۷۔ اگر یہ اچاٹ ہو جائے تو تو پھر کوئی کام نہیں ہو سکتا (الٹا)

۹۔ کپڑے بننے کی جو لوہا ہوتی ہے اسے ... گز کہتے ہیں۔

۱۱۔ سڑے ... پھل سستے تو ہوتے ہیں لیکن اچھے نہیں ہوتے۔ انھیں کھانا ہی مت۔

۱۳۔ اسے جس پہلو سے الٹو درد ہے۔

۱۵۔ معمّے کو پوری ... پڑتال کے بعد بھیجنا چاہئے (بے ترتیب)

۱۶۔ پہلی جنگ عظیم ۔ فاتح لائڈ جارج ۲۹ مارچ کو چل بسے۔

۱۸۔ ... وں کے تلوے صاف رکھنے سے دماغ صاف رہتا ہے۔

۱۹۔ لاٹ صاحب منہ سے ... گئے تو ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ ... سے یہاں لائیں گے کیا

امن

۲۰۔ سب کو بھائے ۔ سب کوئی کھائے
زیادہ کھائے تو رونا آئے

اس پہیلی کا جواب (الٹا)

اوپر سے نیچے

۲۔ امتحان کے کمرے میں جلدی کرنے کے بجائے پورے وقت ... کر اطمینان سے پرچہ کرنا چاہیے۔

۳۔ ہندوستان میں مسلمانوں پر سب سے پہلی اور سب سے ... مصیبت سلطنت مغلیہ کا زوال اور ۱۸۵۷ء کا حادثہ ہے۔

۴۔ کاغذ کی ایک چھوٹی سی گول ٹکلی زبان پر رکھو ... سے نکسیر بند ہو جاتی ہے۔

۸۔ ان کا نام علی سکندر ہے۔ مراد آباد کے رہنے والے ہیں۔ مشہور شاعر ہیں۔

۱۰۔ ... آپ کے تین بڑے آدمی، راجہ نریندر ناتھ، سر شادی لال اور لالہ دونی چند ایک ہی مہینے میں مرگ باش ہو گئے۔

۱۲۔ وہ زمانے ... گئے جب خلیل خاں فاختہ اڑاتے تھے۔

۱۴۔ فیروز :۔ میرا خیال ہے کہ تم مجھے ... احمق سمجھتے ہو؟
ستندر :۔ جی نہیں! دنیا میں کمال کا دعوےٰ کوئی نہیں کر سکتا۔

۱۶۔ کپڑے کی ایک قسم۔

۱۷۔ جامعہ کے ... کی بنیاد اسلامی تعلیمات، آزادی کی خواہش اور اردو کی خدمت ہے۔

۱۹۔ اوپر اور پر کا ہم معنی لفظ۔

[illegible] پر دیکھو

معمہ نمبر۴
کوپن نمبر
نام
پتہ
محلہ
معمہ نمبر۴
کوپن نمبر
نام
پتہ
محلہ
معمہ نمبر۴
کوپن نمبر
نام
پتہ
محلہ
معمہ نمبر۴
کوپن نمبر
نام
پتہ
محلہ

اچھی بہنو اور اچھے بھائیو

چونکہ جنوری کا پرچہ تمہیں دیر میں ملا اس لئے معما نمبر ا کے حل بھی تم نے دیر سے بھیجے۔ یہ پرچہ چھپنے کے لئے پریس جاچکا تھا اس لئے نتیجے کا خواب مجھے پرچے میں نکلتا۔ لیکن چونکہ تم لوگ انتظار کرتے کرتے تھک سے گئے ہوگے اس لئے میں نے دن رات ایک کر کے تمہارے بھیجے ہوئے حلوں کو جانچا اور اب مقابلے کا نتیجہ اسی پرچے میں شائع کر رہا ہوں۔

لیکن نتیجہ بتلانے سے پہلے میں تم لوگوں سے معما حل کرنے کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ چونکہ بات تمہارے ہی بھلے کی ہے اس لئے امید ہے کہ تم لوگ دھیان دے کر پڑھو گے اور بھولو گے نہیں۔

حل جانچنے کا یہ میرا پہلا اتفاق تھا۔ حلوں کی کثرت دیکھ کر جی خوش ہوا کل ۹۰۲ حل آئے۔ لیکن یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوا کہ تم میں سے بہتیرے بعض بہت ہی ایسی معمولی معمولی غلطیاں کر بیٹھتے ہیں کہ مقابلے میں شامل نہیں کئے جاسکتے۔ مثلاً جلدی میں پوری فیس نہیں رکھتے۔ اس مرتبہ کل ۹۰ لڑکوں نے یہ غلطی کی۔ ش کے نقطے دینا بھول گئے۔ پنسل سے حل کر دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے بہتیرے ایسے تھے جن کے حل بالکل صحیح تھے۔ بعض بچے اپنا پتہ صاف صاف نہیں لکھتے اور یہ غلطی تو عام ہے کہ اپنا نام لکھا، محلے کا نام لکھا اور شہر کا نام غائب اب تم ہی بتاؤ کہ مشتاق بھائی کو کیسے معلوم ہو کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس لئے آخری مرتبہ لفافہ بند کرنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لو کہ کوئی نقص تو نہیں رہ گیا ہے۔ قواعد کو بھی خوب غور سے پڑھ لیا کرو۔

بعض بچے بڑے فیاض واقع ہوئے ہیں۔ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں پر الگ الگ لفافوں میں حل رکھ کر بھیج رہے ہیں۔ اس کی کیا ضرورت ایک ہی لفافے میں رکھ کر کیوں نہ بھیجو؟

پہلا انعام

معما نمبر ا (جنوری ۵۰ء) کے ان بچوں اور بچیوں کے حل بالکل صحیح ہیں:-

اعجاز احمد خان شیروانی۔ علی گڑھ — خالدہ بیگم۔ مراد آباد — علاء الدین رحمٰن علی گڑھ

شریف اقبال حسین۔ پرلاکمڈی — محسن حامد، دہلی — شاہد مشیر قدوائی۔ لکھنؤ — جمیل اختر، جامعہ نگر دہلی

مبارک زماں خاں۔ فرخ آباد — عبدالقدوس۔ جودھپور — عبدالسلام، نئی دہلی — ابوخالد۔ گیا

محمد طارق انصاری اعظم گڑھ — مرزا فصیح اللہ بیگ۔ آگرہ — سید منصور حسن، نئی دہلی — محمد اشتیاق عالم، حصار

عبدالودود قریشی ریاست چرکھاری — جمیل احمد تیلہ۔ دہلی — مدن پال جج۔ کھیری۔ راجپوتانہ

محمد عمران۔ جامعہ نگر، دہلی — عظمت اللہ خان پشاوری، دہلی — احمد صفدر۔ لاہور

فی کس ۲ روپے بتائیں کہ ان کو انعام میں کون سی کتاب بھیجی جائے ۔ دیسے بچے خود مکتبہ جامعہ کی کتابیں سے بھی بچے اگر چاہیں تو معمے کے ٹکٹ بھی لے سکتے ہیں ۔

دوسرا انعام

(ان بچوں کے معموں کے حل میں ایک غلطی ہے) :-

۱۔ امیرالدین ۔ ٹاٹا نگر
۲۔ محمد صغیرالدین احمد ۔ پورنیہ
۳۔ نواب محمد صدیق بارہ دری ۔ دہلی
۴۔ اعجاز حسین عقیل ۔ کیمل پور
۵۔ پریم کمار سہگل ۔ حیدرآباد دکن
۶۔ محمد عبدالقدیر خریدار نمبر ۱۳۱۱
۷۔ ایس ۔ ایم عثمانی ۔ جودھپور
۸۔ محمد نسیم الدین ۔ لکھنؤ
۹۔ سید ابراہیم رضوی فرخ آباد
۱۰۔ حیدر علی ۔ پٹنہ
۱۱۔ عبدالکریم خاں جودھپور
۱۲۔ محمد اشرف احمد جودھپور
۱۳۔ رحمت النساء بیگم جودھپور
۱۴۔ اقبال محمد محمد عظیم ناعین ۔ بھیمڑی
۱۵۔ سید سلیم الرحمٰن ۔ کلکتہ
۱۶۔ محمد شکیل خریدار نمبر ۱۲۱۱
۱۷۔ رشید حیدر ۔ فیروز پور
۱۸۔ گلاب آتما رام ۔ بنارس
۱۹۔ محمد وسیم خاں ۔ کان پور
۲۰۔ سید انوار رضا رضوی ۔ قنوج
۲۱۔ محمد ہاشم خاں ۔ امرتسر
۲۲۔ محمد طارق صدیقی ۔ کان پور
۲۳۔ توصیف الرحمٰن شارق دہلی
۲۴۔ سید محمد رضوی ۔ عثمان آباد دکن
۲۵۔ سرتاج احمد شمسی ۔ کلکتہ
۲۶۔ نسرین فاطمہ ۔ دہلی
۲۷۔ اشرف موسیٰ دادا بھائی ۔ کراچی
۲۸۔ عتیق الحسن ۔ کلکتہ
۲۹۔ اقبال احمد فاروقی اعظم گڑھ
۳۰۔ ابو محمد نقوی ۔ نئی دہلی
۳۱۔ بختیار عالم خاں ۔ نوشہرہ
۳۲۔ سید شمیم کاظم ۔ الہ آباد
۳۳۔ نصرت علی شاہ ۔ جامعہ نگر
۳۴۔ شبیہ حیدر رضوی ۔ رام پور
۳۵۔ قاضی معین الدین احمد صدیقی (شہر نامعلوم)
۳۶۔ سید حیدر رضا ۔ بخشی بازار (شہر نامعلوم)
۳۷۔ نگہت ہاشمی ۔ رام پور
۳۸۔ سید محمود رضوی عثمان آباد دکن
۳۹۔ جلال حسین میرٹھ
۴۰۔ فیروز عالم ۔ کان پور
۴۱۔ حیدر امام جعفری ۔ بجنور
۴۲۔ مشیر حسین ۔ مظفر نگر
۴۳۔ شبیر محمد خاں ۔ امراؤتی
۴۴۔ احسن حامد ۔ دہلی

فی کس ۲ روپے ۔ اتنے پیسوں کی : تو کوئی کتاب دی جاسکتی ہے اور نہ معمے کے ٹکٹ ہی بھیجے جاسکتے ہیں ۔ اس لئے یہ بچے ایک حل مفت بھیج سکتے ہیں ۔ لیکن اپنے حل کے ساتھ اس نمبر کا حوالہ ضرور دیں جو ان کے نام سے پہلے درج ہے ۔

نتیجہ شائع ہونے کے دو ماہ بعد تک تمہارے بھیجے ہوئے حل دفتر میں محفوظ رہیں گے ۔ اگر تمہیں کوئی شکایت کرنی ہو تو اس اثنا میں کر سکتے ہو ۔ شکایت کا جواب پرچے میں دیا جائے گا ۔

مشتاق بھائی

صحیح حل معما نمبر ۱

مکتبہ جامعہ دہلی

اردو تاش
اس تاش کے کھیلنے سے صحیح لفظ بنانا
اور املا لکھنا آجاتا ہے یعنی اس سے
لفظ اُسی طرح بنتے ہیں جس طرح
یہ لکھے جاتے ہیں +
قیمت سادہ عہ باتصویر عہ
مرتبہ عبدالغفار مدھولی مدرس جامعہ نگر دہلی
مکتبہ جامعہ دہلی

مئی ۱۹۴۵ء
مکتبہ جامعہ
دہلی
جاگو اور جگاؤ
FIROZE

فہرست مضامین مئی ۴۵ء

دہلی، یوپی، مدھیہ پردیش، برار، میسور، قلات، بنگال، رام پور، حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب اور سرحد کے محکمۂ تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔
منیجر

قیمت سالانہ ہے
فی پرچہ ۱؎

ایڈیٹر
محمد حسین حسان

بچوں سے باتیں

ایڈیٹر

اس پرچے میں شفیع الدین صاحب کی ایک نظم چھپ رہی ہے "نازا کی گڑیا"۔ یہ ہمارے ننھے پیامیوں کے لئے ہے ان پیامیوں کے لئے جنھوں نے ابھی ابھی قاعدہ ختم کیا ہے۔ بچوں کے پڑھانے کا جو نیا طریقہ نکلا ہے اس کے اعتبار سے تو خود یہی نظم قاعدے کا کام دے سکتی ہے نیر صاحب نے اپنی بچی کو قاعدے کی جگہ یہی نظم پڑھائی اور وہ ایک ہی ہفتے میں چل نکلی تھی۔

کچھ عرصے سے ہمارے ہاں بچوں کی بہت سی کتابیں ختم ہو گئی تھیں اور کاغذ کی کمی کے سبب ان کے چھاپنے کا انتظام بھی نہ ہو سکتا تھا مگر ہمیں اس کا بڑا رنج تھا خصوصاً جب تم کوئی اپنی پسند کی کتاب منگاتے تھے تو ہمیں ندامت اور شرمندگی کے ساتھ معذرت کرنی پڑتی تھی

اور اب خدا کا شکر ہے کہ ہماری کوششیں کامیاب ہوئیں ہمیں کاغذ ملنے لگا ہے اور ہم سب سے پہلے تمہاری ہی کتابیں چھاپ رہے ہیں بہت سی کتابیں تو چھپ بھی گئی ہیں۔ مثلاً

۱۔ ہمارے نبی	۶ر	۴۔ چتو متو	۵ر
۲۔ عقائد اسلام	۴ر	۵۔ مقناطیس کی کہانی	۵ر
۳۔ نبیوں کے قصے	۱۰ر	۶۔ تاریخ ہند کی کہانیاں اول	۷ر
۷۔ ہمارے رسول	۱۰ر	۱۰۔ تانتیا بھیل خاں	۴ر
۸۔ ارکان اسلام	۶ر	۱۱۔ ایورسٹ کی داستان	۵ر
۹۔ دنیا کے بسنے والے	۱۰ر	۱۲۔ تاریخ ہند کی کہانیاں دوم	۴ر

تمھیں یہ کتابیں منگانا ہوں تو مکتبہ جامعہ دہلی قرول باغ کو خط لکھ دو۔

دانتوں والا مضمون پچھلے پرچے میں ختم ہو گیا ہمیں امید ہے کہ تم نے اسے صرف پڑھا ہی نہ ہوگا بلکہ ڈاکٹر صاحب کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل بھی کرو گے۔

اس پرچے میں ایک انداز اچھا سا مضمون پڑھو۔ تھوکنے کی عادت یہ جناب پروفیسر عبدالغفور صاحب نے اپنے خاص انداز میں لکھا ہے ہمیں یقین ہے پیامیوں کو خوب پسند آئے گا اور خدا نخواستہ کوئی اس بری عادت میں مبتلا ہوں گے تو انھیں اپنی اصلاح کی طرف توجہ ہو جائے گی۔

اس پرچے میں گنجائش کی کمی کے سبب بچوں کی نظمیں باوجود کوشش کے پورے کی پوری نہیں چھپ سکیں۔ یہ اسلئے کہ ...

تارا کی گڑیا

محمد شفیع الدین نیّر

۱

تارا کی گڑیا نے اک دن
سارا کی گڑیا نے اک دن
بکری کے بچے کو مارا
ہرنی کے بچے کو مارا
بلّی کے بچے کو مارا
تتلی کے بچے کو مارا
مرغی کے بچے کو مارا
قمری کے بچے کو مارا

۲

پٹ کٹ کر بکری کا بچہ
رو کر گھر سے باہر بھاگا

پٹ کُٹ کر ہرنی کا بچّہ
رو کر گھر سے باہر بھاگا
پٹ کُٹ کر بلّی کا بچّہ
رو کر گھر سے باہر بھاگا
پٹ کُٹ کر تیلی کا بچّہ
رو کر گھر سے باہر بھاگا
پٹ کُٹ کر مُرغی کا بچّہ
رو کر گھر سے باہر بھاگا
پٹ کُٹ کر قمری کا بچّہ
رو کر گھر سے باہر بھاگا

۴

تارا دوڑی دوڑی آئی
سارا دوڑی دوڑی آئی
یہ بھی گُڑیا پر چلّائی
وہ بھی گُڑیا پر چلّائی
اِس نے بھی گڑیا کو بھیجا
اُس نے بھی گڑیا کو بھیجا
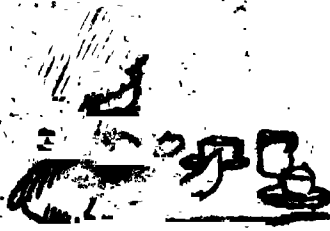
بکری کے بچے کو بُلایا
ہرنی کے بچے کو بُلایا
بلی کے بچے کو بُلایا
تتلی کے بچے کو بلایا
مرغی کے بچے کو بلایا
قمری کے بچے کو بلایا
بچے دوڑے دوڑے آئے
ناچے کودے اور چلّائے

تارا بولی آؤ آؤ
سارا بولی آؤ آؤ
آؤ آؤ کھانا کھاؤ
آؤ آؤ گانا گاؤ
گانا گاؤ شور مچاؤ
گڑیا اب نہ کبھی مارے گی
تم کو روٹی پانی دے گی

(باقی)

(کتابی صورت میں چھاپنے کا حق بحق مصنف محفوظ)

از
محمود الحسن صاحب
استاد تعلیمی مرکز جامعہ

کلو نے سوچا اندھیری رات ہے اور جنگل بیابان۔ اگر کہیں راستہ بھول گئے تو اس جنگل میں نہ جا نکلیں جہاں شیر رہتا ہے۔ انھیں گدھے کے سوچ میں یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ شیر کی کچھار کے منہ پر کھڑے ہیں۔ کہنے لگے "اللہ مجھے اتنا ڈر شیر سے نہیں لگتا جتنا اس ٹپکے سے۔ مینہ ہے کہ بند ہی نہیں ہوتا۔ دانت بجنے لگتے ہیں" یہ بات کہیں شیر بھی سن رہا تھا۔ شیر نے جی میں سوچا "اچھا! ٹپکا مجھ سے بھی کوئی بڑی چیز ہے، کیا وہ مجھ سے بھی زیادہ طاقت ور ہے جو یہ کہہ رہا ہے کہ شیر سے ڈر نہیں لگتا ٹپکے سے ڈر لگتا ہے اگر کوئی اکیلا دکیلا آدمی بھی مجھے دیکھ پائے تو ڈر کے مارے اس کا کلیجہ پھٹ جائے اور یہ کہتا ہے کہ شیر سے ڈر ہی نہیں لگتا۔ کلو کو ذرا سردی جو لگی تو وہ ذرا اور دبک گیا اور کچھار کے پاس اٹھ کر اور بڑھ گیا۔ دانت بج رہے تھے۔ اتفاق سے ان کا ہاتھ شیر کی پیٹھ پر جو پڑا تو اچھل پڑے۔ خوش ہو گئے۔ کہنے لگے "ارے کم بخت تو نے تو حیران کر ڈالا۔ ارے یہاں اتنی دور آ کر چھپا ہے جبھی تو لوگ تجھے بے وقوف کہتے ہیں۔ چھپر کا آرام چھوڑ کر یہاں آیا اور سردی میں سکڑ رہا ہے" کلو سمجھے یہ گدھا ہے۔ شیر سمجھا یہ ٹپکا ہے۔ شیر سہم گیا۔ کلو نے شیر کو پانچ چھ ڈنڈے مار کر کہا "کم بخت چل گھر کو"، اور کود کر شیر کی پیٹھ پر بیٹھ گیا۔ شیر کان دبائے چلا آیا۔ بے چارا ڈر گیا تھا۔ کلو گھر آئے، گدھے کو اندر کھونٹے [illegible] لے گئے۔ اس کے پاؤں میں رسی باندھ کر کھونٹے سے اٹکا دی، کلو کی ماں نے بھی [illegible] ڈنڈے مارے۔ کم بخت سیدھا [illegible] گیا۔ کلو تھک گئے تھے۔ لیٹتے ہی نیند آگئی [illegible] کی ماں بھی سو رہی۔

دوسرے دن سویرا ہوا تو کلو کی [illegible]

اماں سے کوٹھے میں گئیں، وہاں جو شیر کو دیکھا تو چیخ پڑیں ڈر کر۔ ہانپتی کانپتی کلّو کے پاس آئیں۔ اور کہا "بیٹا! بیٹا!! دیکھنا کوٹھے میں کون ہے۔ گدھا تو ہے نہیں۔ کلّو ہڑبڑا کے اُٹھے تو شیر کا خوفناک چہرہ، بڑی بڑی چمکتی آنکھیں دیکھ کر ڈر سے گئے اور جب یہ خیال آیا کہ رات کو اسی پر بیٹھ کر آئے تو اور زیادہ بوکھلائے۔ ماں سے بولے "اماں یہ تو شیر ہے"! ماں نے کلّو کو چپٹا لیا اور کہنے لگی "الٰہی تیرا شکر ہے۔ میرے بچے کی خیر ہو گئی اور کلّو تجھے اتنا نہ معلوم ہوا کہ یہ شیر ہے کہ گدھا" کلّو بولے "اماں! میں نے تو اس کے پانچ سات ڈنڈے بھی مارے تھے وہ کچھ بولا بھی نہیں۔ اور اماں میں تو اس کی پیٹھ پر چڑھ کر آیا ہوں۔ اور اماں میں نے تو اس کے پاؤں میں رسّی باندھی ہے اور پھر وہ رسّی کھونٹے میں باندھ دی" بڑھیا کانپ رہی تھی بچے خیر ہو گئی میں نے بھی تو دو ڈنڈے اس کے مارے تھے۔ کلّو کی اماں تھر تھر کانپ رہی تھی اور کہہ رہی تھی:-

"اللہ تیری اماں، اللہ تیری اماں"

خدا کے بھید کون جانے، تھوڑی دیر میں محلے میں غل ہوا یا دل پھٹ گئے۔ کلّو کی ماں گھبرا گئی اور چلانے لگی "لوگو دوڑو میرے کلّو نے شیر پکڑا ہے، میرے کلّو نے شیر پکڑا ہے"

تھوڑی دیر میں ایک بھیڑ سی کلّو کے گھر پر لگ گئی لوگ آ آ کر دیکھتے تو تعجب کرتے اُن کو بڑا اچنبھا ہوتا کہ کلّو دُبلا، پتلا آدمی اور ایسا بہادر اور سورما۔ شیر کے سامنے تو اچھے اچھوں کے چھکّے چھوٹ جاتے ہیں۔ ہوتے ہوتے راجا تک یہ خبر پہنچی۔ راجا خود بہت سے سپاہی لے کر آئے۔ اُن کو بھی تعجب ہوا۔ اُن کی بہت دنوں سے خواہش تھی کہ کوئی زندہ شیر ملے تو اس کو اپنے عجائب گھر میں رکھیں۔ شیر کو پکڑوا کے راجا نے عجائب گھر میں بھیج دیا۔

پھر کلّو کو بلایا اُن کی بڑی عزت کی اور ان کو اپنی فوج کا سب سے بڑا حاکم بنا دیا۔ اب کلّو بڑے گھبرائے کہ ساری عمر تو مٹی کے برتن بناتے کٹی اب یہ افسری کیسے چلے گی، تلوار اور بندوق چلانا تو چلانا کبھی دیکھا تک نہیں۔ لیکن ماں کی دعاؤں نے کلّو کی ہمت، محنت اور عقل نے ان کو وہاں بھی آبرو سے رکھا۔ کلّو نے ساری فوج کی وردیاں بنوائیں۔ اُن کی تنخواہیں بڑھائیں۔ اُن کو دودھ اور گھی کھانے کو دیا اُن کے لئے چھاؤنی بنوائی۔ ہر سپاہی کے لئے ایک ایک کمرہ بنانے کا حکم دیا۔ سپاہی کے بچوں کے وظیفے مقرر کئے تاکہ وہ بھی بڑے ہو کر اچھے سپاہی بنیں۔ پھر تو کلّو پر سب جان دینے کو

تیار ہوگئے۔ اور کیوں نہ ہوتے کلّو کی عادت اور نیت بھی تو بری نہ تھی۔

آدمی چین سے کب بیٹھنے پاتا ہے۔ ایک راجا نے اُن کے راجہ کے پاس خبر بھیجی کہ ہمیں چار بورے بھر روپے اُدھار دے دو۔ وہ راجا تھا پاپی اور ظالم۔ اس کی رعایا اس کے ہاتھوں بڑے دُکھ پاتی تھی۔ رعایا پر اُٹھنے بیٹھنے ٹیکس لگے تھے۔ اور پھر وہ سب روپے بُرے کاموں اور بُری باتوں میں خرچ ہوتے تھے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ "رعیت تو ہماری بھیڑ بکریاں ہیں۔ اُن کی اُون اُتارو، اُن کا دودھ دوہ لو اور بس رعیت ہے اور کس کام کے لئے۔

جب کلّو راجہ کے پاس یہ خبر پہنچی تو اس نے کہلا دیا کہ "ہمارے پاس پاپی راجا کو دینے کے لئے روپے نہیں ہیں۔ وہ راجا جل گیا اور اپنی فوج لے کر کلّو کے راجا پر چڑھائی کر دی۔ راجا نے کلّو کو بلایا اور سب باتیں اچھی طرح سمجھا دیں۔ کلّو اپنی فوج لے کر گئے۔ فوج تو کلّو پر جان دیتی تھی۔ کلّو کی فوج نے پاپی راجہ کی فوج کو جا گھیرا اور ایسی لڑائی ہوئی کہ پاپی راجا مارا گیا اور اس کی فوج بھاگ گئی۔ کلّو نے اس کے راج پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنے راجا کو خبر کر دی۔ کلّو کا راجا کلّو سے بہت خوش تھا۔ اُس نے وہاں کا راج کلّو کو دے دیا۔ یہ خبر سُن کر پاپی راجا کی رعایا خوشی کے مارے پھولی نہ سمائی۔ اور اب تو کلّو۔ کلّو راجا ہوگئے۔ کلّو نے رعایا کی خدمت کی حکومت نہیں کی۔ ساتھی بن کر ان کا دُکھ درد مٹایا۔ حاکم بن کر نہ دبایا۔ +

جامعہ کی جوبلی

۲۹ اگست سنہ ۴۵ء کو ہماری جامعہ کو قائم ہوئے ۲۵ سال ہو جائیں گے اس خوشی میں مارچ سنہ ۴۶ء میں جامعہ کی جوبلی منائی جائے گی۔ جامعہ کے تمام شعبے بڑی بڑی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ہم بھی تمہارے لئے پیام تعلیم کا جوبلی نمبر شائع کریں گے۔ بہت اچھا خوب صورت اور شاندار، مگر ایک کام اور کرنا ہے آئندہ مارچ سنہ ۴۶ء تک رسالے کے تین ہزار خریدار بنانا ہیں، یہ کام دیسے تو بہت کٹھن معلوم ہوتا ہے مگر تم ہماری مدد کرو تو یہ آسان بھی اتنا ہی ہے۔ تمام پیامیوں خصوصاً پیام برادری کے ممبروں سے درخواست ہے کہ وہ ہماری مدد کریں۔

محمد حسین حسان ایڈیٹر پیام تعلیم

گرمی کا موسم

ماہر احسنی

گرم گرم اس کی ہوائیں ہیں جہنم سے سوا
شدتِ گرما سے ہے ہر ایک لب پر الاماں
خاک سی اڑتی نظر آتی ہے دن بھر جا بجا
سوکھ کر سبزہ زمیں کا ہر جگہ پیلا ہوا
آگ برساتا ہے سارے دن زمیں پر آسماں
کوہ، دریا، دشت، صحن باغ اور آبادیاں
خشکی و گرمی سے نالاں بچے، بوڑھے نوجواں
اب درختوں کے نظر آتے نہیں پتے ہرے
راہ چلنے والے اکثر دھوپ میں لو سے مرے
چلنے دیتی ہی نہیں انسان کو جلتی زمیں
بھیڑ، بکری، گائے، بھینسیں جس قدر ہیں جانور
جس کو دیکھو اس کے چہرے سے نمایاں ہے ہراس
وہ تپش وہ دھوپ جس سے ہیں پریشاں خاص و عام
زندگی ہے تلخ، راحت ہو گئی گویا حرام
سامنا ہوتا رہے جس دم آفتابِ گرم کا
چلتے چلتے جب کبھی رک جاتی ہے دھیمی ہوا

موسمِ گرما ہے کیا گویا یہ ہے آتش کدا
اس تپش سے یا خدا بچ کر کوئی جائے کہاں
جس سے رہتی ہے مکدر ساری دنیا کی فضا
تازگی کا دہر میں مطلق نہیں ملتا پتا
سوکھ کر کانٹا ہوئی جاتی ہر اک کی زباں
سب کے سب مارے تپش کے رہتے ہیں دن بھر تپاں
پیاس کی شدت غضب ہے، ہر زباں پر ہے فغاں
گھاس بالکل خشک ہے کیا جانور اس کو چرے
چین گھر میں ہے نہ باہر آدمی اب کیا کرے
دھوپ کی تیزی کا یہ عالم کبھی راحت نہیں
کھوج میں پانی کی ہر دم رہتی ہے ان کی نظر
سب کے منہ پر ہے یہی کلمہ نہیں بجھتی ہے پیاس
بس یہی جی چاہتا ہے ہم نہائیں صبح و شام
ایسے موسم میں کرے کیا خاک بشر کوئی کام
دوپہر کی دھوپ دیتی ہے جہنم کا پتا
قہر ڈھاتی ہے یہ گرمی یاد آتا ہے خدا

مختصر یہ ہے کہ یہ موسم بہت جاں سوز ہے
آگ سی گرمی کا ماہرؔ سامنا ہر روز ہے

تھوکنے کی عادت

پروفیسر محمد عبدالغفور صاحب

(آل انڈیا ریڈیو سے اجازت کے ساتھ)

کہتے ہیں پرانے زمانے میں اژدہے پائے جاتے تھے۔ تم نے بھی کسی قصّے کہانی میں پڑھا ہوگا کہ کس طرح شہزادے نے اس کی سانس کے ڈر سے اپنا جسم ڈھال کے پیچھے چھپائے رکھا۔ ان اژدہوں کے نتھنوں سے آگ سی نکلتی تھی۔ گویا آتش بازی کے انار چھوٹ رہے ہوں اور منہ سے یہ بڑے بڑے دہکتے ہوئے آگ کے انگارے جہاں گرے چرند، پرند کیا مٹی تک کو جھلس کے رکھ دیا۔

خیر یہ تو پرانے قصّے ہیں، تم بھلا ان کا یقین کاہے کو کرتے ہوگے مگر آج بھی انسانوں کے منہ سے ایسی آگ نکلتی ہے جس کے جلے کا نہ جھاڑ نہ پھونک اژدہوں کے منہ کی آگ تو انسانوں کو بھسم کرتی تھی، مگر انسانوں کی یہ آگ تو انسان تو انسان حیوان کو بھی نہیں چھوڑتی، جی ہاں حیوانوں کو بھی۔ تم تو یہ سمجھتے ہوگے کہ سانپ کے کاٹنے سے انسان مرجاتے ہیں۔ مگر جسے خود انسان کا زہر چڑھ جائے۔ وہ تو جناب کسی کے اُتارے نہیں اُترتا، وہ زہر کیا ہے۔ یہی تھوک ما

فرانس کے ایک ڈاکٹر نے ایک مرتبہ عجیب تجربہ کیا۔ اور کیا کیا یوں سمجھئے کہ ہوگیا۔ یہ تھا جانوروں کو خاموش پھانسی دینے کا تجربہ اور جانور بھی وہ جو سب سے سخت جان یعنی سوّر سوّر بھی معمولی نہیں۔ بلکہ سوّروں کے بوٹے یعنی (Guinea-pig) ڈاکٹر صاحب کے پاس کہیں سے تپ دق کا ایک مریض آگیا تھا۔ ان بیچاروں کو کھانسی تو ہمیشہ اُٹھتی ہی رہتی ہے لگے بے تحاشا تھوکنے۔ کبھی ادھر تھوکا۔ کبھی اُدھر نشانہ لگایا۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے اتنی احتیاط کی کہ سب طرف روئی کے گالے بچھا دئے۔ اب روئی کا فرش ہے کہ ہر طرف اس پر تھوک کی چاند ماری ہو رہی ہے۔ اتنے میں ان کی خادمہ آئی۔ اسے بڑی گھن آئی، جی تو یہ چاہا، کہ فرش اُٹھا کر باہر پھینک دے۔ پھر سوچا۔ آخر بے کار کیوں جائے چلو انھیں گنی پگ کے پنجرے میں نیچے بچھادو۔

جانور ڈاکٹر صاحب نے اپنے ڈاکٹری تجربوں کے لئے پالے تھے، گنی پگ خوب مزے سے فرش پر پھدکا کریں گے اور لوٹ لگایا کریں گے تو وہاں سے اُٹھاکر اُن کے پنجرے میں بٹھادیا۔ دو چار دن تو گنی پگ فرش پر خوب پھدکتے رہے اور اس کے بعد ایک ایک کرکے لمبے لیٹنے لگے۔ بات یہ تھی کہ ان بچاروں پر جاڑا بخار نہیں بلکہ تپ دق کا اثر ہوگیا تھا۔ تھوڑے دنوں میں سب کے سب اسی کا شکار ہوگئے۔

تو اس سے جان لیجئے کہ بعض تھوک کس قدر خطرناک ہوتے ہیں۔ آگ کا انگارا تو یہ ہے کہ ....، جہاں گرا، اتنی ہی جگہ جلائے گا۔ مگر تھوک تو جب سوکھا اور اڑا تو یہ سمجھ لو کہ تھوک کے ذرّے نہیں اُڑے ہزاروں ہوائی جہازوں نے اکٹھی اُڑان لے لی ہے۔ جو کُل دُنیا کے تباہ کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔

اصل میں مُنہ تو خدا کی نعمتیں کھانے کے لئے بنا تھا۔ اور زبان ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے۔ اُن کا مزے لے لے کر کھانا خدا کی نعمتوں کا شکر کرنا ہے۔ اور تھوکنا اس کی دی ہوئی چیزوں کو دھتکارنا ہے۔ پرانے زمانے میں لوگ اتنا تھوکتے نہیں تھے بس جب اُنھیں کسی بات پر نفرت اور غصّہ کا اظہار کرنا ہوتا تھا، تو کہتے تھے۔ اجی! ہم نے تو اس پر تھوک دیا۔ تو خیر بھئی، کسی چیز سے گھن آ ئی۔ تو اس پر تھوکا نہیں۔ اتنا ہی کہہ دیا کہ ہم نے اس پر تھوک دیا۔ مگر جو بچے ہر وقت ہر چیز پر تھوکتے رہتے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ اُنھیں ہر وقت ہر چیز سے گھن آتی رہتی ہے۔ اب یا تو ہر چیز گھناؤنی ہے۔ یا وہ خود گھناؤنے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ خود ہی گھناونے ہیں۔ اور اس کی وجہ اُن کی گھناؤنی لت تھوکنے کی عادت ہے۔

بعض بچّے تو خدا جانے تھوک کو کیا سمجھتے ہیں اور اُنھوں نے اپنے مُنہ کو کیا بنا رکھا ہے۔ اُن کے لئے مُنہ نہیں بلکہ اچھی خاصی گونددانی یا پالش کی ڈبیا ہے۔ کتاب کا ورق نہیں الٹا تو انگلی لبوں پر جارہی ہے۔ لفافہ بند کرنا ہے تو گوند لگے ہوئے حصّہ پر تھوک کا اچھا خاصا پلستر کیا جارہا ہے۔ اگر سلیٹ صاف کرتا ہے تو مُنہ سے ایک غلفہ نکالا اور چپکا دیا۔ بھئی بُرا ماننے کی بات نہیں! اگر کوئی آپ کے مُنہ پر تھوک کا ایک غلّہ کھینچ مارے تو کیا ہو۔ بھلا سلیٹ بچاری کو اس حرکت پر کیا کچھ غصّہ نہ آتا ہوگا۔ بچاری کے صاف شفّاف چکنے چہرے پر ایسا گھناؤنا اور گندہ تھوک، اگر گیند بلّا کھیلتے وقت

بیٹ ہاتھ سے پھسلنے لگے تو لگے دونوں ہاتھوں پر بے تحاشا تھوکنے اور باہم ملنے۔ بچارے ہاتھوں کو بھی افسوس آتا ہوگا کہ کیسے گندے آدمی کے پالے پڑے۔ ہم نے یہاں تک سنا ہے کہ بورڈنگ کے باورچی خانے میں اگر کسی پلیٹ کو جلد صاف کرنا ہو اور پانی قریب نہ ہو تو بعض پھرتیلے قسم کے ملازم اس میں تھوک کر جو ایک ہاتھ گھماتے ہیں۔ تو پلیٹ شیشے کی طرح چمکنے لگتی ہے۔

خیر صاحب ہاتھ آپ کے۔ سلیٹ آپ کی۔ شوق سے اپنی چیزوں کو تھوک میں سانتے پھرئے۔ لیکن یہ کہاں کی شرافت ہے کہ جہاں دیکھئے تھوکتے پھر رہے ہیں۔ برآمدوں میں، ڈیسکوں کے درمیاں گذرنے کی جگہوں پر۔ یا پھر مدرسے کی دیواروں پر تھوک سے نقش و نگار بنا رہے ہیں۔ سفیدی پر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے نقشے پر ندیاں بہی چلی جا رہی ہوں۔ یا پھر اطمینان سے ڈیسک پر بیٹھے بیٹھے جو تھوک کا ایک نشانہ کھڑکی میں سے لگا یا تو کسی بھلے آدمی کے جو اُدھر سے گذر رہا تھا سر پر بیٹھا اور بعض بچے تو تھوک بازی کا اچھا خاصا مقابلہ کرتے ہیں گویا منہ نہیں توپ کے دہانے ہیں۔ دیکھیں کس کا گولا سب سے دور جا کر گرے!۔

مگر یہ کیسی قدر گھناؤنی اور غلیظ عادت بھلا اپنے پاس کوئی ایک لمحہ بھر بھی کھڑا رہنا پسند کرے گا۔ کوئی بھی نہیں۔ سب کو اس سے گھن آئے گی۔

شاہ جہاں کے زمانے میں ایک سیاح منوچی نام یورپ سے آیا۔ یہ پہلے پہل سورت کی بندرگاہ پر اترا۔ اس نے پان کہاں دیکھا تھا۔ بازار گیا، تو کیا دیکھتا ہے۔ ہر شخص منہ سے کچھ سرخ سرخ چیز تھوکتا ہے۔ ڈاکٹر تو تھا ہی۔ بہت خوش ہوا ہوگا کہ اب تو وارے نیارے ہیں۔ اس ملک میں سب کو دانتوں کی بیماری ہے۔ جبھی تو بار بار تھوکتے ہیں۔ اور سچ پوچھئے تو تھوکنا سو بیماریوں کی ایک بیماری ہے۔

پرانے لوگ ایسی حرکت نہ کرتے تھے۔ ان کے گھروں میں ہمیشہ پیک دان رہتے تھے کیسے سڈول اور کتنے خوب صورت بنے ہوئے۔ شاید ڈرائنگ ماسٹر صاحب نے تم سے بھی کبھی پیک دان کا ماڈل بنوایا ہوگا۔ خوب صورت چیز ہے۔ ان گھروں میں، پیک دان ہمیشہ کونے میں رکھا رہتا تھا۔ جب کسی کو ضرورت ہوئی یہاں میں تھوک لیا اب بھی سمجھ دار لوگ اس کار آمد چیز کو گھروں میں رکھتے ہیں۔

کبھی کسی بیمار دوست کو ہسپتال دیکھنے

گئے پھر وہاں پلنگ کے نیچے۔ کمرے کے کونوں میں تمام چینی کے پیک دان رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں بھلا گھر والے پیک دان کا حسن کہاں۔ مگر ان کی صورت پر نہ جائیے۔ یہ ان سے بھی زیادہ مفید ہیں۔ ذرا غور سے دیکھئے۔ ان میں دوا پڑی ہوئی ہے۔ تھوک میں جراثیم ہوتے ہیں۔ اگر بلا دوا کے پیک دان میں تھوکیں تو یہ جراثیم اسی میں لوٹتے پوٹتے رہیں۔ خشک ہوئے تو تنکے ہوکے پروں پر اڑنے۔ کسی کے نتھنوں میں گھس گئے کسی کے منہ میں۔ اور اندر ہی اندر پورے جسم کو گھن لگا دیا مگر یہ دوا تو ان کے لئے دوزخ کی آگ سے کم نہیں۔ گرے اور ختم ہوگئے۔

خیر بیمار تو سو میں سے اکا دکا ہوتا ہے۔ سوال تو ہٹے کٹے تندرست لوگوں کا ہے۔ تم نے اکثر اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر۔ ریل گاڑیوں میں سینما گھروں میں لکھا دیکھا ہوگا۔ "تھوکو مت" سمجھے بھی؟ گویا کوئی صاحب گھونسا دکھا کر دھمکی دے رہے ہیں۔ کہ تھوکو مت، ورنہ خیر نہیں ہے۔ یہ ہدایت آپ ہم جیسے لوگوں کے لئے نہیں، جو تھوک سے عمارتوں اور راستوں کو خراب نہیں کرتے یہ ان گندے اور گھناؤنے لوگوں کے لئے ہیں جو ہر وقت اور ہر جگہ تھوکتے پھرتے ہیں۔ ان کے لئے تو کچھ ایسی ہدایت ہونا بھی چاہیئے ورنہ یہ کہاں ماننے والے۔

اجی! بھلے آدمیوں کا تو ذکر ہی کیا۔ ہم نے تو کبھی کتوں، بلیوں کو ایسے تھوکتے پھرتے نہیں دیکھا جیسے بعض جاہل لوگ تھوکتے رہتے ہیں۔ کتے تو تھوکتے نہیں البتہ ان کے منہ سے رال تو کبھی کبھی ٹپکنے لگتی ہے۔ مگر لذیذ کھانا دیکھ کر بھلا کس کی رال نہیں ٹپکنے لگتی۔ مگر تھوکنا تو کتے بھی اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ بھلا جس بات کے کرنے کو ایک کتا بھی اپنی ہتک سمجھے۔ اسے پھر آدمی بھلا کیوں نہ اپنی ہتک سمجھے گا۔

لطیفہ

تین آدمی ہانپتے کانپتے اسٹیشن پہنچے جلدی سے ٹکٹ لیا ریل نے سیٹی دے دی تھی اور آہستہ آہستہ چل رہی تھی ٹکٹ بابو اور قلی نے دو آدمیوں کو تو گارڈ کے ڈبے میں ڈھکیل دیا تیسرے کی باری آئی تو گاڑی بہت تیز ہوگئی تھی قلی بولا "بابو جی بڑا افسوس ہے آپ رہ گئے" مسافر نے کہا مجھ سے زیادہ افسوس ان دونوں کو ہوگا وہ بے چارے تو مجھے بس پہنچانے آئے تھے۔

دیکھو تصویر دیکھو کیا خوب صورت گھر ہے۔ یہ گھر، گھر کیا ہے چھوٹی سی کٹیا ہے۔ یہ کٹیا تم خود بھی بنا سکتے ہو، بہت آسانی سے۔ بس دو دیا سلائیوں کے بکس چاہئیں چند

انڈوں کے چھلکے اور تھوڑی سی موٹی دفتی یا کارڈ بورڈ۔
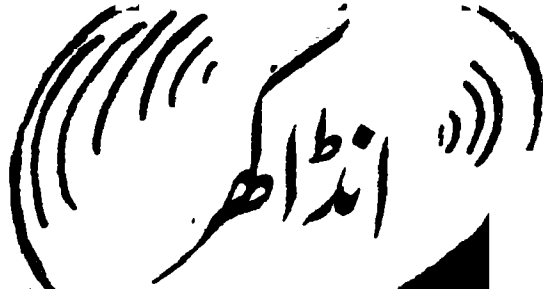
تمھیں کرنا یہ ہے کہ لئی یا گوند سے دیا سلائی کے دو بکس اوپر نیچے جوڑ دو پھر تھوڑی سی دفتی کاٹ کر شکل نمبر ۱ کی طرح موڑ دو۔ یہ تمھارے گھر کی چھت بن گئی۔ اسے دیا سلائی کے اوپر والے بکس سے جوڑ دو۔
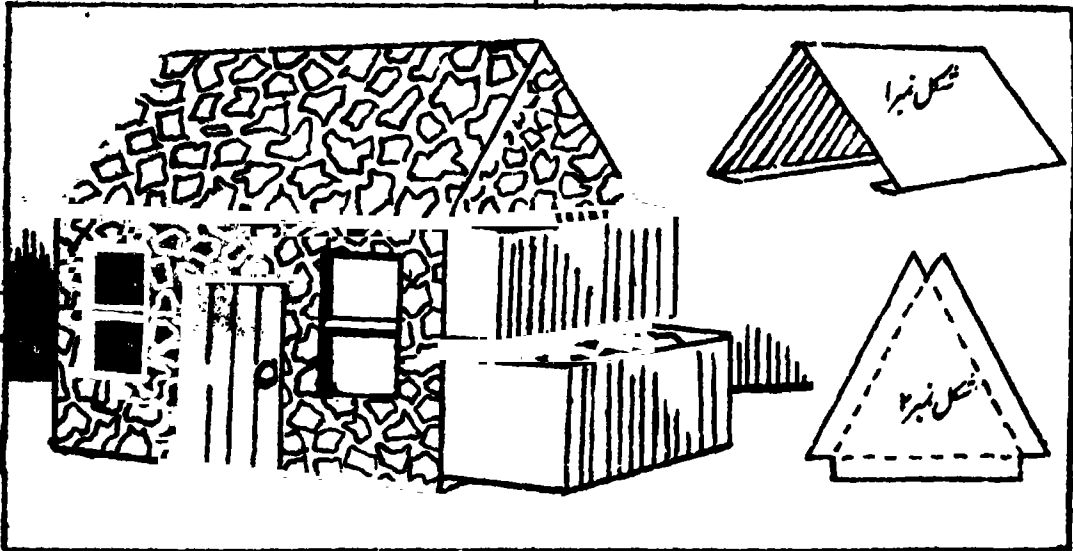
دفتی کے دو تکونی شکل کے ٹکڑے اور کاٹ لو۔ (شکل نمبر ۲) یہ چھت کے دونوں سروں پر جوڑ دو۔ لیجئے صاحب چھت تو تیار ہوگئی اور گویا گھر بھی بن گیا۔ ہاں کھڑکیاں اور دروازے بھی تو بنانا ہیں۔ یہ بھی کالی روشنائی یا کسی اور

سنک سے بنا لو۔

اب چھت اور دیواروں پر انڈوں کے چھلکے چپکانا ہیں۔ ان چھلکوں کو ذرا کھولتے ہوئے پانی میں ڈال دو۔ چھلکوں کے اندر جھلی کی باریک سی تہہ ہوتی ہے وہ آسانی سے اتر جائے گی۔ اب ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرلو اور صفائی اور سلیقے سے چھت اور دیواروں پر چپکا دو۔

ایک کام اور کرنا ہے کسی خالی دیا سلائی کا وہ حصہ کاٹ لو جس پر تیلی گھستے ہیں۔ اور اس گھر کے نیچے والے حصے ہیں، چپکا دو۔

اگر تم چاہو تو اس گھر یا کٹیا کو مختلف رنگوں سے رنگ بھی سکتے ہو۔

ایک بچے کی دعا

سونے وقت

از ابونصر فیروز گیا

رات کو جاؤں گا جب بستر پہ سونے کے لئے
بند کرکے دونوں آنکھوں کو یہ مانگوں گا دعا
تا صبح رکھ تو اے مرے برتر خدا
اپنی طاقت ور نگہبانی میں بستر کو مرے

تیرے سارے بندے جو اس کل زمیں پر ہیں بسے
لے ان سب کو تو اپنی پر محبت گود میں
اور ان سے دور رکھ ہر طرح کی سب آفتیں
ان میں بوڑھے یا جواں ہوں ان میں چھوٹے یا بڑے

جتنے ہوں بیمار ان سب کو تو میٹھی نیند دے
جن کی آنکھیں نم ہیں ان کے آنسوؤں کو خشک کر
نور رہنے دے یونہی یہ چاند روشن رات بھر
تاکہ شب میں راہیوں کو اک سہارا تو ملے

زبیر کہنے لگے :۔ " اور زمین سورج کے گرد بھی تو گھومتی ہے ؟"
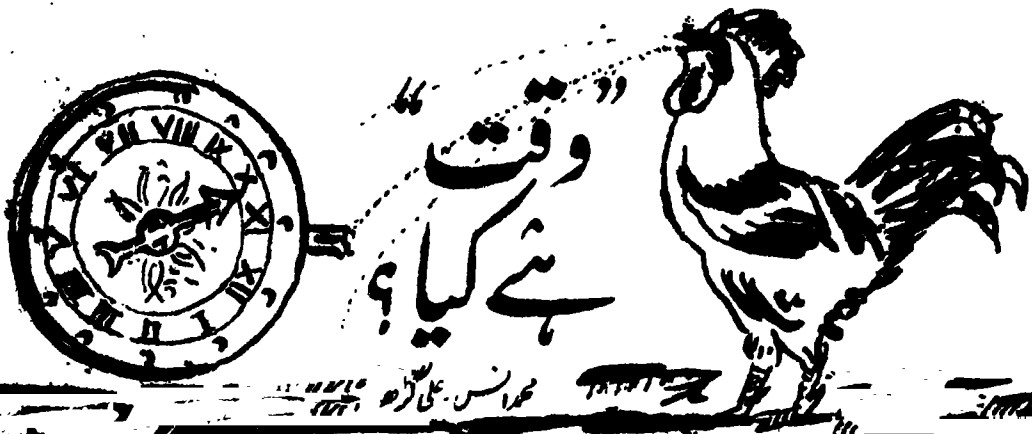
میں نے جواب دیا " ہاں ، ہاں سورج پوچھے کہ بھائی جان کو کلکتہ گئے ہوئے کتنا عرصہ گذرا تو تم حساب لگا کر بتا سکتے ہو کہ ایک سال تین ماہ ، دو دن ہوئے ۔"

کے گرد زمین کا چکر ۳۶۵ دنوں میں پورا ہوتا ہے جسے ہم ایک سال کہتے ہیں ۔ سال کو ہم نے چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر کے مہینے ، ہفتے ، دن گھنٹے ، منٹ اور سیکنڈ بنائے ہیں ۔ اس طرح ہمارا وقت ناپنے کا آلہ تیار ہو گیا ۔ مثلاً اگر کوئی تم سے
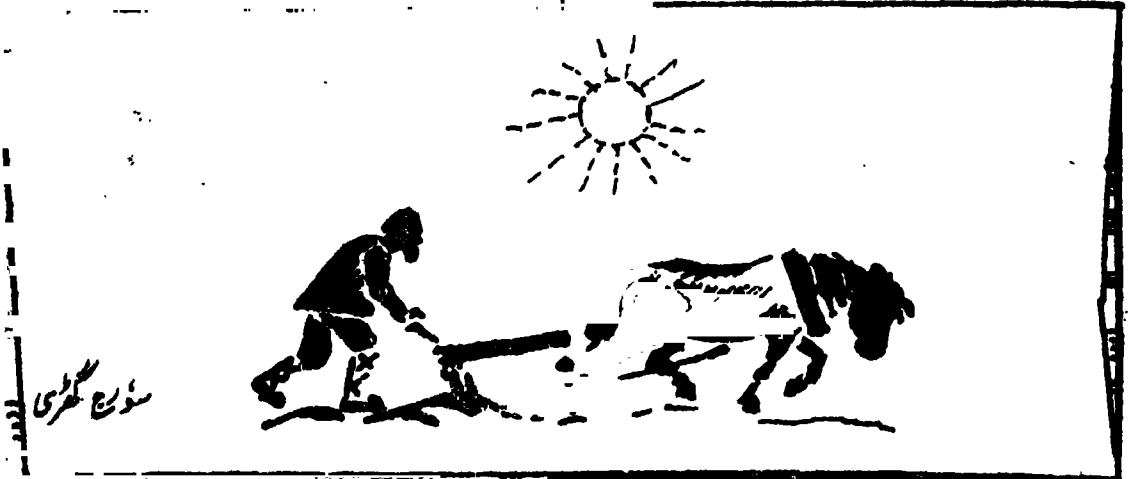
پہلے تو لوگ سورج ہی سے حساب رکھتے تھے ۔ اس کے بعد عقل مند لوگ ستاروں کی چال سے بھی اندازہ لگانے لگے ۔ لیکن عام طور پر اب بھی سورج ہی سے کام لیا جاتا ہے مثلاً میں کہوں کہ چھ بجے شام کا وقت تو اس کا

مطلب تو یہ ہوگا کہ چھ گھنٹے گزر گئے، سورج آسمان میں اپنی پوری بلندی پر تھا۔ اگر یہ بات ٹھیک طرح سمجھ میں نہ آئی ہو تو یوں سمجھو کہ اگر کوئی آدمی جہاں سے وقت پوچھے اور وہاں
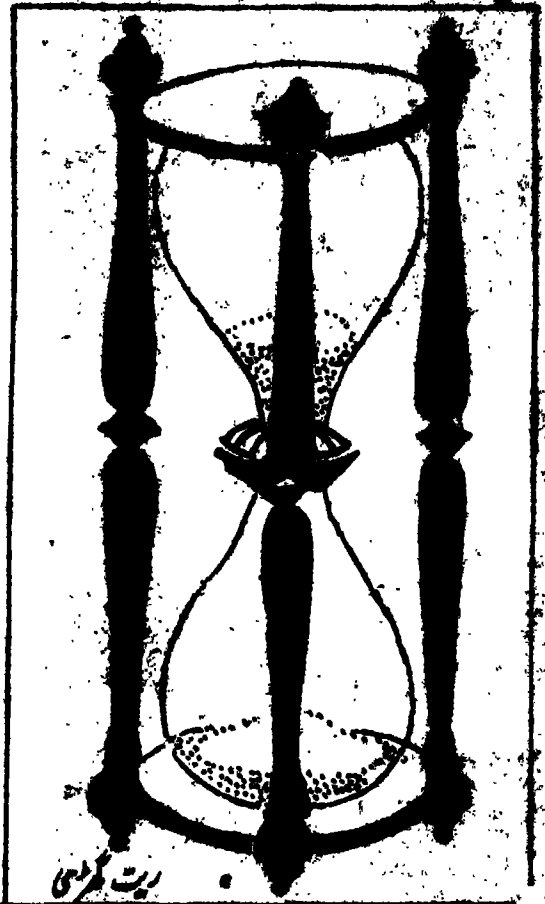
ریت گھڑی

گھڑی موجود نہ ہو تو وہ فوراً دھوپ کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کا اندازہ اس قدر صحیح ہے کہ وہ بالکل ٹھیک وقت بتا دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سورج کو وقت ناپنے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔"

زبیر میاں بولے "یہ تو سمجھ میں آگیا، لیکن وقت ناپنے کے اور کون سے ذریعے ہیں؟"

میں نے جواب دیا "پرانے زمانے سے اب تک لوگوں نے وقت ناپنے کے بہت سے طریقے ایجاد کئے ہیں اُن میں سے چند تمھیں بتاتا ہوں۔ ایک طریقہ تو یہ تھا کہ کسی بوتل میں ریت بھر کر اُسے کسی دوسری بوتل پر رکھ کر الٹ دیتے تھے۔ جب ایک بوتل کی ساری ریت دوسری بوتل میں بھر جاتی تھی تو ایک گھنٹہ پورا سمجھا جاتا تھا۔

دوسرا طریقہ سائے سے وقت معلوم کرنے کا تھا کسی لکڑی کو دھوپ میں دیوار یا زمین پر گاڑ دیتے تھے، اور جوں جوں اس کا سایہ گھٹتا بڑھتا اس سے وقت کا پتہ چلتا رہتا تھا۔

سائے کی گھڑی

ایک طریقہ یہ تھا کہ کٹورے میں چھوٹا سا سوراخ کر کے اُسے بڑے برتن یا تالاب میں چھوڑ دیتے اور جب اس کٹورے میں اس سوراخ سے پانی بھر جاتا اور وہ ڈوب

جاتا تو سمجھا جاتا کہ ایک گھنٹہ پورا ہو گیا۔

وقت ناپنے کا ایک طریقہ اور تھا۔ وہ یہ کہ کسی موم بتی یا رسی پر برابر برابر فاصلوں پر نشان بنا کر اسے جلا دیا جاتا تھا اور جب وہ موم بتی یا رسی ایک نشان تک جل جاتی تو ایک گھنٹہ ختم سمجھا جاتا۔ اسی طرح جتنے نشان جل جاتے اتنے گھنٹے ختم ہو جاتے سمجھے گئے، بھئی زبیر میاں؟"

کہنے لگے "آپ کہے جائیے میں بالکل سمجھ رہا ہوں۔"

میں نے کہا "اچھا آپ وقت ناپنے کے مختلف طریقے سمجھ گئے۔ اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وقت کیا چیز ہے۔ اگر ہم ذرا غور کریں تو یہ بات ہماری سمجھ میں فوراً آ جائے گی کہ وقت میں اور حرکت میں بہت بڑا تعلق ہے اور نہ تو بغیر حرکت کے ہم وقت کو سمجھ سکتے ہیں نہ بغیر وقت کے حرکت کو۔"

زبیر کہنے لگے "یہ تو ذرا ٹیڑھی سی بات معلوم ہوتی ہے۔"

میں نے کہا "نہیں بھئی یہ تو بہت آسان سی بات ہے۔ اب دیکھو اگر زمین کی حرکت بند ہو جائے اور وہ سورج کے گرد چکر لگانا چھوڑ دے۔ اگر موم بتی یا رسی نہ جلا کرے، اگر کٹورے میں پانی نہ بھرا کرے۔ اور اگر دنیا میں کوئی چیز حرکت نہ کرے تو ہم وقت کا اندازہ نہیں لگا سکیں گے؟ یا پھر دوسری مثال یوں لو کہ ہمیں اسٹیشن جانا ہے اور ہم دوڑ کر وہاں پندرہ منٹ میں پہنچ جاتے ہیں تو ہمیں گاڑی مل جاتی ہے اور اگر ٹہلتے ٹہلتے جاتے ہیں تو ایک گھنٹے میں پہنچتے ہیں اور گاڑی چھوٹ جاتی ہے گویا یہاں سے اسٹیشن جانے میں جتنا وقت لگے گا اس کا تعلق ہماری رفتار سے ہے یعنی اگر ہم تیز چلیں تو پندرہ منٹ میں اسٹیشن پہنچیں گے اور اگر آہستہ آہستہ جائیں تو ایک گھنٹے میں۔ اسی طرح ہماری رفتار کی تیزی یا سستی کا تعلق اس وقت سے ہے جو یہاں سے اسٹیشن جانے میں لگا۔ جسے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم ایک میل

موم گھڑی

فی گھنٹہ یا آدھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ہٹ گئے "

میں نے ایک لمبی سی جمائی لی اور کہا "بھئی بہت رات گذر گئی ۔ باقی کل پر رکھو، تمھیں نیند آرہی ہوگی "

زبیر میاں بولے :- "اچھے بھائی اب سنا ہی ڈالئے ۔ مجھے تو نیند آ نہیں رہی ہے آپ کی باتیں بڑے مزے کی ہیں "

فریدہ بولیں ۔ "ہاں ، ہاں بھیا ۔ جانے آپ کو کل فرصت ملے یا نہ ملے ۔ آج ہی سنائیے "

میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مانیں گے نہیں تو میں نے کہا " اچھا بھئی یہ تو تم سمجھ گئے کہ وقت کا تعلق حرکت سے ہے اور وقت ہمارے لئے کتنا ضروری ہے ۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو ۔ لیکن شاید تمھیں یہ نہ معلوم ہو کہ کائنات کی ہر چیز بہت چھوٹے چھوٹے ذرّوں سے بنی ہے ۔ پھر ہر ذرّے کے ہزاروں چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوتے ہیں جنھیں ہم آنکھوں سے تو کیا، خوردبین سے بھی نہیں دیکھ سکتے ۔ یہ بہت ہی باریک باریک ذرّوں کے ٹکڑے ہر وقت حرکت کرتے رہتے ہیں ۔

اب اگر کائنات میں تمام قسم کی حرکتیں ایک دم سے بند ہو جائیں تو وقت بھی کوئی چیز نہ رہ جائے گا ۔ کیونکہ حرکت ہی کو ناپنے کے لئے تو وقت ہے ۔ جب حرکت ہی نہ رہے گی تو وقت کیسا ؟ لیکن اس بات کا تصوّر قریب قریب ناممکن ہے کہ دنیا میں ہر قسم کی حرکت ختم ہو جائے کیونکہ ایسی صورت میں خود دنیا کا وجود ختم ہو جائے گا ۔
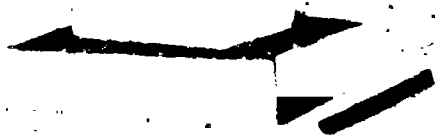
زبیر میاں ایک دم سے پوچھ بیٹھے :- "بھائی جان ذرا یہ بھی بتا دیجئے کہ یہ سب باتیں کس نے معلوم کی ہیں ؟"

میں نے کہا "بھئی سائنس دانوں نے بہت
سر کھپایا ہے تب کہیں وہ عجیب باتیں معلوم کر سکے
ہیں۔ لوگوں نے حساب لگا لگا کر ان باتوں کا پتہ
لگایا ہے لیکن اتنا حساب ہم نہیں لگا سکتے۔ ریاضی نہ
ہوتی تو ان باتوں کا بھلا کیا پتہ لگتا۔ اب ریاضی کو
برا بھلا نہ کہئے گا۔"

اچھا بھئی زبیر میاں آپ نے کبھی اس کا بھی
خیال کیا ہے کہ کھیل کے میدان میں تو وقت بہت
جلدی گذرتا معلوم ہوتا ہے لیکن اسکول میں بیٹھے
رہنے سے کم بخت وقت کٹتا ہی نہیں۔ اس کی وجہ
بھی کبھی آپ کی سمجھ میں آئی؟"

بولے "میری سمجھ میں تو کوئی وجہ نہیں آتی۔"

میں نے کہا "جب ہم کسی کام میں مشغول رہتے
ہیں تو ہمارے ہاتھ، پاؤں، آنکھوں یا دماغ
کے ذرے حرکت کرتے رہتے ہیں۔ ہماری مشغولیت
جتنی بڑھتی جاتی ہے ذرے اتنی ہی تیزی سے
حرکت کرتے ہیں۔ تو ان کی حرکت جتنی تیز ہوگی
وقت اتنا ہی تیزی سے گذرتا معلوم ہوگا۔ سمجھ
رہے ہو؟"

"ہاں۔"

اچھا فرض کرو کہ ایک بالکل تاریک
کوٹھری ہے جس میں کہیں سے بھی روشنی نہیں پہنچتی
اس میں ایک شخص قید کر دیا گیا۔ کوٹھری میں بہت
سارا کھانے کا سامان موجود ہو اتنا کہ کبھی ختم نہ
ہو سکے، تو آپ جانتے ہیں کیا ہوگا؟"

"کیا ہوگا؟" فریدہ اور زبیر نے ایک ساتھ
پوچھا۔

میں نے جواب دیا "اس بے چارے
قیدی کو وقت کا بالکل پتہ نہ چلے گا۔" لیکن
اگر اسی کوٹھری میں کوئی پہرہ دار روزانہ کھانا
پہنچانے آیا کرے یا وہاں پر کوئی موم بتی جلا دی
جایا کرے تو اس قیدی کو وقت کا کچھ نہ کچھ اندازہ
ہوتا رہے گا۔"

زبیر کہنے لگے "یہ تو بڑے مزے کی بات
آپ نے کہی۔"

میں نے کہا "اور سنئے، بہت سے لوگوں
کا خیال ہے کہ قیامت کا ایک دن کئی ہزار برس
کے برابر ہوگا۔"

"ہاں، ہاں پھوپھی جان نے مجھے ایک
مرتبہ بتایا تھا۔" فریدہ نے بات کاٹی۔

میں نے کہا "ہاں بھئی ممکن ہے کہ ہم لوگوں
کو اس وقت، وقت کا بالکل ہی اندازہ نہ رہے۔"

"یہ کیوں؟" زبیر نے ٹوکا۔

"بھئی وہ یوں کہ ممکن ہے کہ لوگ بہت
مشغول یا پریشان یا خوش ہوں اور وقت کا
بالکل خیال نہ رکھ سکیں۔ اس طرح خواہ ایک دن

گذرے خواہ دن ہیں ہزار سال گذر جائیں کچھ پتہ نہ چل سکے گا۔

اچھا یہ بتاؤ کہ کسی کو تم نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ فلاں آدمی بے کار وقت ضائع کیا کرتا ہے؟

زبیر بولے "کیوں ابھی پرسوں صبح ہی کو میں پڑھنے کی بجائے مٹی کی گیند ادھر ادھر لڑھکا رہا تھا کہ ابا جان آگئے اور بولے :۔

"میاں امتحان کے تین مہینے اور رہ گئے ہیں۔ ذرا جی لگا کر پڑھ ڈالو۔ میں تو جب دیکھتا ہوں تم وقت ضائع کرتے رہتے ہو۔"

میں نے کہا "بس بس۔ دیکھا تم نے وقت اور حرکت میں کتنا بڑا تعلق ہے۔ یعنی اگر آدمی کچھ نہ کرے یا یوں سمجھو کہ حرکت نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ وقت ضائع کر رہا ہے۔ اور وقت کا بہترین استعمال یہ ہے کہ آدمی کچھ کام کرے۔ اور جب کام کرنا ہی ہے تو پھر ایسا کام کرے جو مفید ہو اور جس سے کچھ فائدہ پہنچے۔"

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ بھائی جان آگئے۔ معلوم نہیں کتنی دیر سے ہماری باتیں سن رہے تھے کہنے لگے "میاں یہ کہاں کی گپیں ہو رہی ہیں، سب آج ہی ہانک ڈالو گے۔ کچھ کل کے لئے چھوڑ دو۔"

میں نے کہا "جناب باتیں تو تھیں بہت سوجھ بوجھ کی لیکن اب آپ انھیں گپیں ہی سمجھ لیجئے۔" وہ بولے "اچھا بھئی عقل مند اور سائنس دانوں اب سو رہو۔"

رتن کرن نمبر

ایڈیٹر کندن لال ایم اے۔ قیمت سالانہ سے، فی پرچہ ۲ر، کرن نمبر عہ

رتن ہر سال مہاراجہ کشمیر کے ولی عہد بہادر کی سالگرہ کے موقع پر اپنا ایک خاص نمبر نکالتا ہے۔ آج کل قریب قریب سبھی پرچوں نے کاغذ کی کمی کے سبب خاص نمبر نکالنے گویا بند ہی کر دئے ہیں مگر رتن اپنی وضعداری کو برابر نباہ رہا ہے اور بہت خوش اسلوبی سے اس مرتبہ اس کا یہ خاص نمبر بہت اہتمام سے شائع ہوا ہے۔ مضمون، کہانیاں، نظمیں، معمے، لطیفے غرض بچوں کی دلچسپی کا سب سامان موجود ہے لکھنے والے بھی اچھے اچھے، کاغذ، لکھائی، چھپائی، تصویریں غرض سب چیزیں عمدہ اور ضخامت کوئی ڈیڑھ سو (۱۵۰) صفحے

ہمیں تو تعجب ہے کہ اس زمانے میں انھوں نے اتنا بھاری بھر کم خاص نمبر کیسے نکال دیا۔ ہم کندن لال صاحب کو اس کامیابی پر دلی مبارکباد دیتے ہیں۔

ملنے کا پتہ

دفتر رتن دربار گڑھ روڈ جموں، کشمیر

الیس محمد عالم۔ مہتمم پی۔

عبدالعلیم شیرکوٹی

تمام فرانس میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ پیرس کے لوگوں نے بادشاہ اور ملکہ کو قتل کر دیا۔ نوابوں کی زندگی بھی محفوظ نہ تھی۔ اتنے میں انگلینڈ جرمنی اور آسٹریا کی فوجیں نوابوں کی مدد کے واسطے آگئیں۔ اُنھوں نے اس بات کی بھی کوشش کی کہ فرانس کے تخت پر پھر کسی کو بٹھایا جائے یہ دیکھ کر نپولین کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس نے ان فوجوں کے خلاف جنگ شروع کر دی اور اتنی بہادری اور ہوشیاری سے مقابلہ کیا کہ اُن کے چھکے چھوٹ گئے۔ فرانس کے لوگوں نے اس کی بہادری سے خوش ہو کر اس کو اپنی فوجوں کا جنرل بنا دیا۔

نپولین کی تمام یورپ میں دھاک جم گئی اس نے دوسرے ملکوں کے باشندوں کو بھی اُن کے ظالم بادشاہوں سے نجات دلائی۔ انگلینڈ کی حالت اس زمانے میں اور ملکوں سے اچھی تھی۔ وہاں جارج سوئم حکومت کرتا تھا جارج سوئم کا پردادا جارج اوّل جرمنی کی ایک ریاست کا شہزادہ تھا جس کو انگلینڈ کے لوگوں نے اپنا بادشاہ بنا لیا تھا۔ گو جرمن ہونے کی وجہ سے اس کو اپنی رعایا سے ایسی ہمدردی نہ تھی جتنی ایک ملک کے بادشاہ کو ہونا چاہیے۔ لیکن اصلی حکومت تو پارلیمنٹ کے ہاتھ میں تھی۔ پارلیمنٹ کے سب ممبر انگریز تھے۔ یہ لوگ بہت نیک اور اچھے تھے۔ غریب لوگوں کی مدد کے لئے ان کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے تھے۔ وہ بادشاہ کو بھی کوئی ایسی بات نہ کرنے دیتے تھے جو ملک کے لئے نقصان دہ ہو۔ اس لئے انگلینڈ کے لوگ اپنی حکومت سے بہت خوش تھے۔ وہ ہرگز نہ چاہتے تھے کہ نپولین یورپ کے اور ملکوں کی طرح ان کے ملک پر بھی حملہ کرے اور یہاں کی گورنمنٹ کو جسے وہ بہت چاہتے تھے بدل ڈالے لیکن نپولین کا خیال تھا کہ تمام یورپ کی [illegible] کا سبب انگلینڈ ہے اور جب تک وہ انگلینڈ کو فتح

کرکے وہاں کی حکومت نہ بدلے گا۔ یورپ آزاد نہ ہوگا۔ انگلینڈ کو فتح کرنا اس کے نزدیک کوئی مشکل کام نہ تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ انگلش چینل (رودبار انگلستان) ایک معمولی سی خندق سے زیادہ نہیں جس کو پار کرنے کے لئے صرف تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے۔

نپولین کی فوجیں تمام یورپ کی لڑائیوں میں فتح پانے لگیں۔ انھوں نے اٹلی، پرشا، اسپین بلجیم وغیرہ کے بڑے بڑے میدان مار لئے۔ فرانس کے لوگ تو یہ سمجھنے لگے کہ اب دنیا میں کوئی ایسا کام نہیں جس کو نپولین نہ کرسکتا ہو۔

رفتہ رفتہ نپولین فرانس کی حکومت کا صدر (جس کو کونسل کہتے ہیں) ہوگیا۔ اس نے اب رعایا کے فائدہ اور آرام کی طرف توجہ کی جن کسانوں نے زمینداروں اور نوابوں سے زمینیں چھین لی تھیں وہ انھی کے پاس رہنے دیں۔ کسان لوگ بہت خوش ہوئے۔ ان کو اب اپنے کھیتوں میں محنت کرنے میں مزا آنے لگا۔ پیداوار خوب ہونے لگی۔ ان کو یقین ہوگیا کہ جو کچھ وہ پیدا کریں گے وہ انھی کے پاس رہے گا۔ ان کی محنت کی کمائی بادشاہ اور نوابوں کی تفریحوں میں خرچ نہ ہوگی۔ اب ان کے پاس اتنا روپیہ ہوگیا کہ وہ اپنے اور اپنے بچوں کے لئے گرم کپڑے خرید سکیں۔ ان باتوں سے فرانس کے لوگوں کے دلوں میں نپولین کی اتنی عزت اور قدر ہوگئی کہ انھوں نے نپولین کو اپنا شہنشاہ بنالیا۔

اگر نپولین اسی طرح اپنی رعایا کے آرام و آسائش کی فکر میں لگا رہتا تو ممکن تھا کہ دوسرے ملکوں کے بادشاہ بھی اُن کی تقلید کرنے لگتے لیکن وہ خاموش بیٹھنے والا انسان نہ تھا۔ اس نے پھر فوجیں اکٹھی کرکے لڑائی جھگڑے شروع کردئے۔ اس کا خیال تھا کہ دنیا میں اس سے زیادہ عقل مند اور بہادر آدمی نہیں ہے۔ نوجوان لوگ زبردستی فوج میں بھرتی کئے جانے لگے۔ ان کے بوڑھے ماں باپ تڑپتے رہ گئے اور یہ اُن سے جُدا کرکے دوسرے ملکوں میں کٹنے کے لئے بھیج دئے گئے تمام ملک میں سنسنی سی پھیل گئی۔ نپولین لوگوں کی آنکھوں میں کھٹکنے لگا۔ وہی لوگ جو اس کے آنے سے بہت خوش ہوئے تھے۔ جنھوں نے اس کو اپنا شہنشاہ بنا لیا تھا۔ اب اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ فرانس ہی نہیں یورپ کے دوسرے ملکوں کے لوگ بھی جن کے دلوں میں نپولین کی بہت عزت تھی۔ اس سے عاجز آگئے اُن کی فصلوں کو نپولین نے پامال کردیا جس ملک میں نپولین جاتا۔ وہاں کے لوگوں کو مجبور کیا جاتا کہ اس کی بے شمار فوج کے لئے کھانے پینے کا

کا انتظام کریں اور اپنے گھر سپاہیوں کے رہنے
کے لئے خالی کر دیں۔ ان کو بھاری بھاری
ٹیکس ادا کرنے پڑے۔ انگلینڈ کے لوگ بھی پریشان
تھے۔ حالانکہ نپولین وہاں تک نہ پہنچ سکا لیکن
انگلینڈ کے بہت سے بہادر سپاہی اور ہوشیار
جنرل کام آگئے۔ نیلسن جو وہاں کا سب سے بڑا
امیر البحر تھا۔ ۱۸۰۵ء میں ٹرافلگار کی جنگ میں
مارا گیا۔

آخرکار نپولین نے ایک بہت بڑی غلطی کی
جو اس کے زوال کا باعث ہوئی۔ اس نے بلا سوچے
سمجھے چھ لاکھ سپاہیوں کی فوج لے کر روس
پر حملہ کر دیا۔ روس کے لوگ مقابلہ نہ کر سکے اور
بھاگ کھڑے ہوئے۔ نپولین پیچھا کرتا ہوا آگے بڑھا
لیکن روسیوں نے ایک ہوشیاری کی۔ جلتے وقت
وہ اپنے اناج کے تمام کھیتوں میں آگ لگاتے گئے
اور اپنے مویشی اور پالتو جانور ساتھ لے گئے تاکہ
نپولین کی فوج کو کھانے تک کو کچھ نہ مل سکے
انھوں نے ماسکو کے شہر میں بھی آگ لگا دی تاکہ
فرانسیسی فوجیں وہاں پناہ نہ پا سکیں۔ نتیجہ یہ
ہوا کہ نپولین کی فوج بھوکوں مرنے لگی۔ مصیبت
پر مصیبت یہ ہوئی کہ فوج میں وبا پھیل گئی۔ آخر
نپولین نے لوٹنے کا ارادہ کیا مگر اکتوبر کا مہینہ
آچکا تھا اور کڑاکے کے جاڑے پڑ رہے تھے۔
برف باری دن بدن بڑھنے لگی۔ سپاہیوں کے
بدن پر کپڑا نہ رہا۔ ان کے جوتوں کے تلے تک
برف میں گل کر رہ گئے۔ اور بہت تیزی سے
آدمی مرنے شروع ہو گئے۔ جب نپولین لوٹ کر
فرانس آگیا تو اس کے چھ لاکھ سپاہیوں میں کل ۲۰
ہزار زندہ بچے۔ یہ نقصان ایسا تھا کہ نپولین کی
کمر ٹوٹ گئی۔

دوسرے ملکوں کے بادشاہ تاک میں بیٹھے ہی
تھے کہ کب نپولین کی قوت کم ہو اور کب وہ حملہ
کریں۔ مناسب موقع پا کر سب کے سب اس پر
چڑھ دوڑے۔ نپولین کے پاس فوج ہی کتنی رہ
گئی تھی۔ بیچارا ہار گیا۔ اس کو قید کر کے ایلبا کے
جزیرے میں بھیج دیا گیا۔ فرانس کے تخت پر پھر
ایک بادشاہ کو بٹھا دیا گیا۔

مشکل سے دس مہینے گذرے تھے کہ فرانس
کے ایک چھوٹے سے بندرگاہ پر کچھ کشتیاں تیزی
سے آتی ہوئی نظر پڑیں۔ کشتیاں خاموشی سے
کنارے آلگیں اور لوگ جلدی جلدی اترنے
لگے۔ چشم زدن میں تمام ملک میں خبر پھیل گئی کہ نپولین
پھر فرانس آگیا۔ ہوا بھی ایسا ہی۔ نپولین اپنے بارہ
سو سپاہیوں کے ساتھ ایلبا سے بھاگ کر آگیا۔ لوگوں
میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ پرانے سپاہی

بادشاہت کے پھر اس کی فوج میں آ آ کر ملنے شروع ہو گئے۔ عورتیں، مرد، بوڑھے بچے سب مل کر خوشی کے آنسو بہانے لگے۔ نپولین نے بھی بڑی محبت کا اظہار کیا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنے خاندان کے لوگوں میں جن سے وہ بچھڑ گیا تھا، پھر آ ملا۔ اس نے وعدہ کیا کہ بجائے جنگ و جدل کے اب وہ رعایا کی خوش حالی اور بہبودی کی فکر کرے گا۔ اس کی فوجیں ورسیلز کی طرف بڑھنے لگیں۔ نیا بادشاہ اس کی آمد کی خبر سن کر پہلے ہی بھاگ چکا تھا۔ ایک مرتبہ پھر نپولین فرانس کا شہنشاہ ہو گیا۔

مگر اس کا ستارہ گردش میں آ چکا تھا۔ خدا معلوم وہ اپنے وعدے پر سچا اترتا یا نہیں، لیکن سوائے فرانس کے لوگوں کے اور کسی نے اس کی بات کا یقین نہیں کیا۔ انگلینڈ، جرمنی اور بلجیم کی فوجیں پھر اس کو ہرانے کے لئے اکٹھی ہو گئیں۔ واٹرلو کے مقام پر جو بلجیم میں واقع ہے، لڑائی ہوئی، اور آخر جون ۱۸۱۵ء میں ایک دن نپولین کو شکست ہو گئی۔

نپولین کو قید کر لیا گیا۔ اس مرتبہ بجائے ایلبا کے اس کو بہت دور، بحر اٹلانٹک کے ایک جزیرہ سینٹ ہلینا میں وہ قریب چھ سال اور زندہ رہا۔ اس کی صحت بگڑ گئی تھی اور اکثر بیمار رہا کرتا تھا۔ سنا ہے کہ بعض اوقات بیماری میں اس کو بڑی بڑی تکلیفیں ہوئیں۔ لیکن آفرین ہے اس کی ہمت پر کہ اس نے اپنی زبان سے کبھی اُف تک بھی نہ کیا۔ اس کے انتقال کے کافی عرصے عرصے بعد اس کے مردہ جسم کو فرانس لایا گیا اور پیرس میں ایک عظیم الشان مقبرے میں دفن کر دیا گیا۔

معمّے کے قواعد

(۱) حل کے ساتھ ہر بار ایک ٹکٹ آنا ضروری ہیں (۲) ایک سے زیادہ حل بھی بھیجے جا سکتے ہیں۔ چار حلوں کی رعایتی فیس ۶؍ آنہ۔ (۳) صحیح حلوں کی صورت میں (۴) دونوں انعام تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ قرعہ اندازی نہ ہوگی (۴)، تمام حل رسالے پہنچنے کے ۱۵ دن بعد دفتر پیام تعلیم دہلی پہنچ جانے چاہئیں (۵) ایڈیٹر کا فیصلہ قطعی ہوگا (۶) پیام تعلیم میں چھپے ہوئے کوپن کے علاوہ اور کوپن نہیں لئے جائیں گے (۷) کسی کوپن میں کوئی حرف کٹا یا مٹا ہوا ہوگا یا پنسل سے بھرا ہوا ہوگا۔ تو مقابلے میں شامل نہ کیا جائے گا۔ (۸) چھوٹی اور بڑی ے کا فرق ضروری ہے۔ ٹی۔ ٹے۔ (۹) پتہ:- جناب ایڈیٹر پیام تعلیم مکتبہ جامعہ، دہلی۔ قرول باغ۔

اچھی بہنو اور اچھے بھائیو!

تمہارے امتحانات تو اب ختم ہو چکے ہوں گے۔ کامیاب ہونے والے پیامیوں کو مبارک باد، جو اتفاق سے ناکام رہے وہ ہمت نہ ہاریں۔ آئندہ سال جی لگا کر محنت کریں۔ کشمیری گیٹ کی برادری کے ناظم اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی برادری کے تمام ممبر سالانہ امتحان میں کامیاب رہے، نہ صرف کامیاب بلکہ اپنے اپنے اسکولوں میں اوّل دوم رہے۔

۲۱ و ۲۲ اپریل کو تعلیمی مرکز جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی میں میلاد النبی کا جلسہ ہوا۔ دہلی کے دس مختلف اسکولوں کے بچوں نے تحریری اور تقریری مقابلوں میں حصہ لیا۔ تقریریں عام طور پر بچوں کی سمجھ سے بہت اونچی تھیں۔ ستندر ناتھ صدر پیام برادری قرول باغ، محمد معین مدرسہ ابتدائی جامعہ نگر دہلی، اور احسان اللہ خاں پرویز صدر پیام برادری کشمیری گیٹ کی فی البدیہہ تقریریں بہت کامیاب رہیں۔ دوسرے دن جلسہ خاصا دلچسپ رہا، پورا ہال بھرا ہوا تھا۔ اس جلسے کا پورا انتظام تعلیمی مرکز کے بچوں کی انجمن کے ہاتھ میں تھا۔ جس حسن خوبی، انتظام اور سلیقے کے ساتھ ان بچوں نے جلسے کی کارروائیوں کو نبھایا ہے، تعریف کا مستحق ہے۔ آں حضرت کی زندگی سے متعلق تعلیمی مرکز کے بچوں کے ہاتھ کے بنائے ہوئے بہت سے خوب صورت چارٹ اور خاکے سارے ہال میں آویزاں تھے۔ جیسے کچھ یہ بچے ہیں اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اس میں ان کے استادوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ کاش ایسے ہی دلچسپی لینے والے استاد سارے بچوں کو میسر ہوں!

کشمیری گیٹ کی برادری نے بھی ان مقابلوں میں شرکت کی۔ احسان اللہ پرویز، تقریر میں دوم آئے۔ مجموعی حیثیت سے پیام برادری مقابلے میں دوم رہی۔ احسان کو میری طرف سے مبارک باد۔[1]

محمد اسد طاہر ضلع ایبٹ آباد برادری کے ایک ہونہار اور لائق ممبر ہیں۔ اپنے وطن میں وہ بڑا کام کر رہے ہیں اور کرنے والے ہیں۔ انھوں نے میری درخواست پر اپنے کام کا سارا حال مجھے لکھا ہے میں اُن کے خط کا خلاصہ شائع کر رہا ہوں کاش سارے پیامی ایسے ہی ہو جائیں!

---

[1] تقریری مقابلے میں ستندر ناتھ صدر پیام برادری قرول باغ اوّل رہے۔ مجموعی حیثیت سے تعلیمی مرکز جامعہ اول اور پنجابی اسلامیہ اسکول دوم رہا۔ مطابق اطلاع [illegible]

[illegible]

مشتاق بھائی، فروری کے پرچے میں آپ نے مجھے لکھا تھا، کہ اپنے کاموں کا حال آپ کو لکھتا رہوں۔ چنانچہ [illegible] معمولی سی خدمت میں کر رہا ہوں آپ کو لکھتا ہوں۔

میں اپنے اسکول سے ایک دہ روزہ قلمی اخبار "مکتب" نکالتا ہوں۔ جسے کوئی پچاس آدمی پڑھتے ہیں۔ صوبۂ سرحد کے [illegible] اشاعت اخبارات "نوجوان سرحد" ہری پور ہزارہ اور "انکشاف" ایبٹ آباد نے مکتب پر تبصرے بھی لکھے ہیں۔ "نوجوان سرحد" میں تبصرہ پڑھ کر ہیڈ ماسٹر صاحب مڈل ہائی اسکول [illegible] ضلع پشاور نے مجھ سے اخبار طلب کیا۔ میں انھیں بھی اخبار بھیجتا ہوں اور "مکتب" وہاں بڑے شوق سے پڑھا جاتا ہے۔

جب "مکتب" [illegible] سے واپس آتا ہے تو میں اسے لور مڈل اسکول غازی بھیجتا ہوں جو میرا آبائی گاؤں ہے۔ اس طرح بہت سے حضرات "مکتب" سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ "مکتب" کے لئے مضامین مجھے محمد امیر خاں امیر، محمد شفقت اللہ، محمد صادق ملک وغیرہ دیتے ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ یہاں کے لڑکوں میں مضامین لکھنے کا زیادہ شوق نہیں۔ اساتذہ بھی اپنے لڑکوں میں یہ شوق پیدا کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے۔ نہیں تو میں سچ کہتا ہوں، صوبہ سرحد کی خاک بہت نام آور ادیب پیدا کرتی

اب میرا ارادہ مکتب کو ماہوار رسالہ کرنے کا ہے۔ اور آہستہ آہستہ یہ بالکل بچوں کا رسالہ بن جائے گا۔

اگر اردو کی کتابیں رکھنا اور پڑھنا، اردو کی خدمت کہلائی جاسکتی ہے تو میرے پاس بفضل خدا ۲۵۰ کتابوں کی [illegible] بھی موجود ہے اور اس تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔"

لیکن بدقسمتی سے آج کل بیچارے اسد کے دن بڑی بدمزگی سے گذر رہے ہیں۔ اسد کے ایک ماموں تھے جو ۱۹۳۳ء میں [illegible] سال ایک جھیل میں ڈوب کر مر گئے۔ اسد کے دوسرے ماموں پر جو بچپن ہی سے ایک موذی مرض میں گرفتار رہے اس [illegible] کا [illegible] اور اُن کا درد بہت زیادہ بڑھ گیا، اب کوئی دو ماہ سے وہ انتہائی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اسد [illegible] لکھا ہے کہ میں تمام پیامیوں سے اُن کی صحت کے لئے دعا مانگنے کی درخواست کروں۔ مجھے اُمید ہے کہ تمام پیامی [illegible] ان کی صحت کی دعا مانگیں گے۔ کیا عجب تمھارے ننھے اور معصوم دلوں کی دعا قبول ہو جائے!

بعض پیامیوں نے پوچھا ہے۔ کہ دفتر میں منے کے ٹکٹ اور لفافے بھی موجود ہیں۔ ہاں ہیں۔ لیکن ایک ایک پیامی کو

تھوڑے تھوڑے سے ٹکٹ اور لفافے بھیجنا مشکل ہے۔ ہاں زیادہ منگائیں تو ممکن ہے۔ اگر ان کی برادریاں منگائیں تو آسانی ہے
بہت سے پیامی بچے کی قیمت کراس پوسٹل آرڈر کی شکل میں بھیجتے ہیں پوسٹل آرڈر کو کراس نہ کریں۔ پیامیوں کو معلوم ہے
کہ برادری کی ممبری فیس ۲ روپے ہے پھر بھی وہ صرف بچے کی قیمت ۲/ بھیج کر ممبر بننے کی درخواست کرتے ہیں۔ یہ نا بری بات ہے؟

چونکہ بھول سے معما نمبر ۲ کے قواعد نہیں چھپ سکے اس لئے بہت سے بچوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ بعضوں نے ۱/ فی حل کے حساب سے بھیجا اور بعضوں نے وہ بھی نہیں۔ غلطی اپنی ہی تھی اس لئے مجھے مقابلے میں ہر ایک کو شریک کرنا پڑا
اچھے پیامیو! قواعد چھپیں یا نہ چھپیں شرائط وہی رہیں گی۔ جو جنوری کے پرچے میں چھپیں۔

معما معما نمبر ۲ کے کل ۱۰۱ حل آئے مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ تم لوگ بڑی عجلت اور لاپرواہی سے معمے حل کرتے ہو
اشاروں کو غور سے نہیں پڑھتے۔ حل کرنے کی خوشی اور بھیجنے کی جلدی میں ایک آدھ خانہ خالی چھوڑ جاتے ہو۔ یا ٹکٹ
ہی رکھنا بھول جاتے ہو! قواعد کو غور سے نہیں پڑھتے۔ اس دفعہ بھی چار پنسل کے حل آئے ہیں! بعض بچے کئی کئی کوپن
بھیجتے ہیں۔ لیکن ہر کوپن میں یکساں حل۔ اس سے فائدہ؟ جب کئی کوپن بھیجتے ہیں۔ تو ہر ایک میں مختلف حل بھیجتے ہیں
تاکہ کوئی تو صحیح ہو جائے گا

میرا مشورہ ہے کہ تم لوگ وقت سے چار پانچ روز پہلے ہی معما حل کر لو۔ بند کر کے رکھ دو۔ پھر جب بھیجنے لگو تو غور
سے جانچو۔ گویا کسی دوسرے کا معما غلطی نکالنے کے لئے جانچ رہے ہو۔

جب لفافے میں پیامی معما بھیجیں اس کے اوپر جلی حروف میں "معما نمبر ....." (جو کچھ بھی معمے کا نمبر ہو) اپنا پتہ
اور جتنے کے ٹکٹ ہوں لکھ دیا کریں۔ یہ بہت ضروری ہے۔

معما نمبر ۲ کچھ ایسا مشکل تو نہ تھا پھر بھی صحیح حل کل پانچ آئے۔ دو غلطی والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ قاعدے
کی رو سے انہیں انعام نہ ملتا تو ان کا دل چھوٹا ہوتا اس لئے منیجر مکتبہ جناب حامد علی خاں صاحب نے ان کے لئے دس روپے
کا ایک خاص انعام منظور فرمایا ہے۔

انعام اول (بالکل صحیح) فی کس عہ

ناہید اختر علی پور کلکتہ | عبدالشافی، اعظم گڈھ | خورشید بانو۔ ہردوئی
سعیدہ آگرہ | سید اصغر مہدی، دہلی

انعام دوم (ایک غلطی) فی کس ۱۱/

بشیر محمد خان امراؤتی | محمد ہاشم خان امرتسر | ضیاء الحق بریلی

افتخار احمد، دہلی	ایم ۔ ایس ۔ عثمانی، لالقان، جودھپور	غلام رحمانی چوڑی والان، دہلی
عبدالوحید خاں جون پور	سید منصور حسن، دہلی	احسن حامد، دہلی

انعام خاص (دو غلطی) فی کس ۵ھ

محمد شکیل، پشاور	محمد ہاشم خاں، امرتسر	محمد شرف احمد لالقان جودھپور	عصمت آرا، پشاور
محمد وسیم خاں، کان پور	امیر علی، امداد علی بین کلکتہ	محمد اظہار الحسن لہریا سرائے	شمیم اختر، ؍؍
صلاح الدین محمود علی گڑھ	سید جلیس الدین، مراد آباد	مرزا فصیح الدین بیگ آگرہ	سید اقبال حسین کرمانی اندور
عزیز الحق خاں، جامعہ نگر	وید پرکاش صراف، جموں	ابو غانم بہرائے میر اعظم گڈھ	عبدالودود قریشی ۔ چرکھاری
معین الدین صدیقی، محلہ شاہ گنجی	اعجاز احمد خاں شروانی علی گڑھ	سید صباح الدین احمد جمیالہ	قادر بخش لالقان جودھپور
اقبال یٰسین تائب، جامعہ نگر	سید عارف علی، جامعہ نگر	سید محمد ساجد ہاشمی مظفر پور	عائشہ بیگم عثمان آباد
محسن حامد ۔ دہلی	عبید الحسن صدیقی، کانپور	رضا الرحیم، ملکہ پور	
محمد اشتیاق عالم حصار	علاء الدین رحمٰن، علی گڑھ	محمد سدید الدین ارشد ملتانی ڈھانڈا دہلی ۔	

انعام پانے والے بچے اپنی پسند کی کتاب بتلائیں ۔ اگر آپ پیسے کی بچت کرنا چاہتے ہیں تو جس لفافے میں آئندہ حل بھیجیں اسی میں کتاب کا نام بھی لکھ کر رکھ دیں ۔

پیامیوں سے :-

عبدالحمید کان پور :- پرچہ تو تمھیں مل گیا ہوگا ۔ تمھارے حل میں چار غلطیاں تھیں ۔ پھر کوشش کرو ۔ اشاروں کو غور سے پڑھو ۔

محمد شکیل، پشاور :- جنوری کے معمے کا نتیجہ تو تمھیں معلوم ہی ہو گیا ہوگا ۔ اس مرتبہ تم انعام خاص پا رہے ہو ۔ کوشش کرو کہ بالکل صحیح حل کر لو ۔

ابو غانم اعظم گڈھ :- معموں میں حصہ لینے کا غالباً تمھارا یہ پہلا اتفاق تھا ۔ تمھارے پاس بھیجے ہوئے حل کی نقل تو ہوگی ہی اب صحیح حل سے ملا کر دیکھو کہ تم نے کہاں کہاں غلطی کی ہے ۔ پیام تعلیم میں نے تمھارے نام جاری کرا دیا ہے ۔

شمیمہ تبسم، بنگلور :- تمھارا نمبر ۱ کا حل ملا ۔ تم نے دیر میں بھیجا ۔ اس لئے تم مقابلے میں شریک نہ ہو سکیں ۔ یوں تمھارا حل بالکل صحیح ہے ۔

محمد شعور جہاں، ملتان :- اچھے بھائی کہیں یوں بھی حل بھیجتے ہیں ! خط کی شکل میں ؟ تم نے داخلہ فیس بھی تو

شمیم بیگم: تمہارے حل میں کئی غلطیاں ہیں۔ بہتر ہے کہ ہار دو کسی سے معما حل کرنے اور بھیجنے کا طریقہ پوچھ لو

ساجد ہاشمی، مظفر پور: تم نے ۲ رکن بھیجے ہیں۔ جنوری کا پرچہ بھجوا دیا گیا ہے۔

رضا رالرحیم، ملک پور: بڑے خوشی کی بات ہے کہ تمھیں پیامِ تعلیم سے اتنی دلچسپی ہے جو پہیلیاں تم نے بھیجی ہیں زیادہ آسانی سے اوروں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ پہیلیاں ایسی ہوں کہ ہر کوئی بوجھ لے۔ پھر کوشش کرو اچھی ہوں تو ہم ضرور شائع کریں گے۔

پریم کمار، حیدرآباد: تمھارا پتہ نوٹ کر لیا گیا ہے۔ رسالہ اب تمھیں وقت پر ملتا رہے گا فی الحال تو حیدرآباد کا کوئی دوسرا لڑکا برادری کا ممبر نہیں۔ اگر تم کوشش کرکے وہاں ممبروں کی تعداد بڑھاؤ اور شاخ قائم کرو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔

فاطمہ زہرا، علی گڑھ: پرچوں کے دیر میں ملنے کی وجہ یہ تھی کہ پرچے دیر سے چھپ رہے تھے اور دیر میں چھپنے کی وجہ یہاں کے پریسوں کی حد سے بڑھی ہوئی مشغولیت ہے۔ لیکن خوش ہو جاؤ۔ پرچہ اب مہینے کے مہینے ملا کرے گا۔ جنوری کے پرچے میں پیامِ برادری کے زندہ ہونے کا جو پیغام تھا کیا تم نے اس کو بالکل نہیں پڑھا؟ "جاگو" تو صرف برادری کے ممبروں کو ملتا ہے۔ قیمت ۱۲ ہے۔

علاء الرحمٰن، علی گڑھ: تمہارے بھائی کے انتقال کی خبر سن کر افسوس ہوا۔ خدا انھیں جنت نصیب کرے۔ تمھارا پتہ تبدیل کر دیا گیا ہے۔

عزیز الرحمٰن، دہلی: مجھے افسوس ہے کہ وعدے کے مطابق میں پھاٹک حبش خاں میں شاخ قائم کرنے کے لئے ابھی تک نہ آسکا بہرحال تم تو کام کر ہی رہے ہو۔ اپنے کاموں کی اطلاع دیتے رہنا۔

نئے ممبر:—

عزیز الرحمٰن پھاٹک حبش خاں دہلی	محمد معیز الدین۔ ٹانڈہ
اشوک سرن، دہلی ×	رشید احمد وحیدی
سید شاہ ممتاز الدین اورنگ آباد	عبد الودود، قریشی چرکھاری
پریم کمار، حیدرآباد دکن	محمد عبد الکریم، پشاور
محمد فاتح۔ کٹیہا پورنیہ ×	سلطان حلیم اعظم گڑھ ×

ممبری کوپن اگلے میں چھپیں گے۔
جنھوں نے ممبری فیس نہیں بھیجی ہے۔

تمھارا
مشتاق بھائی

صحیح حل معما نمبر ۲

معما نمبر ۵
کوپن نمبر
نام
پتہ
دستخط
معما نمبر ۵
کوپن نمبر
نام
پتہ
دستخط
معما نمبر ۵
کوپن نمبر
نام
پتہ
دستخط
معما نمبر ۵
کوپن نمبر
نام
پتہ
دستخط

مکتبہ جامعہ دہلی

بچوں کا کتب خانہ

بچوں کے ادیب جیبی صاحب کی کتابیں

الف لیلہ کے افسانے

الف لیلہ کی کہانیوں کا خلاصہ بچوں کے لئے

پہلا حصہ شہرزاد اور دوسری کہانیاں ۸ر

دوسرا " حرکت میں برکت " " " ۸ر

تیسرا " مرجینا " " " عہر

چوتھا " سچی بہادری " " " ۸ر

پانچواں " گلنار بیگم " " " ۸ر

چھٹا " سنجوگ " " " ۸ر

متفرق کہانیوں کی کتابیں :-

سنہری گھنٹی اور دوسری کہانیاں ۵ر

زاد راہ " " " ۵ر

کہانی نانی کی زبانی از مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب مرحوم ۶ر

ورداند اور دوسری کہانیاں ۸ر

چند اسلامی کتابیں :-

اچھی کہانی - حضرت یوسف علیہ السلام کی کہانی ۳ر

نیا میلاد - بچے اور کم پڑھے لکھوں کے لئے ۸ر

یاران نبی - خلفاء اربعہ کی سیرتیں ۶ر

ستارے - مشہور اور بڑے مہاجرین اور انصار صحابہ کی سیرتیں ۸ر

بچوں کی کتابوں کے نئے ایڈیشن

مکتبہ نے اس عرصے میں بچوں کی کچھ اور بھی کتابیں شائع کی ہیں ان سب کے نام یہ ہیں

۱- سرکار دو عالم (سیرۃ) عہر

۲- ہمارے رسول ۱۰ر

۳- رسول پاک ۱۲ر

۴- نبیوں کے قصے ۱۰ر

۵- ارکان اسلام ۱۲ر

۶- عقائد اسلام ۱۲ر

۷- دنیا کے بسنے والے ۱۰ر

۸- ایورسٹ کی داستان ۵ر

۹- مقناطیس کی کہانی ۵ر

۱۰- تاریخ ہند کی کہانیاں اول ۱۲ر

۱۱- " " " دوم ۱۲ر

۱۲- انشار کی تعلیم ۱۲ر

۱۳- دو بھائی ۱۲ر

۱۴- ننھی مرغابی ۵ر

۱۵- نابیل خان ۵ر

۱۶- چتو متو ۵ر

۱۷- شریر لڑکا ۵ر

مکتبہ جامعہ

دہلی، نئی دہلی، لاہور، لکھنؤ، بمبئی

پیامِ تعلیم

یو پی، برار، میسور، قلات، بنگال، رام پور، حیدرآباد، سرحد
پنجاب، بہار اور سرحد کے محکمہ ہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا

ایڈیٹر:- محمد حسین حسان

جلد ۲۶ - نمبر ۹

فہرست مضامین جون ۱۹۵۱ء

قیمت سالانہ ۳ | فی پرچہ ۴

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین — محبوب المطابع پریس، دہلی

بچّوں سے باتیں

جامعہ کی جوبلی اگلے مارچ ۱۹۴۶ء میں منائی جائے گی۔ اس کی تیاریوں کے سلسلے میں جامعہ کے کارکنوں کی سرگرمیاں روز بروز بڑھتی جاتی ہیں۔ اس کا الگ ایک شعبہ قائم کر دیا گیا ہے۔ اس شعبے کی طرف سے "صحیفہ جوبلی" کے نام سے ایک ماہوار قلمی رسالہ بھی نکلتا ہے۔ اس میں جوبلی کے سلسلے میں تمام سرگرمیوں کی تفصیل ہوتی ہے۔

جامعہ اپنے موجودہ شعبوں کے علاوہ اور بھی بہت سے مفید شعبے کھولنا چاہتی ہے۔ مثلاً صنعتی مدرسے وغیرہ۔ جوبلی کے موقع پر اِن کا افتتاح بالبسم اللہ کی جائے گی۔

جوبلی کے چندے کے سلسلے میں ایک وفد شیخ الجامعہ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کی صدارت میں بمبئی گیا ہوا ہے۔ اس وفد کو وہاں شاندار کامیابی ہوئی۔ اب تک ڈیڑھ لاکھ روپیہ چندہ ہو چکا ہے۔ اور سلسلہ جاری ہے۔

پیام تعلیم کی خریداری کے سلسلے میں ہمارے بہت سے پیامیوں نے دوڑ دھوپ شروع کر دی ہے۔ عزیزی محمد اسد طاہر خیلی اب تک چھ عزیزی پٹیل (جامعہ نگر) چار اور جناب محمد امین صاحب (علیگ) ریسرچ اسکالر تین خریدار بنا چکے ہیں۔ اور پیامیوں کا ذکر اگلے پرچے میں آئے گا۔

خریدار بنانے والے پیامیوں کے نام پیام تعلیم میں برابر شائع ہوتے رہیں گے پیام تعلیم کی طرف سے انھیں تحفے میں کتابیں بھی پیش کی جائیں گی ٭

تارا کی گڑیا

(۲)

محمد شفیع الدین نیّر

۵

یہ سُن کر بکری کا بچّہ ⁂ آ کر کھانا کھانے بیٹھا
یہ سُن کر ہرنی کا بچّہ ⁂ آ کر کھانا کھانے بیٹھا
یہ سُن کر بلّی کا بچّہ ⁂ آ کر کھانا کھانے بیٹھا
یہ سُن کر تیتلی کا بچّہ ⁂ آ کر کھانا کھانے بیٹھا
یہ سُن کر مُرغی کا بچّہ ⁂ آ کر کھانا کھانے بیٹھا
یہ سُن کر قمری کا بچّہ ⁂ آ کر کھانا کھانے بیٹھا
یہ سُن کر یہ سارے بچّے ⁂ آ کر کھانا کھانے بیٹھے

۶

سب نے مِل کر کھانا کھایا ⁂ سب نے مِل کر گانا گایا
سب نے مِل کر شور مچایا ⁂ سب نے مِل کر جی بہلایا
خوب رہی تارا کی کہانی ⁂ خوب رہی سارا کی کہانی

جادو کا ڈنڈا

محمود الحسن استاد تعلیمی مرکز جامعہ

کہتے ہیں پرانے زمانے میں کسی گاؤں میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ اس کا ایک ہی لڑکا تھا۔ راجو اس کا نام تھا۔ راجو کا جی کام میں نہیں لگتا تھا۔ بڑھیا بچاری کسی کام کو کہتی تو راجو کرکے ہی نہ دیتے۔ مارے باندھے کبھی کوئی کام کیا بھی تو اس کو ایسا بگاڑتے کہ بڑھیا رو رو دیتی۔ ایک دن کی بات سنو! بڑھیا ہنڈیا چولھے پہ چڑھانے کو بیٹھی تھی، مسالا پس چکی تھی، راجو سے بولی "بیٹا! پڑوسن کے یہاں سے ذراسی آگ تو لادو۔ راجو نے پہلے تو بڑی ہچر مچر کی بڑی مشکل سے گئے بھی تو پڑوسن کی ہنڈیا کا چپن توڑ آئے اور اس کی رکابیوں میں راکھ ڈال آئے۔ پڑوسن دوڑی آئی اور بڑھیا سے بولی کہ دیکھو بی راجو کو میرے یہاں نہ بھیجا کرو۔

راجو کوئی کام ٹھیک سے کرتے ہی نہ تھے۔ اگر پینے کو پانی بھی لاتے تو گھڑے کو اس زور سے ٹھسکتے کہ گھڑا پھوٹ جاتا اور پانی بھل بھل بہہ جاتا ——— بڑھیا کے پاس راجو کی کوئی نہ کوئی شکایت آتی ہی رہتی تھی۔ بڑھیا کا اس کی وجہ سے ناک میں دم تھا، بچاری کس کس کو سمجھاتی۔ کس کس سے لڑتی، اور کس کس کو مناتی۔ وہ راجو کی باتوں پر بہت کڑھا کرتی تھی۔ آخر ایک دن اُن سے کہنے لگی "بیٹا راجو آخر تم محنت سے جی کیوں چراتے ہو۔ تمھارا جی کام میں کیوں نہیں لگتا۔ آخر یہ ہاتھ پاؤں خدا نے کس لئے دئے ہیں۔ کیا تمھیں یہ اچھا لگتا ہے کہ لنجوں اور اپاہجوں کی طرح رہو۔ بیٹا! اللہ رکھے اب تم سیانے ہوگئے۔ کہیں جاکر کام کاج کرو۔ آدمی تو کام سے آدمی ہے۔"

راجو کی کچھ سمجھ میں آیا۔ بولے "اماں! اچھا تو تم مجھے چار روٹیاں پکا دو میں اُن کو رستے کے لئے لے جاؤں گا اور میں آج ہی

نہیں تو میں چلا جاؤں گا ۔ وہاں کام کروں گا اور پھر تم کبھی شکایت نہ کرو گی کہ راجو کا جی کام میں نہیں لگتا۔" بڑھیا نے موٹی موٹی چار روٹیاں پکائیں، اُن پر گھی چپڑا، اور ایک کپڑے میں باندھ راجو کو دے دیں۔ راجو جب چلنے لگے تو بڑھیا نے بڑے پیار سے کہا "ایک بات مجھ بوڑھی کی بھی مان لینا۔ بیٹا! کام سے کبھی جی نہ چرانا، اور اپنی عادت اور نیت ٹھیک رکھنا۔" راجو دو جوڑے کپڑے اور ایک چادر بغل میں داب اور چل دیے۔

گاؤں کا باغ آیا۔ وہ نکل گیا۔ کھیت آئے وہ نکل گئے۔ راجو چلتے ہی رہے، راجو سوچتے جاتے تھے کہ چلو دلی چلیں گے بڑا بھاری شہر ہے۔ وہاں کسی کے ہاں نوکری کریں گے۔ وہ خوش ہو گا۔ اماں کو روپے بھیجے گا اور خط لکھا کرے گا۔ لکھے گا کہ راجو جی سے کام کرتے ہیں، بڑے محنتی ہیں اور اچھے۔ اماں خوش ہوں گی، اور سوچیں گی، کہ اب تو میرا راجو اچھا ہو گیا۔ چلا چل، چلا چل راجو ایک جنگل میں آئے۔ ایک ندی پار کی۔ چلتے چلتے شام ہو گئی۔ جنگل میں چڑیاں بول رہی تھیں۔ سورج ڈوب رہا تھا۔ راجو کو ایک بڑا کنواں ملا۔ یہ تھک گئے تھے، اور سوچ رہے تھے اب شام ہونے کو آئی۔ سورج ڈوب جائے گا۔ اندھیرا چھا جائے گا اور ہم جنگل میں ہیں۔ راجو کو بھوک بھی لگی تھی۔ وہ کنوئیں کی من پر بیٹھ گئے۔ سوچنے لگے، روٹی کھاؤں بہت زور کی بھوک لگی ہے۔ کپڑے کی پوٹلی کھولی، روٹی سامنے رکھی اور کہنے لگے۔ ایک کھاؤں، دو کھاؤں، تین کھاؤں، کہ چاروں کھا جاؤں! سوچتے جاتے اور کہتے جاتے ایک کھاؤں، دو کھاؤں، تین کھاؤں کہ چاروں کھا جاؤں!

اب اتفاق دیکھو اس کنوئیں میں چار پریاں رہتی تھیں، پریاں ڈریں۔ ایک دوسرے سے کہنے لگیں۔ "ہائے کوئی بھوت ہم چاروں کو کھانے آیا ہے، کہہ رہا ہے: ایک کھاؤں، دو کھاؤں، تین کھاؤں کہ چاروں کو کھا جاؤں۔ ایسا ندیدہ، اتنا بھوکا، اتنا پیٹو، کال کا مارا۔" بڑی پری نے تسلی دی اور کہا، "گھبراؤ مت، میں کوئی تدبیر کرتی ہوں،" اس نے کہا۔ آگے آگے میں چلتی ہوں، پیچھے پیچھے تم آجاؤ۔ چاروں پریاں اُڑیں اور کنوئیں کے اوپر آگئیں۔

بڑی پری ہاتھ جوڑ کر آگے بڑھی اور کہنے لگی کیا آپ کو اتنی بھوک لگی ہے کہ چاروں

کو کھا جائیں گے۔" راجو بولے "بڑی بھوک لگی ہے۔" بڑی پری نے خوشامد سے کہا "اگر ہم آپ کو کچھ دے دیں پھر تو چاروں کو نہیں کھائیں گے۔" راجو سمجھ گئے کہ پریاں ڈر رہی ہیں اور سمجھ رہی ہیں کہ ہم چاروں پریوں کو کھانے کے لئے آئے ہیں۔ راجو نے کہا "اچھا کیا دوگی؟"

پریاں بولیں:۔ "ہم آپ کو ایک لال بکری دے دیں گے۔ وہ سونے کی مینگنیاں دیتی ہے۔" ہماری دادی کہا کرتی تھیں کہ یہ جادو کی ہے۔ راجو جی میں خوش ہوگئے اور بولے "اچھا لاؤ ورنہ مجھے تو بھوک لگی ہے۔" پریوں نے ایک لال بکری راجو کو لاکر دے دی۔ بکری بول رہی تھی:۔ میں، میں، میں۔" پریوں نے پوچھا "اب تو نہ کھاؤ گے ہمیں۔" راجو نے کہا "نہیں اب نہیں کھاؤں گا۔ یہ جاتا ہوں۔" پریاں بھی خوش کہ جان بچی، راجو بھی خوش کہ لال بکری ملی۔

راجو چل دئے، سوچنے لگے، پردیس میں بکری کہاں لئے لئے پھروں گا۔ چلو گھر لوٹ چلوں۔ بکری اماں کو دے آؤں پھر نوکری پر چلیں گے۔ راجو الٹے لوٹے۔ رات تو ہو ہی گئی تھی اور راجو تھکے ہوئے بھی تھے لیکن بکری ملنے کی خوشی بھی تو تھی۔ راجو کے آگے آگے بکری چل رہی تھی اور پیچھے پیچھے راجو۔ راجو کا گھر بہت دور تھا، چلتے چلتے ندی آئی۔ ندی کے کنارے ایک جھونپڑی تھی راجو نے سوچا چلو رات اسی جھونپڑی میں گذاریں گے۔ یہ یا تو ملاحوں کی ہوگی یا کسی سادھو مہنت کی۔ جھونپڑی میں سے ایک بڑھیا نکل کر آئی۔ اس کے بال ایسے سفید تھے جیسے دودھ۔ گردن ہل رہی تھی۔ چہرے پر جھریاں پڑی تھیں۔ منہ میں دانت تو ایک بھی نہ تھا۔ بولی "بیٹا! اندھیری رات میں تم کہاں پھر رہے ہو۔" راجو نے کہا "دادی اماں، ہم گھر جا رہے ہیں رات ہوگئی ہے۔ اگر تم اجازت دو تو رات یہیں کاٹ لیں، بڑھیا نے کہا! "خوشی سے لیکن پوت ذرا سویرے ہی اٹھ جانا میرے لڑکے رات کو کام کرنے جاتے ہیں، وہ منہ اندھیرے آجاتے ہیں۔ اگر انھوں نے دیکھ لیا تو مجھ پر غصہ ہوں گے کہ بڑھیا سٹھیا گئی ہے، جان نہ پہچان نہ جانے کس کس کو ٹھہرا لیتی ہے۔"

باقی آئندہ

ٹیں ٹیں کرتے طوطے آئے

مولانا محمد امیر طاہر خیلی

پیڑ پہ بیری کے آ بیٹھے | کچھ اس جا کچھ اس جا بیٹھے
جو بھی اُڑے نیچے پھر آ بیٹھے | دیکھو تو وہ کیا پا بیٹھے
ٹیں ٹیں کرتے طوطے آئے

بیر یہاں پر کھانے آئے | کچے پکے جتنے پائے
بہت سے کترے تھوڑے کھائے | نیچے دیکھو ڈھیر لگائے
ٹیں ٹیں کرتے طوطے آئے

دیکھو بیری خالی ہوئی | پھل سے خالی ڈالی ہوئی
ہر ڈالی متوالی ہوئی | آج سخاوت والی ہوئی
ٹیں ٹیں کرتے طوطے آئے

[illegible] نے اُن پہ حملہ مارا | غول اُڑا سارے کا سارا
لیکن ایک قسمت کا مارا | نیچے آ کے گرا بے چارا
ٹیں ٹیں کرتے طوطے آئے

میں نے دوڑ کے اس کو پکڑا | پھر ڈور میں اس کو جکڑا
کچھ ٹھہر کر یہ پھر اکڑا | یعنی تھا وہ تازہ تگڑا
ٹیں ٹیں کرتے طوطے آئے

میں نے اُسے مسافر پایا ‖ اس پر رحم مجھے پھر آیا
ہاتھ پہ اُس کو میں نے بٹھایا ‖ لیکن میں نے دھوکا کھایا
ٹیں ٹیں کرتے طوطے آئے

اُس نے ہاتھ پہ پنجے مارے ‖ پنجے کیا تھے جیسے آرے
خون کے ہاتھ سے چھوٹے دھارے ‖ میں نے دیکھے دن کو تارے
ٹیں ٹیں کرتے طوطے آئے

طوطا ضدی من کا ہاٹی ‖ پتھر کاٹے کاٹے ماٹی
چونچ سے میری اُنگلی کاٹی ‖ درد ہوا تو میں نے چاٹی
ٹیں ٹیں کرتے طوطے آئے

تقدیر بُری نے قید کرایا ‖ گھر یہ اس کو میں لے آیا
ایک پنجرا جو میں نے پایا ‖ اس میں اس طوطے کو لٹکایا
ٹیں ٹیں کرتے طوطے آئے

طارق بھیا ٹکڑے لائے ‖ مجھ سے پنجرے میں رکھوائے
طوطے نے کچھ چیز نہ کھائی ‖ پاؤں میں تھی زنجیر پرائی
طارق کو یہ بات نہ بھائی ‖ اُس نے اس کی جان چھڑائی
طوطا اُڑ کر باہر نکلا
اُڑنے میں یہ ماہر نکلا
آئے طارق گیت سنائے
ٹیں ٹیں کرتے طوطے آئے

یانگ سی کیانگ کی وادی

پروفیسر محمد عبدالغفور صاحب، علی گڑھ

سب بچے ناشتے کی میز پر بیٹھے بے صبری سے چائے کا انتظار کر رہے تھے جوں جوں وقت گزرتا جاتا تھا، اُن کی بے چینی بڑھتی جاتی تھی۔ آج کل کوئلہ تو ملتا نہیں کہ ادھر انگیٹھی میں ڈالا اور اُدھر بھک بھک جلنے لگا۔ ان کی اماں منہ اندھیرے سے گیلی لکڑیوں سے سر مغزی کر رہی ہیں اور لکڑیاں ہیں کہ جلنے میں نہیں آتیں۔

اب بھلا بلو میاں کب تک بے کار بیٹھتے اُنھوں نے چینی کی ایک تشتری اُٹھائی اور لگے اُس پر اسکاؤٹ مارچ کی ایک گت بجانے۔ تشتری بھلا ایسی تو ہیں کیوں گوارا کرتی۔ ان کے ہاتھ سے چھوٹ یہ جا وہ جا۔ فضا ہو کر نیچے کا رُخ کیا۔ وہ تو کہو اُن کے بھائی اچھن نے کیچ (catch) کر لیا ورنہ وہ تو مارے غصے کے پاش پاش ہونے کو تھی۔ اچھن میاں کرکٹ کے کھلاڑی جو ٹھہرے، آخر اُن کی پھرتی کہیں نہ کہیں کام آگئی۔

چچا ابا بھی یہ تماشا دیکھ رہے تھے بولے "بیٹا بڑی خیر ہوگئی ورنہ آج کل چینی کی تشتریاں کہیں آسانی سے تھوڑا ملتی ہیں"۔

اچھن۔ (کھل کھل ہنستے ہوئے) کیوں چچا کیا یہ بھی چین سے آئی ہیں؟

"نہیں بیٹا یہ تشتریاں تو چین سے نہیں آئیں مگر ذرا پلٹ کر تو دیکھو۔ اوہ ہو

MADE IN JAPAN

لکھا ہے۔ مگر تمھیں معلوم ہے جاپان اسے کہاں سے لایا؟"

چچا ابا۔ "ہم بتائیں کہاں سے؟ بس چین سے لایا ہوگا۔ سُنا ہے آج کل تو جاپان کی نیت بہت ہی خراب ہو رہی ہے۔ چاہتا ہے کہ پڑوس کے ملکوں میں جو کچھ بھی ہے سب لوٹ کھسوٹ کر ہضم کر لے!"

"ہاں میاں یہ بات تو تم نے کچھ ٹھیک ہی کہی۔ اگر کہیں اللہ میاں کی عدالت میں چین اور جاپان دونوں بلائے جائیں، اور عدالت کا فیصلہ ہو کہ جاپان نے چین سے جو کچھ لیا ہو ایک ایک کر کے سارا حساب بے باق کر دے تو تمھیں معلوم ہے اس کے پاس کیا رہ جائے گا؟ سب سے پہلے تو چین اس کا چکیلا ریشمی لباس اُتروائے گا۔ ریشمی کپڑے بانا، ریشم کا نکالنا۔ اور بنا، یہ سب باتیں جاپان نے کیا ایک دُنیا نے چین ہی سے سیکھیں۔ یہ دیکھو تمھاری شمّو آپا جاپانی ریشم کا فراک پہنے ہوئے ہیں"

یہ سُننا تھا کہ بلّو میاں نے لپک کر شمّو کا فراک تھام لیا اور لگے کھینچنے "اُتارو، اُتارو معلوم ہوتا ہے تم بھی جاپان کی دوست ہو بچارے چینیوں کے کپڑے اُتار کے خود پہن لئے اور وہ بیچارے ننگے پھر رہے ہیں۔ اپنے دیس کے بنے ہوئے کیوں نہیں پہنتیں۔"

وہ تو خیر ہو گئی، سب بچوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا، نہیں تو گھر ہی میں چین جاپان کا محاذ قائم ہو جاتا۔

چچا ابا بولے:-

"ہاں بھئی تو چین نے ریشم بنانے کا فن ایک دُنیا کو سکھایا۔ ریشمی کپڑا تو اتنا عام اور سستا کر دیا کہ آج کل کے زمانے میں تو اعتبار بھی نہیں آتا۔ غریب، امیر سب ہی ریشمی لباس پہنتے تھے۔ اور جو باہر کے لوگ وہاں کا ریشمی کپڑا نہ خریدا کرتے تو ریشم سے زیادہ بے قدر چیز وہاں کوئی نہ ہوتی۔"

"مگر یہ تو بس ایک کپڑا ہی ہوا چچا؟"

"کپڑا؟ ارے بھئی اگر اس وقت ناشتے کی میز پر تمھاری طرح جاپان ہوتا تو چین اس کے ہاتھ سے پیالی چھین لیتا۔ میز پر سے طشتری اُٹھا لیتا۔ چائے دانی میں سے چائے نکال لیتا۔ چولھے میں سے کوئلہ نکال لیتا۔ اور اور"

"اللہ توبہ! اللہ توبہ!! ایسا اندھیرا تو چچا ابا یوں کہئے نا کہ اللہ میاں کی عدالت میں چینی صاحب اچھے خاصے ڈاکو بن جاتے یہ ڈاکا نہیں تو اور کیا ہے۔"

"نہیں میاں تم غلط سمجھے۔ یہ ڈاکا نہیں ہے یہ تو سبھی چین کے دئیے ہوئے عطیے ہیں۔ جاپان تو یوں سمجھو چین کی اُترن پہنتا ہے۔ اس کے برتنوں میں کھاتا اور انھی میں چھید کرتا ہے۔ اس کا بنایا ہوا ایندھن کارخانوں میں جلاتا، اور انھی سے ہوائی جہاز اور بم تیار کر کے چین کو کر رہا ہے۔"

"چچا ابا یہ بات تو کچھ سمجھ میں آئی نہیں۔"

جیسی مجھ میں کیسے آئے۔ تاریخ پڑھو تو پتہ
چلے کہ چینی کے برتن بنانا دنیا کو چین نے سکھایا۔
پرانے زمانے میں یہ برتن اتنے سستے ہوتے تھے
جتنے دوسرے ملکوں کے کوزے مگر اُن سے
بھی سستے۔ پھر چائے تو چین ہی سے ساری
دُنیا میں پھیلی۔ ورنہ ایک زمانے تک تو یورپ
والے بجائے ہندوستان سے دار چینی اور
گرم مسالے وغیرہ منگاتے تھے اور اِنھی کو
گرم پانی یا شراب میں اوٹاکر پی لیتے تھے۔ مگر
چائے کا سا لطف کہاں۔ اہلِ یورپ کیا ساری
دُنیا کو ناشتے کی میز کا یہ تحفہ چین ہی نے بخشا۔"
"خیر چائے تو انھی کی سہی مگر کسی کا چولھا
ٹھنڈا کرنا تو کوئی شرافت کی بات نہیں۔"
"نہیں بیٹی یہ شرافت و رذالت کا معاملہ
نہیں، پتھر کا کوئلہ پہلے پہل چینیوں ہی نے استعمال
کیا ہے اور ہم سے جو پوچھو تو یہ کوئلہ نہ ہوتا تو نہ تو
یورپ کا تمدن اتنی ترقی کرتا۔ نہ آج جاپان کے
یہ دم خم ہوتے۔ اسی لئے تو اس کوئلے کو سیاہ
ہیرا کہتے ہیں۔ یہ ہیرا جانے کب سے غالباً اس
وقت سے جب سے یہ دُنیا وجود میں آئی۔ مٹی
میں دبا پڑا تھا سب سے پہلے چینیوں ہی نے
اسے ڈھونڈھ کر نکالا۔"
"یورپ کا پہلا سیاح مارکو پولو جو وینس کا رہنے
والا تھا اسے سیاہ پتھر کہتا ہے۔ لکھتا ہے۔ اسے پہاڑ
سے کھود لیتے ہیں اور جب جلاتے ہیں تو لکڑی
کے کوئلے جیسا جلتا ہے۔ اگر یہ کوئلہ چین میں
پایا جاتا تو مارکو پولو کے کہنے کے مطابق چینیوں
کو بہت دقت پیش آتی۔ ہر چینی کو ہفتہ میں تین
نہانے کی عادت تھی۔ سردیوں میں تو یہ روز
نہاتے تھے۔ (ابھی چینیوں کو افیم کی بُری لت
پڑی تھی) پتھر کا کوئلہ نہ ہوتا تو یہ لوگ جنگل کے جنگل
صاف کر ڈالتے تب بھی پُورا نہ پڑتا۔"
یہ سُن کر میاں روفی جو ڈرائنگ اور تصویر
کے بہت شوقین تھے چمک کر بولے:۔
"تو کیا ہوا جاپان کے پاس پھر بھی بہت
رہتا ہے تو جاپان کے سین ان کے پھول بوٹے
خوب صورت تصویریں بہت پسند ہیں جو چینی
برتنوں اور پردوں پہ بنی ہوتی ہیں۔"
"تو بیٹا یہ سب کچھ بھی چین کا دیا ہوا۔
تم نے اکثر، لوگوں کو کسی تصویر کی تعریف کرتے ہوئے
یہ کہتے سُنا ہوگا کہ تصویر کیا بنائی ہے نقشِ چین کو
کر دیا ہے چینیوں نے تو تصویر کا فن اس زمانے میں سیکھ
کیا ہوگا جب یورپ کے لوگ بھٹوں میں رہتے تھے جو
انھیں کیومین (CAVE MAN) کہتے تھے۔ ان
اگر کسی چرند پرند کی تصویر بنانے کا شوق ہو
اپنے بھٹ کی دیوار پر بنا لیتے۔"
دبا

بچّوں کی نظمیں

ناقدری

محمد اسد طاہر خلیلی، ایبٹ آباد

یہ اک مُرغے کا قصّہ ہے | یہ مرغا تھا بہت بھوکا
اُسے تھا شوق کھانے کا | جو دانہ جو کا مل جاتا
چمکتی شے کوئی دیکھی | حقیقت میں یہ تھا ہیرا
وہ سمجھا اس کو دانہ ہے | وہ کھانے کو اسے دوڑا
مگر جب اس نے یہ دیکھا | نہیں ہے یہ کوئی دانا
بہت شرمندہ سا ہوکر | وہ اس کو چھوڑ کر آیا

اسد اگر تو وہاں ہوتا
تو کتنا شادماں ہوتا

موٹر

سید جلیل الدین سحر مراد آبادی

پوں، پوں کرتی شور مچاتی | موٹر آئی خاک اُڑاتی
اب تم اس میں چابی بھر دو | چابی بھر کر اس کو چلا دو

اک موٹر کا رنگ ہے پیلا | اک موٹر کا رنگ تھا نیلا
دھواں جو اس نے پیچھے چھوڑا | رہگیروں کے مُنہ کو موڑا
بھونپو پوں پوں بولتا ہے جب | سامنے سے ہٹ جاتے ہیں سب

ہنری فورڈ تھا اک امریکن
اس نے بنایا اس کا انجن

اُردو زبان

کوکب قدر سجاد علی مرزا

اُردو زبان ہماری | سارے جہاں سے نیاری
پروانے ہم ہیں اس کے | وہ شمع ہے ہماری

ہر حرف پھول سا ہے | ہر لفظ اس کا کیاری
یہ سب کی ہے چہیتی | یہ سب کی ہے پیاری

ہر بول اس زباں کا | ہر دل کو سب سے پیارا
ہیں اور بھی زبانیں | پر ہے یہ سب سے پیاری

پڑھنے میں ہے یہ میٹھا — لکھنے میں خوش نما ہے
بول اس کا جادو — جادو کی یہ پٹاری

کوکب یہ چاہتا ہے — کوکب کی یہ دعا ہے
جب تک بھی یہ جہاں ہے — کل جگ میں ہو یہ جاری

حمد

نصیر الدین احمد

خدا پاک وبے عیب اور ایک ہے
بنائی اسی نے ہے ہر ایک شے
بنایا ہے اس نے زمین آسماں
وہ مالک سبھی کا ہے روزی رساں
یہ حیوان و انسان جتنے ہیں سب
یہ مخلوق ہیں سب وہ ہے اُن کا رب
بچھایا ہے سبزہ اُسی نے یہاں
زمیں کو اُسی نے بنایا جناں
وہی مارتا ہے جلاتا بھی ہے
وہی کام بگڑے بناتا بھی ہے
یہ احمد ہو کس طرح مدحت سرا
ہے رحم اور کرم اس کا بے انتہا

میرا پروگرام

انیس الدین نازش، جوگی پیٹ

اپنے بچپن میں کام دن بھر کے — تم کو اے دوستو سناتا ہوں
صبح کی جب اذان ہوتی ہے — اُٹھ کے بستر سے بیٹھ جاتا ہوں
اپنے گھر کی قدیم ماما کو — دے کے آواز پھر بلاتا ہوں
جب وہ آتی ہے میرے کمرے میں — سر حق آداب کو جھکاتا ہوں
لے کے ماما کے ہاتھ سے لوٹا — میں وضو کرنے بیٹھ جاتا ہوں
ہو کے اپنی نماز سے فارغ — سب بزرگوں کے پاس جاتا ہوں
ان کے کمرے میں جا کے با آداب — سر تسلیم میں جھکاتا ہوں
پھر میں گاؤں کے نندسا گر تک — لے کے بھیا کو گھوم آتا ہوں
پھر میں چھوٹے رئیس بھائی کو — مدرسے ساتھ لے کے جاتا ہوں
جب پہنچتا ہوں میں مدرسے میں — اپنے درجے میں بیٹھ جاتا ہوں
چھٹی ہوتی ہے جب مدرسے کی — سیدھا اپنے مکان آتا ہوں
بعد کھانے کے چھوٹے بھائی کو — مدرسے کا سبق پڑھاتا ہوں
پھر میں کوٹھے پہ جا کے کمرے میں — پڑھنے لکھنے میں جی لگاتا ہوں
قبل سورج کے ڈوب جانے کے — اپنے کوٹھے سے نیچے آتا ہوں
جب وہ آتا ہے پاس بھولا کر — اپنی نظمیں اُسے سناتا ہوں
جب وہ دیتا ہے داد شعروں کی — پُر مسرت سے مسکراتا ہوں
ہیں یہی دن کے کام سب نازش — آج جو میں تمھیں سناتا ہوں
کاش تم کو بھی ہوش آجائے — کام کرنے کا جوش آجائے

دنیا کا ایک تہائی حصہ خشکی ہے اور دو تہائی حصہ سمندر۔ جس طرح خشکی پر طرح طرح کی چیزیں ہیں، ویسے ہی سمندر میں بھی بہت سی عجیب و غریب چیزیں ملیں گی یعنی جس طرح تم خشکی پر خوفناک بھیڑیے، شیر وغیرہ دیکھتے رہتے ہو بالکل اسی طرح سمندر کے اندر بھی اس قسم کے جانور ہوتے ہیں جیسے مگرمچھ، بہت بڑی بڑی مچھلیاں اتنے بڑے بڑے کیکڑے والے گھونگے جیسے چٹان کی چٹان اور دہشت پیدا کرنے والے مختلف قسم کے بڑے بڑے جانور جو سمندر کی گہرائی میں رہتے ہیں۔

سمندر کے اندر جہاں نقصان پہنچانے والے جانور رہتے ہیں وہاں فائدہ مند چیزیں بھی ملتی ہیں جیسے سمندری گھاس پھونس جو تباہ شدہ جہاز کے بھوکوں مرتے ہوئے مسافروں کے لئے غذا کا اور ہمارے کھیتوں کے لئے کھاد کا کام دے سکتی ہے۔ قیمتی جواہرات اور موتی بھی سمندر ہی میں ملتے ہیں۔

سمندر میں ہر مقام پر ایک سی مچھلیاں نہیں ہوتیں۔ خط جدی اور خط سرطان کے قریب مچھلیاں خاص طور پر دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک تو بالکل سنہری دوسری بالکل سرخ۔ سنہری مچھلیوں کے پر بہت خوب صورت اور لمبے ہوتے ہیں ان دو قسم کی مچھلیوں کے علاوہ اور کئی رنگوں کی مچھلیاں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً آسمانی سنہری، نارنجی، سرخ، سنہری سیاہ اور نارنجی آسمانی۔

ویسٹ انڈیز کے قریب مچھلیاں چمک دار سرخ رنگ کی ہوتی ہیں۔ بحیرۂ روم کے جزیروں میں بھی مختلف رنگوں کی مچھلیاں ہوتی ہیں مثلاً سبز ہلکی نیلی، ہلکی گلابی، سرخ، گہری سرخ اور سنہری ان مچھلیوں کے رنگ اتنی قسموں کے ہوتے ہیں کہ اگر گھنٹوں ان کی فہرست تیار کی جائے تب بھی نامکمل رہے۔ اگر تم میں سے کسی کو مدراس جانے کا اتفاق ہو تو مچھلیوں کے عجائب خانے

کو دیکھنے ضرور جانا۔ جہاں ہر طرح کی مچھلیوں کے نمونے موجود ہیں۔ یہ تو تھا سمندری عجائب خانے کے متعلق۔

اس کے بعد ہم تم کو غوطہ خوروں کے بارے میں بتائیں گے کہ وہ کس طرح سے سمندر کی گہرائی تک جاتے ہیں۔

دراصل غوطہ لگانے کا موجودہ طریقہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم سے عمل میں لایا گیا ہے یعنی غوطہ لگانے کے لئے ایک خاص قسم کا لباس پہن کر غوطہ خور سمندر میں پھاندتے ہیں۔ شروع شروع اس تجربے کے لئے کئی جہاز مال و دولت سے لدے ہوئے غرق کئے گئے۔ تاکہ لالچ میں غوطہ لگانے والے گہرائی تک پہنچیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم کیا گیا کہ سمندر کے اندر روشنی ایک قسم کی گیس سے ہو سکتی ہے؟ اور اندرونی چیزیں اس کی مدد سے بآسانی دیکھی جا سکتی ہیں۔ ان غوطہ لگانے والوں کے پاس مختلف قسم کے اوزار بھی ہوتے ہیں۔ تاکہ غرق شدہ جہازمیں اوپر سے راستہ نکالنے کے لئے لوہے کو کاٹ سکیں۔

ابھی تھوڑا عرصہ ہوا، ۱۹۲۲ء میں ایک مصری جہاز (S.S. EGYPT) فرانس کے ساحل پر ڈوب گیا۔ اور تقریباً ۴۲۵ فٹ پانی کے نیچے پہنچ گیا۔ یہ جہاز ہندوستان آرہا تھا، اس میں تقریباً دس لاکھ پونڈ سونا لدا ہوا تھا۔ چنانچہ اس خبر کو پاتے ہی اٹلی سے دو جہاز ROSERO اور ARTIGLO اس جگہ پر پہنچے جہاں وہ مصری جہاز غرق ہوا تھا۔ مسلسل کئی روز تک انھوں نے اس جہاز کو اوپر لانے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہے۔ بالآخر انھوں نے غوطہ لگانے والوں کو نیچے کی طرف روانہ کیا۔ جہازوں میں سب سے اوپر کپتان کا کمرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جب وہ کپتان کے کمرے پر پہنچے تب ان کو اندازہ ہوا کہ جس کمرے میں سونا ہے وہ تقریباً تین بڑے بڑے کمروں کے بعد ہے۔ لیکن چونکہ موسم خراب ہو چلا تھا اس لئے یہ کام تھوڑے عرصے کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔ موسم ٹھیک ہو جانے پر پھر یہ کام شروع ہوا۔ آخرکار تھوڑی سی محنت کے بعد سارے کا سارا سونا اوپر آ گیا۔

آخر میں ہم تم کو سمندر کا ایک قصہ سناتے ہیں جو بالکل صحیح ہے:۔

ایک مرتبہ کچھ باہمت فوٹوگرافروں نے طے کیا کہ سمندر میں ایک مگرمچھ اور انسان کی لڑائی کا فوٹو لیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک شخص کو سمندر میں مگرمچھ سے لڑنے کے لئے تیار کیا گیا لیکن

وقت پر نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے وہ نہیں آیا۔ تب ایک بہادر فوٹوگرافر نے اس کے لئے اپنے کو پیش کیا۔ یہ سب کے سب ایک ڈبکی کشتی میں سوار ہوکر نیچے پہنچے، بہت دیر کے بعد ایک مگرمچھ ان کے قریب اپنا منہ پھیلائے آیا۔ لڑائی کے لئے جو شخص تیار تھا وہ فوراً ایک لمبا سا چاقو لے کر مگرمچھ پر جھپٹ پڑا۔ لڑائی کے دوران میں اس کے تمام ساتھی اس کی زندگی سے بالکل مایوس ہوچکے تھے۔ لیکن خوش قسمتی سے اس کو موقع مل گیا۔ اس نے پوری قوت سے اپنا چاقو مگرمچھ کے پیٹ میں بھونک دیا، اور تھوڑی دیر میں مگرمچھ مرگیا۔ اور اس طرح سمندر کے اندر انسان اور مگرمچھ کی لڑائی کے تمام سینیریوں کا فوٹو لیا گیا۔

یہ کس نے گیت گایا

سعید بھوپالی

کس کی صدا یہ آئی
ساری فضا پہ چھائی
فطرت بھی مسکرائی — یہ کس نے گیت گایا

یہ چاند اور تارے
آپس میں سب بچارے
کرتے ہیں یوں اشارے — یہ کس نے گیت گایا

نغمہ نیا ہے سب سے
میں نے سنا ہے جب سے
آئی نہ نیند تب سے — یہ کس نے گیت گایا

کیا سادگی ہے اس میں
کیا زندگی ہے اس میں
کیا دل کشی ہے اس میں — یہ کس نے گیت گایا

پچھلے جواب یورپ کی لڑائی تو ختم ہوگئی (۸ مئی ۱۹۴۵ء) کیا انگلستان کیا امریکہ اور کیا روس، غرض سب جگہ خوشیاں بھی منائی گئیں۔ اس لڑائی میں جرمنی ہار گیا۔ جرمنی کا ملک تباہ و برباد ہوگیا۔ جرمنی کا دارالسلطنت برلن کھنڈر بن گیا۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ تباہی اسٹالن گراڈ اور دوسرے شہروں پر بھی آئی مگر برلن شہر کی تباہی و ویرانی کا کچھ اور ہی عالم ہے۔

نازیوں کا لیڈر ہٹلر مارا گیا۔ دوسرے بڑے نازی لیڈروں نے یا تو خودکشی کر لی یا گرفتار ہوگئے، کچھ ابھی تک لاپتہ ہیں۔

جرمنی نے اب سے کوئی پونے چھ برس پہلے ۱؎ پولینڈ پر چڑھائی کی تھی اور ۳ ستمبر کو اتحادیوں نے جرمنی کے خلاف لڑائی کا اعلان کردیا تھا۔ مگر جو سچ پوچھو تو لڑائی کے بادل یورپ پر پہلے سے منڈلا رہے تھے۔

پچھلی بڑی لڑائی (۱۹۱۸ء) میں بھی جرمنی ہار گیا تھا۔ اس نے اتحادیوں سے بہت دب کر صلح کی تھی اور بہت سے اہم علاقے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ جرمن قوم کو اس کا بڑا ملال تھا اور اس کے دل میں انتقام کا جذبہ کام کر رہا تھا۔

ہٹلر جرمنی کا معمولی سپاہی تھا اس کے دل میں بھی وہی جذبہ کام کر رہا تھا اس نے اپنے ساتھیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت بنائی اور اپنی قوم کے اس جذبے کو خوب ابھارا۔ اس نے قوم کے نوجوانوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ یوتھ لیگ کے نام سے ان کی ایک جماعت بنائی ان کے دل میں یہ احساس پیدا کیا کہ وہی دنیا میں سب سے اچھی نسل ہیں اور ساری دنیا پر حکومت کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ ساری قوم اس کی معتقد بن گئی اور اسے اپنا پیغمبر اور نجات دہندہ سمجھنے لگی۔ ہٹلر جرمنی کا ڈکٹیٹر بن گیا اور اتنی طاقت پیدا کر لی کہ دوسرے ملک اس سے ڈرنے لگے۔

اٹلی میں ایک دوسرا ڈکٹیٹر نمودار ہوا، یہ مسولینی تھا۔ ایک لوہار کا لڑکا۔ اس نے اپنی ایک جماعت بنائی اور دوست دشمن سب کہتے ہیں کہ اس نے اپنی قوم کو بہت آگے بڑھایا، آخر ترقی کرتے کرتے یہ بھی اٹلی کا ڈکٹیٹر بن گیا۔ تیسری طرف اسپین میں جنرل فرنکو نے وہاں کی جمہوری حکومت کا تختہ الٹ دیا اور خود ڈکٹیٹر بن بیٹھا۔

ان تینوں ڈکٹیٹروں سے سارا یورپ پریشان تھا ایک طرف تو مسولینی نے بے چارے حبشیوں پر خوب ظلم کئے اور ان کا ملک ان سے چھین لیا

۱؎ یکم ستمبر ۱۹۳۹ء

دوسری طرف ہٹلر نے پہلے تو یہ کیا کہ جرمنی کے یہودیوں کا قلع قمع کیا۔ پھر اس نے محض گیدڑ بھبکیوں سے اپنا بہت سا چھنا ہوا علاقہ واپس لے لیا
آسٹریا بھی بغیر لڑے بھڑے اس کے قبضے میں آگیا اب اس کے حوصلے اور بڑھ گئے اور اس نے پولینڈ کا رُخ کیا۔
ادھر اتحادی قومیں اس وقت سے دم بخود تھیں کہ وہی ۱۹۱۴ء والی لڑائی نہ چھڑ جائے۔ اب انھیں یہ اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں یورپ کا
نقشہ ہی نہ بدل جائے۔ اس لئے ادھر جرمنی نے پولینڈ پر حملہ کیا اور ادھر اتحادیوں نے جرمنی کے خلاف لڑائی کا اعلان کر دیا۔
غرض یہ آگ اوّل اوّل پولینڈ میں لگی اور آہستہ آہستہ اس کے شعلوں نے تقریباً تمام یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جرمن فوجوں
نے یورپ کے اکثر چھوٹے چھوٹے ملکوں کو روند ڈالا۔ ادھر اٹلی نے اتحادیوں کے خلاف لڑائی کا اعلان کر دیا اور جرمنی اور اٹلی کی فوجیں
مصر تک بڑھ آئیں۔
اس وقت روس بھی دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھی۔ یہ اب تک غیر جانبدار تھی مگر جانے کیا صورت پیش آئی کہ جرمنی اس پر بھی
چڑھ دوڑا۔ اس کے کوئی چھ مہینے بعد جاپان بھی اتحادیوں کے مقابلے پر آگیا اور اس کی فوجیں بڑھتے بڑھتے ہندوستان کی سرحد میں گھس
آئیں۔ اور اب لڑائی مچھو کہ پورب پچھم ہر طرف آگ اور خون کی ہولی کھیلی جانے لگی۔
لڑنے والے ملکوں کا تو خیر ذکر ہی کیا، دوسرے ملکوں پر بھی اس لڑائی کا بہت بُرا اثر پڑا۔ تم جانو آج کل کی دنیا کوئی سو پچاس
برس پہلے کی دنیا تو ہے نہیں۔ اب تو خشکی سمندری اور ہوائی راستوں ٹیلیفون اور ریڈیو نے ساری دنیا کو جیسے ایک ملک
بلکہ ایک شہر بنا دیا ہے۔ پھر ہر ملک کا ایک دوسرے سے تجارتی لین دین ہے۔ ہر طرح کا تجارتی سامان آتا جاتا رہتا ہے۔ مگر جب لڑائی
چھڑتی ہے تو راستے خطرناک ہو جاتے ہیں۔ تجارتی سامان ادھر اُدھر آجا نہیں سکتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روزمرہ کی ضرورتوں کا سامان
بھی دن بدن مہنگا ہوتا جاتا ہے۔ اور دنیا کی ساری مخلوق کے لئے زندگی ایک وبال بن جاتی ہے۔
اچھا تو شروع شروع میں تو جرمنی اور جاپان کو ہر معرکے میں کامیابی ہوتی رہی لیکن ماسکو اور لینن گراڈ کے مورچوں
پر روسیوں نے جرمن فوج کا ایسا سخت مقابلہ کیا کہ اسے پیچھے ہٹنا پڑا۔ بس یہیں سے ان کی ناکامیوں کا سلسلہ
شروع ہوتا ہے۔ ادھر افریقہ میں انگریزی فوجوں نے انھیں بہت دور تک پیچھے ڈھکیل دیا، یہاں تک کہ افریقہ کا سارا
علاقہ واپس لے لیا۔ اٹلی کے بہت سے حصّے پر قبضہ کر لیا، اور مسولینی کی حکومت کو ختم کر دیا۔
پھر خود یورپ میں انگریزی اور امریکی فوجوں نے مل کر جرمنی پر حملہ کر دیا۔ جرمنی اس چوطرفہ لڑائی کا دباؤ برداشت
نہ کر سکا اور ختم ہو گیا۔
غرض لڑائی تو ختم ہو گئی مگر اس کا اثر بہت دنوں تک رہے گا۔ یورپ کے تمام ملکوں کا حال اس وقت بہت
نازک ہے۔ کھانے پینے کے سامان کی کمی ہے۔ تجارت بالکل ختم ہے۔ جو ملک لڑائی میں شریک تھے، ان کے شہر کھنڈر

ہوگئے ہیں، اُنھیں پھر سے بنانا ہے۔
ہاں ابھی ایک لڑائی تو جیتنا باقی ہے، یہ جاپان کی لڑائی ہے۔ جاپانیوں کو بھی تم کچھ کم نہ سمجھو۔ اُن کی فوج بہت ہے اور بہت بہادر اور جانباز ہے، اور اسے بھی یہ بتایا گیا ہے کہ دُنیا میں سب سے شریف النسل تم ہو اور تمھی کو دُنیا پر حکومت کرنے کا حق ہے۔
لیکن جاپان کے اب وہ پہلے سے دم خم نہیں ہیں۔ برما میں وہ بہت دُور تک پیچھے ہٹ گیا ہے۔ اور جگہوں پر بھی اُسے برابر پیچھے ہی ہٹنا پڑ رہا ہے۔ امریکہ کی ہوائی بمباری نے خاص جاپانی دار السلطنت ٹوکیو اور دوسرے بڑے بڑے شہروں کو تقریباً تباہ کر دیا ہے۔
سان فرانسسکو میں آج کل اتحادی قوموں کی ایک کانفرنس بھی ہو رہی ہے۔ اس میں تمام اتحادی قوموں کے نمائندے شریک ہیں۔ اس کانفرنس میں یہ باتیں طے ہو رہی ہیں کہ ہارے ہوئے ملکوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، چھوٹے ملکوں کو کس طرح بڑے ملکوں سے بچایا جائے، اور کیا صورتیں اختیار کی جائیں کہ دُنیا میں امن ہی امن رہے، لڑائی کی نوبت نہ آئے۔

لڑائی کی وجہ سے ربڑ کی ہر جگہ کمی ہے۔ سائیکلوں کے ٹیوب بھی مشکل سے ملتے ہیں۔ لیکن روڈیشیا والوں نے اس کا بدل تلاش کر لیا ہے۔ یعنی وہاں چوہے کی دُم کی کھال بہت صفائی سے اُتاری جاتی ہے اور سائیکلوں میں استعمال کی جاتی ہے۔

میتھین کے نام سے ایک نئی چیز دریافت ہوئی ہے جو موٹروں میں پٹرول کی جگہ استعمال ہوتی ہے۔

ایک روسی پروفیسر نے ایک ایسی دوا ایجاد کی ہے جس سے بڑھاپے کی جھریاں دور ہو جایا کریں گی۔ گویا بوڑھے جوان ہو جائیں گے۔
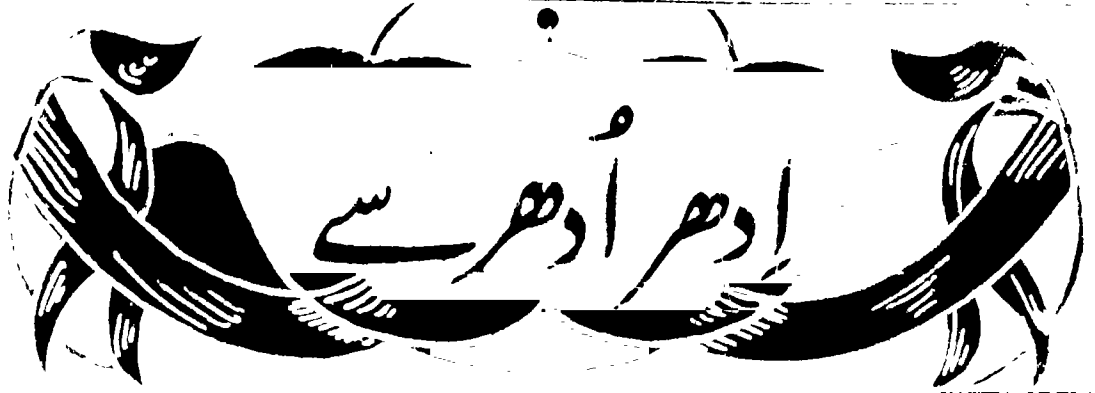
لندن میں ایک عمارت ہے بال مال کسی سخت گرمی کے دن یہاں سے بیچ سڑک پر ایک چشمہ اُبلتا نظر آئے گا۔ یہ چشمہ بہہ بہہ کر سڑک کے کناروں سے نکل رہا ہوگا۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ اس سرابی چشمے کے فوٹو بھی لئے جا سکتے ہیں۔

اسی طرح کا ایک سرابی منظر امریکہ میں بھی نظر آتا ہے۔ وہاں کی سرکاری عمارت وہائٹ ہال کی برساتی سے اس عمارت کے بہت دور والے منارے پر ایک عورت کا خاکہ سا نظر آتا ہے جو اس منارے سے پیٹھ لگائے بیٹھی ہے۔ سورج کی روشنی صاف ہو تو ناک نقشہ بھی صاف نظر آتا ہے۔ بالکل ملکہ وکٹوریہ جیسا حالانکہ ملکہ وکٹوریہ امریکہ کبھی نہیں گئیں۔

شمالی چین کے صحرائے گوبی میں تو یہ سراب کیا ہوتا ہے سینما کی طرح چلتی پھرتی بولتی چالتی تصویریں نظر آتی ہیں۔ مثلاً دیکھنے والے کو قبیلے آدمیوں کا پورا کیمپ لگا نظر آتا ہے۔ بالوں کے خیمے لگے ہیں اُن کے آگے آگ جل رہی ہے۔ آگ کے آس پاس لوگ

چل پھر رہے ہیں۔ اس وقت اُن میں جو باتیں ہوتی ہیں وہ بھی سننے میں آتی ہیں۔ تھوڑی دیر میں یہ منظر نظروں سے اوجھل

پہیلی

مستحسن حامد۔ ابتدائی دوم۔ جامعہ

رات چڑھے دن کھو کھو جائے (چاند)

پھلوں کے نام بتاؤ

توصیف الرحمٰن شارق۔ دہلی

فقرے:۔ (۱) پیام تعلیم کے لاجواب مضمون ہوتے ہیں (کیلا)

(۲) جا منیر! پیام تعلیم لے آ۔ (جامن)

(۳) محمود بازار سے بالٹی لے آ۔ (سیب)

(۴) یہ فال سیام کے ایک باشندے نے کھولی۔ (فالسے)

(۵) خدا نار جہنم سے ہر ایک مسلمان کو بچائے۔ (انار)

(۶) اے مسافر! آ میرے گھر میں رات بسر کر۔ (آم)

(۷) مجھے سردی کا موسم بے حد اچھا لگتا ہے۔ (موسمبی)

اچھا کتا

محمد یاسین، کان پور

ایک آدمی تھا اُس نے ایک کتا پالا تھا۔ آدمی کے گھر رات کو چوری ہو گئی۔ کتا چوروں کے ساتھ گیا چوروں نے ایک آم کے درخت کے نیچے سب سامان گاڑ دیا اور چلے گئے۔ صبح کو جب سب لوگ اُٹھے تو دیکھا کہ سامان غائب ہے۔ کتا اپنے مالک کے پیر پر لوٹنے لگا۔ مالک نے اُسے ہٹا دیا۔ کتا پھر لوٹنے لگا۔ تب مالک اس کے ساتھ گیا اور اس درخت کے نیچے کتے نے زمین کو اپنے پنجوں سے کھودنا شروع کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں سامان دکھائی دینے لگا مالک بہت خوش ہوا اور کتے کو پیار کیا۔

ظلم پہلے تھوڑا تھا
سرتاج احمد شمسی ۔ کلکتہ

ایک روز نوشیرواں بادشاہ اپنے وزیروں اور فوجی سرداروں کو لے کر شکار کو گیا۔ بڑی دیر کے بعد بادشاہ نے جنگل میں ایک ہرن کا شکار کیا۔ لوگ بھوکے تھے۔ اس لئے جلد جلد ہرن کا کباب تیار کرنے لگے۔ وہاں نمک نہ تھا اس لئے قریب کے گاؤں میں شاہی ملازم کو بھیجا گیا تاکہ نمک لے آئے۔ نوشیرواں نے ملازم کو بلاکر کہا کہ "نمک دام دے کر لینا تاکہ بے قانونی نہ ہو اور دیہات برباد نہ ہو جائے" لوگوں نے یہ سن کر کہا "کہ جہاں پناہ تھوڑے سے نمک لینے سے دیہات برباد کیوں کر ہو سکتا ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ ظلم دنیا میں پہلے بہت تھوڑا تھا اس کے بعد ہر آنے والے نے اس پر اضافہ کیا۔ یہاں تک کہ اس درجے پر پہنچ گیا۔

پھلوں کے نام پوچھو
نور علی الطاف، جبل پور

فقرے:- (۱) اس امیر کو تر غذا نہیں ملی، آخر روٹی کھانی پڑی۔ سچ ہے غرور کا سر نیچا ہوتا ہے۔ (اخروٹ)

(۲) میں آج آم لایا جو کہ بہت میٹھا تھا۔ (جام)

(۳) وہ آدمی بڑا شریف ہے اس لئے لوگ اس کو چاہتے ہیں۔ (شریفہ)

(۴) مئی سے بہت سخت گرمی پڑتی ہے۔ (سیب)

(۵) اس آدمی کا جوتا آرام دہ ہے۔ (کاجو)

(۶) ارے جا! من کی چیز خرید کر لا کیونکہ وہ اچھی ہوتی ہے۔ (جامن)

جوتے کی ایجاد
عتیق الحسن ۔ کلکتہ

ملک چین میں ایک بادشاہ تھا بہت نا سمجھ۔ لیکن اس کا وزیر نہایت عقلمند تھا۔ ایک دفعہ بادشاہ کا لڑکا ایک لڑائی میں فتح پاکر آرہا تھا۔ بادشاہ اس کے استقبال کے لئے نکلا۔ بغل گیر ہوتے وقت اس کے پیر میں ایک کنکر چبھ گیا۔

محل میں واپس آکر بادشاہ نے وزیر کو بلاکر حکم دیا کہ ایک ہفتہ کے اندر تمام ملک میں فرش بچھا دیا جائے۔ وزیر اس احمقانہ حکم سے بہت حیران تھا۔ آخر ایک تدبیر اس کی سمجھ میں آئی اس نے ایک موچی کو بلاکر حکم دیا کہ بادشاہ کے پیر کے ناپ کے چمڑے کے دو خول تیار کرے۔ ایک ہفتہ کے بعد وزیر نے بادشاہ سے عرض کیا حکم کی تعمیل ہوگئی اور آئندہ کنکر چبھنے کی شکایت نہ ہوگی۔ جب بادشاہ نے معائنہ کرنے کا ارادہ کیا تو وزیر نے اس کے پاؤں میں چمڑے کے خول پہنا دئے۔ بادشاہ ان کو پہن کر گیا اور اس کے پاؤں کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ وزیر کی اس تدبیر سے بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس کو بہت سا انعام واکرام عطا کیا۔

محمد عیسیٰ الحق، کان پور

آؤ آج تمھیں ایک کھیل بتائیں۔ تمھیں تھوڑی سی محنت تو ضرور کرنی پڑے گی، مگر ہو گا بہت دلچسپ۔ اگر یہ کھیل تم صفائی سے کرنے لگو گے تو چھوٹے بڑے سب حیران رہ جائیں گے۔ مگر بھئی ایک بات یاد رکھنے کی ہے۔ جب تک بالکل مشق نہ ہو جائے، کسی کو دکھانا مت۔

اچھا تو اب یہ چیزیں جمع کر لو۔ قینچی، تاگا، (ذرا مضبوط ہو) پتلی دفتی، رنگین کاغذ، لئی۔

اب چار انچ چوڑی اور بارہ انچ لمبی دو دفتیاں لو اور اُن کی دو نلکیاں بنا لو ان نلکیوں کے دونوں سروں کے مُنہ پر رنگین کاغذ چپکا دو، تاکہ اندر کا جادو نظر نہ آئے۔ ان سروں پر ایک سوراخ بھی کر دو (تصویر نمبر ۱) کہیں سے دو ذرا بھاری سی کنکریاں اٹھا لاؤ، یہ بس اتنی بڑی ہوں کہ نلکیوں کے سوراخوں میں آسانی سے چلی جائیں۔ ان کنکریوں میں تاگے باندھ لو۔ تاگے نلکیوں سے بڑے ہوں۔ انھیں سوراخوں کے ذریعے نلکیوں کے اندر ڈال دو۔ تاگے کے جو سرے باہر نکلے ہوئے ہیں ان میں کپڑے کی کترن کا ایک

تصویر نمبر ۱
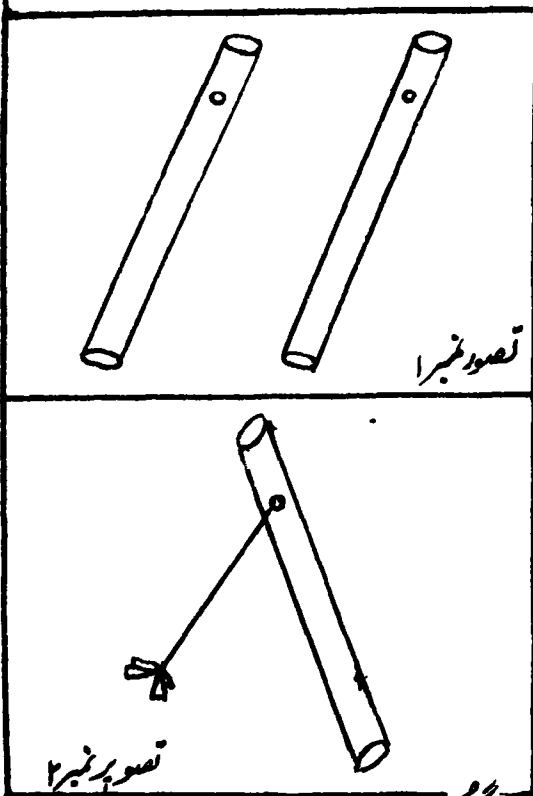
تصویر نمبر ۲

ایک گُچھا باندھ دو (تصویر نمبر ۲) اچھا اب دونوں سروں کی نلکیوں کو اس طرح ملاؤ کہ

نلکی د تو ترچھی رہے اور م سیدھی۔ تصویر (نمبر ۳) نلکی د کے تاگے کو باہر کھینچ لو۔ اچھا اب کھیل شروع کرو۔ اپنے دوستوں سے کہو کہ م کے تاگے کو باہر کھینچیں گا اور د کا تاگا خود بخود اندر چلا جائے گا۔ کچھ منتر پڑھو (ارم، ترم، پڑھم، بھڑم دُہراتے جاؤ۔)

نلکی د کا پورا تاگا اندر چلا جائے اور نلکی م کا پورا تاگا باہر نکل آئے تب نلکی م کو سیدھا کرنا شروع کرو اور د کے تاگے کو باہر کھینچو۔ تصویر نمبر ۵) اس طرح کئی بار کرنے کے بعد دونوں نلکیوں کو الگ الگ کرکے لوگوں کو دکھا دو۔ جب وہ دیکھیں

اور نلکی م کو جھکاتے ہوئے اس کے تاگے کو باہر کھینچو اور نلکی د کو آہستہ آہستہ سیدھا کرنا شروع کرو (تصویر نمبر ۴) جیسے جیسے نلکی م کے تاگے کو باہر کھینچوگے ویسے ویسے نلکی د کا تاگا خود بخود اندر چلا جائے گا اور ایسا معلوم ہوگا کہ وہ نلکی م کے تاگے سے جڑا ہوا ہے، جب

گے کہ دونوں تاگے الگ الگ ہیں تو وہ تمہارے جادو کے قائل ہو جائیں گے۔

خیال رکھنے کی بات صرف اتنی ہی کہ جس نلکی کے تاگے کو باہر کھینچو اُسے تو جھکاتے جاؤ، اور دوسری کو سیدھا کرتے جاؤ۔
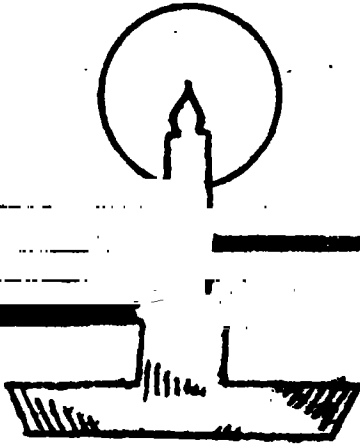
اچھی بہنو اور اچھے بھائیو۔

کہو بھائی چھٹیوں میں کیا ارادے ہیں؟ کھانا، سونا اور بازار کی سیر۔ خیر یہ کام تو ہیں ہی لیکن برادری کے سلسلے میں بھی کچھ کرنے کا ارادہ ہے؟ اپنے اپنے گاؤں اور شہروں میں برادری کی شاخیں قائم کرو۔ اپنے شوق کی چیزیں بناؤ۔ خدمت کرنے کا بھی یہ اچھا موقع ہے۔ نوٹ بک تو بنا ہی لی ہو گی، اس میں درج کرتے رہو۔

تمھیں ایک خوش خبری سنائیں۔ اسد طاہر خلی کو تم سب جانتے ہو گے ان کی کوششوں سے ایبٹ آباد میں برادری کی شاخ قائم ہو گئی ہے۔ جلسے میں یہ باتیں طے پائیں :-

(۱) ممبران عہد کرتے ہیں کہ اُردو کی خدمت کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ (۲) محمد اسد کا ماہوار قلمی رسالہ "مکتب" آئندہ سے برادری کی طرف سے نکالا جائے گا۔ محمد صادق اس کی اعانت کریں گے (۳) محمد جلیل، حفیظ اللہ اور غلام رسول ہر ممکن امداد دیں گے

۴) ماہوار چندہ بھی مقرر کیا گیا ہے تاکہ برادری کا خرچ نکل سکے۔ اگر کسی ممبر کو کچھ رقم کی ضرورت پڑے تو مدد کی جا سکے۔

عہدہ دار :- (۱) صدر: محمد اویس خاں (۲) ناظم: محمد اسد

عام ممبر :- (۱) میاں غُلام رسول (۲) حفیظ اللہ (۳) محمد جلیل (۴) محمد صادق (۵) محمد جمیل (۶) محمد طارق (۷) فقیر محمد (۸) سعید اللہ (۹) الطاف حسین شاہ (۱۰) محمد صدیق (۱۱) لعل حسین شاہ (۱۲) منظر حسین (۱۳) خالد

امتحان تو ہر ایک کے لئے مصیبت بن کر آتا ہے۔ کشمیری گیٹ والوں کی برادری کا امتحان جب ختم ہو گیا تو انھوں نے اس مصیبت کے ٹلنے کی خوشی میں ہولہ پارٹی کا ایک پروگرام بنایا۔ سارے ممبر پوائنٹ سے کر باغ پہنچے۔ ہولے بھون کر رکھ دیے گئے اور ایک ادبی پروگرام شروع ہوا۔ پیامیوں نے پہلے قومی گیت گایا۔ اس کے بعد رباعیاں، کہانیاں، فینسی ڈریس

اور دلچسپ نظموں کا پروگرام شروع ہوا۔ پروگرام ختم ہوتے ہی یہ بھوکے بھیڑیے غریب ہولوں پر ٹوٹ پڑے جگدیش سنگھ نے پرویز کے منہ پر راکھ کا ہاتھ پھیرا۔ اُن کی نکھری ہوئی شکل سبھوں کو اتنی بھائی کہ سب ایک دوسرے کے منہ پر غازہ ملنے لگے ایک پیامی نے جیب سے آئینہ نکالا۔ جب لوگوں نے اپنی اپنی شکلیں آئینے میں دیکھیں تو بقول محمد سلطان ماہر

اس لئے مجنوں کو موت آئی کہ ہم پیدا ہوئے۔

کشمیری گیٹ کی برادری بہت زیادہ ترقی کر سکتی ہے لیکن بے چاروں کے پاس ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس میں مشکل سے (۴۰) ممبر آسکتے ہیں۔ کیا کشمیری گیٹ کے علاقے میں ایک بھی ایسا ہمدرد نہیں، جو ان ننھے پیامیوں کی مدد کر سکے؟

اکثر پیامی معمّے کے لفافے میں خط یا برادری کے ممبری فارم بھیجتے ہیں۔ معمّے کے لفافے ایک مقررہ تاریخ سے پہلے نہیں کھلتے، اس لئے جواب میں دیر ہوتی ہے۔ اگر جواب جلد چاہتے ہو تو ایسے خط الگ بھیجو۔

معمّے کے بارے میں جو پیامی شکایتی خط بھیجتے ہیں انھیں چاہئے کہ جوابی ٹکٹ بھی بھیجیں۔

معما جن پیامیوں کی عمر ۱۸ سال سے زیادہ ہو وہ معمّے میں حصہ نہ لیں۔ تمھی بتاؤ ۱۹ سال اور ۱۰ سال کے پیامی کا کیا مقابلہ؟ اس لئے تمھارا یہ اخلاقی فرض ہے کہ اگر تمھاری عمر ۱۸ سال سے زائد ہو تو تم اپنے ایک چھوٹے بھائی سے مقابلہ نہ کرو۔

پہلا انعام :- معما نمبر ۳ (مارچ [illegible]) **فی کس** تین روپے پانچ آنے تین پائی (ہر بچے پائی)

۱۔ محمد شکیل خاں پشاوری ۲۔ سید نسیم ظاہر۔ بھوپال ۳۔ عبدالودود قریشی۔ ریاست چرکھاری

دوسرا انعام

فی کس آٹھ آنے ۸/

۱۔ نجم سعید۔ پیلی بھیت	۴۔ خالد رامپوری بلّی نمرا	۷۔ محمد طارق انصاری اعظم گڑھ	۱۰۔ محمد شرف احمد۔ جودھپور
۲۔ عبد الواجد۔ کلکتہ	۵۔ سید اقبال حسن کرمانی۔ اندور	۸۔ نسیم آرا۔ پیلی بھیت	۱۱۔ وحید احمد بھدوہی۔ بنارس
۳۔ عنایت الحسین نجمی۔ اوجین	۶۔ ابو غانم۔ سرائے میر	۹۔ ملک محمد عزیز الحسن بہار شریف	

پہلا انعام :- معما نمبر ۴ (اپریل [illegible]) **فی کس** ۴/

۱۔ آصف انور جامعہ نگر، دہلی	۳۔ جاوید اشرف۔ جامعہ نگر دہلی	۵۔ سید جلیس الدین۔ مراد آباد	۷۔ محمد سخار الرب۔ امروہہ
۲۔ پرویز خان " "	۴۔ شیر علی " "	۶۔ منصور احمد۔ سیالکوٹ۔	

[illegible] سے اپنی اپنی پسند کی کتابیں منگوالیں۔

دوسرا انعام

فی کس ۵ر

۱۔ احسن حامد، دہلی ۶۔ ابو علی عبائی۔ برہانپور ۱۱ محمد راحت حسن خان۔ رامپور ۱۵۔ سید سعید احمد۔ لکھنؤ

۲۔ حفیظ الدین " ۷۔ سید اقبال حسن کرمانی۔ اندور ۱۲ محمد فارق۔ پٹیالہ اسٹیٹ ۱۶۔ گلاب آتما رام، بنارس

۳۔ محمد اشتیاق لکھنؤ ۸۔ محمد ارشد خاں۔ کراچی ۱۳۔ بشیر الدین احمد حیدرآباد دکن ۱۷۔ تحسین جہاں آفندی

۴۔ محمد صالح " ۹۔ سید نسیم ظاہر۔ بھوپال ۱۴۔ محمد طارق انصاری اعظم گڈھ حیدرآباد دکن

۵۔ توصیف الرحمن شارق، دہلی ۱۰۔ عتیق رضا خاں۔ رامپور

ان بچوں کو معمے کے ٹوکن بھیجے جا رہے ہیں۔

پیامیوں سے

عبدالواحد، کلکتہ۔ اب تو تمھیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ کس پتے سے معمے بھیجے جائیں۔ انعام پانے پر مبارک باد۔

ابو محمد اظہار الحق، پٹنہ۔ تم نے اب تک برادری کا فارم بھر کر نہیں بھیجا اپنے صحیح پتے سے مطلع کرو۔ تصویریں دیر سے بن کر آئیں۔ اس لئے مئی کے پرچے میں تمھارا مضمون نہ چھپ سکا۔

شیخ محمد امین، لاہور۔ خالد احمد، بنگلور۔ شمیمہ تزئین، بنگلور۔ جنوری کے معمے کا حل تم لوگوں نے بہت دیر میں بھیجا۔ تمھاری فیسیں جمع ہیں۔ تم اسی فیس میں آیندہ حل بھیج سکتے ہو۔

ظفر النبی، بجنور۔ تمھیں میرا خط تو مل گیا ہوگا۔ بھئی چونکہ برادری از سرِ نو زندہ کی گئی ہے اس لیے پرانے ممبر بھی نیا ممبری فارم بھر دیں۔

شمیم اختر نسرین، کوئٹہ۔ جنوری کا پرچہ غور سے پڑھ لو۔ پھر بھی کوئی بات پوچھنی ہو تو میں حاضر ہوں۔ ہاں اس پرچے سے ان کے لئے ایک اور نئی چیز شروع کی جا رہی ہے۔ مضامین شوق سے بھیجو۔ اچھے ہوئے تو ضرور شائع ہوں گے۔

فضل احمد، رام پور۔ بھئی اس دفعہ تو تمھارا نام انعام پانے والوں میں نہ آئے گا۔ کوشش کرو کہ آیندہ بالکل صحیح حل کرو۔ تمھارا خریداری نمبر نہیں ملا۔ تم پرچہ کس نام سے منگواتے ہو

شاہد حسین، کانپور۔ معمے کا نتیجہ حل شائع ہونے سے پہلے نہیں بتلایا جاتا۔ جن بچوں کے نام انعام پانے والوں میں نہیں ہوتے انھیں سمجھ لینا چاہئے کہ اس مرتبہ تو حل غلط ہو گیا۔ آیندہ سہی۔

جاوید اشرف، جامعہ نگر۔ پرچے اب تمھیں وقت پر ملا کریں گے۔ بھئی یہاں سے تو ہر رسالہ مکمل بھیجا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے تمھاری کسی سے ان بن ہے۔ مارچ میں تو کسی مضمون کے نیچے "باقی پھر" نہیں لکھا گیا!

سعید اللہ صدیقی، رامپور۔ جنوری کا معما بہت دیر سے ملا۔ اس لئے تم مقابلے میں شریک نہ کئے جا سکے بہرحال تمہارے پہلے حل میں پانچ اور دوسرے میں دو غلطیاں ہیں۔ تمہارے ۶ روپے جمع ہیں۔

محمد صالح، جامعہ نگر۔ اگر ہم نقد روپے دیں تو تم لوگ مٹھائیاں کھا کھا کر اپنا پیٹ خراب کر لو اور کام کی چیز ایک بھی نہ خریدو۔ اس لئے انعام میں کتابیں دی جاتی ہیں۔

خالدہ بیگم، مرادآباد۔ اچھی بہن تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم ہمیں ایماندار سمجھتی ہو۔ ہمارا مقصد تو تمہاری خدمت ہی ہے تو پھر ہم کوئی خلاف انصاف بات کیسے کر سکتے ہیں؟ لیکن کہیں ایسا تو نہیں کہ اگر تمہارے حل غلط ہو جائیں تو تم ہم پر شبہ کرنے لگو۔ تمہارے ۲۰ روپے جمع ہیں۔ اس مرتبہ تم دونوں کے حل میں تین تین غلطیاں ہیں۔ خیر آئندہ سہی۔

محمد اشتیاق عالم، حصار۔ امید ہے کتاب مل گئی ہوگی۔ تمہارے لفافے میں سے ٹکٹ نہیں نکلے۔ اس لئے تم مقابلے میں شریک نہیں کئے جا سکے۔ یوں تمہارا معما نمبر ۴ بالکل صحیح تھا۔ مجھے انتہائی افسوس ہے۔ لیکن بھول تمہاری۔

محمد شکیل پشاوری۔ تمہاری تجویز کا بہت بہت شکریہ۔ اس کاغذ پر تصویریں اچھی نہیں چھپ سکتیں حالات بدلنے دو ہم سلسلے کے اندر آرٹ پیپر پر مختلف قسم کی تصویریں دیں گے جس سے ان بچوں کا شوق پورا ہو جائے گا۔

محمد ارشد خان عباسی، کراچی۔ بہتر ہے مضامین الگ سے بھیجو

تحسین جہاں آفندی، حیدرآباد۔ جنوری کا پرچہ تمہیں مل گیا ہوگا اب تو سمجھ گئے پیام برادری کا کیا مطلب ہے؟

نئے ممبر:۔ (۱) عبدالرحمٰن پیلی بھیت (۲) منظور احمد سیالکوٹ (۳) عبدالرؤف قلات بلوچستان۔ **شاخ کشمیری گیٹ** (۴) محمد احمد (۵) محمد سلطان (۶) محمد یونس (۷) نواب الرحمٰن (۸) اعجاز الدین (۹) بابو رام (۱۰) سلطان احمد فرحت الدولے (۱۱) جمیل احمد (۱۲) انعام الرحمٰن (۱۳) عظمت علی (۱۴) انوار حسین (۱۵) منور سلام (۱۶) جمیل الرحمٰن (۱۷) محمد شریف (۱۸) منظور احمد (۱۹) محمد ناظر حسین (۲۰) وید پرکاش رائے (۲۱) وقار عظیم (۲۲) محمد ایوب (۲۳) حسن عباس (۲۴) محمد رفیع (۲۵) شنکر سنگھ (۲۶) حمید اللہ

> اگر کسی پیامی کو ٹکٹ اور دوسرے ملکوں کے سکے جمع کرنے کا شوق ہو تو اس پتہ پر خط و کتابت کریں:۔
> جاوید اشرف۔ اجمل منزل۔ جامعہ نگر، اوکھلا، دہلی

معما نمبر ۴

معما نمبر ۳

صحیح حل معما نمبر ۳
" " " ۴

پروجیکٹ نمبر۲

"غلطیاں نہ کرو"

شمارہ نمبر۱

روز مرہ کی بول چال اور خط کتابت میں تم بہت سے الفاظ، ترکیبیں اور محاورے غلط استعمال کر جاتے ہو۔ تمھی پر کیا منحصر ہے اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ یہ غلطیاں کر بیٹھتے ہیں۔ اس "غلطیاں نہ کرو" مقابلے کا یہ مقصد ہے کہ تم صحیح اردو بولنے اور لکھنے لگو، ان جملوں میں سے زیادہ تر تمھارے ہی خطوں سے لئے گئے ہیں۔

قواعد

۱۔ اس مقابلے میں صرف پیام برادری کے ممبر حصہ لے سکتے ہیں۔
۲۔ مقابلے میں شامل ہونے کی کوئی فیس نہیں۔
۳۔ ہر حل کے اوپر "غلطیاں نہ کرو" کوپن یا اس کی نقل کا چسپاں ہونا ضروری ہے۔
۴۔ خوش خط لکھائی، صفائی اور عام خوب صورتی کا بھی لحاظ کیا جائے گا۔
۵۔ اس کا حل تم سعتے کے لفافے میں بھیج سکتے ہو۔ شاخ کے سارے ممبر اپنے حل اکٹھا بھیج سکتے ہیں۔
۶۔ جس کا حل بالکل صحیح ہوگا اُسے انعام میں ایک کتاب دی جائے گی
۷۔ جواب میں ان جملوں کو دُہرانے کی ضرورت نہیں صرف نمبر دے کر اس کے سامنے صحیح جملہ لکھ دو مثلاً نمبر۱۔ مجھے کل بازار جانا تھا، لیکن بارش کی وجہ سے نہ جا سکا۔
۸۔ سارے حل ۲۰ر جون تک دفتر میں پہنچ جانے چاہئیں پتہ مشتاق بھائی۔ پیام برادری مکتبہ جامعہ دہلی قرول باغ

یہ جملے غلط ہیں۔ انھیں صحیح کرو

۱۔ میرا مکان جامعہ مسجد کے پیچھے واقعہ ہے۔

۲۔ برائے مہربانی مجھے مقابلے میں شریک کر لیجیے۔

۳۔ ایک سال کے لئے پیام تعلیم میرے نام جاری کرے۔

۴۔ میں نے کل بازار جانا تھا۔ لیکن بارش کی وجہ سے نہ جا سکا۔

۵۔ اگر زمانہ کا یہی حال رہا تو گذر مشکل ہے۔

۶۔ پیام تعلیم کا چندہ ۲ روپیہ ہے۔

۷۔ میں نے معمّا نمبر ۴ کو حل کرنے کی بہت کوشش کی، مگر میرے سے حل نہ ہو سکا۔

۸۔ اماں کہتیں تھیں کہ مٹھائی کھانے سے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔

۹۔ میں تین روٹی کھاتا ہوں۔

۱۰۔ ذرہ یہاں آنا۔

۱۱۔ اپریل کا پیام تعلیم کا معمّا حل کر کے بھیج رہا ہوں۔

۱۲۔ رسالہ دیر سے ملا۔ اس لئے حل بھی دیر سے بھیج رہا ہوں۔

پروجکٹ نمبر ۲
شمارہ نمبر ۱
جون [illegible]

غلطیاں نہ کرو کوپن

نام ....

عمر .... کلاس ....

پتہ ....

....

معمے کے قواعد: ۱۔ حل کے ساتھ ۲ پیسے کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں ۲۔ ایک سے زیادہ حل بھی بھیجے جا سکتے ہیں۔ چار حلوں کی رعایتی فیس ۶ آنے، آٹھ حلوں کی ۱۰ آنے ہے۔ ۳۔ درست حل بنام [illegible] تقسیم کرے جائیں گے، قرعہ اندازی سے ۔ ۴۔ تمام حل ۲۰ جون تک دفتر پیام تعلیم میں پہنچ جانے چاہئیں ۵۔ ایڈیٹر کا فیصلہ قطعی ہوگا ۶۔ پیام تعلیم میں چھپے ہوئے کوپن کے علاوہ اور کوپن نہیں لئے جائیں گے ۷۔ کسی کوپن میں کوئی حرف کٹا یا مٹا ہوا ہوگا یا پنسل سے لکھا ہوا ہوگا تو مقابلے میں شامل نہ کیا جائے گا ۸۔ [illegible] لازمی ہے [illegible]
۹۔ پتہ:- سب ایڈیٹر "پیام تعلیم"
مکتبہ جامعہ دہلی، قرول باغ

معمّا نمبر ۵

پہلا انعام ۵ر

دوسرا انعام ۲ر

(انعام میں کتابیں دی جائیں گی، انعام ایک ہی ہوگا۔)

مشقی کوپن

دائیں سے بائیں

پیام تعلیم کے ...... نمبر کے لئے تم نے اپنی رائے لکھ کر بھیجی یا نہیں
ارکانِ اسلام میں سے ایک۔
بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ برطانیہ کا ...... ہندوستان سے جلد اٹھنے والا ہے۔ (بے ترتیب)
سان فرانسسکو کی کانفرنس میں کل ۴۶ قوموں کے نمائندے شریک ہوئے ہیں ...... میں سے ۱۱ انتظامیہ کمیٹی کے رکن بنائے گئے ہیں۔
آدمی کی عزت اُس کے ...... م سے ہے
...... شاہ کا قتل تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔
...... کھاد پال کا۔ خربوزہ کھاڑ ڈال کا۔ پانی پیوتال کا۔
لفظ بمعنی جسم
فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا اپنا گریباں چاک یا ...... یزداں چاک
بے ترتیب اقبال (بالِ جبریل)
۱۹۔ چند سال پہلے ...... تحریک کا سندھ میں بڑا زور تھا۔
۲۔ ...... اگست ۴۲ء کو جو کانگریسی رہنما گرفتار ہوئے تھے ان میں سے بہت سے صحت کی خرابی کی وجہ سے چھوڑ دیے گئے ہیں۔ (الٹا)

اوپر سے نیچے

۱۔ اب ...... کی ہار میں کچھ زیادہ عرصہ نہیں لگے گا
۲۔ جسے نان ...... یں بخشا ہے تو نے
اُسے بازوئے حیدر بھی عطا کر
الٹا۔ اقبال (بالِ جبریل)
۳۔ دوست وہ ہے جو ...... وقت میں بھی کام آئے
۴۔ طوفان میں جب جہاز چکر کھاتا
جب قافلہ وادی میں ہے سر ٹکراتا
اسباب کا آسرا بھی جب اٹھ جاتا
واں تیرے سوا کوئی نہیں ...... ہے
رباعیات حالی
۶۔ خدا کے ...... کی تاب لانا انسانی طاقت سے باہر ہے
۱۰۔ لفظ بمعنی رحم۔
۱۱۔ کہا جاتا ہے کہ ...... سین کے گانے میں اتنا اثر تھا کہ بے جان درخت اور جانور بھی جھومنے لگتے اور دریا کی لہریں تھم جاتیں۔
۱۳۔ چمن ہے ...... ہے، ٹھنڈی ہوا ہے
ہجوم طائرانِ خوش نوا ہے (کلیاتِ اسماعیل)
۱۴۔ پیش ۔ ت موتی۔ زبر سے دروازہ۔
۱۶۔ بسا اوقات اس کی غلط محبت بچوں کی تباہی کا باعث ہوتی ہے
۱۸۔ تن ...... دھن سے ملک کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے۔

معمے کے قواعد صفحہ ۲۸۸ پر [illegible]

معما نمبر ۵
کوپن نمبر
نام
پتہ
محلہ
معما نمبر ۵
کوپن نمبر
نام
پتہ
محلہ
معما نمبر ۵
کوپن نمبر
نام
پتہ
محلہ
معما نمبر ۵
کوپن نمبر
نام
پتہ
محلہ

مکتبہ جامعہ
کی
بچوں کی کتابیں

قصے کہانیاں

ننھا لٹو - ایک بکری کے بچے کی دلچسپ کہانی پہلے درجے کے لئے ۳ر

لومڑی کا گھر - بہت مزے دار اور دلچسپ کہانی، قاعدہ پڑھنے کے بعد بچے اسے بہت آسانی سے پڑھ سکتے ہیں ۶ر

جادو کا گھر - ننھی عمر کے بچوں کے لئے ۶ر

بندو اور نانی - پہلے درجے کے بچوں کے لئے ۳ر

ڈرامے

چور لڑکا ۴ر } بچوں کے مشہور ڈرامہ نگار جناب عبدالغفار صاحب مدھولی کے دو نئے ڈرامے قیمت ۳ر
جھوٹا لڑکا ۴ر }

نظم

ننھی کہانیاں - بچوں کے شاعر حضرت شفیع الدین نیر کی ننھی منی نظموں کا مجموعہ بالکل انوکھے انداز میں۔ ۶ر

معلومات

قدرت کے کرشمے - ہوا، بادل، بجلی وغیرہ کی باتیں نہایت دلچسپ انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ ۸ر

باغبانی - گھر پر گملے کے طور پر پھولوں اور سبزیوں، ترکاریوں وغیرہ کے بونے اگانے پر مفید اور کارآمد باتیں۔ ۶ر

سونے کی چڑیا - اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ پہلے زمانے میں ہمارے ملک میں کیسی کیسی مفید صنعتیں رائج تھیں ۸ر

بڑ دادا کی کہانی - ہندوستان کے چند تاریخی مقامات کے حالات دلچسپ کہانیوں کے انداز میں ۶ر

لڑائی کے ہتھیار - آج کل کے ہتھیاروں کے حالات نہایت سلجھے ہوئے اور دلچسپ انداز میں ۶ر

ہماری زمین - ہماری زمین کیا ہے، کیسے بنی، کیسے آہستہ آہستہ آباد ہوئی اور موجودہ حالت کو پہنچی، کہانی کے انداز میں ۸ر

دہلی - دہلی کی پرانی عمارتوں کا حال بچوں کے لئے ۸ر

صحت و صفائی - صحت و صفائی کے بارے میں مفید باتیں کہانیوں کے انداز میں۔ ۶ر

مذہبی کتابیں

اسلامی عقائد ۳ر آخری نبی ۴ر آں حضرت ؐ ۴ر

اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں (کل) ۸ر

قرآن پاک ۱۰ر خلفائے اربعہ ۶ر

مسلمان بیبیاں ۶ر

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۹۶۱

فہرست مضامین جولائی ۴۵ء

جلد ۲۶
نمبر ۹

پیامِ تعلیم

دہلی۔ سی پی۔ یوپی۔ بہار۔ میسور۔ قلات۔ بنگال۔ رام پور، حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار، سرحد کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ "منیجر"

ایڈیٹر: محمد حسین حسان

قیمت سالانہ

فی پرچہ

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ... پی ایچ ڈی۔ محبوب المطابع برقی پریس دہلی

بچّوں سے باتیں

ایڈیٹر

اس پرچے میں کسی دوسری جگہ دو اعلان چھپ رہے ہیں۔ "جامعہ اسکاوٹ" اور پیام تعلیم جوبلی فنڈ" ہمیں اُمید ہے پیامی ان دونوں کو بہت غور سے پڑھیں گے

جوبلی کے چندے کے لئے ہم بہت سی تجویزیں سوچ رہے تھے یہ تجویز پیام تعلیم کے پُرانے دوست سید عروج الحسن صاحب کے ذہن میں آئی اور سب نے اس پر صاد کیا۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہر ایک پیامی اس میں حصہ لے بس جو جس سے آسانی سے بن پڑے۔ صرف یہی نہیں بلکہ پیامی اگر اپنے ساتھیوں، بزرگوں اور سرپرستوں کو اس نیک کام میں حصہ لینے کی ترغیب دے سکیں تو کتنا اچھا ہو

جامعہ اسکاوٹ کے سلسلے میں پیامیوں کو خط کتابت کرنی ہو تو ناظم جامعہ اسکاوٹ جامعہ نگر، دہلی کے پتے پر کریں۔ اس طرح انھیں فوراً جواب مل سکے گا۔

بچوں کی کوششوں کے سلسلے میں ہمارے پاس ننھے پیامیوں کے بہت سے مضمون جمع ہو گئے ہیں۔ جی تو یہی چاہتا ہے کہ یہ سب مضمون جلد سے جلد چھپ جایا کریں مگر بھائی لڑائی کی وجہ سے کاغذ اتنا کم ملتا ہے کہ مشکل سے دو صفحوں کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ کاغذ زیادہ ملنے لگے۔ اگر یہ کوشش کامیاب ہوئی تو غالباً ہم اپنے ننھے پیامیوں کے زیادہ مضمون چھاپ سکیں گے۔

بعض بڑے پیامیوں کے بھی بہت سے اچھے اچھے مضمون ہمارے پاس رکھے ہیں، وہ بھی محض اسی وجہ سے اب تک نہیں چھپ سکے ہیں۔ امید ہے کہ یہ پیامی ہمیں معذور سمجھیں گے اور ان مجبوریوں کے سبب بددل نہ ہوں گے۔

لطیفوں، پہیلیوں اور چھوٹے چھوٹے معلوماتی مضمونوں کو ہم بہرحال ترجیح دیتے ہیں۔ اور کوشش کرتے ہیں کہ جلد سے جلد چھپ جائیں۔

اچھّی چڑیا
محمد شفیع الدین نیّرؔ
چڑیا
کوّا
اِک چڑیا تھی ایک تھا کوّا
اِک مینا تھی ایک تھا طوطا
اک بلّی تھی ایک تھا کتّا
اک مرغی تھی ایک تھا بکرا
مینا
طوطا
یہ سب ساتھ رہا کرتے تھے
دُکھ سُکھ ساتھ سہا کرتے تھے

اِک دِن اُن سے چڑیا بولی
آؤ کھیلیں آنکھ مچولی

پھر سب مِل کر کام کریں کچھ
جگ میں چل کر نام کریں کچھ

خالی رہ کر وقت نہ کھوئیں
کھیت میں جا کر گیہوں بوئیں

جب یہ گیہوں پک جائیں گے
تب یہ گیہوں سب کھائیں گے۔

(باقی)

جادو کا ڈنڈا

محمود الحسن - استاد تعلیمی مرکز (جامعہ)

۲

اصل میں وہ جھونپڑی ٹھگوں کی تھی اور وہ بڑھیا ٹھگوں کی ماں تھی۔ اس نے راجو کو اس لئے ٹھہرایا تھا کہ جو کچھ اس کے پاس ہو چھین جھپٹ لے۔ راجو نے روٹی کھائی اور وہیں جھونپڑی کے باہر لیٹ رہے۔ نیم سے اپنی بکری باندھ دی۔ جب راجو سو گئے تو بڑھیا چپکے سے اٹھی اور راجو کی بکری کھولنے چلی پاس جاکر دیکھا تو بکری کے پاس کچھ چمکیلی چمکیلی مینگنیاں پڑی تھیں۔ بڑھیا نے بکری تو نہ کھولی، مینگنیاں اٹھالائی، اور جھونپڑی میں چراغ کے پاس آکر دیکھا تو سونے کی! بڑھیا خوش ہوگئی اور سوچنے لگی کہ یہ لڑکا نہ معلوم کہاں سے بکری لے آیا ہے، جو سونے کی مینگنیاں دیتی ہے۔ بڑھیا راجو کی بکری تو کھول لائی، اور اسی رنگ کی ایک بکری وہاں باندھ آئی اور صبح ہی منہ اندھیرے جاکر راجو کو اٹھا دیا۔ راجو اٹھ بیٹھے اور چل دئے۔ چلتے چلتے راجو گھر پہنچے۔ راجو کی ماں بیٹھی دھان کوٹ رہی تھی۔ اور سوچ رہی تھی کہ نہ معلوم اب راجو کہاں ہوں گے، معلوم نہیں اس کا جی کام میں لگے گا یا نہیں، اتنے میں اس نے راجو کو آتے دیکھا۔ ایک لال بکری ساتھ تھی۔ راجو کی ماں اٹھ بیٹھی، اور راجو سے کہنے لگی "کیوں بیٹے کیسے لوٹ آئے اور یہ بکری کس کی پکڑ لائے اگر تم یوں ہی پھرتے رہے اور کام میں جی نہ لگایا تو کیا ہوگا؟" راجو بولے اماں! یہ بکری سونے کی مینگنیاں دیتی ہے۔ یہ بکری پریوں نے دی ہے۔ میں نے سوچا، اس بکری کو تمھارے پاس پہنچا دوں پھر نوکری ڈھونڈنے جاؤں۔ راجو کی ماں غصّہ تو نہ ہوئی، لیکن رنجیدہ ہوکر بولی "راجو، مجھ بوڑھی کو بہکاتے ہو۔ اپنی ماں کو دھوکا دیتے ہو کہیں بکریاں بھی سونے کی مینگنیاں دیتی ہیں۔ میری اتنی عمر ہونے کو آئی، میں نے تو سنا نہیں کہ بکری بھی سونے کی مینگنیاں دیتی ہے"۔ راجو بولے "اماں تم

مانتی تو ہو نہیں۔ یہ جادو کی بکری ہے۔ پریوں نے دی
ہے۔ اگر تمھیں میرا اعتبار نہ ہو تو تم دیکھ لینا یہ بکری
سونے کی مینگنیاں دیتی ہے یا نہیں"۔ راجو کی ماں چپ
ہو گئی۔

دن کٹتے کتنی دیر لگتی ہے۔ شام ہو گئی۔ رات
آئی، اور رات بھی گذر گئی۔ صبح ہو راجو کی ماں نے
کہا" راجو! یہ دیکھو یہ سونے کی مینگنیاں ہیں
میں نہ کہتی تھی کہ بکریاں سونے کی مینگنیاں
نہیں دیتی ہیں۔ راجو! میں جانتی تھی۔ تمھارا جی
کام میں نہ لگے گا۔ تم نہ معلوم کس کی بکری پکڑ لائے
اور آکر مجھ سے باتیں بنانے لگے"۔ راجو بڑے
شرمندہ ہوئے اور شرمائے شرمائے اماں سے
بولے:" اچھی اماں۔ میں اب لوٹ کر نہیں آؤں
گا۔ تم مجھے چار روٹیاں پکا دو"۔ راجو کی ماں نے
آٹا گوندھا، اس میں تھوڑا سا بیسن بھی ملا دیا۔ بیسنی
روٹیاں پکا اور گھی لگا، راجو کو دے دیں۔ راجو
پھر چل دئے۔ چلتے چلتے شام کے وقت اسی
کنوئیں پر پہنچے اور کہنے لگے "ایک کھاؤں، دو
کھاؤں، تین کھاؤں کہ چاروں کھا جاؤں"۔ پریوں
نے یہ بات پھر سن لی۔ اب تو پریاں اور زیادہ
گھبرائیں کہ یہ تو اچھا پیچھے پڑا ہے۔ اب کی دفعہ تو یہ
ضرور کھا جائے گا۔ پریاں ڈرتی، کانپتی باہر آئیں۔
اور راجو سے بولیں۔

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں نہ کھاؤ گے۔ ہم نے تو
تم کو ایک لال بکری بھی دے دی تھی، جو سونے
کی مینگنی دیتی تھی۔ اب تم پھر آ گئے"! راجو نے ذرا
غصّے میں کہا" اب کی دفعہ تو میں ضرور کھاؤں گا۔
تم نے مجھے دھوکا دیا۔ میری اماں مجھ پر خفا ہوئیں
وہ بکری سونے کی مینگنی تو دیتی نہیں"۔ پریاں
ڈریں، اور سوچنے لگیں کہ اگر اس نے ہم کو کھا لیا
تو جان سے جائیں گے۔ پریوں نے کہا" اچھا اب
کی مرتبہ ہم تم کو ایسی ہانڈی دئے دیتے ہیں جس
میں خود بخود چیزیں پک جاتی ہیں۔ چولھا پوت کر
نیچے آگ جلا دیا کرنا۔ ہانڈی سے کہہ دیا کرنا، کہ
پکا دے کھیر۔ پکا دے چاول، پکا دے دلیہ
جو تم چاہو گے پک جایا کرے گا"!

راجو نے ہانڈی لی اور چل دئے۔ کہنے
لگے۔ اب کی دفعہ اماں ناراض نہ ہوں گی۔ انھیں
فوراً پکا کر دکھا دیں گے تو وہ اچنبھا کریں گی۔ راجو
پھر اسی جھونپڑی پر آئے اور بڑھیا سے ملے۔ بڑھیا
نے بہلا پھسلا کر راجو سے سب باتیں پوچھ لیں۔
اور جب راجو سو گئے، دوسری ہانڈی اس کی جگہ
رکھ دی۔ دن نکلنے سے پہلے راجو چل پڑے۔ گھر
پہنچے تو راجو کی ماں اس دفعہ تھوڑا غصّہ بھی ہوئی
کہنے لگی" راجو تم نے میرا ناک میں دم کر دیا
ہے، تمھارا کام میں تو جی لگتا نہیں۔ جانے کہاں کہاں

[illegible] کھپیں گے۔

راجو نے کہا "اماں! سچ مچ میں آپ کو بہکاتا نہیں، نہ جھوٹ بولتا ہوں۔ اب کی دفعہ پرچھلاوے نے مجھے ہانڈی دی ہے، جس میں ہر چیز خود بخود پک جاتی ہے۔ جس چیز کو آپ کا جی چاہا کرے، ہانڈی سے کہہ دیا کیجیے۔ وہ خود بخود پکا دیا کرے گی۔ اگر تم کہو گی کھیر پک جا۔ کھیر پک جایا کرے گی۔ تم کہو گی دلیہ پک جا، دلیہ پک جائے گا۔"

بڑھیا نے کہا "بچے! پھر تو نے مجھے بہکایا کہیں ہانڈی میں خود بخود بھی کبھی کوئی چیز پکی ہے۔" راجو نے کہا "اچھا تو میں ابھی پکا کے دکھاتا [illegible] جا ری چولھا پوتا۔ آگ جلائی، اور ہانڈی رکھ دی اور ماں سے بولے "بولو اماں کیا کھاؤ گی؟ کھیر پکوا دوں" بڑھیا کو ہنسی آگئی۔ بڑھیا نے کہا "اچھا پکوا دے" اب تو راجو بہتیرا کہتے ہیں۔ کھیر کہاں پکتی ہے! بڑھیا بولی "راجو! اِدھر اُدھر کی جھوٹ باتوں سے کیا فائدہ۔ اگر تیرا جی کام میں نہیں لگتا تو اب میں تجھ سے کہوں گی نہیں۔ جو تیرا جی چاہے کر، اور جہاں تیرا جی چاہے جا!" راجو اداس ہو گئے اور سست چپ چاپ رہنے لگے۔ ان کو اپنی اماں کے خفا ہو جانے کا رنج تھا۔

(باقی آئندہ)

جولائی ۶۰ء
۲۹۸
پیام تعلیم
ناؤ
جمیل انور
محمد جبریل
کاپی میں سے کاغذ لائیں
چھوٹی سی اک ناؤ بنائیں
لے کر اک کاغذ کی جھنڈی
اس میں لگائیں اس کو سجائیں
کالے پیلے رنگ لگا کر
ایک کٹورا پانی لائیں
اس میں چھوڑیں پھونکیں ماریں
خوب بہائیں تیز چلائیں
لاؤ بہن خاتون پکڑ کر
ٹڈے کو ملاح بنائیں
چیونٹی، چیونٹے اس کے مسافر
آگے پیچھے دائیں بائیں
پاس کنارہ، دور نہیں ہے
پار اتاریں گھر پہنچائیں
ملتی ہی اتوار کو چھٹی،
وقت کو کچھ تو کام میں لائیں
جبریل ایسے دوست بناؤ
جو قومی کشتی بھی چلائیں

جامعہ اِسکاؤٹ

بھئی آپ کی پیام برادری تو خوب ترقی کر رہی ہے، دن دُونی، رات چوگنی۔ ہماری جامعہ نے ایک اور برادری قائم کی ہے۔ پیام برادری کی طرح یہ بھی تمام ہندوستان کے لئے ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے نونہالوں میں نظم و ضبط بڑے بڑے کام کرنے کا حوصلہ۔ اپنے دیس، اپنی قوم کی خدمت کا ولولہ، دُکھی اور مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کا جذبہ۔ کسی اچھے کام کے لئے مِل جُل کر کام کرنے کی خواہش، اور اپنے رہنما یا لیڈر کا حکم ماننے کا احساس پیدا ہو۔ ہماری جامعہ نے اس اسکاؤٹ برادری کی باقاعدہ بنیاد رکھ دی ہے۔ جامعہ کے مدرسوں میں اور بعض دُوسری جگہوں میں یہ خوب ترقی کر رہی ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ پیام برادری کی طرح تمھیں ہماری اس اسکاؤٹ برادری یا اسکاؤٹ ٹروپ میں بھی شامل ہونے کا بہت شوق ہوگا۔

کاش ہمارے پاس کوئی دُوربین ہوتی جس کے ذریعے ہم تمھیں اپنی اسکاؤٹ برادری اور اس کی چہل پہل کی سیر کرا سکتے۔ اور تم دیکھتے کہ تمھاری عمر کے بہت سے بچے ایک خاص قسم کا اسکاؤٹ لباس پہنے گلے میں رنگین رومال باندھے تھیلا لٹکائے جماعت کی شکل میں قدم سے قدم ملائے شہر سے کہیں دور خوش خوش چلے جا رہے ہیں بہت بجے ہیں اور اپنے قدم کی تال پر دلچسپ دلچسپ ترانے بھی گاتے جاتے ہیں۔ وہی جنھیں تم مارچنگ سانگس کہتے ہو۔

اگر تم ان سے سوال کر بیٹھو کہ بھئی آپ اس قدر خوش خوش کہاں جا رہے ہیں تو وہ بڑے جوش سے جواب دیں کہ ہم کیمپ کرنے جا رہے ہیں۔ وہاں اپنے لگائے ہوئے خیموں میں چند دن کھلی ہوا میں زندگی گذاریں گے۔ اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے پکائیں گے۔ دن بھر جنگل میں دلچسپ کھیل کھیلیں گے۔ کہیں ایک پہاڑی سے دُوسری پہاڑی پر جھنڈیوں کے ذریعے بات چیت کریں گے۔ کہیں ایسے جنگل میں جا کر جہاں کی گھنی جھاڑیاں اور درخت ہمارے درمیان حائل ہو جائیں گے تو سیٹیوں سے بات چیت کریں گے۔ کہیں دریا میں تیرنے کی مشق کریں گے پیڑوں پر چڑھیں گے اور مختلف جانوروں کی بولیاں

بولیں گے۔ اگر موقع ملے تو کسی مریض کی پوری پوری خدمت کریں گے۔

رات کو اپنی دن بھر کی تھکن کیمپ فائر میں جاکر دور کریں گے۔ جہاں بیچ میں آگ جل رہی ہوگی اور چاروں طرف ہم سب بیٹھے دلچسپ ڈرامے، مذاقیہ گانے اور نئے نئے پروگرام پیش کریں گے۔ ہمارے ساتھ ہمارے ماسٹر صاحب ہیں۔ یہ ہماری سب دلچسپیوں میں حصہ لیں گے اور ضرورت کے وقت بڑے بھائی کی طرح ہماری رہبری کریں گے۔

اگر تمھیں ان کھیلوں اور کیمپ فائر کی دلچسپیوں کے دیکھنے کا موقع ملے تو یقین جانو تمھارے دل میں یہ خواہش ضرور پیدا ہوگی کہ کاش ہم بھی اپنے چند اچھے ساتھیوں کے ساتھ اس میں حصہ لے سکتے۔

تو بھئی ہم بھی تو یہی کوشش کر رہے ہیں کہ تم سب کے سب اس اسکاوٹ برادری میں شریک ہو جاؤ۔ اس وقت ہم نے دلی میں اور دلی سے باہر چند جگہوں پر اسکاوٹ ٹروپ یا اسکاوٹ برادریاں قائم کر دی ہیں۔ اور دوسری جگہوں پر قائم کرنا چاہتے ہیں۔

اگر تم کسی ایسی جگہ ہو جہاں اس قسم کی اسکاوٹ برادری نہیں ہے اور تم قائم کرنا چاہتے ہو تو ہم تمھیں پوری مدد دیں گے۔ مگر بھئی ایک شرط ہے کہ تمھارے ماں باپ بھی تیار ہوں۔

اس برادری میں ۷ سال سے ۱۱ سال تک بچے نونہال ٹولی میں شامل کیے جاتے ہیں۔ ۱۲ سال سے ۱۷ سال تک نوخیز ٹولی میں اور اس سے بڑے لڑکے نوجوان ٹولی میں۔ اس برادری کی شاخ ہر اس جگہ قائم کی جا سکتی ہے جہاں کم سے کم ۸ لڑکے ایک ٹولی کی شکل میں اس برادری میں شامل ہونا چاہیں۔ جب تمھارا ارادہ اس قسم کی برادری قائم کرنے کا ہو تو ہمیں لکھو تاکہ ہم تمھارا شوق پورا کرنے کی پوری کوشش کر سکیں۔

اس قسم کی ٹولی تمھارے لیے نہ صرف کھیل اور تفریح کا ذریعہ ہوگی بلکہ بہت سی مفید باتیں کھیل ہی کھیل میں سیکھ جاؤ گے

اسکاوٹ برادری کی نئی ٹولی قائم کرنے کے لیے تم "ناظم جامعہ اسکاوٹنگ" سے خط کتابت کرو اور جامعہ کی جوبلی تک جو مارچ سنہ ۴۶ء میں ہو رہی ہے زیادہ سے زیادہ ٹولیاں بنانے کی پوری کوشش کرو۔ تاکہ اس موقع پر ہندوستان اور ہندوستان سے باہر کے لوگوں کے سامنے تم اپنی اسکاوٹ برادری کو نمایاں طور پر پیش کر سکو ۔

ناظم "جامعہ اسکاوٹ برادری"

یانگ سی کیانگ کی وادی

۲

پروفیسر محمد عبدالغفور صاحب. علی گڑھ

"تو چچا میاں پہلے پہل چینیوں نے بھی تو بھٹ کی دیواروں پر لکھنا سیکھا ہوگا؟"

واہ بھئی واہ تم نے بھی چینیوں کو کوئی وحشی اور جنگلی سمجھا ہے۔ چینیوں نے تو دنیا کو پہلے پہل وہ تحفہ دیا ہے کہ اس کے بغیر تصویریں تو تصویریں تمہارے لئے کتابیں تک نہ ہوتیں نہ کتابوں کے چھاپنے والے۔"

اچھن میاں کے کان کھڑے ہوئے، جی میں کہتے ہوں گے، یہ چینی بھی کیا لوگ ہیں بھلا یہ چیزیں ایجاد نہ کرتے تو دنیا میں کون سی کمی آجاتی۔ مگر رفقی تو لکھنے پڑھنے کے شوقین تھے، جھٹ بول اٹھے

"وہ تحفہ کیا ہے چچا میاں؟"

"ارے بھئی کاغذ اور چھاپہ۔"

"ارے ارے ہم تو سمجھے تھے کہ یہ چیزیں یورپ والوں نے ایجاد کی ہیں اور چچا میاں کاغذ تو یورپ ہی سے آتا ہوگا، جبھی تو آج کل لڑائی کی وجہ سے اتنا کم ملتا ہے۔"

"ہاں بیٹے اب تو اچھے قسم کا کاغذ ہمارے ہاں باہر ہی سے آتا ہے۔ کسی زمانے میں خصوصاً مغل بادشاہوں کے عہد میں ہمارے ہاں بھی بہترین قسم کا کاغذ بنتا تھا۔ اسے سمرقندی کاغذ کہتے تھے سمرقند جانتے ہو کہاں ہے؟ کشمیر کے پہاڑی سلسلوں کے پرے، اس بڑی شاہ راہ پر جس پر سے ایک زمانے میں بڑی بڑی قوموں کے کارواں ہو کر گذرے ہیں۔ ایک زمانے میں چین سے ہندوستان ادھر ہی سے ہو کر آتے تھے۔ غالباً چند شوقین مزاج مسلمان مسافروں کے ذریعے یہ صنعت یہاں بھی آپہنچی۔ مغلوں کے زمانے میں لوگ خوب خوب تصویریں بناتے تھے۔ ہمارے ہاں اچھے سے اچھا کاغذ ملتا تھا تبھی تو بناتے تھے۔"

"جی چچا آج کل تو اچھا کاغذ ڈھونڈھے سے نہیں ملتا۔ پہلے تو آپ ہمیں بنک پیپر دیا کرتے

تھے۔ کتنا چکنا، کتنا مضبوط ہوتا تھا۔ مگر چچا، اب
بنکوں نے کاغذ بنانا چھوڑ دیا ہے؟"

"واہ میاں، بنک نہ ہوا ٹھپّا گھر کا کارخانہ
ہوگیا۔ اسے بنک پیپر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ایسا
مضبوط ہوتا ہے جیسے کرنسی نوٹوں کا کاغذ۔ یہ
کاغذ بھی پہلے پہل چینیوں ہی نے ایجاد کیا۔ چینی
یہ کاغذ شہتوت کی چھال سے بناتے تھے۔ سکّے
کی جگہ کاغذی نوٹ کا رواج بھی سب سے پہلے
چین ہی میں ہوا۔ تم نے کسی نوٹ کو غور سے دیکھا
بھی ہے کہ اس میں کیا کچھ ہوتا ہے؟"

"چچا جان کئی چیزیں ہوتی ہیں۔ بادشاہ کی
تصویر، سکّے کی قیمت اور نیچے ٹیڑھے میڑھے
سے کسی کے دستخط۔"

"چینیوں کے نوٹ پر ایک نہیں کئی افسروں
کے دستخط ہوتے تھے۔ ناموں کی مُہریں بھی ہوتی
تھیں۔ ان کے اوپر شنگرفی رنگ کی بادشاہی مہر
ثبت ہوتی تھی۔"

"اور چچا جان، اس زمانے میں جعلی نوٹ بنانے
والے بھی ہوتے تھے؟"

"غالباً ہوتے ہوں گے مگر اتنے نہیں جتنے آج
کل۔ جھوٹے نوٹ بنانے کی سزا بہت سخت رکھی گئی
تھی۔ یہ سزا نوٹوں کے اوپر بھی لکھی ہوتی تھی، یعنی
جھوٹے نوٹ بنانے والے کی سزا قتل تھی اور ایسے
لوگوں کی مخبری کرنے والے کو مجرم کی ساری جائداد
انعام میں دے دی جاتی تھی۔"

"تو چچا جان چینی لوگ اس کاغذ پر بس
نوٹ ہی بناتے تھے؟"

"واہ بھئی واہ تم نے بھی عجیب بات کہی گویا
دنیا میں سوائے روپیہ بنانے اور سنبھالنے کے اور
کوئی کام ہی نہیں۔ چینی آج کل کی طرح کاغذ کے
سبھی استعمال جانتے تھے مصریوں نے تو بس ایک
پیپرس ہی بنایا تھا۔ انھوں نے قسم قسم کے کاغذ
بنا ڈالے اور پھر اُن کے چھاپنے کا بھی انتظام کیا
یعنی چھاپہ خانہ ایجاد کیا، اور اُن کی مصوری کے
تو کیا کہنے۔ ایک سیّاح کے قول کے مطابق اُن کا
مقابلہ نہ فرنگی کرسکتے ہیں اور نہ کوئی اور۔"

"ابن بطوطہ جب پہلے پہل چین پہنچا تو
اپنے دستور کے مطابق بادشاہ سے ملنے گیا۔ دربار
کو چلتے ہوئے مصوروں کے بازار سے گذرا۔ شاہی
ملاقات کے بعد واپسی پر وہ پھر اُسی راستے سے
گذرا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس کی اور اُس کے ساتھیوں
کی تصویریں بازار میں ٹنگی ہوئی ہیں۔ سب کے
سب حیران، ایک دوسرے کی صورت دیکھتے
اور تصویروں کو چہروں سے ملاتے، بال برابر
فرق نہ پاتے۔"

"ہوا یہ کہ بادشاہ نے پہلے سے مصوروں

کو شاہی مہمانوں کی تصویریں بنانے کا حکم دے رکھا تھا۔ یہ لوگ بادشاہ سے باتیں کرتے رہے اور مصور اُن کی تصویریں بناتے رہے۔ ابن بطوطہ اور اُن کے ساتھیوں کو کانوں کان خبر نہ ہوئی ؟"

"مگر چچا جان، بھلا اِن تصویروں کے بنانے سے فائدہ ؟"

"واہ میاں! تصویریں بنانے کے فائدے پوچھتے ہو۔ بھلا اللہ میاں نے جو طرح طرح کے پودے۔ رنگ برنگے پھول اور چاند ستارے بنائے تو کیوں، ان سے فائدہ ؟ شاید چینی لوگ بھی تمھاری طرح البم رکھتے ہوں گے۔ پھر خوب صورت اور دلفریب چیزیں بنانا اور انھیں سلیقے سے رکھنا بجائے خود کس قدر دلچسپ چیز ہے۔ دلچسپی کے ساتھ ساتھ اس سے بعض مفید کام بھی لئے جا سکتے ہیں ؟"

(باقی آیندہ)

باغ میں !

وحیدی - جونپور

پھول توڑا جو میں نے خوش ہو کے
میں نے دیکھا اسے جو یوں روتے
کیا ہوا تجھ کو میرے من بھاتے
میں تو عزت تری بڑھاؤں گا
میری آنکھوں کا نور ہو گا تو
ہے یہاں کون قدرداں تیرا
آخری قطرہ اشک شبنم کا
قدر آزادگی وہ کیا جانے

رہ گیا شاخ پر وہ رو رو کے
اس سے آخر کہا یہ زچ ہو کے
یوں جو ڈرتا ہے میرے پاس آتے
تجھ کو گل دان میں سجاؤں گا
اور دل کا سرور ہو گا تو
دیکھ کانٹوں نے تجھ کو آگھیرا
تب گرا کے وہ یوں ہوا گویا
جو غلامی کو مدعا جانے

کچھ ہو آخر تو ہے وطن اپنا
مجھ کو جنت ہے یہ چمن اپنا

بچوں کی نظمیں

محمد شفیع الدین صاحب نیّر کی اصلاح کے بعد

ہمارا وطن

دید پرکاش صراف جیوتی

ہمارا وطن ہم کو پیارا وطن
ہماری تو آنکھوں کا تارا وطن
سہارے دلوں کا سہارا وطن
ہے دنیا کی جنت ہمارا وطن

ہمارا وطن ہم کو پیارا وطن

ہمارا وطن ہے یہ ہندوستاں
کہیں اس میں صحرا کہیں گلستاں
ہمالہ پہاڑ اس کا ہے پاسباں
ہماری یہ آنکھوں کا تارا وطن

ہمارا وطن ہم کو پیارا وطن

دُعا

عبدالباسط نعیم

خدایا مجھے نیک لڑکا بنا دے
مجھے بخش مادر پدر کی محبت!
نمازوں کا پابند مجھ کو بنا دے
فرائض میں اپنے بجا لاسکوں سب
لبوں پر ہو میرے سدا نام تیرا
مری زندگی ہو بھلے کی صورت!
گلوں سی ہو جس طرح زینت چمن کی

خدایا مجھے لکھنا پڑھنا سکھا دے
عطا کر مجھے بھائی بہنوں کی الفت
مجھے اپنے مذہب کا شیدا بنا دے
وہ ہمت، وہ قوت مجھے بخش یارب
ترا نام لینے سے ہو کام میرا
مجھے علم کی شمع سے ہو محبت!
اسی طور ہو مجھ سے زینت وطن کی

مجھے دردمندوں سے الفت ہو یارب
غریبوں سے مجھ کو محبت ہو یارب
برائی سے دل کو ہٹا دے خدایا!
مجھے نیک لڑکا بنا دے خدایا!

آیا بادل

نور صابر فاروقی

آیا بادل - آیا بادل

حشر اٹھاتا شور مچاتا
بوندوں کے موتی برساتا
ذرّے ذرّے کو نہلاتا
پتّے پتّے کو چمکاتا

آیا بادل - آیا بادل

گلزاروں میں پھول کھلاتا
پیارے پیارے روپ دکھاتا
غم کے ماروں کو بہلاتا
کھیتوں میں پانی پہنچاتا

آیا بادل - آیا بادل

مِٹّھو

اس - اچ سعید

ایک مِٹّھو ہے میں نے پالا
سب سے اچھا بھولا بھالا
صبح سویرے اٹھتا تھا وہ
نام خدا رٹتا تھا وہ
جب پڑھنے سے میں فارغ ہوتا
مٹھو کو لے کر باغ میں جاتا
باغ میں اس کو پھل میں کھلاتا
کھیلتا خود اور اسے بھی کھلاتا

باغ میں میں نے بندر دیکھا | بندر کو مٹھو نے دیکھا
ایک درخت کی شاخ پہ تھا وہ | آم کتر کے کھاتا تھا وہ
مٹھو کو آیا از حد غصّہ | بندر کو وہ مارنے دوڑا
دیکھ اسے وہ بندر بھاگا | ایسا بھاگا پھر وہ نہ آیا
شام ہوئی میں گھر کو آیا | مٹھو کو کندھے پہ بٹھایا
اک دن آئیں ... تی خالا | کیا مٹھو کا ایک نوالا
مرنے کو تو مرگیا مٹھو | پر دل میں گھر کر گیا مٹھو

ہمارا باغ

انعام الٰہی منشاؔر

پیارا پیارا باغ ہمارا | دل کا سہارا باغ ہمارا
نیا نرالا باغ ہمارا | سب سے اچھا باغ ہمارا
دیکھو وہ ہے باغ ہمارا | وہ ہے وہ ہے باغ ہمارا
جس میں پھول ہیں رنگت والے | بھینی بھینی نکہت والے
آؤ مل کر پھول چنیں ہم | جلدی جلدی پھول چنیں ہم
دیکھو! کلیاں ٹوٹ نہ جائیں | ننھی کلیاں ٹوٹ نہ جائیں
پھول سے جھولی بھر بھر کر | آؤ مل کر ڈھیر لگائیں
پھولوں کا پھر ہار بنا کر | آؤ مل کر گلے میں ڈالیں
ڈال کے بانہیں گلے میں ہم تم | آؤ مل کر خوشیاں منائیں
خوشیاں منا کر گھر کو جائیں | گھر جا کر پھر ہم سو جائیں
سو کر منشاؔر صبح کو اٹھیں | اُٹھ اُٹھ کر پھر باغ کو جائیں

بُری صحبت

عنایت الحسین شمع

کیوں اُن کے ساتھ کھیلوں جن کا چلن بُرا ہے
وہ جن کے ساتھ میرا دل بھی بہت بِلا ہے
کرتے ہیں جو بُرائی دیتے ہیں گالیاں جو
کرتے نہیں عبادت اس کی جو پالتا ہے
لگتا بُرا ہے مجھ کو ہر لفظ اُن کے مُنہ کا
ہر گیت اُن کا میرے کانوں پہ بوجھ سا ہے
کیوں اُن کے لفظ کہہ کر اپنی زباں بگاڑوں
ہر شخص جن کو سُن کر کہہ دے بہت بُرا ہے
جاؤں گا میں نہ ہرگز پاس ایسے بد چلن کے
ہر شخص جس کو دل میں بد ذات جانتا ہے
میں اُس کے ساتھ رہنا ہر وقت چاہتا ہوں
ہر شخص نیک کہہ کر جس کو پکارتا ہے
اے شمعؔ یہ سُنا ہے بیمار ایک بکری
کرتی علیل سب کو گلے میں جو بچا ہے

پیامِ تعلیم جوبلی فنڈ

ایڈیٹر

اب کی ۲۹ر اکتوبر (۱۹۲۵ء) ہماری جامعہ کے لئے بہت اہم تاریخی دن ہے۔ اس دن جامعہ کو قائم ہوئے ۲۵ برس ہوجائیں گے۔ اس خوشی میں جامعہ کی طرف سے اگلے مارچ ۱۹۲۶ء میں جامعہ کی جوبلی منائی جائے گی۔ اس جوبلی کے موقع پر جامعہ کئی اور اچھے اچھے کام شروع کرے گی۔ بیت الحکمت کے نام سے ایک مذہبی مدرسہ کھولا جائے گا۔ لڑکیوں کے لئے ایک مدرسے کی بنیاد پڑے گی۔ ایک مدرسہ بچوں کو صنعت و حرفت سکھانے کے لیے قائم ہوگا۔ اسی طرح کے اور بہت سے اچھے اچھے کام ہیں۔

مگر یہ سب یوں ہی تو شروع نہیں ہوسکتے۔ اُن کے لئے ضرورت ہے روپے کی، اور روپے کے لئے جامعہ والے ابھی سے دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ بمبئی کا حال تو تمھیں معلوم ہوگیا ہوگا۔ اور دوسری جگہ بھی چندے کا کام شروع ہوگیا ہے۔

ایک بات ہماری سمجھ میں بھی آئی ہے، کیوں نہ اس اچھے اور نیک کام میں ہم اپنے پیامیوں کو بھی شریک کریں، اور جامعہ کی جوبلی کے موقع پر ایک رقم پیامِ تعلیم کی طرف سے بھی پیش کی جائے ہے نا اچھی تجویز؟ بس تو تم آج ہی سے کام شروع کردو۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہر ایک پیامی اس نیک کام میں کچھ نہ کچھ مدد ضرور کرے۔ بس جو تم آسانی سے دے سکو۔ ہمارے پاس منی آرڈر سے یا ٹکٹوں کی صورت میں بھیج دو۔ پیام برادری کے ممبروں سے ہماری خاص طور پر درخواست ہے۔ جہاں جہاں برادری کی شاخیں قائم ہوگئی ہیں یا مکتبہ کی شاخ ہے وہاں سہولت اسی میں ہے کہ ان شاخوں کو چندہ دے دیا جائے۔ ہمیں بھیج جائے گا۔ چندہ دینے والے پیامیوں کے نام مہینے کے مہینے پیامِ تعلیم میں چھپتے رہیں گے۔

میرا نام نو حرفوں سے بنتا ہے

از جیت بیگم اچپٹ ہوتی

(۱) ۱ + ۲ + ۳ + ۹ حرفوں کو ملانے سے سندیسہ کے معنی ہوتے ہیں۔
(۲) ۴ + ۶ + ۷ + ۸ + ۲ حرفوں کو ملانے سے وہ لفظ بنتا ہے جس سے بچّوں کو آراستہ کرنا چاہیئے۔
(۳) ۷ + ۲ + ۴ + ۱ حرفوں کو ملانے سے ایک روشنی کے کام آنے والی چیز کا نام بن جاتا ہے۔
(۴) ۹ + ۷ + ۳ + ۱ حرفوں کو ملانے سے ایک مشہور اخبار کا نام بن جاتا ہے۔
(۵) ۱ + ۸ + ۵ + ۷ حرفوں کو ملانے سے ایک دھات کا نام بن جاتا ہے۔ جو عام استعمال میں لایا جاتا ہے۔

بتاؤ میرا نام کیا ہے۔

جواب:- پ۱ + ی۲ + ا۳ + م۴ + ت۵ + ع۶ + ل۷ + ی۸ + م۹

(پیامِ تعلیم)

گدائی

از محمد علاء الدین، مونگیری

ایک شخص سرکارِ دو عالم سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو، اور کچھ مانگا۔ آپ نے فرمایا "تمھارے پاس کچھ ہے؟" اُس نے جواب دیا "ہاں" آپ نے فرمایا "کون سی چیز ہے؟" اس نے کہا ایک لوٹا ہے جس سے پانی پیتا ہوں، ایک پیالا ہے جس میں کھانا کھاتا ہوں۔ ایک دری ہے جس کا آدھا حصّہ بچھاتا ہوں اور آدھا اوڑھتا ہوں۔" آں حضرت نے فرمایا کہ ان سب کو لے آؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے تمام چیزیں آپ کی خدمت میں حاضر کیں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ "میرے ساتھ ان چیزوں کو لے آؤ" آپ بازار کی طرف چلے جب

بازار پہنچے تو آپ نے ایک شخص سے فرمایا "ان چیزوں کو کوئی خریدتا ہے؟" اس نے کہا "ہاں میں خریدتا ہوں"۔ آپ نے پوچھا کتنی قیمت دوگے۔ اس نے کہا "ایک درہم" آپ دوسرے شخص کے پاس تشریف لے گئے اس نے "دو درہم کہا" آپ نے سامان اس کے حوالے کر دیا اور دو درہم لے کر رسّی اور کلہاڑی خریدنے کے لئے دوسری دکان پر تشریف لے گئے ایک درہم میں ایک کلہاڑی مع دستے کے خریدی۔ اور دوسرے درہم میں سے آدھے درہم کا کھانا خریدا اور آدھے درہم کی رسّی خرید کر اس کے حوالے کر دی اور فرمایا کہ کھانا گھر رکھ آؤ اور آپ نے بتایا کہ فلاں جنگل سے لکڑی کاٹ کر بیچا کرو۔ ایک مہینے میں وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا "یا رسول اللہ میرے پاس پندرہ درہم ہو گئے!" آپ نے فرمایا "یہ اچھا ہے کہ اپنے ہاتھ سے کماؤ اور کھاؤ یا یہ اچھا ہے قیامت کے دن گداگری کا داغ لگا کر جاؤ"

میاں مرغ

آصف انور۔ جامعہ

ایک گاؤں کے پاس ہرا بھرا باغ تھا۔ اس باغ میں کبھی کبھی ایک مرغ آجاتا۔ وہ بیل کے پیڑ کی اونچی ٹہنی پر چڑھ جاتا اور خوشی میں آکر زور سے بانگ دیا کرتا۔ ایک دن ایک لنگڑی لومڑی اسی باغ میں آنکلی۔ مرغ کو اونچی ٹہنی پر بیٹھے دیکھا تو بولی "میاں مرغ تم نے کچھ سنا! جنگل کے سب جانوروں نے آج ایک جلسہ کیا تھا۔ اس میں سب نے مل کر فیصلہ کیا ہے کہ اب ایک دوسرے کو نہ ستائیں گے۔ مرغ نے بڑے تعجب سے پوچھا کیا سچ مچ! لنگڑی لومڑی بولی "ہاں اور کیا؟ جب ہی تو تمہیں یہ خبر سنانے آئی ہوں۔ اب کیا ڈر ہے؟ نیچے اتر آؤ۔ ایک بات میں تم سے مشورہ کرنا ہے۔"

مرغ سمجھ گیا کہ یہ مجھے پھانسنے کی ترکیب ہے۔ گردن اٹھا کر زور سے چلایا "ککڑوں کوں" لومڑی بولی "کیوں خیر تو ہے میاں مرغ؟" مرغ نے جواب دیا "جی ہاں، بالکل خیریت ہے۔ ذرا وہ جھاڑیوں سے نکلا ہے، اور دوڑا چلا آرہا ہے" لومڑی نے جوں ہی کتے کا نام سنا تو دم دبا کر لنگڑاتی ہوئی بھاگ نکلی۔ مرغ نے پکارا "بی لومڑی اسے کہاں جیب تم تو کہتی تھیں کہ جانوروں میں صلح ہو گئی ہے۔ اب کیا ڈر ہے۔ بھاگتی کیوں ہو، لومڑی بولی "آپ ٹھیک ہے مگر کیا عجب جو تمہاری طرح کتا بھی اس فیصلے سے بے خبر ہو"

لطیفہ

نعیم الرحمٰن، سہارنپور۔

بیٹا:۔ ماں! گھنٹے سے کہہ دو ٹن ٹن نہ بجا کرے۔

ماں:۔ بیٹا گھنٹے کے کان نہیں ہوتے

بیٹا:۔ وہ کیا چیز تھی جس کو ابا کل مروڑ رہے تھے۔

باریسال بنگال میں ایک قصبہ ہے۔ یہاں تھوڑی تھوڑی دیر میں توپوں کے دغنے کی سی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ ہر شخص کو یہ ایک الگ سمت سے آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

بلجیم کے ساحل پر زور سے پستول چلنے کی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ آسٹریلیا میں ایک علاقہ ہے ہل اسپرنگس یہاں کبھی کبھی تین دھماکوں کی آواز سننے میں آتی ہے۔ یہ بھاپ کے بھک سے اڑنے کی سی آواز ہوتی ہے۔

امریکہ کے مؤجدوں نے ایک موٹر ایجاد کی ہے۔ ہوائی موٹر۔ یہ موٹر زمین پر بھی چل سکیں گے اور ہوا میں بھی اُڑ سکیں گے۔ یہ موٹر عام بڑے موٹروں سے ڈیوڑھے ہوں گے۔

چینیوں کے لئے ایک اخبار نکلتا ہے چینی ملاٹین

یہ اخبار لڑائی کے پروپگنڈے کے لئے ہے۔ دنیا میں اس وقت اس طرح کے ۵۰۰ اخبار اور رسالے نکل رہے ہیں۔ مگر یہ اُن سب سے بازی لے گیا ہے۔ یہ امریکہ کے لڑائی کے محکمے کی طرف سے نکلتا ہے کلکتہ میں چھپتا ہے اور ہوائی جہازوں کے ذریعے پانچ گھنٹوں میں چین پہنچ جاتا ہے۔

انسان کے بالوں میں جست، فاسفورس، تانبا، لوہا، نکل، کیلشیم، منگنیز وغیرہ دھاتیں ہوتی ہیں۔

مغل شہنشاہ اکبر کے زمانے میں فتح پور سیکری اس زمانے کے لندن شہر سے بڑا تھا۔ فتح پور سیکری سولہ برس تک اکبر کی راجدھانی رہا۔

جاپانی زبان میں کوئی گالی نہیں ہے۔

پروجکٹ، نمبر ۲

شمارہ نمبر ۲

"غلطیاں نہ کرو"

روزمرہ کی بول چال اور خط کتابت میں تم بہت سے الفاظ، ترکیبیں اور محاورے غلط استعمال کر جاتے ہو۔ تمھی پر کیا منحصر ہے، اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ یہ غلطیاں کر بیٹھتے ہیں۔ اس "غلطیاں نہ کرو" مقابلے کا یہ مقصد ہے کہ تم صحیح اردو بولنے اور لکھنے لگو۔ ان جملوں میں سے زیادہ تر تمھارے ہی خطوں سے لئے گئے ہیں۔

قواعد

۱۔ اس مقابلے میں صرف پیام برادری کے ممبر حصہ لے سکتے ہیں۔

۲۔ مقابلے میں شامل ہونے کی کوئی فیس نہیں۔

۳۔ ہر حل کے اوپر "غلطیاں نہ کرو" کوپن یا اس کی نقل کا چسپاں ہونا ضروری ہے۔

۴۔ خوش خط لکھائی، صفائی اور عام خوب صورتی کا بھی لحاظ کیا جائے گا

۵۔ اس کا حل تم معمے کے لفافے میں بھیج سکتے ہو۔ شاخ کے سارے ممبر اپنے حل اکٹھا بھیج سکتے ہیں۔

۶۔ جس کا حل بالکل صحیح ہوگا اُسے انعام میں ایک کتاب دی جائے گی۔

۷۔ جواب میں ان جملوں کو دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ صرف نمبر دے کر اُس کے سامنے صحیح جملہ لکھ دو۔ مثلاً
نمبر ۲۔ یہ وہ جامہ ہے جس کا نہیں الٹا سیدھا۔

۸۔ سارے حل رسالہ پہنچنے کے پندرہ دن بعد دفتر میں پہنچ جانے چاہئیں۔ پتہ:۔ مشتاق بھائی۔ پیام برادری۔ مکتبہ جامعہ دہلی۔ قرول باغ

ان جملوں میں روزمرہ کی غلطیاں ہیں۔ انھیں ٹھیک کرو۔

۱۔ سات نو روز میں امتحان کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔
۲۔ چاہے تم درجے میں کتنے ہی کم زور کیوں نہ ہو، لیکن رات دِن اپنے کام میں لگے رہو تو کامیابی یقینی ہے۔
۳۔ جس قوم کے سفید و سیاہ کی مالک کوئی دوسری قوم ہوتی ہے۔ اُس کا خُدا حافظ۔
۴۔ یہ وہ جامہ ہے جس کا نہیں سیدھا الٹا۔
۵۔ جو اکثر سچ جھوٹ باتیں کرتا رہتا ہے، وہ اپنا اعتبار کھو دیتا ہے۔
۶۔ اچھے بچّے صُبح سویرے اُٹھ کر مُنہ ہاتھ دھونے سے پہلے ناشتے کے لئے ضِد نہیں کرتے۔
۷۔ تم جتنے ہی پتلے دُبلے ہوگے تمھیں اتنا ہی زیادہ غصہ آئے گا۔ اور جتنا ہی زیادہ چڑھوگے، ساتھی اتنا ہی زیادہ چڑھائیں گے، پھر چڑھنے سے کیا فائدہ؟
۸۔ لکھے پڑھے آدمی کو سُنی سُنائی باتوں پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔
۹۔ اگر چاہتے ہو کہ لکھنا آجائے تو اپنی دوات قلم ٹھیک رکھو۔
۱۰۔ اگر بخار کی حالت میں میٹھا کھٹا کھانے سے پرہیز نہیں کروگے تو بخار جلد نہیں اُترے گا۔

بمبئی اور لکھنؤ کے پیامی مکتبہ جامعہ کی شاخوں سے ٹوکن کے عوض کتابیں لے سکتے ہیں پچھلے جتنے ٹوکن اُن کے پاس ہوں ۳۱ جولائی تک اُن کی کتابیں لے لیں اس کے بعد ان پرانے ٹوکنوں کے عوض صرف مکتبہ دہلی سے کتابیں مل سکتی ہیں۔
(مشتاق بھائی)

پروجکٹ نمبر ۲
شمارہ نمبر ۲
جولائی ۱۹۵۰ء

"غلطیاں نہ کرو" کوپن

نام ....
عمر .... درجہ ....
پتہ ....
....

مزے مزے کے کھیل

(ابو محمد اظہار الحق نیطری، بہار شریف - (ممبر پیام برادری)

تین انچ کا ایک چوکور کاغذ لے لو۔ (شکل نمبر الف)، کاغذ رنگین ہو تو بہتر ہے۔ آمنے سامنے کے دونوں کونوں کو ملاؤ۔ (شکل نمبر ب) اب کونا 'ذ' کو موڑ کر کونا 'ج' پر لے آؤ۔ (شکل نمبر ۲)۔ پھر
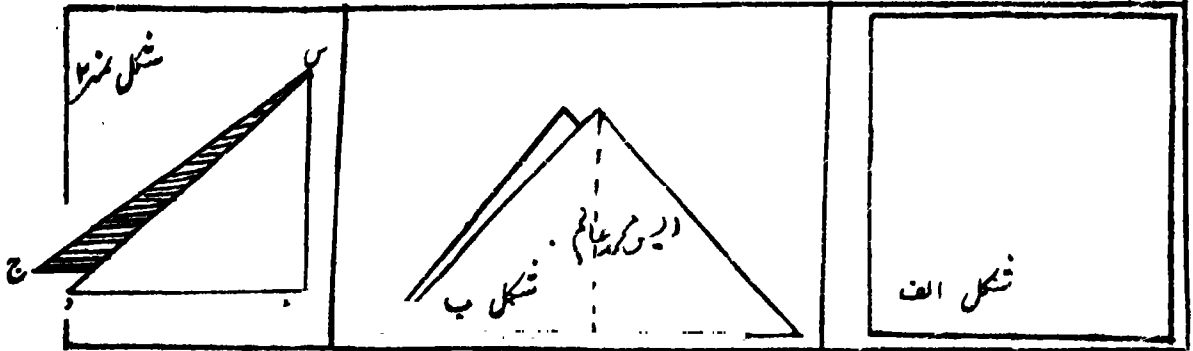
کونے 'ذ، ج' کو موڑتے ہوئے کونا 'س' پر لے آؤ۔ (شکل نمبر ۳)، کاغذ کی تین تہیں ہو گئیں نا؟ سب سے اوپر کی تہہ پر شکل نمبر ۴ یا شکل نمبر ۵ اتار لو۔ اتار چکے؟ اب کالے رنگے ہوئے حصّوں کو

قینچی سے کاٹ کر علیحدہ کر دو۔ تینوں تہیں کٹیں گی۔ اوپر کا جو سفید حصّہ بچ گیا ہے اُسے بھی کاٹ کر پھینک دو۔ کاغذ کو کھول لو شکل نمبر ۴، ۵ بالترتیب شکل نمبر ۶، ۷ نکل آئے گی۔ دیکھو الماری یا کتاب کی

جلدوں پر چپکانے کے لئے کتنی عمدہ شکلیں ہیں۔
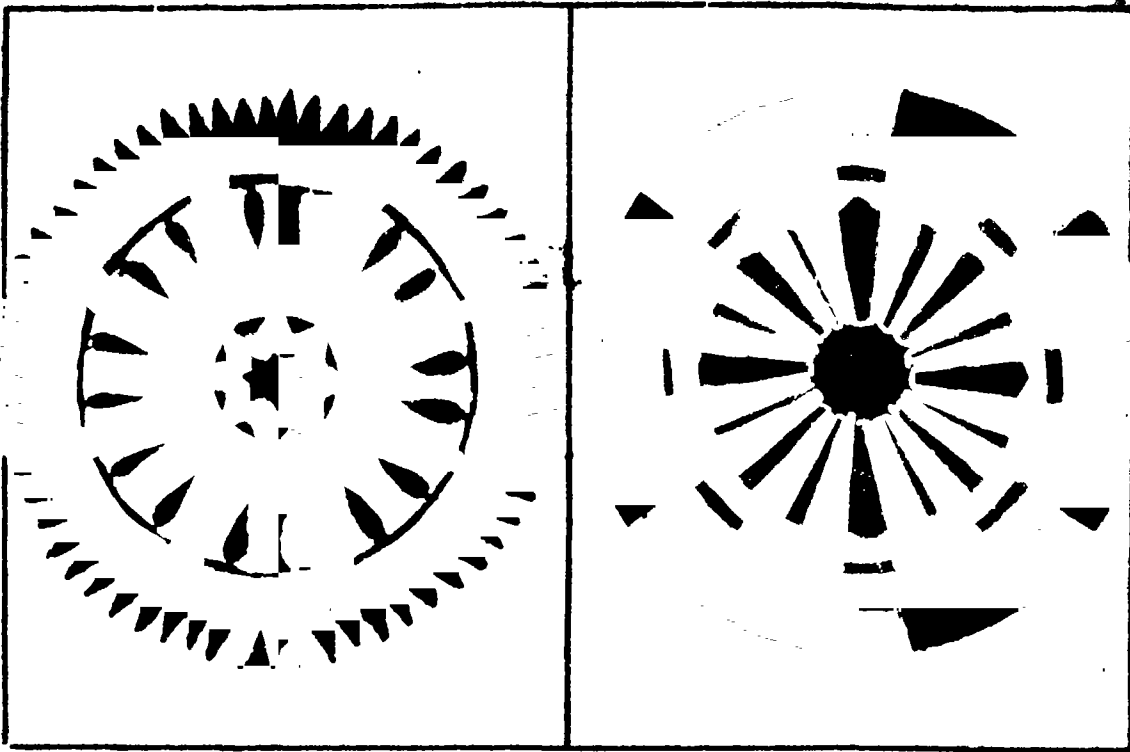
بعض رنگے ہوئے حصّوں کو قینچی سے کاٹنے میں دشواری ہوگی۔ پتلی نوک کے تیز چاقو یا بلیڈ
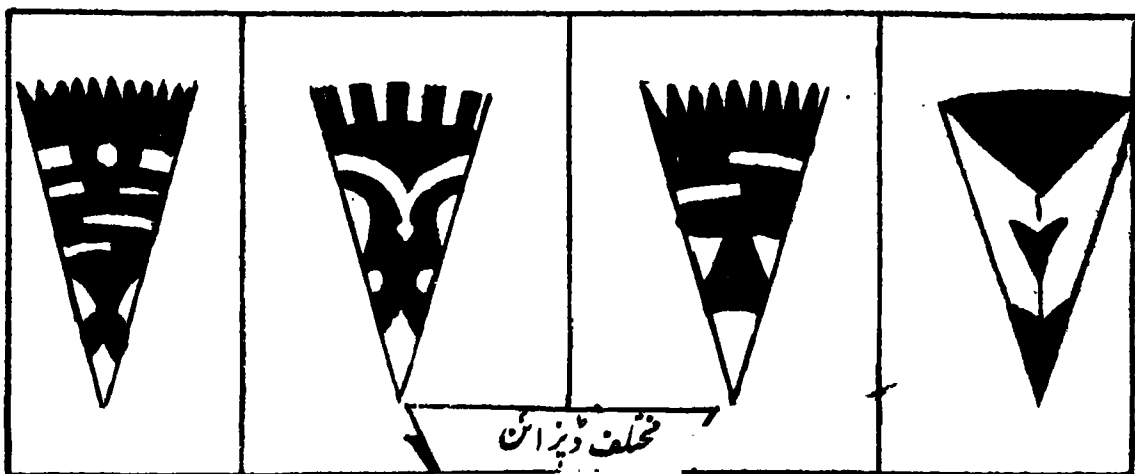
سے کاٹنا آسان رہے گا ✦

دہلی کے لال قلعے کے دیوان خاص میں یہ شعر کندہ ہے:-

اگر فردوس بر روئے زمین است — ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

آج کل دہلی کے متعلق یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ:-

اگر جہنم بر روئے زمین است — ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

دانہ زمین پہ ڈال دو بھن اُٹھے ۔ خیر اب گرمیوں کا رونا کیا، اب تو برسات آئی ۔ ٹھنڈی ہوائیں آئیں ۔ مینہہ کی جھڑی لگ گئی ۔ ندی نالے، تالاب، گڑھے پانی سے لبا لب بھر گئے ۔ اسی پانی میں مچھروں نے انڈے، بچے دئے اور ملیریا بخار کا زور بندھا ۔ یہ بڑا موذی مرض ہے ۔ لیکن احتیاط کی جائے تو اس سے بچنا کچھ ایسا مشکل بھی نہیں ۔ سب سے ضروری احتیاط تو یہ ہے کہ گھر کے اندر نالیوں اور برتنوں میں پانی بے کار نہ پڑا رہنے دو ۔ پانی کے گھڑے اور مٹکے ہر وقت ڈھکے رہیں ۔ رکے ہوئے پانی میں ایک ہفتے کے اندر مچھر انڈے بچے پیدا کر لیتے ہیں ۔ سورج چھپنے کے بعد جہاں تک ہو سکے جسم کو ڈھکے رہنا چاہیے ۔ اس لئے آدھی آستین کی قمیص اور نیکر نہ پہننے چاہئیں ۔ روز ایک گلاس لیموں کا نمکین شربت بھی مفید ہے ۔

پریم کمار سہگل حیدرآباد، دکن جن کی عمر ۱۴ سال اور جن کا خاص شوق ٹکٹ اور دیا سلائی کے لیبل جمع کرنا ہے لکھتے ہیں کہ ممبروں کے نام کے ساتھ ان کے خاص شوق بھی چھپنے چاہئیں ۔ تاکہ ہم شوق پیامی آپس میں خط کتابت کے ذریعے تعلقات پیدا کر سکیں ۔ برادری کا یہ ایک بڑا مقصد ہے ۔ لیکن اب تک پیامیوں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی ۔ پریم کمار کی تجویز کے مطابق، اب ہر پیامی کے شوق بھی چھپا کریں گے ۔ میرے پاس ہر ممبر کا پتہ موجود ہے ۔ جو پیامی جس پیامی سے دوستی کرنا چاہے مجھے لکھے، میں اس کا پتہ بتلا دوں گا ۔ پریم کمار تمہارا شکریہ ۔

میرے ہر خط پر ایک نمبر اور تاریخ ہوتی ہے ۔ پیامی جب کبھی میرے کسی خط کے جواب میں خط لکھیں تو اس نمبر اور تاریخ کا حوالہ ضرور دیں ۔ اسی طرح جب رسالے میں پیامیوں سے عنوان کے نیچے اپنے نام پیغام پڑھ کر جواب دیں تو اس رسالے کا حوالہ دیں ۔ یہ باتیں بہت ہی ضروری ہیں ۔ سب پیامی نوٹ کر لیں ۔

برادری کی رپورٹیں

برادری قرول باغ حفیظ الدین ناظم برادری، قرول باغ اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی برادری کا تیسرا جلسہ ۱۹؍مئی ۱۹۵۳ء کو دفتر تعلیمی مرکز میں ہوا۔ احسن احمد ہوی نے اپنی نظم پڑھ کر سنائی۔ احسن کی عمر صرف ۸ سال ہے۔ لیکن اس کے باوجود احسن اچھا کہتے ہیں۔ اور اچھا پڑھتے ہیں۔ اس سے پہلے جو جلسہ ہوا تھا اس میں حفیظ الدین نائب صدر اور ظہیر الدین نائب ناظم منتخب ہوئے۔ دھرم اندر، اعجاز اور منظور امام کابینہ کے ممبر بنائے گئے۔

جلسے میں یہ تجویزیں پاس ہوئیں (۱) شاخ کے ممبر ہر ماہ مضامین اور مکالمے لکھا کریں اور ناظم ان کو اکٹھا کرکے صدر دفتر میں بھیج دے۔ (عبدالحفیظ نے پیش کی۔) (۲) شاخ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ چندہ بھی لینا چاہیئے (عبدالحفیظ) (۳) ممبروں کی تعداد بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ (دھرم اندر)

شاخ ایبٹ آباد محمد اسد ناظم برادری ایبٹ آباد اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی برادری کا دوسرا جلسہ ۲۵؍مئی کو ان کے گھر پر ہوا فقیر محمد اور محمد صادق نے جلسے کا کمرہ بہت اچھی طرح سجایا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جلسہ شروع ہوا۔ محمد ادریس نے کہا کہ میں بخوشی برادری کی ساری ذمہ داریاں قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ لوگ میری مدد کیجئے۔ ادریس نے ہنر سیکھنے پر بڑا زور دیا۔ اور کہا کہ پیام تعلیم میں ہاتھ کے کام کے سلسلے میں جو چھوٹی چھوٹی چیزیں شائع ہوتی رہتی ہیں اُن سے آغاز کیا جاسکتا ہے۔

محمد اسد نے برادری کے کاموں سے پیامیوں کو آگاہ کیا۔ آپا جان (مرحوم) جامعہ ملیہ اسلامیہ اور اس کے بانی کا مختصر ذکر کیا۔ اسد کی تقریر بہت پسند کی گئی ممبروں نے یہ تجویزیں پاس کیں:۔ (۱) سارے ممبر اسکول میں بجائے انگریزی اردو میں باتیں کریں گے (۲) برادری کی طرف سے ایک عجائب گھر اور ایک کتب خانہ کھولا جائے گا۔ کتب خانے کا چندہ ۲؍ ماہوار ہوگا (۳) اچھی تقریر پر کتابی صورت میں انعام دیا جائے گا۔ یہ بھی طے ہوا کہ تیسرا جلسہ پک نک کی صورت میں ہوگا۔

تیسرا جلسہ:۔ تیسرا جلسہ ۱۵؍جون کو ہوا۔ سارے ممبر اسد کے گھر جمع ہوگئے تھے اور وہاں سے کھانے پینے کا سامان اپنے ساتھ لے کر اسد کے گھر کے سامنے والی پہاڑی پر پہنچے اور ایک نالے کے قریب ڈیرہ لگایا۔ چونکہ صدر محمد ادریس ابھی تک نہیں پہنچے تھے اس لئے عبدالکریم فاروقی کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ اسد نے سب سے پہلے کلام پاک کی تلاوت کی۔ پھر صدر نے برادری کو ترقی دینے پر ایک تقریر کی۔ محمد جمیل خاں نے چند لطیفے سنائے پھر مقررہ عنوان پر تقریریں شروع ہوئیں۔ محمد جمیل خاں اور غلام رسول نے اردو کی خدمت پر تقریریں کیں حفیظ اللہ اور اسد نے ذریعہ تعلیم اردو ہونا چاہیئے یا انگریزی" پر۔ پھر چند چھوٹے پیامیوں (علی رضا جماعت ششم) نے کہانیاں سنائیں۔ ان کی کہانیاں بہت اچھی تھیں اور رٹی ہوئی نہیں بلکہ خود اُن ہی کی لکھی ہوئی اس کے بعد مسعود الرؤف نے عام معلومات پر چند باتیں سنائیں اور الطاف حسین شاہ۔ لعل حسین شاہ اور محمد صدیق نے چند سبق آموز کہانیاں پڑھیں۔

اگلے جلسے کی تاریخ ۲۹ جون کو "سکھڈ" میں عبدالکریم فاروقی کے گھر پر مقرر ہوئی - تقریر کا عنوان یہ ہے "ہم بادلوں کو کس طرح مضبوط بنا سکتے ہیں"۔ جلسے کے بعد سب لوگوں نے چاء وغیرہ پی - کچھ دیر آرام کیا - پھر "جاگو، جگاؤ" کا نعرہ لگاتے ہوئے سنگھ گڑھ کی طرف چل پڑے - ادریس کو جلسے میں نہ پہنچ سکنے کا بڑا غم ہے - وہ بہت دیر تک پہاڑیوں میں ان لوگوں کے کھوج میں چکر لگاتے پھرے - آوازیں دیں، سیٹیاں بجائیں - لیکن سنگ دل پہاڑیوں کو ان کی بے بسی پر رحم نہ آیا اور انھوں نے ان کو اس مالے کا پتہ نہ بتلایا جہاں ممبر جلسہ کر رہے تھے۔

معما میں نے مئی کے پرچے میں لکھا تھا کہ لفافے کے اوپر معما نمبر ضرور لکھ دیا کرو۔ بہت سے پیامی اب بھی نہیں لکھتے معمے کا نتیجہ حل شائع ہونے سے پہلے نہیں بتلایا جا سکتا، اس لئے پیامی حل شائع ہونے سے پہلے اس کا نتیجہ نہ پوچھیں پیامی جب کبھی اپنے انعام میں سے معافیس کٹوانا چاہیں تو اس رسالے کا حوالہ ضرور دیں جس میں ان کا نام نکلا ہے۔ بہت سے پیامیوں نے شکایت کی ہے کہ معمے کا کاغذ خراب ہوتا ہے - روشنائی پھیل جاتی ہے - مجھے اس کا اعتراف ہے - لیکن فی الحال ہم اس سے بہتر کاغذ نہیں استعمال کر سکتے - اگر کالی روشنائی سے کوپن بھرے جائیں تو روشنائی نہیں پھیلتی۔

مارچ اور اپریل کے معموں کے حل نسبتاً کم آئے تھے لیکن مئی میں کل ۱۰۹ حل آئے - اکثر پیامیوں نے خانے سے بائیں نمبر ۱۲ میں غلطی کی ہے - صحیح لفظ "جہاں" ہے اور پیامیوں نے "جہان" لکھا ہے - پیامیوں کو سوچنا چاہئے تھا کہ "جہان" سے شعر ناموزوں بھی ہوتا ہے!

ہر کوپن کے نیچے نام اور پتہ ہونا چاہئے - بعض پیامی اگر چار کوپن بھیجتے ہیں تو ایک یا دو ہی پر پتہ لکھتے ہیں۔

چونکہ ۸ یا ۹ رنگ کی کوئی معقول کتاب نہیں ملتی - اس لئے آیندہ انعام اگر ۸ سے کم آیا تو ہم معمے کے کوپن بھیج دیا کریں گے تم لوگوں کو کوئی اعتراض ہے؟

پہلا انعام - معما نمبر ۵ (مئی ۱۹۵۰ء) فی کس ۱۴؍

سید نسیم طاہر بھوپال	سعید حسن - ہاپوڑ	محمد شکیل پشاوری	حامد حسین - مرادآباد
ابن الطارق - سنگھ بھوم	سید محمد آصف علی، سہارنپور	سید جلیس الدین - مرادآباد	محمد ضیاء - علی گڑھ
خواجہ صلاح الدین - بھوپال	حفیظ الدین - دہلی	نجمہ سعید - پیلی بھیت	———

دوسرا انعام معما نمبر ۵ (مئی ۱۹۵۰ء) فی کس ۲؍

سید جمال احمد (۱)	محمد ارشد خان کراچی (۳)	بدر عالم فاروقی - بھوپال (۶)	محمد اسد - ایبٹ آباد (۸)
محمد شمیم احمد - جودھپور (۲)	محمد طارق انصاری اعظم گڑھ (۴)	آر کے وارثیہ - بارہ بنکی (۷)	شرافت علی صدیقی - امراؤتی (۹)

شیخ فہروز عالم - کانپور (۱۰)
ایس ایم عثمان - جودھپور (۱۱)
ظفر احمد - گلبرگہ (۱۲)
رشید احمد خاں - حیدرآباد دکن (۱۳)
افتخار اللہ - دہلی (۱۴)
ابو غانم - سرائے میر، اعظم گڑھ (۱۵)
محمد طارق صدیقی - کانپور (۱۶)
محمد حفیظ - دمکہ (۱۷)
سید انور رضا - قنوج (۱۸)
احمد مصطفےٰ - بھوپال (۱۹)
حامد رضا کریم - بھاگلپور (۲۰)
طاہرہ خاتون - جامعہ نگر، دہلی (۲۱)
وقار الزماں - حیدرآباد دکن (۲۲)
عبدالمجید - کانپور (۲۳)
محبوب اکبر علوی - علی گڑھ (۲۴)
محمد اختر انصاری - لکھنؤ (۲۵)
اقبال یسین - جامعہ نگر، دہلی (۲۶)
آصف انور " " (۲۷)
تصدیق امین خاں - علی گڑھ (۲۸)
امتیاز حسین ، لکھنؤ (۲۹)
کوکب قدر سجاد علی مرزا - مدھوپور (۳۰)
صدیق اسد انور - حیدرآباد دکن (۳۱)
پریم کمار سہگل " (۳۲)
سید سعید احمد - لکھنؤ (۳۳)
شمس محمد قیس - جونپور (۳۴)
عتیق الرحمٰن قدوائی - بارہ بنکی (۳۵)

یہ پیامی آیندہ ایک حل مفت بھیج سکتے ہیں - دو پیسے (۲ر) جمع رہیں گے - نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

پیامیوں سے

محمد اسد ایبٹ آباد :- جلیل احمد، بنگلہ ڈاکٹر سلطان احمد صاحب محلہ جہان گیر آباد ـ بھوپال نے تمھیں تمھارے کاموں پر مبارک باد پیش کی ہے۔ جلیل احمد صاحب کو بھی کتابیں جمع کرنے سے شوق ہے۔

وحید احمد خاں، پھلیرہ :- خدا کرے تم چیچک سے بچ گئے ہو۔ ایک تو یہ تمھارا رسالہ پیام تعلیم ہے جو سینکڑوں کی تعداد میں پریس میں چھپتا ہے۔ دوسرے اکثر اسکولوں کے بچے بھی رسالے نکالتے ہیں ـ خود ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں۔ جس کی صرف ایک کاپی ہوتی ہے۔ اور اسی کو سارے بچے باری باری پڑھتے ہیں۔ ایسے رسالے کو قلمی رسالہ کہتے ہیں۔ تم نے قلمی آم کے وزن پر سمجھا کیوں ؟ ضرور میں مضمون نگاری پر مضمون چھپوانے کی کوشش کروں گا۔

محمد فاروق بنڈوا :- اچھے تو ہو بھائی ـ کہو برادری کا کیا رہا ؟ تمھارے مضمون چھپیں گے تو، مگر دیر میں پہلے کے بہت سے مضامین رکھے ہوئے ہیں۔

منصور کاظم، بدایوں ـ معما نمبر ۲ کا حل بہت دیر میں ملا۔ تمھارے ۲ر جمع ہیں ـ تمھارے حل میں ایک غلطی ہے۔ دے ن سے

احمد وکیل جعفری، میرٹھ :- تم نے معما نمبر ۲ کا حل جون میں بھیجا ! تمھارے ۲ر جمع ہیں۔ حل میں دو غلطیاں ہیں :-
"چلاؤ" - "اتفاق"

محمد ہاشم خاں، امرتسر :- بھئی واہ وہ تو غلطی سے تمھارا نام دو بار چھپ گیا ـ اب چاہے اپنے کو انعام دوم پانے والوں میں سمجھ لو۔ چاہے انعام خاص !!

محمد عبدالستار خاں نامانی، رائے پور:- گو یہ تمھاری پہلی کوشش تھی، پھر بھی تمھارے حل میں صرف دو غلطیاں ہیں "نارنگی" "۴۴۴۱"

منصور احمد۔ سیالکوٹ:- تم نے فارم اس وقت بھیجا تھا جب مئی کا پرچہ پریس جا چکا تھا۔ جون میں تمھارا نام چھپ گیا ہے۔ سنو بھئی اب تو دوسرے مہینے معمے کا نتیجہ شائع ہو جاتا ہے۔ اور شائع ہوتے ہی انعامات تقسیم ہو جاتے ہیں۔ کیا تم اس سے بھی جلدی چاہتے ہو؟!

سید ابرار پشاور:- خیر یہ تمھاری پہلی کوشش تھی۔ اس میں تین غلطیاں ہو گئیں تو کوئی بات نہیں۔ کوشش کرو تو صحیح حل کر لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ اس وقت تو پیام تعلیم کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ تم اس کے خریدار پیدا کرو اور پیام تعلیم میں جو کمی ہو، ہمیں بتاؤ۔

محبوب حسین خاں، مرادآباد:- تمھارے لفافے میں سے معافیس نہیں نکلی۔ یوں تمھارا حل بالکل صحیح تھا۔

نوشابہ:- ہمیں بڑی خوشی ہے کہ یہ پرچہ تمھیں اتنا اچھا لگتا ہے۔ اگر ہم تمھارے لئے کچھ اور بھی کر سکتے ہیں تو ضرور بتلاؤ۔ تم سب بہنیں حل بھیج سکتی ہو۔

محمد اقبال حسن۔ مونگیر:- تم مقابلے میں شامل کئے گئے جس کی عمر سولہ سال سے زائد نہ ہو وہ پیام برادری کا ممبر ہو سکتا ہے۔ ممبری فارم بھر کر جو اس رسالے میں چھپا ہوا ہے مع ممبری فیس بھیج دو۔

محمد ذاکر حسین حمایت نگر:- تمھارے لفافے میں سے صرف ۸ کے ٹکٹ نکلے۔ اور معمّا فیس ۱۲ ہے۔ اس لئے تم مقابلے میں شریک نہیں کئے جا سکے۔ تمھارا حل بالکل صحیح تھا۔ تمھیں مقابلے میں شامل نہ کرنے کا بہت افسوس ہے۔ لیکن میں قاعدے کے خلاف کام نہیں کر سکتا۔ پیام برادری کا مقصد سارے پیامیوں میں آپس میں میل جول پیدا کرانا خالی وقت کو اچھی طرح صرف کرنا، اور مفید چیزیں بنانے کا ڈھنگ سکھانا ہے۔ اس کی نشانی ایک بیج ہے۔ جنوری کا رسالہ پڑھ لو۔ تمھارے کہنے کے مطابق اب ایک آخری تاریخ مقرر کر دی گئی ہے۔ معمے کے کوپن تو پرچے ہی میں چھپتے ہیں۔ اس لئے پرچے سے پہلے کیوں کر روانہ کئے جا سکتے ہیں۔ تم اکٹھا ہی ڈھیر سے ٹکٹ منگا لو۔ کوئی ۵۰ روپیوں کے۔ اس طرح تمھیں ہر ماہ ٹکٹ نہیں منگانے پڑیں گے۔ اور تاریخ گذر جانے کا سوال نہیں رہے گا۔

ضامن علی خاں۔ ریاست حسن پور:- اچھے بھائی جب تک تم یہ نہ بتاؤ کہ کن کن معموں کے حل تم نے روانہ کئے ہیں، ہم تمھاری شکایت کا جواب کیسے دے سکتے ہیں؟

دہرہ جبال۔ ناگپور:- تم خریدار بنانے میں کامیاب ہو یا نہ ہو۔ ہم تمھاری اس کوشش کے بہرحال مشکور ہیں تم مقابلے

میں شامل کی گئیں۔

بشیر محمد خاں بدنیرہ:۔ اچھا بھائی امراؤتی نہ سہی بدنیرہ ہی سہی۔ ہم عموماً ضلع کا نام لکھتے ہیں۔ اس لئے تمھارے نام کے آگے امراؤتی ہی لکھا کرتے تھے۔ ہمیں اپنی غلطیوں اعتراف ہے۔ ہزار کوشش کریں کوئی نہ کوئی غلطی رہ ہی جاتی ہے۔ اب جون کے معمے ہی میں دیکھ لو اور کوئی غلطی نہیں ہوئی تو بجائے نمبر ۶ کے معما نمبرہ چھپ گیا؟

سلمہ نیاز:۔ تم نے ۲ر کم بھیجے۔ اس لئے مقابلے میں شریک نہیں کی جا سکیں۔ یوں تمھارے ایک حل میں صرف ایک غلطی تھی۔ ہاں ایڈورڈ ہشتم ہونا چاہیئے تھا۔ معما بنانے والے صاحب کی بھول ہے۔ اور بھول کس سے نہیں ہوتی۔ ہاں مزید بھیجو۔ اچھے ہوئے تو شائع ہوں گے۔

عطار اللہ:۔ نمبر ۵۰۰۱۔ تمھارے حل میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ یہ پہلا اتفاق تھا۔ اس لئے ہمت ہارنے کی بات نہیں۔ اگر کوئی اشارہ سمجھ میں نہ آئے تو کسی دوسرے سے مدد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بھئی اس فتح کی ہمیں تو کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ ہمارا ملک تو تب بھی غلام تھا، اور اب بھی غلام ہے۔ تم نے ۲ر زائد بھیجے ہیں۔ ہمارے پاس جمع ہیں۔

سید جلیس الدین مرادآباد:۔ کیوں بھئی ہم سے کون سی ایسی خطا ہوئی کہ تم مکتبہ جامعہ پر ایک ہیتہ بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہو۔ تم نے معما نمبرہ (ماہ مئی) کے حل کے ساتھ اس کی فیس نہیں بھیجی۔ اس لئے تمھارے فروری کے انعام خاص میں سے ۲ر کاٹ لئے گئے۔ ۳۰ر اور رہے۔

قاضی جمیل احمد۔ گیا:۔ تمھارا خریداری نمبر ۱۶۴۹ ہے۔ امید ہے مئی کا پرچہ مل گیا ہوگا۔ پیام برادری کی ممبری فیس

معمے کے قواعد ۱۔ حل کے ساتھ ۲ر کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں۔ ۲۔ ایک سے زیادہ حل بھی بھیجے جا سکتے ہیں، چار حلوں کی رعایتی فیس ۶ر، آٹھ حلوں کی ۱۰ر ہے۔ ۳۔ دونوں انعام تقسیم کر دیے جائیں گے، قرعہ اندازی نہ ہوگی۔ ۴۔ تمام حل رسالہ پہنچنے کے پندرہ دن بعد دفتر پیام تعلیم دہلی پہنچ جانے چاہئیں۔ ۵۔ ایڈیٹر کا فیصلہ قطعی ہوگا۔ ۶۔ پیام تعلیم میں چھپے ہوئے کوپن کے علاوہ اور کوپن بھی لئے جائیں گے۔ ۷۔ کسی کوپن میں کوئی حرف کٹا یا مٹا ہوا ہوگا یا پنسل سے بھرا ہوا ہوگا تو مقابلے میں شامل نہ کیا جائے گا۔ ۸۔ چھوٹی اور بڑی ے کا فرق واضح ہونا چاہئے۔

۹۔ پتہ۔ سب ایڈیٹر پیام تعلیم
مکتبہ جامعہ، دہلی۔ قرول باغ

میں پیام برادری کا ممبر ہونا چاہتا ہوں۔ ممبری کی فیس ۲ر اور بیج کی قیمت (۱ر) بھیج رہا ہوں۔ میرا نام ممبروں کی فہرست میں شامل کر لیجئے۔
(چاہتی / رہی)

نام .... عمر ....

پیدائش کی تاریخ ....

پتہ ....

....

خاص شوق ....

صرف ۲ ر ہ ر اور بیج کی قیمت ہے - بس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں دینا پڑتا پتہ ہے :- مشتاق بھائی - پیام برادری - مکتبہ جامعہ ، دہلی - قرول باغ -

ضیا رضا پرمنزل :- کیونکہ بھئی فرقہ دارانہ بھی کوئی لفظ ہے ؟

فرقان الحق - سہارنپور :- اپنے کلب کی کامیابی کی اطلاع مجھے دیتے رہنا - کیا میں بھی "پیام" کا پرچہ دیکھ سکتا ہوں ؟ بھئی اس میں کیا غلطی ہے - چونکہ کارڈ میں نے لکھا تھا - اس لئے اخیر میں تمہارا مشتاق بھائی لکھ دیا تھا - اور کیا لکھتا -

سید جمال احمد - گیا - کوئی ضروری نہیں کہ تم مکتبہ جامعہ ہی کی کتابیں منگاؤ - باہر کی چھپی ہوئی کتابیں بھی منگا سکتے ہو -

اے ، آئی - گوائی بھٹکل :- تمہیں مقابلے میں شریک کیا گیا - بدقسمتی سے تمہارے ایک حل میں ۴ اور دوسرے میں ۲ غلطیاں ہیں -

منیر حسین - مظفرنگر :- معما نمبر ۴ کا حل ملا - اپریل کے پرچے میں ۲۲۴ واں نام تو مشیر حسین مظفرنگر کا ہے - تمہارے جنوری کے حل میں دو غلطیاں تھیں - تم نے کہیں غلطی سے مشیر کو منیر تو نہیں پڑھ لیا -

---

نئے ممبروں کے نام اگلے پرچے میں چھپیں گے ......　　　　مشتاق بھائی

صحیح حل معما نمبر ۵ (مئی)

ے	[۵] ک		[۴] ن	[۳] ا	ر	[۲] ی	[۱] ا
	ا	ک	ٹ	[۷] م		ہ	[۶] س
[۱۱] ن	ل	ر	[۱۰] ب		[۹] و		
ا				ل	ا	[۱۳] ہ	[۱۲] ج
ر	[۱۶] ا	[۱۵] د			ر	و	[۱۴] ا
ق	[۲۰] ھ		[۱۹] ل	[۱۸] غ	ا	ش	[۱۷] م
چ			ر	ز	[۲۱] ن		ع
ی	ر	[۲۳] پ		ا	ہ	ا	[۲۲] گ

پیام برادری کا عہد نامہ

میں عہد کرتا / کرتی ہوں کہ ہمیشہ صاف رہوں گا / گی اور سچائی کو اپنا شعار بناؤں گا / گی - مضبوط اور محنتی بنوں گا / گی بدی کی مخالفت کروں گا / گی - نیکی کا ساتھ دوں گا / گی خدا کا ڈر اور اس کی مخلوق کی خدمت میری زندگی کا مقصد ہوگا -

دستخط ....

معمّا نمبر ۸

پہلا انعام ...... ۵؍

دوسرا انعام ...... ۶؍

انعام میں کتابیں دی جائیں گی

انعام ایک ہی ہوگا۔

دائیں سے بائیں

۱۔ اگر جامعہ سے ہمدردی ہے تو جوبلی کے لئے یہ دو۔

۲۔ سر جوزن کو پتن نے آٹھ بجے ریڈیو پر لارڈ ویول نے ہندوستان کی سیاسی گتھی سلجھانے کے لئے نئی تجویزیں یہ کیں۔

۷۔ رقوم کا واحد

۸۔ اس خچر کا نام ہے جو حاکم سکندریہ نے رسول اللہؐ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اور آپ نے حضرت علیؓ کو عطا کیا تھا۔

۹۔ اگر وائسرائے نے تمام لیڈروں کو یہ کرلیا تو ان کی تجویزیں مان لی جائیں گی۔ (بے ترتیب)

۱۱۔ فارسی میں یہ لفظ غلغل، غلغلہ تھا۔

۱۲۔ اس ...... کی ۱۵ تاریخ کو کانگریس ورکنگ کمیٹی کے تمام نظربند ممبر رہا ہوگئے۔

۱۳۔ بادشاہ مصر کی بیوی جو حضرت یوسف پیغمبر پر عاشق ہوگئی تھی

۱۵۔ دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے۔
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی میں ...... دے
داغ

۱۶۔ صرف حبش ایسا ملک ہے جہاں سال اتنے مہینے کا ہوتا ہے۔

۱۸۔ یہ اشارہ غور سے پڑھوگے... کہیں حل کرسکوگے۔

۱۹۔ اس کی کمی اکثر بیچارے مریض کی صحت میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ (بے ترتیب)

اوپر سے نیچے

۱۔ اس پہیلی کا جواب

بیل پڑی تالاب میں پھول کھلتا جائے
عجب تماشا میں نے دیکھا پھول بیل کو کھائے۔

۲۔ نقل کی جمع۔

۳۔ ایک سکّے کا نام جو چونی کے برابر ہوتا ہے (بے ترتیب)

۴۔ تم نے تو تعریفوں کے یہ باندھ دئے

۵۔ قدر اسی کام کی ہوتی ہے جس کی یہ خلوص پر ہو۔ (بے ترتیب)

۶۔ ہاتھ کا خشک ہوکر بیکار ہو جانا۔

۸۔ اگر دم میں ...... تو ہندوستانی آزادی لے کر رہیں گے۔

۱۰۔ جرمنی کے اس لیڈر نے زہر کھا کر جان دی تھی

۱۲۔ جنگ سے پہلے ...... ہوئے سامان پر دکانداروں نے خوب نفع کمایا۔ (بے ترتیب)

۱۴۔ کپڑا بیچنے والا۔ (الٹا)

۱۵۔ اچھے یہ ہی کامیابی کی کنجی ہوسکتے ہیں۔

۱۶۔ حرف خطاب - واحد

۱۷۔ یہ دونوں حروف - رات میں تلاش کرنے سے ملیں گے۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۹۶۱

فہرست مضامین اگست سنہ ۴۵ء

ایڈیٹر :- محمد حسین حسّان

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے۔ پی ایچ۔ ڈی مجبوب المطابع پریس دہلی

کئی پچھلے پرچے میں ہم نے بمبئی کے چندے کا ذکر کیا تھا۔ تمھیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ شروع جولائی میں اس کی مقدار دو لاکھ پندرہ ہزار تک پہنچ گئی تھی کام ابھی ہو رہا ہے اور امید ہے کہ بمبئی سے کوئی ۳ لاکھ روپیہ جمع ہو جائے گا۔ بمبئی کے پیامیوں سے ہمیں امید ہے کہ وہ ان کی پوری مدد کریں گے۔

خوشی کی بات ہے کہ پیام تعلیم کے خریدار برابر بڑھ رہے ہیں۔ عزیزی محمد طارق صدیقی (کانپور) جناب قیصر صاحب (استاد تعلیمی مرکز جامعہ) عزیزہ نجمہ سلطانہ مسعود، جناب محمد غوث انصاری صاحب (لکھنؤ)، جناب قیصر شاہ خاں صاحب (رام پور) اور عزیزی محمد شرف احمد (جودھ پور) نے پچھلے دنوں پیام تعلیم کے خریدار بنانے میں ہماری خاص طور پر مدد کی۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے دوسرے پیامی اور بزرگ بھی اس اچھے کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔

جامعہ اسکاؤٹ جامعہ نگر کا کام برابر آگے بڑھ رہا ہے۔ پچھلے دنوں جامعہ نگر میں پندرہ دن کا ایک کیمپ ہوا تھا۔ ناظم صاحب نے تعلیمی مرکز قرول باغ میں پانچ دن جامعہ اسکاؤٹ پر تقریریں بھی کیں۔ ان تقریروں میں انھوں نے بہت وضاحت سے سمجھایا کہ جامعہ اسکاؤٹ کیا چیز ہے۔ یہ تقریریں بہت مفید اور دلچسپ تھیں۔

جناب ناظم صاحب (جامعہ اسکاؤٹ) کچھ دنوں کے لئے بمبئی تشریف لے جا رہے ہیں۔ وہاں وہ جامعہ اسکاؤٹ اور پیام برادری کے سلسلے میں کام کریں گے

بچوں کی کوششوں کے سلسلے میں ہم اپنے ننھے پیامیوں کو پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی کہانیاں معمے اور لطیفے جلد شائع ہو سکتے ہیں۔ اس پرچے میں دونوں صفحے انھی سے بھر گئے ہیں۔ اگلے پرچے میں کچھ کہانیاں بھی چھپ سکیں گی۔
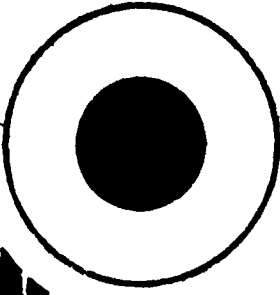
اچھّی چڑیا

(۲)

محمد شفیع الدین نیّر

چڑیا کی جب بات سُنی یہ ۔۔۔ کوّا بولا میں نہیں بوتا
مینا بولی میں نہیں بوتی ۔۔۔ طوطا بولا میں نہیں بوتا
بلّی بولی میں نہیں بوتی ۔۔۔ کتّا بولا میں نہیں بوتا
مُرغی بولی میں نہیں بوتی ۔۔۔ بکرا بولا میں نہیں بوتا

سب نے کہا جب ہم نہیں بوتے
چڑیا نے کھیت آپ وہ بویا

تھوڑے دن میں وقت وہ آیا ۔۔۔ کھیت یہ گیہوں کا پھل لایا
چڑیا بولی چل کر کاٹیں ۔۔۔ گیہوں سے گھر اپنا پاٹیں
اُن سب نے جب کام سُنا یہ ۔۔۔ کوّا بولا مجھ سے نہ ہو گا
مینا بولی میں نہ کروں گی ۔۔۔ طوطا بولا مجھ سے نہ ہو گا
بلّی بولی میں نہ کروں گی ۔۔۔ کُتّا بولا مجھ سے نہ ہو گا
مُرغی بولی میں نہ کروں گی ۔۔۔ بکرا بولا مجھ سے نہ ہو گا

جب نہ کسی سے کھیت کٹا یہ
چڑیا نے وہ آپ ہی کاٹا

گیہوں گھر میں کاٹ کے ڈالے
پھر سب سے یہ بولی چڑیا
آؤ یہ ہم چکی میں پیسیں
پس کر یہ ہو جائیں گے آٹا
چکی اور آٹے کی سن کر
ان میں سے ہر اک گھبرایا
سب سے پہلے کوا بولا
آٹا یہ مجھ سے نہ پسے گا
مینا بولی طوطا بولا
آٹا یہ ہم سے نہ پسے گا
بلی بولی کتا بولا
آٹا یہ ہم سے نہ پسے گا
مرغی بولی بکرا بولا
آٹا یہ ہم سے نہ پسے گا

جب نہ کسی نے پیسا آٹا
چڑیا نے وہ آپ ہی پیسا

جب یہ آٹا پس چکی وہ
ان سب سے یوں بولی چڑیا
آؤ روٹی مل کے پکائیں
کام یہ ہو جائے تو ہے اچھا
بات یہ سن کر کوا بولا
مجھ سے پک سکتی نہیں۔ یہ روٹی
مینا بولی، طوطا بولا
ہم سے نہیں پک سکتی یہ روٹی
بلی بولی، کتا بولا
ہم سے نہیں پک سکتی یہ روٹی
مرغی بولی، بکرا بولا
ہم سے نہیں پک سکتی یہ روٹی

جب نہ کسی سے پکّی روٹی
چڑیا نے روٹی بھی پکائی

روٹی جب چڑیا نے پکائی | پوچھا کون یہ کھائے گا روٹی
کوّا بولا میں کھاؤں گا | سب روٹی چٹ کر جاؤں گا
مینا بولی میں کھاؤں گی | طوطا بولا میں کھاؤں گا
بلّی بولی میں کھاؤں گی | کتا بولا میں کھاؤں گا
مُرغی بولی میں کھاؤں گی | بکرا بولا میں کھاؤں گا

دل میں وہ نہ ذرا شرمائے
مُفت میں روٹی کھانے آئے

اب تو بگڑ کر چڑیا بولی | روٹی یہ تم کو نہ ملے گی
کام سے تم جب گھبراتے ہو | پھر یہ روٹی کیوں کھاتے ہو
بات یہ سُن کر سب شرمائے | کام نہ کرنے پر پچھتائے
چڑیا اور سب اُس کے بچے | مِل کر کھانا کھانے بیٹھے

سب نے مل کر کھانا کھایا
سب نے مل کر گانا گایا
کام کا پھل چڑیا نے پایا
کام نے اس کا کام بنایا

جادو کا ڈنڈا

محمود الحسن - استاد تعلیمی مرکز (جامعہ)

آخر ایک دن ماں سے کہنے لگے۔ "اچھی امّاں اب کی دفعہ روٹی اور پکا دو۔ اب چاہے کچھ ہو جائے واپس نہیں لوٹوں گا"۔ ماں نے پھر چار روٹیاں پکا دیں اور آلو کا بھرتہ روٹیوں پر رکھ دیا۔ راجو لے کر چل دئے۔ چلتے چلتے پھر اُسی کنوئیں پر پہنچے اور زور زور سے چلّانے لگے "ایک کھاؤں، دو کھاؤں، تین کھاؤں کہ چاروں کھا جاؤں"۔ اب کی دفعہ پریوں کو بھی بڑا غصّہ آیا، لیکن کم زور کا غصّہ کیا، روتی ہوئی اوپر آئیں اور راجو سے بولیں۔ "آخر تم ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ اگر تمھیں کھانا ہی ہے تو کھالو۔ روز روز کی پریشانی جائے"۔ راجو نے بھی غصّے سے کہا کہ تم نے ہمیشہ ہمیں دھوکا دیا نہ ہانڈی میں کچھ پکتا ہے اور نہ بکری سونے کی مینگنیاں دیتی ہے۔ پریوں نے کہا "واہ! ہم نے تو دونوں اچھی چیزیں دی ہیں۔ تم کہیں بھول جاتے ہو، یا کھو دیتے ہو"۔ راجو بولے "میں تو سیدھا گھر چلا جاتا ہوں، راستے میں صرف ایک بڑھیا ہے جو بڑی نیک ہے، رات کو اس کے یہاں ضرور سو رہتا ہوں"۔ پریاں بولیں "وہی بڑھیا تمھاری چیزیں چُرا لیتی ہوگی"۔ راجو کی کچھ سمجھ میں آئی کہ بکری اور ہانڈی اُسی نے چُرائی ہوگی۔ پریوں نے کہا "اب کی دفعہ ہم تمھیں ایک جادو کا ڈنڈا دیتے ہیں، تم تین دفعہ مار مار تو ڈنڈے کہہ دیا کرو، بس ڈنڈا مارنا شروع کر دے گا۔ جب ڈنڈے سے تین دفعہ رک رک جا ڈنڈے کہو گے تو ڈنڈا رُک جایا کرے گا"۔ راجو یہ ڈنڈا لے، چل کھڑے ہوئے۔ چلتے چلتے رات ہو گئی تو پھر اسی بڑھیا کے یہاں پہنچے۔ بڑھیا نے سوچا کہ یہ اب کی بھی کوئی انوکھی چیز لے کر آیا ہوگا۔ بڑھیا نے بڑے پیار سے راجو کو ٹھہرایا۔ راجو سے پوچھا "بیٹا اب کی دفعہ کیا لے کر آئے ہو"۔ راجو نے کہا۔ "کچھ نہیں"۔ بڑھیا نے بہلا پھسلا کر راجو سے پوچھ

ہی لیا۔ راجو نے بتا دیا کہ ایک ڈنڈا جادو کا
لایا ہوں اور ساری ترکیب بھی بتا دی۔ بڑھیا
بھی خوش ہوگئی کہ چلو یہ ڈنڈا چرا لوں گی تو
میرے لڑکوں کے کام آئے گا۔

جب راجو سو گئے تو بڑھیا نے وہ ڈنڈا
چپکے سے راجو کے پاس سے اٹھا لیا۔ چاروں
طرف اچھی طرح دیکھا بھالا۔ کہنے لگی "لاؤ
اس سے کہہ کے بھی تو دیکھوں۔ اس نے
ڈنڈے سے تین دفعہ کہا ما مار تو ڈنڈے۔
بس ڈنڈے نے اسی بڑھیا کو مارنا شروع
کیا۔ اب تو بڑھیا چیخی چلائی۔ روئی پیٹی، دہائی
مچائی۔ اتفاق سے راجو کی آنکھ کھل گئی۔

راجو ہڑبڑا کے بڑھیا کے پاس پہنچے بڑھیا
کو ڈنڈا مار رہا تھا، بڑھیا کے خون بہہ رہا تھا
اور بڑھیا زور زور سے رو رہی تھی۔ کہتی تھی
"بیٹا! خدا کے لئے مجھے اس ڈنڈے سے بچا،
اس نے تو لہولہان کر دیا ہے۔ راجو نے کہا۔
"بڑی بی جب تک تم میری بکری اور ہانڈی
نہ دو گی، یہ یوں ہی مارے جائے گا" بڑھیا
نے کہا" تیری ہانڈی وہاں کونے میں رکھی ہے
اور بکری اس آنگن میں بندھی ہے۔ لے لے اور
خدا کے لئے مجھے کم بخت ڈنڈے سے بچا دے"
راجو نے تین دفعہ ڈنڈے سے کہا" رُک رُک
جا ڈنڈے۔ ڈنڈا رک گیا۔ راجو اسی وقت
اپنی ہانڈی اور بکری لے کر چل دیے۔ بڑھیا
روئی پیٹی چیخی چلاتی رہ گئی کہ ہائے رے
یہ لڑکا مجھے لوٹ کر لئے جاتا ہے۔ بڑھیا
زور زور سے چلاتی تھی تاکہ اس کے ٹھگ
لڑکے آ جائیں، اور راجو سے تینوں چیزیں
چھین لیں۔ خدا کا کرنا اسی وقت وہ لڑکے
بھی آ گئے اور راجو کے پیچھے دوڑے کہ
تو نے میری ماں کو کیوں مارا اور ہماری
چیزیں چرائے کہاں لئے جاتا ہے۔ راجو نے
کہا" یہ چیزیں تو میری ہیں۔ اس بڑھیا نے
چرالی تھیں۔ وہ ٹھگ راجو کو مارنے ہی
والے تھے کہ راجو نے جھٹ سے اپنا ڈنڈا
نکالا، اور کہا" ما مار تو ڈنڈے"۔ ڈنڈے
نے جو مارنا شروع کیا تو ٹھگ بھاگتے جاتے
تھے اور روتے جاتے تھے۔ پھر راجو
لوٹ آئے اور ان ٹھگوں کا سامان انھی
کے گھوڑوں پر لاد کر گھر چل دیے، اور
ڈاکو اپنا گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے۔

گھر پہنچے تو ان کی ماں بیٹھی دعا مانگ
رہی تھی کہ اللہ میرے راجو کا دل کام میں لگ
جائے۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہے کہ راجو گھوڑوں
پر خزانہ لادے چلا آ رہا ہے۔ وہ خود ایک

ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور ایک لال بکری بھی اُن کے ساتھ ہے۔

اب تو بڑھیا کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ راجو سے بولی "بیٹا یہ کس کی چیزیں اُٹھا لائے، اور گھوڑے کس کے پکڑ لائے۔ راجو نے سارا قصہ سنایا تو بڑھیا خوش ہو گئی۔ ہانڈی نے کھیر بھی پکا دی، بکری نے سونے کی مینگنیاں بھی دیں۔ راجو ہر ایک کام میں اپنا جی بھی لگانے لگے۔ بڑھیا کی دعا اللہ میاں نے قبول کر لی۔

عبدالباسط نعیم

سنو اے سکاؤٹو، کہانی ہماری — کہانی ہماری، زبانی ہماری!
جو دو دن یہاں پر لگائے تھے ڈیرے — ہم اُٹھتے رہے تھے سویرے سویرے
اندھیرا مسلّط کڑاکے کی سردی — بدلتے تھے ہم ہاتھ منہ دھو کے وردی
نیا کام بعد اس کے حمد و ثنا تھا — قواعد نے بھی خوب بے بس کیا تھا
ادھر دائیں بائیں سے تھا جسم ٹوٹا — دماغ ترو تازہ لیکچر نے لوٹا
غضب کی ادھر بھوک، اُدھر لیٹ کھانا — مٹر، دال، آلو ابھی تھے پکانا
نہ ملتی تھی رخصت ذرا ایک پل کی! — ہدایت تھی ہم کو ہر اک پل عمل کی
جو تھا شام سے پہلے چلے بنانا — تو تھا کام بعد اس کے خیمہ لگانا
ابھی رات کا کھانا کھانا تھا باقی — پلاتے شرابِ فراغت نہ ساقی
تھے ہم دس بجے کیمپ فائر جاتے — یہ تھا وقت جب خوب گاتے بجاتے
ہمیں یاد تھے خواب سونے کا فرماں — جوں ہی بجتے بارہ، نہ رہتا چراغاں
اگر جاتا کوئی بتی جلانے — ذرا دوست کو پاس اپنے بلانے
ہنسے کھلکھلا کر یا سیٹی بجائے — تو استاد کا قہر تھا دل کو ہلائے
جھلک یہ نعیم ایک اس کیمپ کی ہے — کہ جس کیمپ کا آج دن آخری ہے

یانگ سی کیانگ کی وادی

۳

پروفیسر محمد عبدالغفور علیگ

"اچھا تمھیں یاد ہے کہ ایک مرتبہ جب ہم لکھنؤ گئے تھے تو ایک ہوٹل میں ٹھہرے تھے۔"

"جی ہاں چچا، جہاں ہم نے ایک رجسٹر میں آپ کے اور سب کے نام اور پتے وغیرہ لکھے تھے"

چچامیاں ہوٹل نہ ہوا اسکول ہو گیا۔ باقاعدہ حاضری کا رجسٹر رکھتے ہیں۔ گویا کوئی ہوٹل میں نہ آئے تو شاید جرمانہ کر دیں۔"

"بھئی تمھیں تو ہر وقت مذاق کی سوجھتی ہے۔ مسافروں میں بُرے بھلے ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ کیا خبر ان میں سے کوئی چور اچکا، کسی کے گھر میں سینڈ لگا دے، کچھ اُٹھا کرلے جائے۔ اسی لئے سب کا پتہ محفوظ رکھتے ہیں۔ چین والے تو اس سے بھی زیادہ احتیاط کرتے تھے۔ یعنی بازار میں گذرنے والے مسافروں کی تصویریں بھی تیار کر لیتے تھے۔ کسی وجہ سے وہ مسافر چین سے بھاگ جاتا تو ملکوں ملکوں اس کی تصویریں بھیج دی جاتیں۔ جہاں کہیں ملتا پکڑا جاتا۔"

"چچا میاں معلوم ہوتا ہے چینیوں کو ڈرائنگ خوب سکھائی جاتی ہوگی۔ ہمارے یہاں تو جہاں کاغذ پرنسپل روداں ہوئی اور اتنے میں گھنٹہ بج گیا۔ ڈرائنگ میں رونی کا ہاتھ تو بہت ہی صاف ہے۔ ابھی تو پچھلے سال ڈرائنگ میں اُنھیں انعام ملا تھا۔" اس پر رونی نے ذرا کی ذرا اپنا سر اُٹھایا۔ اور اچھن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔ گویا کہہ رہے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ چچا بولے: "رونی میاں! بات تو جب تھی کہ تم چین میں انعام حاصل کرتے یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ کہ انسپکٹر صاحب آئے۔ سرسری طور پر دو چار تصویروں کو الٹ پلٹ کر انعام کا حکم لگا دیا۔ اگر چین میں انعام لینا ہوتا تو بادشاہ کے حکم سے تصویر سال بھر تک محل کی دیوار پر لٹکی رہتی۔ جو آتا جاتا اُسے دیکھتا۔ اور اگر کوئی عیب ہوتا۔ تو وہیں کا وہیں تصویر کے

اُوپر ہی لکھ دیتا۔ اگر ایک برس تک کوئی عیب نہ نکلتا۔ تب کہیں کاریگر کو جاکر انعام ملتا۔" ابھی تو ایک انسپکٹر کیا۔ مصوّر کے لئے تو ہر شخص انسپکٹر بنا ہوگا۔"

جبھی تبھی تو وہاں کے مصوّروں نے اپنے کام میں اس قدر مشق، اپنی انگلیوں میں اتنی چابک دستی بہم پہنچائی تھی، اور پھر کام کو جانچنے اور پرکھنے والے بھی اُن کے ہم وطن جو خود سینکڑوں سال سے حسین چیزوں کو بناتے اور استعمال کرتے رہے ہوں گے۔ ایک دفعہ ایک مصوّر نے گیہوں کی بال پر بیٹھی ہوئی ایک چڑیا کی تصویر کھینچی۔ یہ تصویر بادشاہی محل کی دیوار پر لٹکی رہی۔ ہفتوں، مہینوں گذر گئے۔ کسی نے اس پر اعتراض کا ایک حرف بھی نہ لکھا، آخر کار سال ختم ہوگیا اور وہ مبارک دن آپہنچا، جب انعام ملنے کو تھا۔ اتفاق سے اسی دن ایک شخص اِدھر سے گذرا۔ اُسے خیال آیا کہ ہلکی پھلکی چڑیا کے بیٹھنے پر بھی گیہوں کی بال کو جھک جانا چاہئے تھا۔ یہ عیب اُس نے تصویر کے نیچے لکھ دیا۔ شام کو مصوّر آیا تو دیکھا کہ اُس کے کام کا فیصلہ کوئی چلتا پھرتا گمنام شخص کر گیا۔ مگر فیصلہ سچا تھا، مصوّر کو یہ فیصلہ تسلیم کرنا پڑا۔ تصویر اُتار لی گئی اور مصوّر انعام سے محروم رہا۔

اتنے میں چائے آگئی۔ رومی میاں چائے دانی کی طرف لپکے، اس پر اچھن نے ذرا سنجیدہ ہوکر کہا "دیکھو میاں چین نے ایک دُنیا کو تمیز اور تہذیب سکھائی، مگر تمھیں اب تک نہ آئی۔ آج عمر میں ایک دفعہ تو چین کی یاد میں اس کا دیا ہوا عطیہ چائے انھی کی بنی ہوئی چینی کی پیالی میں ان تمام آدابِ مجلسی کے ساتھ پیو، جس کے لئے چینی پُرانے زمانے میں اتنے مشہور تھے۔

ختم

بچوں کی نظمیں

مولوی محمد شفیع الدین صاحب نیر

کی

اصلاح کے بعد

چیونٹی رانی

ابن التطابقی

دیکھو بھائی چیونٹی رانی
دھیرے دھیرے وہ چلتی ہے
سوچو تو وہ کب سوتی ہے
چینی کا جو ذرہ پاتی
دن دن بھر وہ پھرتی رہتی

بڑی بہادر ہے اور شیلانی
دانے دُنکے پر پلتی ہے
کب ہنستی اور کب روتی ہے
بڑے شوق سے اس کو کھاتی
پھر بھی کبھی نہیں سستاتی

چیونٹی سا اب کام کریں ہم
اور تھوڑا آرام کریں ہم
پڑھ کر صبح و شام کریں ہم
اور دنیا میں نام کریں ہم

میاں پھٹ پھٹ

جاوید ۔ جگن پوری

رُت وہ رت جس کو کہتے ہیں برسات
آؤ آؤ چلیں کہیں باہر
باغ کے پاس آتے ہی جیسے
کچھ نہ سمجھے کہ آگئی پھسلن

رات بھی کوئی چودھویں کی تا
کیا کریں گے پڑے پڑے گھر پہ
باتوں باتوں میں کھو گئے اتنے
ہم تھے اپنے نرمے میں خواب گاں

اتنے میں جیسے زلزلہ آئے
معرکہ سخت تھا مگر سنبھل گ
شاد ٹکرا گئے تھے جو ہم سے
گرتے گرتے سنبھل گئے ہم بھی
لے گئے یوں بچا کے اپنی جان
ننھا ارشد بھی لے گیا بازی
معرکہ جب کہ ہو چکا یہ سر
"داغ دیتے تو اس کے جائیں گے مٹ
آ رہے تھے چلے ہمارے پیچھے
اور جو سوجھی ہمیں شرارت ایک
پھر کہا دیکھئے تو اے حضرت!
بات تو جب بنی جب ہوا دیکھے
آ گیا تاؤ اُن کو یہ سن کر
جوں ہی پھسلن پہ آئے وہ حضرت

جس طرح پاؤں سب کے چکرائے
خیر گزری کہ بچ گئے سب لوگ
ہوئے دو چار اک ذرا خم سے
پاؤں گو ہو گئے تھے کچھ نم بھی
رہ گئے لڑکھڑا کے اسلم خاں
گر کے کھائی جو اک قلابازی
اپنے کپڑوں پہ تب پڑی ہے نظر
سوچتے تھے کہ اتنے میں پھٹ پھٹ"
اب تو کچھ ہم بھی ہو رہے چپکے
شکل صورت بنائی پہلے نیک
آپ ہم سب ہیں بنیا بزرگ صفت
لذر کر آپ ہم کو پا لیجے
یوں چلے جیسے برق یا مرمر
گر کے کیچڑ میں ہو گئے لت پت

شرم سے ہر طرف وہ تکتے تھے
پھر کر ہم بھی منہ کو ہنستے تھے

مچھر نامہ

دل افروز ۔ رام پور

کیا بلائے ناگہانی مچھروں کی فوج ہے
ظلم اور آفت کی بانی مچھروں کی فوج ہے

پھر رہی خوب اٹھلاتی اکڑتی ہر طرف
دیکھئے کتنی بہادر مچھروں کی فوج ہے

بھنبھناہٹ سے اڑی ہے نیند ہر انسان کی
ہر طرف سے حملہ آور مچھروں کی فوج ہے

اک طرف ہے ہاتھا پائی اک طرف تلوار ہے
آئی گویا لیس ہو کر مچھروں کی فوج ہے

ہم نے اک مچھر کو مارا آگئے مچھر ہزار
کس قدر شوخ اور ستم گر مچھروں کی فوج ہے

شام ہو یا صبح ہر گھڑی رہتے ہیں یہ
میہماں آئی یہ بن کر مچھروں کی فوج ہے

یاالہ العالمیں ٹھنڈی ہوا کو بھیج دے
بھاگ جائے جو یہاں پر مچھروں کی فوج ہے

بچوں کی محفل

محمود احمد کریمی ۔ دربھنگہ

یہی ابتدائی ہے منزل ہماری ۔۔۔ سبھی کو پیاری ہے محفل ہماری
عجب شان میں ہے یہ بچپن ہمارا ۔۔۔ گذرتا ہے اچھا لڑکپن ہمارا
یہی شوخیاں اور ادائیں ہماری ۔۔۔ یہ سب شور و غل صدائیں ہماری
بڑھاتی ہیں رونق کو گھر کی ہمارے ۔۔۔ اندھیرے میں جیسے چمکتے ہوں تارے
سمجھتے ہیں سب ہم کو نعمت خدا کی ۔۔۔ خدا کا کرم اور رحمت خدا کی

بہت قابلِ رشک ہے زندگانی ۔۔۔ خدا اس پہ ہو شو بار ہو قربانی
مگر بھائیو! کیا یہ "تاروں کی محفل"
بنے گی کبھی "ماہ پاروں کی محفل"

جگنو

گلاب اتما رام ۔ بنارس

آؤ تو اک رات کی تم کو آج سناؤں بات
برس رہا تھا پانی رم جھم کالی تھی وہ رات
ہوا میں جگنو اڑتے تھے کیا سندر تھے نظارے
آئے ہوں آکاش سے جیسے ٹوٹ کے ننھے تارے
کچھ نہ سجھائی دیتا تھا وہ رات تھی ایسی کالی
جگنو دیپک جلا جلا کر کرتا تھا اجیالی
مجھ کو ان کی چمک جو بھائی دوڑ کے اک کو پکڑا
اور اپنی ٹوپی میں جھٹ پٹ میں نے اس کو رکھا
ادھر ادھر ٹوپی کے اندر بہت وہ اچھلا کودا
لیکن باہر جانے کا جب ملا نہ اس کو رستا
بولا تب دکھیارا قیدی چھوڑ دے مجھ کو شکاری
میں نے تیرا کیا ہے بگاڑا مت لے جان ہماری
میں: چپ رہ اے نادان قیدی چپ رہ اے نادان
میں نہ ستاؤں گا تجھ کو کیوں دیتا ہے تو جان
اجیالے میں دن کے مجھ پر کھلے گا تیرا حال
آخر قدرت نے یہ تجھ میں رکھا کیا ہے کمال
جگنو: چمک ہماری دن میں ہرگز پا نہ سکو گے تم
اجیالے میں دن کے تو وہ ہو جائے گی گم

سید فخر عالم، دسنوی - پٹنہ

کام کرنے والے

سیٹھ رتن لال :- ایک کنجوس سیٹھ
بدھوا :- سیٹھ رتن کا نوکر
رام سروپ :- گاؤں کا چوکی دار
چودھری اور فقیر وغیرہ

کھٹ! کھٹ!! کھٹ!!!

سیٹھ رتن لال :- کون ہے رے ؟

آواز :- میں ہوں -

سیٹھ :- ارے میں کون ؟

آواز :- جی میں رام سروپ -

سیٹھ :- ارے بدھوا، ذرا دیکھ تو کون ہے؟

بدھوا :- جی سرکار دیکھا -

سیٹھ :- ابے جی کا بچہ، دیکھتا ہے کہ نہیں ؟

(بدھوا جا کر کواڑ کھولتا ہے، رام سروپ داخل ہوتا ہے -)

رام سروپ :- پرنام سرکار

سیٹھ :- کیا کام ہے؟

رام سروپ :- بڑا جروری (ضروری) کام تھا سرکار -

سیٹھ :- کہو بھی تو -

رام سروپ :- مہاراج، آپ گریب پرور (غریب پرور) ہیں - دیہات کا کوئی کونا ایسا نہ (نہیں) ہے، جہاں حجور (حضور) کا نام نہ ہو - بوڑھا بچہ آپ کی تعریپھ (تعریف) کرتا ہے - آپ ہی کے آسرے تو ہم لوگوں نے اتنی بڑی جندگی (زندگی) کاٹی آپ کو کیا دعا دیں سمجھ میں نا آوت ہے (آتا ہے)

سرکار ایک کام کھاتر (خاطر) حاجر (حاضر)
ہوا ہوں۔ جیرا (ذرا) کہتے سرم (شرم)
لاگے ہے (لگتی ہے) کھیر (خیر) کہہ دیتا ہوں
حجور (حضور) میرے (مجھے) اس وکت
(وقت) تھوڑا روپیہ کی بڑی جرورت
(ضرورت) ہے ....

سیٹھ:۔ بس! بس!! سمجھ گیا۔ تم ہم کو پھسلاتے
ہو۔ ہم سیٹھ ہیں! سیٹھ!! بچے نہیں۔ اے
بدھوا سنتا ہے۔ ذرا اس کم بخت (کم بخت)
کو ڈیوڑھی دکھا دے۔

بدھوا:۔ اچھا سرکار! ابھی دکھلائی۔
(رام سروپ کو کمرے سے باہر نکال
دیتا ہے۔ اتنے میں ایک فقیر باہر سے
سوال کرتا ہے۔)

آواز:۔ ہرے گنگا۔ توہر (تیرا) مائی[1] جیئے۔ توہر
(تیرا) بپا[2] جیئے۔ پھول جاوے۔

سیٹھ:۔ ہے بھگوان! میں تو ان لوگوں سے
عاجز آ گیا ہوں۔ ایک منٹ بھی چین نہیں
لینے دیتے۔

فقیر:۔ بابا! یہ سور داس دو روز کا بھوکا
ہے۔ کچھ کھانے کو دے دے۔ توہر
دھن میں ......

سیٹھ:۔ جا! جا! پورن ماشی کو آنا۔ اے بدھوا
سنتا ہے۔ ذرا سائیں[3] کو گلی دکھا دے۔
(بدھوا فقیر کو باہر کر کے دروازہ
بند کر دیتا ہے۔)

کھٹ! کھٹ!! کھٹ!!!

سیٹھ (آہستہ سے) ہے رام! آج کس کا منہ
دیکھ کر اُٹھے تھے!! (ایک وقفے کے بعد)
کون ہے؟ چودھری! او بدھوا۔ جا
کواڑ کھول دے۔

(بدھوا کواڑ کھولتا ہے۔)

چودھری:۔ (اندر آتے ہوئے) سیٹھ جی اچھے
تو ہیں .... اے بھائی وہ گوشالا
کے پاس ایک پنڈت جی کل سے آئے ہوئے
ہیں نا! گاؤں والوں کا ارادہ ہے کہ ان سے
ہری کرتن، سنا جاوے اور ہم سے سب
نے اس کے لئے چندہ جمع کرنے کو کہا ہے۔
سوچا۔ صبح کا وقت ہے۔ سیٹھ رتن لال کے
چندہ سے بوہنی کی جائے، اور ہاں۔ سُنا؟
وہ جوڈیشل صاحب تمھارے نام پر تیس
روپے جرمانہ کر گئے تھے؟ وہ ہم نے معاف
کرا دئے۔ گرچہ بھئی بہت پریشانی ......

سیٹھ (جلدی سے خوش ہو کر) معاف ہو گیا

[1] ماں [2] باپ [3] فقیر

چودھری! ایں معاف ہو گیا! تمھارا بھلا ہو۔ اس سمیں (وقت) تیس روپیہ تھوڑا ہے۔ ہاں ہماری طرف سے کتنا چندہ ہوگا ؟

چودھری :۔ ارے بھائی کتنا دتنا کیا۔ دس کے چھ نوٹ دے دو۔ سبھا میں ذرا کھانا پانی بھی تو کرنا ہے۔

سیٹھ :۔ بھئی یہ تو بہت ہے۔

چودھری :۔ بہت وہت کیا۔

سیٹھ :۔ جیسی تمھاری مرضی

(چودھری مسکراتے ہوئے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ رتن لال پاس کے پڑے ہوئے زنگ آلود ڈبے سے روپیہ نکالتا ہے اور لرزتے ہوئے ہاتھوں سے گنتا ہے۔ پانچ ..... دس ..... پ ..... پندرہ ..... ب ..... ب ..... بیس ت ..... تی ..... تیس ..... چ .....

(پردہ)

شریر لڑکی

از حاجی جوہر چاندوڑی

شور مچاتی ہے وہ اکثر | گھر کو اٹھاتی ہے وہ سر پر
چین نہیں لیتی ہے دم بھر | شریر لڑکی جو ہوتی ہے

شوق سے مکتب کب ہے جاتی | گھر کو سیدھی کب ہے آتی
اپنی شرارت ہے وہ دکھاتی | شریر لڑکی جو ہوتی ہے

اچھے کھانوں پر مرتی ہے | اپنی بات کا دم بھرتی ہے
ہر ایک بات پہ ضد کرتی ہے | شریر لڑکی جو ہوتی ہے

گو وہ محبت سے پلتی ہے | ماں کے کہے پر کب چلتی ہے
اپنی بات سے کب ٹلتی ہے | شریر لڑکی جو ہوتی ہے

قینچی سی وہ زبان چلاتی | ایک کہو تو چار سناتی
باز شرارت سے نہیں آتی | شریر لڑکی جو ہوتی ہے

کہتے ہیں سب پگلی پگلی | رہتی ہے سب سے بدلی بدلی
پھرتی ہے ہر دم مچلی مچلی | شریر لڑکی جو ہوتی ہے

بچوّں کی کوششیں

پہیلیاں

باڑ میں باڑ۔ باڑ میں کھونٹا۔ گائے بکنی دودھ میٹھا

——— (شہد کی مکھی)

پات پہ پات، پات پہ کانٹا۔ بتاؤ تو بتاؤ ورنہ لگاؤں چانٹا

——— (ناگ پھنی)

جناب عالی، سر پہ جالی۔ ہڈیاں بہت پیٹ خالی

(عبدالوہاب، رائے پور) ——— (مونڈھا)

چتلی مرغی دم دراز۔ انڈے دے وہ بے شمار

——— مچھلی

ندیا کنارے چیل بچرے۔ ندیا سوکھ گئی مر گئے

(چراغ)

مولی کا سا قتلا، دہی کا سا بھیس بتاؤ تو بتاؤ ورنہ چلو پردیس

——— (روپیہ)

چاند سے چکلا۔ پان سے پتلا (پاپڑ)

چار گھڑے، رس کے بھرے چوتکے نہ سکے

(سید کوکب عباس، امروہوی) گائے کے تھن

لطیفے

مجسٹریٹ:۔ تمھارے خلاف کوئی خاص گواہی نہیں اسلئے گھڑی چرالینے کے لزام سے بری کیے جاتے ہو۔

ملزم:۔ تو میں اب گھڑی اپنے پاس رکھوں، یا گھڑی کے مالک کو دے دوں۔

استاد:۔ تمھارا چال چلن بہت اچھا ہے

شاگرد:۔ مگر ماسٹر صاحب میں تو لنگڑا ہوں

سید رفیق احمد شاہ۔ دہلی

لڑکا:۔ اماں جان یہ سراسر غلط ہے کہ جو وقت گذر جاتا ہے، پھر ہاتھ نہیں آتا۔

ماں:۔ (تعجب سے) وہ کیسے۔

لڑکا:۔ میرا اسکول جانے کا وقت ہر صبح آجاتا ہے۔

ایک دوست:۔ بھئی تم نے اپنے لڑکے کو وکیل کیوں بنایا، کوئی اور پیشہ نہ تھا؟

دوسرا دوست :۔ بھئی کیا کروں اسے بچپن ہی سے جھوٹ بولنے کی عادت ہے۔

صلاح الدین قریشی

پہلا دوست :۔ کیوں بھئی کیا وقت ہوگا۔

دوسرا دوست :۔ .... بج کر ۲ منٹ

پہلا دوست :۔ یعنی ؟

دوسرا دوست :۔ بھئی معاف کرنا، میری گھڑی میں صرف منٹ کی سوئی ہے، گھنٹے کی سوئی ٹوٹ گئی ہے۔

محمد ہارون، مالیگاؤں

لڑکا :۔ (سوتے سے جاگ کر) اماں پیاس لگی ہے۔

ماں :۔ (جھنجھلا کر) سو رہو، ورنہ بید سے پیٹوں گی۔

لڑکا :۔ جب بید لینے جائیے تو پانی بھی لیتی آئیے۔

سوہن :۔ رات تو میں ریل کے نیچے آ گیا۔

موہن :۔ پھر بچ کیسے گئے۔

سوہن :۔ ریل اوپر پل پر سے گذر گئی اور میں نیچے کھڑا رہا۔

(نعیم الرحمن۔ سہارنپور)

نوکر :۔ (ڈاکیے سے) میرے آقا کا کوئی خط آیا ہو تو دے دو۔

ڈاکیہ :۔ نام بتاؤ۔

نوکر :۔ واہ بھئی وہ تو خط پہ لکھا ہوگا۔

(شفاء اے مرزا)

بوجھو تو

۱۔ اپنا اپنا مال ٹانگے پر لے جاؤ۔ مالٹا

۲۔ کھیلنا بیٹھے رہنے سے بہتر ہے۔ سیب

۳۔ رشید کی ٹانگ ورزش کرتے وقت ٹوٹ گئی۔ انگور

۴۔ رفیق احمد خاں اردو کا ماسٹر ہے۔ انار

۵۔ نواب کے رجسٹر کے لال ورق غائب ہو گئے۔ کیلا

۶۔ احمد جب اسٹیشن گیا، مراری لال ریل میں تھا۔ آم

۷۔ سلطان اپنی گلی میں سب سے شریف ہے۔ شریفہ

عبد الحفیظ صدر بازار دہلی

مٹھائیوں اور سبزیوں کے نام بوجھو

۱۔ آم کے پیڑ انگلستان میں نہیں ہوتے۔ پیڑا

۲۔ بابر فیاض بادشاہ تھا۔ برفی

۳۔ جاپان کے دو بڑے جہاز کل ڈوب گئے۔ لڈو

۴۔ نسیم نے شمیم سے کہا یہ کام رتی برابر مشکل نہیں۔ امرتی

۱۔ سلیم ٹرنک کھولتا ہے۔ مٹر

۲۔ جگو بھی ہماری کلاس میں پڑھتا ہے۔ گوبھی

۳۔ کشل غم گین نظر آتا ہے۔ شلغم

عتیق الحسن کلکتہ ۔ محمد ارشد، کراچی

پیامِ تعلیم جوبلی فنڈ

پچھلے پرچے میں ہم نے پیامِ تعلیم جوبلی فنڈ کا اعلان کیا تھا۔ مختصر طور پر یہ بھی بتایا تھا کہ جامعہ اس وقت جو کام کر رہی ہے ان کے علاوہ اور کیا نئے کام شروع کرنے والی ہے۔

جامعہ کے جوبلی کے دفتر نے اس سلسلے میں چند ننھی ننھی کتابیں بھی چھاپی ہیں، ان میں ان کاموں کے بارے میں ذرا تفصیل سے لکھا ہے۔ یعنی یہ کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں۔ مثلاً ایک صنعتی مدرسہ کھولنے کا خیال ہے۔ اس میں مڈل پاس لڑکوں کو لیا جائے گا۔ اور لوہے کا کام، بڑھئی کا کام، بجلی کا کام، انجینیرنگ، مصوری اور دوسرے کام سکھائے جائیں گے۔

لڑائی کے بعد ہمارے دیس میں صنعت وحرفت خوب ترقّی کرے گی۔ اتنی ترقی کرے گی کہ ہم تم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے اس وقت پڑھے لکھے اور سمجھ دار دستکاروں کی بہت مانگ ہوگی اور ہمارا مدرسہ ایک نعمت ثابت ہوگا

اسی طرح جامعہ میں لڑکوں کے مدرسے تو کئی ہیں، لڑکیوں کا ایک بھی نہیں، اب جامعہ لڑکیوں کا مدرسہ بھی کھولنا چاہتی ہے۔ ملک میں لڑکیوں کے مدرسے تو بہتیرے ہیں مگر ایسے بہت کم ہیں جن میں پڑھائی کے ساتھ لڑکیوں کی تربیت کا خیال بھی رکھا جاتا ہو۔ ہماری جامعہ کے مدرسے میں اس بات پر خاص توجہ کی جائے گی اور ہاں ننھے بچّوں کے لئے بھی تو ایک مدرسہ کھلے گا وہی جسے کنڈرگارٹن

سکتے ہیں ۔ اس میں چھوٹے بچوں کی تربیت کا خاص انتظام کیا جائے گا ۔
ہمارے پچھلے امیر جامعہ ڈاکٹر انصاری مرحوم جامعہ میں بچوں کا ایک شفا خانہ کھولنا چاہتے تھے ۔ نا وقت موت نے ان کی یہ خواہش پوری نہ ہونے دی ۔ ان کی یادگار میں ایک شفا خانہ کھولا جائے گا ۔ "انصاری شفاخانہ" یہ بچوں کے علاج کے لئے ایک "نمونے کا شفا خانہ" ہوگا ۔ علاج معالجے کے علاوہ یہاں ایسی باتیں بھی بتائی جائیں گی کہ لڑکا بیمار ہی نہ پڑے جو علاج معالجے کی ضرورت ہو ۔
جامعہ نگر میں کوئی مسجد بھی نہیں ہے ۔ یوں ہی کام چلانے کے لئے ایک عارضی عمارت بنالی ہے ۔ جامعہ ایک شاندار مسجد بنانا چاہتی ہے جس میں کم سے کم ڈھائی تین ہزار آدمی اپنے ایک اللہ کی عبادت کر سکیں ۔
جامعہ کا ایک کتب خانہ بھی ہے ، بہت بڑا ۔ کوئی بیس ہزار سے زیادہ کتابیں ہیں مگر جامعہ سے بہت دور قرول باغ میں ۔ جامعہ نگر میں کوئی اتنی بڑی عمارت ہی نہیں ہے کہ اتنا بڑا کتب خانہ اس میں آسکے ۔ جامعہ اس کے لئے بھی ایک عمارت بنوانا چاہتی ہے ۔
غرض یہ اور اسی طرح کے اور بہت سے بڑے بڑے کام ہیں ۔ جامعہ والوں کا خیال ہے کہ ان کاموں کے لئے کم سے کم دس لاکھ روپے کی ضرورت ہوگی ۔ اتنی ہی رقم جمع کرنے کی کوشش بھی کی جارہی ہے ۔ روپیہ جمع ہو رہا ہے ۔ اور ان اچھے اچھے کاموں کے لئے ہر طرف سے روپیوں کی تھیلیاں پیش کی جارہی ہیں ۔ تمھارے بھروسے پچھلے پرچے میں ہم نے بھی "پیام تعلیم جوبلی فنڈ" کا اعلان کر دیا ہے ۔ دیکھنا بھئی کہیں شرمندہ نہ کرنا ۔ اصل میں تو یہ سب کچھ تمھارے اور تمھارے بھائی بہنوں کے لئے کیا جارہا ہے تو اپنی اس عمارت کے بنانے میں تم خود بھی کیوں نہ حصہ لو ہم نے تمھارے پاس الگ الگ خط بھی بھیجے ہیں ۔ ان خطوں کے جواب کا ہمیں بہت انتظار رہے گا ۔

تمھارا
محمد حسین حسان

بڑے لڑکوں کے مضمون

ایک دِن اسکول میں

محمد امین، لاہور

(لڑکے قرینے سے بیٹھے ہیں۔ ماسٹر صاحب عینک کو ناک کے بانسے پر جمائے ایک کتاب کھول رہے ہیں)

ماسٹر صاحب:۔ کیا سب لڑکے حاضر ہیں؟

مانیٹر:۔ جی ہاں! سب حاضر ہیں۔

ماسٹر صاحب:۔ اچھا کل کا سبق یاد ہے سب کو۔

لڑکے:۔ جی ہاں۔ یاد ہے۔

ماسٹر صاحب:۔ اچھا علی محمد اِدھر آؤ۔ یہ لفظ پڑھو۔

علی محمد:۔ کون سا ماسٹر صاحب؟

ماسٹر صاحب:۔ ابے۔ یہ جو میری دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

علی محمد:۔ دائیں ہاتھ کی یا بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان؟

ماسٹر صاحب:۔ ابے اُلّو! میرا جو ہاتھ کتاب پر ہے اس کی دو انگلیوں کے درمیان۔

علی محمد (ماسٹر صاحب کی انگلیاں ٹٹول کر) یہاں تو کچھ بھی نہیں!!

ماسٹر صاحب:۔ غور سے دیکھ غور سے۔

علی محمد:۔ آپ کی دو انگلیوں کے درمیان خالی جگہ ہے۔

ماسٹر صاحب:۔ چل ہٹ جاکر وہاں کھڑا ہو جا۔ نالائق کہیں کا۔ سردار تو آ۔

سردار:۔ فرمایئے۔

ماسٹر صاحب:۔ تجھے کل کا سبق یاد ہے؟

سردار:۔ بالکل۔

ماسٹر صاحب:۔ بتا یہ میری انگلی کے پاس کیا ہے۔

سردار:۔ انگوٹھا۔

ماسٹر صاحب:۔ ابے انگوٹھے کے بچے یہ لفظ کیا ہے؟

سردار:۔ کون سا ماسٹر جی؟

ماسٹر صاحب:۔ ابے جس پر میری انگلی رکھی ہوئی ہے۔

سردار:۔ آپ نے اُوپر انگلی رکھ دی ہے تو میں دیکھوں کیسے ؟

ماسٹر صاحب:۔ دفع ہو جا، شریر۔ باتیں کرنے میں طاق ہیں۔ لاتیں لگیں، تو ہوش و حواس درست ہو جائیں۔ موہن اِدھر آ۔

موہن:۔ جی فرمائیے۔

ماسٹر صاحب:۔ یہ میرے ہاتھ میں کیا ہے ؟

موہن:۔ کتاب ہے۔

ماسٹر صاحب:۔ کون سی کتاب ہے

موہن:۔ اگر کتاب گتے کی جلد میں لپٹی ہوئی نہ ہوتی تو میں بتا دیتا۔

ماسٹر صاحب:۔ (کتاب کھول کر) اب بتا۔

موہن:۔ اگر آپ کا ہاتھ کتاب پر نہ ہوتا تو ضرور بتا سکتا۔

ماسٹر صاحب:۔ تو بڑا نالائق ہے۔ بات سے بات نکالتا ہے۔ کم بخت اپنی جگہ پر چلا جا عابد، تو آ۔

عابد:۔ جی

ماسٹر صاحب:۔ (ایک تصویر پر انگلی رکھ کر) یہ کیا ہے ؟

عابد:۔ آپ

ماسٹر صاحب:۔ بے وقوف۔

عابد:۔ نہیں جی آپ

ماسٹر صاحب:۔ میں کیسے ؟

عابد:۔ یہ ڈاڑھی، اور یہ عصا، اور یہ عینک ناک کے بانسے پر، اور یہ نسوار کی ڈبیا۔ سب کچھ آپ سے ملتا جلتا ہے۔

ماسٹر صاحب:۔ ابے یہ ایران کے درویش ہیں یعنی:۔

"صاحب العصری الطہرانی نور اللہ مرقدہٗ"

سب لڑکے:۔ بہت خوب نام چھوٹا سا ہے

(چھٹی کی گھنٹی بجتی ہے۔)

ماسٹر صاحب:۔ چلو جاؤ، کل سب تم وہ لفظ یاد کر لانا جس پر میں نے انگلی رکھی تھی۔

لڑکے:۔ کس لفظ پر آپ نے انگلی رکھی تھی؟

ماسٹر صاحب:۔ جو اس کتاب میں ہے۔

لڑکے:۔ کس کتاب میں ہے؟

ماسٹر صاحب:۔ جو میرے ہاتھ میں ہے۔

(ماسٹر صاحب چلے جاتے ہیں۔ لڑکے ہنستے ہیں۔)

(پردہ گرتا ہے)

اخروٹ

ایم سعید اللہ صدیقی ، رام پور

اخروٹ کا درخت بہت اونچا ہوتا ہے۔ اور اس کی لکڑی چکنی ، مضبوط اور سفیدی مائل بھورے رنگ کی ہوتی ہے۔ وارنش کے بعد اور بھی چمک دار اور خوب صورت ہو جاتی ہے۔ اس لکڑی سے زیادہ تر کرسیاں ، میزیں، الماریاں ، بندوق کے کندے اور دوسری آرائشی چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ اس کی چھال رنگنے ، دانتوں پر ملنے اور دواؤں کے کام آتی ہے۔ پنجاب میں اسے "دنداسہ" کہتے ہیں۔ اخروٹ کے ہرے خول کو بھی بعض اوقات ہونٹوں کو سرخ کرنے کے لئے ملا جاتا ہے۔ کپڑے رنگنے اور چمڑا پکانے کے کام بھی آتا ہے۔ جنگلی اخروٹ کا چھلکا بہت سخت ہوتا ہے۔ جن اقسام کی کاشت ہوتی ہے۔ ان کے چھلکے نرم و نازک ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان اخروٹوں کو کاغذی اخروٹ کہتے ہیں۔

اخروٹ کا تیل بھی نکالا جاتا ہے۔ اس کے پتے جانوروں کو کھلائے جاتے ہیں۔

اس کی کاشت پہاڑوں میں بیجوں کے ذریعے کی جاتی ہے۔ ماہ ستمبر کے آخر میں یہ پھل پک کر تیار ہو جاتے ہیں۔ انھیں گڑھوں میں ریت کے اندر رکھ دیتے ہیں۔ اور گڑھوں کو زمین میں دبا دیتے ہیں۔ گڑھوں کے منہ پر لکڑی کی ڈاٹ لگادی جاتی ہے۔ جنوری یا فروری میں انھیں بو دیتے ہیں۔ اگر کیاریوں میں بوتے ہیں تو بڑی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اگر بیجوں کو گملوں میں بویا جائے تو بہت اچھا ہے۔ چھ ماہ میں یہ پھوٹ اٹھتے ہیں جب پنیری ایک سال کی ہو جائے تو اس کی جڑ کی موصلی کسی قدر کاٹ کر کیاریوں میں لگا دیتے ہیں۔ جب پنیری پورے تین سال کی ہو جائے تو اُسے برسات میں ایک مستقل جگہ لگا سکتے ہیں۔ علاقہ کشمیر اور ہمالیہ پہاڑ سلسلۂ شمالی مغربی ۱۵۰۰ فٹ کی بلندی تک یہ درخت بکثرت پایا جاتا ہے +

اِدھر اُدھر سے

اب سے مدّتوں پہلے یورپ کا سفر معمولی جہازوں میں کیا جاتا تھا۔ لوگ مہینوں میں پہنچ پاتے تھے۔ اس کے بعد دخانی جہازوں کا رواج ہوا۔ پھر بھی انگلستان پہنچنے میں تیز سے تیز جہاز کو ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ لگ ہی جاتا تھا۔ مگر اب ہوائی جہاز کے ذریعے انگلستان، ہندوستان اور ہندوستان سے انگلستان لوگ دو روز میں پہنچ جاتے ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ لڑائی کے بعد ہوائی سروس عام ہو جائے گی اور جو لوگ ریل کے پہلے اور دوسرے درجے کا کرایہ ادا کر سکتے ہیں وہ ہوائی جہاز سے سفر کیا کریں گے اور تین گھنٹے میں دہلی سے کراچی، بمبئی، کلکتہ پہنچ جایا کریں گے۔

رُوس میں اس سال ۲۷ ہزار عورتوں کو دلیری کا کام کرنے پر انعام دئے گئے ہیں۔ وہاں ۷۰ فی صدی عورتیں کلوں کے پرزے بنانے کی صنعت میں مصروف ہیں۔ ۱۰ ہزار مشینوں کے ہل چلاتی ہیں۔ ۲۱ ہزار عورتیں مشترکہ کھیتوں کی انجمنوں کی صدر ہیں۔

جوزف اسٹالین کوہ قاف کے ایک بوٹ بنانیوالے کا بیٹا ہے اس کی حکومت سولہ کروڑ آدمیوں پر ہے

کیلی فورنیا (امریکہ) میں ایک عجیب قسم کا کیڑا پایا جاتا ہے۔ یہ پیٹرولیم کے چشموں میں رہتا ہے اور نہیں مرتا۔ کوئی جانور اس میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ جب چند ہفتوں میں اس کا قد ایک تہائی انچ کا ہو جاتا ہے تو چشمے کے پاس ہی تیل میں بھیگی ہوئی زمین میں رہنے لگتا ہے۔ دو ہفتے بعد مکھی بن کر اُڑ جاتا ہے ٭

ہندوستانی مونچھوں
کے
کچھ نمونے
مرسلہ محمد غوث انصاری

پروجیکٹ نمبر ۲

"غلطیاں نہ کرو"

پروجیکٹ نمبر ۲
شمارہ نمبر ۳

"غلطیاں نہ کرو"

پروجیکٹ نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱ کے غلطیاں نہ کرو مقابلے کے صرف ۱۴ حل آئے۔ ان میں سے ۵ حل ان پیامیوں کے تھے جو برادری کے ممبر نہیں ہیں۔ اس لیے انھیں مقابلے میں شریک نہیں کیا گیا۔ ان حلوں میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کوئی بھی انعام کا مستحق نہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اتنے سارے ممبروں میں سے ایک ممبر بھی صحیح جملے لکھ کر نہیں بھیج سکا۔

امید ہے کہ پیامی ممبر زیادہ تعداد میں "غلطیاں نہ کرو" مقابلے میں حصہ لیں گے۔

پروجیکٹ نمبر ۲ - شمارہ نمبر ۱ کے صحیح جملے یہ ہیں

۱۔ میرا مکان جامع مسجد کے پیچھے واقع ہے۔
۲۔ براہِ مہربانی مجھے مقابلے میں شریک کیجیے۔
۳۔ ایک سال کے لیے پیامِ تعلیم میرے نام جاری کر دیا جائے۔
۴۔ مجھے کل بازار جانا تھا لیکن بارش کی وجہ سے نہ جا سکا۔
۵۔ اگر زمانے کا یہی حال رہا تو گزر مشکل ہے۔
۶۔ پیامِ تعلیم کا چندہ کے روپیے ہے۔
۷۔ میں نے معما نمبر ۴ کو حل کرنے کی بہت کوشش کی، مگر مجھ سے حل نہ ہو سکا۔
۸۔ اماں کہتی ہیں کہ مٹھائی کھانے سے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔
۹۔ میں تین روٹیاں کھاتا ہوں۔
۱۰۔ ذرا یہاں آئیے۔
۱۱۔ اپریل کے پیامِ تعلیم کا معما حل کرکے بھیج رہا ہوں۔
۱۲۔ رسالہ دیر میں ملا اس لئے حل بھی دیر میں بھیج رہا ہوں۔

قواعد: (۱) اس مقابلے میں صرف پیام برادری کے ممبر حصہ لے سکتے ہیں۔ (۲) مقابلے میں شامل ہونے کی کوئی فیس نہیں۔ (۳) ہر حل کے ساتھ "غلطیاں نہ کرو" کوپن یا اس کی نقل چسپاں ہونا ضروری ہے۔ (۴) خوش خط لکھائی، صفائی اور عام خوب صورتی کا بھی لحاظ کیا جائے گا۔ (۵) اس کا حل تم ٹکٹ لگے لفافے میں بھیج سکتے ہو۔ شاخ کے سارے ممبر اپنے حل اکٹھا بھیج سکتے ہیں۔ (۶) جس کا حل بالکل صحیح ہوگا اسے انعام میں ایک کتاب دی جائے گی۔ (۷) جواب میں ان جملوں کے دُہرانے کی ضرورت نہیں، صرف نمبر دے کر اس کے سامنے جملہ لکھ دو مثلاً اس کتاب کا کیا نام ہے۔
(۸) سارے حل رسالہ پہنچنے کے پندرہ دن بعد دفتر میں پہنچ جانے چاہئیں۔ پتہ:- مشتاق بھائی، پیام برادری، مکتبہ جامعہ، دہلی۔ قرعہ [illegible]

ان جملوں میں زیادہ تر واحد جمع کی غلطیاں ہیں صحیح کرو

۱- میرا خاص شوق گھوڑے کی سواری ہے اور چند مہینے ہوئے میں نے ایک اچھا سا گھوڑا پانچ سو روپیوں میں خریدا ہے۔
۲- میں اُدھر دو تین مہینوں سے غیر حاضر رہتا تھا اس لیے امتحان میں گول ہوگیا۔
۳- مجھے کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق ہے اور اس وقت میرے پاس کوئی پچاس جلد کتابوں کی ہوگی۔
۴- آپ کا والد کیا کام کرتا ہے۔
۵- اس کتاب کا کیا دام ہے۔
۶- اگر تمھارا کرتوت اچھا ہے تو سبھی تمھاری عزت کریں گے۔
۷- میں چپکے سے امرود کے پیڑ پر چڑھا مگر مالی کو دیکھتے ہی اوسان خطا ہوگیا۔
۸- مجھ سے جو ذرا دودھ کا برتن الٹ گیا تو اماں جان چڑھ کر بولیں "یہ ہیں آپ کے کرامات"۔
۹- منیجر صاحب کو کہیں کہ ایک عدد "سنہری گھنٹی" بھجوا دیں۔
۱۰- کیا آپ پیام تعلیم میں یہ نہ لکھا کریں کہ پیام برادری کی رفتار کیا ہے۔

"غلطیاں نہ کرو" کوپن

نام ....

عمر .... درجہ ....

پتہ ....

ضروری قواعد: ۱- ہر عمر کے صاحب [illegible] ہیں۔ ۲- ایک سو زیادہ [illegible] لڑکوں کی رعایتی [illegible] دونوں انعام تقسیم کر دئے جائیں گے۔ قرعہ اندازی نہ ہوگی۔ ۴- تمام حل رسالہ پہنچنے کے پندرہ دن بعد دفتر پیام تعلیم دہلی پہنچ جانے چاہئیں۔ ۵- ایڈیٹر کا فیصلہ قطعی ہوگا۔ ۶- پیام تعلیم میں چھپے ہوئے کوپن کے علاوہ اور کوپن نہیں لئے جائیں گے، کوپن میں کوئی حرف کٹا یا مٹا ہوا ہوگا یا پنسل سے بھرا ہوا ہوگا تو مقابلے میں شامل نہ کیا جائے گا۔ ۷- چھوٹی اور بڑی [illegible] کا فرق لازمی ہے۔
پتہ: سب ایڈیٹر پیام تعلیم۔ مکتبہ جامعہ، دہلی۔ قرول باغ

کل ممبر
۱۶۸

شاخیں:-
۱- کشمیری گیٹ دہلی
۲- قرول باغ - دہلی
۳- ایبٹ آباد

پچھلے مہینے پیام تعلیم میں جوبلی فنڈ کے لیئے اپیل شائع ہوئی ہے مجھے امید ہے کہ سارے ممبر اپنی حیثیت کے مطابق اس فنڈ کی مدد کریں گے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ تم اپنا تین دن کا جیب خرچ چندے میں دے دو۔ فنڈ کی مدد بھی ہو جائے گی اور تمھیں بھی کچھ بار معلوم نہیں ہوگا۔ ہمے کے لفافے میں اس فنڈ کی مد کے ٹکٹ رکھ کر بھیج سکتے ہو۔

غیرت علی خاں حسن ابدال کی یہ تجویز ہے کہ پیام تعلیم میں برادری کی ترقی کی رفتار بھی دکھلائی جائے۔ ان کی تجویز کے مطابق اسی مہینے سے یہ چیز شروع کر دی گئی ہے۔ اب ہر پرچے سے تمھیں برادری کی شاخوں اور ممبروں کی تعداد کا علم ہوتا رہے گا

تمھاری چھٹیاں ختم ہوگئیں اور پھر وہی صبح سے شام تک اسکول کی مصیبت۔ اوپر سے ریاضی کا گھنٹہ۔ چھٹیوں کا سارا مزہ کرکرا کئے دے رہا ہے۔ ہے نا! تم حسرت سے یہ شعر پڑھ رہے ہوگے۔

ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے ✦ دن عیش کے گھڑیوں میں گذر جاتے ہیں کیسے

ہاں بھئی ہمارے سکولوں کی پڑھائی کا طریقہ کچھ ایسا ہی روکھا پھیکا سا ہے۔ لڑائی بعد تعلیم کے میدان میں بہت کچھ ہونے والا ہے کم از کم عمارتیں تو بڑی شاندار بنیں گی۔ شاید پڑھائی کا طریقہ بھی بدل جائے!

چھٹیوں میں کشمیری گیٹ اور قرول باغ کی برادری کا کام بہت ہی سست رہا۔ ہاں ایبٹ آباد کی برادری نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ اب تینوں برادریاں ایک ایک ڈراما کھیلیں۔ بڑی دلچسپ چیز ہے۔ کتبے نے بہت سے اچھے اچھے مختصر ڈرامے چھاپے ہیں۔ ان میں سے کوئی چن لیں یا خود اپنی پسند کا کوئی ڈراما کریں۔ ناظم محمد [illegible] اور محمد [illegible] ماہر جلد از جلد مجھے اپنی رائے سے مطلع کریں۔

ایبٹ آباد کی برادری ہر مہینے اپنا قلمی رسالہ "مکتب" میرے پاس بھیجتی ہے۔ میں اسے دیکھ کر واپس کر دیتا ہوں۔ مجھے انتہائی افسوس ہے کہ پچھلا پرچہ جس میں بہت سے اچھے اچھے مضامین تھے، ڈاک خانے سے کھو گیا۔ میں نے اور ایڈیٹر صاحب نے اس مہینے کا پرچہ دیکھا، پرچہ اچھا ہے۔ مگر ہماری رائے ہے کہ نصیحت آمیز اور سبق آموز مضامین کے بجائے تفریحی، مزاحیہ اور دلچسپ

مضامین زیادہ ہونے چاہئیں۔ ہر بچہ کوئی نہ کوئی دلچسپ شرارت کرتا رہتا ہے کیوں نہ اسی کو اپنے الفاظ میں بیان کر دے؟ ہر پرچے میں ایک ڈراما بھی ہونا چاہیے۔ اگر ایک یا دو مزاحیہ تصویریں (CARTOON) بھی ہوا کریں تو کتنا اچھا ہو مجھے مکتب کے ایڈیٹر سے امید ہے کہ وہ آہستہ آہستہ رسالے کو اس معیار پر لے آئیں گے۔ افسانہ "مشرق و مغرب" مکتب کے لیے موزوں نہیں تھا۔

قرول باغ اور کشمیری گیٹ کی برادری سے میری پرزور اپیل ہے کہ وہ بھی اپنا اپنا قلمی رسالہ نکالیں اور پھر یہ تینوں برادریاں اپنے رسالوں کا آپس میں تبادلہ کرتی رہیں۔ پسند ہے یہ تجویز تمھیں؟

رپورٹ :-

ایبٹ آباد کی برادری کا چوتھا جلسہ عبد الکریم فاروقی کے گھر کے بجائے میرا ہی پہاڑی پر ہوا۔ اتفاق سے ادریس آزاد مرتبہ راہ نیند ٹاپی چلے گئے تھے۔ اس لیے ایک نائب صدر کی ضرورت محسوس کی گئی، اور عبد الکریم کو یہ عہدہ پیش کیا گیا۔ مبارک ہو! عبد الکریم جمیل نے لطیفے سنائے، محمد طارق۔ فقیر محمد اور علی رضا نے کہانیاں سنائیں۔ الطاف نے ایک مضمون کفایت شعاری پڑھا۔ مقرر کردہ عنوان میں حفیظ اللہ۔ غلام رسول اور محمد جمیل نے حصہ لیا۔ صادق ملک نے روسی بچوں کا کچھ حال سنایا۔

خالد نعیم (جماعت ششم) نے ریل کے سفر میں ایک بڑھیا کی جان بچائی۔ یہ بے چاری بھیڑ میں پھنس کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ خالد اپنے دوستوں کی مدد سے اسے بھیڑ میں سے نکال لائے۔ خالد نعیم تم نے بڑا کام کیا۔

قرول باغ | ۱۰ جولائی کو قرول باغ کی برادری کا صدر اور سکریٹری کے انتخاب کے لئے ایک جلسہ ہوا۔ جلسہ بہت ہی کامیاب رہا۔ پیامیوں کے جوش و خروش۔ ان کی دوڑ دھوپ اور ہماہمی سے ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی سچ مچ کا بڑا الیکشن ہو رہا ہے۔ مفصل رپورٹ اگلے پرچے میں شائع ہوگی

معما :-

تمھیں ایک خوش خبری سنائیں۔ ہم نے معما نمبر ۲ (جولائی) سے "مسلسل انعام" کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ جو پیامی ۴ مہینے تک مسلسل انعام حاصل کرتا رہے گا، خواہ پہلا انعام، خواہ دوسرا انعام، وہ ایک خاص انعام کا مستحق ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی پیامی جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر کے معموں میں برابر انعام پاتا رہے تو وہ اس انعام کا حق دار ہو جائے گا جس پرچے میں چوتھے مہینے کا نتیجہ شائع ہوگا اسی میں "مسلسل انعام" کا ایک کوپن بھی چھپے گا۔ جن پیامیوں نے ۴ انعام مسلسل حاصل کئے ہوں وہ اس کوپن کو بھر کر بھیج دیں .... انعام تین روپیہ کا ہے۔

پیامی خواہ اس کی کتابیں منگالیں۔ خواہ نقدے لیں۔ یہ تجویز عبدالسلام جودھپور کی تھی جو منظور کی گئی۔ عبدالسلام تمہارا شکریہ۔

بعض پیامی جو چھپے ہوئے کوپن کے علاوہ کسی علیحدہ کاغذ پر معمّا حل کرکے بھیجتے ہیں وہ کاغذ کے دونوں طرف معمّے بناتے ہیں یا ایک طرف معمّا ہوتا ہے اور دوسری طرف مضمون! اب ایسی کفایت بھی کیا! ایسا ہرگز نہ کریں

جون کے معمّے کا نمبر ۶ ہونا چاہیے تھا۔ غلطی سے پانچ چھپ گیا۔

پہلا انعام ۔ معمّا نمبر ۶ جون ۱۹۵۵ء فی کس ۱۴؍

۱۔ محمد اقبال احمد، جودھپور	۵۔ آصف علی خاں ۔ بھوپال	۹۔ محمد حفیظ اللہ، جودھپور
۲۔ شمیم محمود، دہلی	۶۔ آصف انور جامعہ نگر، دہلی	۱۰۔ حامد رضا کریم ۔ بھاگلپور
۳۔ محمد امین لاہور	۷۔ عبید الرحمٰن، قد وائی ۔ بارہ بنکی	۱۱۔ ایم، ڈی عثمانی، جودھپور۔
۴۔ محمد شکیل پشاوری۔	۸۔ محمد ہاشم خاں ۔ امرت سر	

پیامی اپنے پسند کی کتابیں بتائیں۔

دوسرا انعام معمّا نمبر ۶ جون ۱۹۵۵ء فی کس ۳؍

۱۔ امیر علی، کلکتہ	۱۱۔ قادر محی الدین ، لیور ز ا ر ، ی ،	۲۱۔ عبدالرحیم ۔ پشاور
۲۔ بلقیس ۔ "	۱۲۔ جمیل احمد، ٹلہ ۔ دہلی	۲۲۔ شیخ عبدالعلیم عرف فیروز عالم کانپور
۳۔ محمد ظہیر ۔ سیالکوٹ	۱۳۔ محمد حمزہ گیا	۲۳۔ محسن حامد ۔ دہلی
۴۔ عبدالمجید ۔ کانپور	۱۴۔ محمد اسد، ایبٹ آباد	۲۴۔ اے، آئی، گوائی ۔ بھٹکل
۵۔ حسن ابوطالب ۔ دہلی	۱۵۔ حاجی حسین سلیمان بھاملا ۔ بمبئی ۹	۲۵۔ شفا اے، مرزا ۔ حیدرآباد سندھ
۶۔ شیخ عبدالسلام ۔ نصیر آباد	۱۶۔ ریاض الحمید ۔ وردھا	۲۶۔ قاضی عابد علی ۔ جودھپور
۷۔ غلام رسول ۔ ایبٹ آباد	۱۷۔ ضیاء الحمید "	۲۷۔ ایس اے، قاضی "
۸۔ محمد اشتیاق عالم حصار	۱۸۔ مرزا فصیح الدین بیگ آگرہ	۲۸۔ م، ش، ع "
۹۔ محمد رشید خاں عباسی کراچی	۱۹۔ خواجہ فاروق صمدانی ۔ دہلی	۲۹۔ محمد شرف احمد "
۱۰۔ محمد اسلم ۔ [illegible]	۲۰۔ عتیق الحسن ۔ کلکتہ	

نئے ممبر ۔ برادری ایبٹ آباد

۱۵۔ مسعود الرؤف	عمر ۱۴ سال	خاص شوق	مسلمانوں کی خدمت
۱۶۔ اعجاز احمد	〃 ۱۴ 〃	〃 〃	علم حاصل کرنا
۱۷۔ دلیر دل	〃 ۱۰ 〃	〃 〃	ہاکی بیڈمنٹن کھیلنا
۱۸۔ مہر دل	〃 ۱۲ 〃	〃 〃	کہانیاں پڑھنا
۱۹۔ محمد اشرف	〃 ۱۵ 〃	〃 〃	علم کی ترقی۔
۲۰۔ علی رضا	〃 ۱۰ 〃	〃 〃	چوروں اور ٹھگوں کی کہانیاں پڑھنا۔
۲۱۔ غیرت علی خاں ۔ حسن ابدال	〃 ۱۵ 〃	〃 〃	تقریر، مضمون لکھنا، کتابیں جمع کرنا
۲۲۔ ابن الطارق، سنگھ بھوم	〃 ۹ 〃	〃 〃	اردو زبان کی خدمت کرنا
۲۳۔ سرتاج محمد، کلکتہ	〃 ۸ 〃	〃 〃	فٹ بال کھیلنا
۲۴۔ حامد رضا کریم ۔ بھاگلپور	〃 ۱۰ 〃	〃 〃	مصوری
۲۵۔ رفیق احمد ۔ مظفر نگر	〃 ۱۴ 〃	〃 〃	
۲۶۔ شمیم محمود، دہلی	〃 ۱۳ 〃	〃 〃	مطالعہ
۲۷۔ محمد حمزہ ۔ گیا	〃 ۱۴ 〃	〃 〃	معما، مضمون نگاری
۲۸۔ محمد سعید اسلم ۔ بہاولپور	〃 ۱۲ 〃	〃 〃	ٹکٹ، فوٹو اور سکے جمع کرنا
۲۹۔ محمد ذاکر حسین ۔ اورنگ آباد	〃 ۱۱ 〃	〃 〃	حساب اور سائنس
۳۰۔ آصف انور، جامعہ نگر دہلی	〃 ۱۰ 〃	〃 〃	ڈرائنگ، مضمون نویسی

مشتاق بھائی

صحیح حل معما نمبر ۶

(جون ۵۰ء)

[illegible] نام اگلے پرچے میں

معمّا نمبر ۸

پہلا انعام عـہ
دوسرا انعام ٦ـہ

۱۔ انعام میں کتابیں دی جائیں گی
۲۔ انعام ایک ہی ہو گا

مشقی کوپن

ے	ـہ	■	ک	ی	ر	ج	ت
ا	■	ا	■	ح	س	ا	ف
ہ	ق	ن	■	ل		ھ	م
■	ی	ک	■	ہ	■	ت	■
د	م	ر	■	■	■	■	گ
ہ	■	ن	ا	تی	ے	ر	چ
ا	ر	ف	ن	■	ر	ز	و
ن	گ	س	■	ر	ب	د	ت

دائیں سے بائیں

۱۔ جامعہ نے بچوں کے لئے اسکاؤٹنگ کی ایک نئی ... شروع کی ہے۔
۵۔ اپنی غرض ... سے اور کچھ مدِ نظر نہ رکھنا وحشیانہ طریقہ ہے۔
۷۔ اپنے شخص کی سوسائٹی میں کم ہی قدر ہوتی ہے۔
۹۔ ل، پر تشدید لگا دو تو مجلد بن جائے گا (بے ترتیب)
۱۰۔ آج ... کل اُدھار۔ یعنی ہمیشہ نقد۔
۱۲۔ جاپان میں اب اتنا ... نہیں کہ زیادہ عرصے تک لڑائی جاری رکھ سکے۔
۱۴۔ چہرے پر اس کا اثر جلدی ظاہر ہو جاتا ہے (بے ترتیب)
۱۶۔ اب تو جنگ سے سب ہی ... معلوم ہوتے ہیں
۲۰۔ جامعہ کی جوبلی کے چندے کے لئے جامعہ والوں کے کئی ... ہندوستان کا دورہ کر رہے ہیں۔
۲۱۔ سفیر کی جمع۔
۲۳۔ اُستاد۔ زمین گول ہونے کے تین ... بتاؤ (الٹا)
(الٹا) ... کتاب میں لکھا ہے۔ آپ کہتے ہیں۔ والد صاحب کہتے ہیں۔
۲۴۔ اس کی کئی قسمیں ہوتی ہیں جیسے سُرخ، مرمر، سیاہ، سیاہ، خارہ۔ ستارہ وغیرہ۔ (بے ترتیب)

اوپر سے نیچے

۱۔ نہ تو انگریز بنے ہم نہ مسلمان رہے۔
عمر سب ... میں کٹ گئی نادان رہے (اکبر الٰہ آبادی)
۲۔ اس کا نہ ہونا خدا کی صفت ہے۔
۳۔ سامان لشکر۔
۴۔ اکثر گھروں میں پکتا ہے۔ (بے ترتیب)
۶۔ جامعہ سے ہمدردی ہے تو جوبلی فنڈ کو ... دکھو۔
۸۔ وائسرائے نے ۱۲ جولائی کو شملہ ... کی ناکامی کا اعلان کیا (بے ترتیب)
۱۱۔ ایک چیز ایسی کہلائے، ہر مذہب کا آدمی کھائے۔
۱۳۔ (طنزاً) نالائق بیٹا۔
۱۵۔ حمید۔ بھئی میں جاپان جا رہا ہوں
وحید۔ تعجب ہے تم ... جا رہے ہو!
۱۷۔ تاگوں سے پیوند کرنا
۱۸۔ اب عام طور پر اسکولوں میں اس کی سزا ختم ہوتی جا رہی ہے۔ (بے ترتیب)
۱۹۔ لفظ بمعنی اُمید۔
۲۲۔ جسم کی وہ نلی جس میں خون رہتا ہے

معمہ نمبر
کوپن نمبر
نام
پتہ
معمہ نمبر
کوپن نمبر
نام
پتہ
معمہ نمبر
کوپن نمبر
معمہ نمبر
کوپن نمبر

مکتبہ جامعہ

کی

بچوں کی کتابیں

قصے کہانیاں

ننھا ٹیٹو۔ ایک بکری کے بچے کی دلچسپ کہانی پہلے درجے کے لئے ۳ر

لومڑی کا گھر۔ بہت مزیدار اور دلچسپ کہانی، قاعدہ پڑھنے کے بعد بچے اسے بہت آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ ۳ر

جادو کا گھر۔ ننھی عمر کے بچوں کے لئے ۲ر

بندر اور نائی۔ پہلے درجے کے بچوں کے لئے ۳ر

ڈرامے

چور لڑکا ۱۲ر } بچوں کے مشہور ڈرامہ نگار جناب عبدالغفار صاحب

جھوٹا لڑکا ۳ر } مدھولی کے دو نئے ڈرامے ۱۲ر - ۳ر

نظم

نئی کہانیاں بچوں کے شاعر حضرت شفیع الدین نیر کی ننھی منی نظموں کا مجموعہ بالکل انوکھے انداز میں ۹ر

معلومات

قدرت کے کرشمے۔ ہوا، بادل، بجلی وغیرہ کی باتیں نہایت دلچسپ انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ ۸ر

باغبانی۔ گھریلو مشغلے کے طور پر پھول اور سبزیوں، ترکاریوں وغیرہ کے بونے اگانے پر مفید اور کارآمد باتیں ۶ر

سونے کی چڑیا۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ پہلے زمانے میں ہمارے ملک میں کیسی کیسی مفید صنعتیں رائج تھیں ۸ر

بڑدادا کی کہانی۔ ہندوستان کے چند تاریخی مقامات کے حالات دلچسپ کہانیوں کے انداز میں ۶ر

لڑائی کے ہتھیار۔ آج کل کے ہتھیاروں کے حالات نہایت سلجھے ہوئے اور دلچسپ انداز میں ۸ر

ہماری زمین۔ ہماری زمین کیا ہے، کیسے بنی، کیسے آہستہ آہستہ آباد ہوئی۔ اور موجودہ حالت کو پہنچی، کہانی کے انداز میں ۶ر

دہلی۔ دہلی کی پرانی عمارتوں کا حال، بچوں کے لئے۔ ۶ر

صحت وصفائی۔ صحت وصفائی کے بارے میں مفید باتیں کہانیوں کے انداز میں۔ ۶ر

مذہبی کتابیں

اسلامی عقائد ۳ر - آخری نبی ۱۲ر - آں حضرت ۶ر

اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں اول ۸ر

قرآن پاک ۱۰ر - خلفائے اربعہ ۱۲ر

مسلمان بیبیاں ۶ر

مکتبہ جامعہ

دہلی۔ نئی دہلی، لاہور، لکھنؤ، بمبئی ۳

مکتبہ جامعہ دہلی

اُردو تاش

اِس تاش کے کھیلنے سے صحیح لفظ بنانا اور املا لکھنا آجاتا ہے یعنی اِس سے لفظ اُسی طرح بنتے ہیں جس طرح، یہ لکھے جاتے ہیں +

قیمت سادہ عہ باتصویر عہ

مرتبہ عبدالغفار مدھولی مُدرس جامعہ نگر دہلی

مکتبہ جامعہ

ستمبر ۱۹۷۵ء
FIROZ

بچوں کا کتب خانہ

بچوں کے ادیب مجیبی صاحب کی کتابیں

الف لیلہ کے افسانے

الف لیلہ کی کہانیوں کا خلاصہ بچوں کے لئے

- پہلا حصہ شہرزاد اور دوسری کہانیاں ۸ر
- دوسرا " حرکت میں برکت " " " ۸ر
- تیسرا " مرجینا " " " عمر
- چوتھا " سچی بہادری " " " " ۸ر
- پانچواں " گلنار بیگم " " " ۸ر
- چھٹا " سنجوگ " " " ۸ر

متفرق کہانیوں کی کتابیں:-

- سنہری گھنٹی اور دوسری کہانیاں ۵ر
- زادِ راہ " " " ۵ر
- کہانی نانی کی زبانی از مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی ۴ر
- دردانہ اور دوسری کہانیاں ۸ر

چند اسلامی کتابیں

- اچھی کہانی حضرت یوسف علیہ السلام کی کہانی ۴ر
- نیا میلاد بچے اور کم پڑھے لکھوں کے لئے ۸ر
- یارانِ نبی۔ خلفاء اربعہ کی سیرتیں ۶ر
- ستارے مشہور اور بڑے مہاجرین اور انصار صحابہ کی سیرتیں ۸ر

بچوں کی کتابوں کے نئے ایڈیشن

مکتبے نے اس عرصے میں بچوں کی کچھ اور بھی کتابیں شائع کی ہیں ان سب کے نام یہ ہیں:-

- ۱- سرکارِ دو عالم (سیرۃ) عمر
- ۲- ہمارے رسول ۱۰ر
- ۳- رسول پاک عمر
- ۴- خلفائے اربعہ عمر
- ۵- نبیوں کے قصے ۱۰ر
- ۶- ارکان اسلام - عقائد اسلام ۴ر-۴ر
- ۸- دنیا کے بسنے والے ۱۰ر
- ۹- ایورسٹ کی داستان ۵ر
- ۱۰- مقناطیس کی کہانی ۵ر
- ۱۱- تاریخ ہند کی کہانیاں اوّل ۷ر
- ۱۲- " " " دوم ۸ر
- ۱۳- انشار کی تعلیم عمر
- ۱۴- دو بھائی ۸ر
- ۱۵- ننھی مرغابی ۵ر
- ۱۶- تانبیل خاں ۵ر
- ۱۷- چتو متو ۵ر - ۱۸- متو چتو ۸ر
- ۱۹- شریر لڑکا ۶ر

مکتبہ جامعہ

دہلی۔ نئی دہلی۔ لاہور۔ لکھنؤ۔ بمبئی ۳

پیام تعلیم

دہلی، یوپی، سی پی، برار، میسور، قلات، بنگال، رامپور، حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار اور سرحد کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے "منیجر"

ایڈیٹر:- محمد حسین حسان

جلد ۲۶ ۔ نمبر ۱۲

فہرست مضامین ستمبر ۴۵ سنہ ۶

قیمت سالانہ ۳/

فی پرچہ ۴/

مالک و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین۔ ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔ مطبوعہ جامعہ پریس دہلی

بچوں سے باتیں

ایڈیٹر

پیام تعلیم جوبلی فنڈ کا اعلان جب سے پیام تعلیم میں چھپا ہے، پیامیوں میں ایک خاص جوش پیدا ہو گیا ہے۔ بہت سے دل بڑھانے والے خط ہمارے پاس برابر آرہے ہیں۔ آج ہم تمھیں ایک بہت اچھی خبر سنائیں۔

بھوپال میں ہمارے ایک عزیز ہیں آصف علی خاں الیگزنڈریہ ہائی اسکول میں آٹھویں درجے میں پڑھتے ہیں اپنے پرچے میں پیام تعلیم جوبلی فنڈ کا اعلان پڑھتے ہی انھوں نے فیصلہ کرلیا کہ جیسے بھی بنے بھوپال سے اس فنڈ میں بیس ہزار روپے جمع کرنا چاہئیں یہ ارادہ کرتے ہی اُنھوں نے کام بھی شروع کردیا۔ آدمی نیک ارادے کے ساتھ کوئی اچھا کام شروع کرے اور دھن کا پکّا ہو تو کامیابی ضرور ہوتی ہے۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں عزیزی آصف زماں صاحب نے بھوپال کے بڑے بڑے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ اور بزرگوں کے علاوہ ہمارے پرانے مضمون نگار جناب محمد احمد صاحب سبزواری بھی اس کام میں پوری دلچسپی لے رہے ہیں اور کوئی عجب نہیں جو آصف میاں کو اپنے مقصد میں سرخروئی حاصل ہو۔

اس پرچے میں جناب مولانا شفیع الدین صاحب نیر استاد مدرسہ ثانوی جامعہ نگر کی ایک چھوٹی سی نظم چھپ رہی ہے۔ یہ حساب کے اعداد سے مربوط کرنے کی غالباً پہلی کوشش ہے۔

عید کے موقع پر بہت سے پیامیوں نے ہمارے پاس عید کارڈ بھیجے ہیں اور یوں اپنی دلی محبت کا ثبوت دیا ہے۔ ان سب عزیزوں کی محبت اور خلوص کا دلی شکریہ۔

محمد شفیع الدین نیر

ایک میاں تھے موٹے خاں
نام تھا اُن کا چھوٹے خاں

چھوٹے خاں بازار گئے
چلتے چلتے ہار گئے
دو بکرے لے کر آئے
دو مُرغے لے کر آئے

(بکرے)

(مُرغ)

بکرے بولے مُوں مُوں مُرغے بولے ککڑُوں کوں

لائے وہ طوطے بھی تین
ان طوطوں نے بجائی بین

لائے وہ بندر بھی چار
ہاتھ میں تھی اُن کے تلوار

بندر
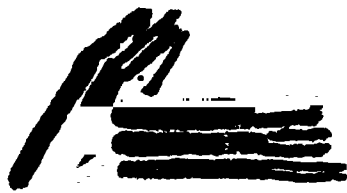
پانچ کتابیں بھی لائے
پانچ دواتیں بھی لائے

کتابیں

دواتیں

چھ خربوزے سات انار
سات شریفے آٹھ ستار

خربوزے

شریفے

انار

ستار
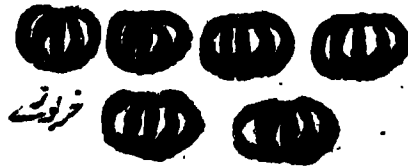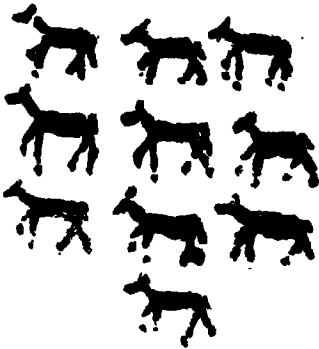
نو خرگوش اور دس گھوڑے
پہنے مخمل کے جوڑے
چھوٹے خاں جب گھر آئے
ساتھ یہ سب چیزیں لائے
دوڑے سارے گھر والے
آئے سب بچے بالے
سب نے چیزیں دیکھیں ٹیں ٹیں ٹیں ٹیں پیں پیں پیں پیں

نارنجی چوزے سیر کو چلے

پروفیسر محمد عبد الغفور (علی گڑھ)
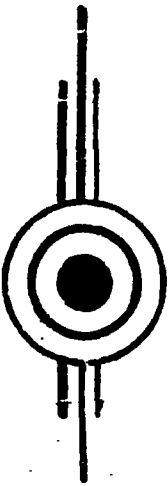
نارنجی چوزے نے اُچک کر مُرغ ابّا سے پوچھا "مُرغ پلاؤ! بڑے ابّا مُرغ پلاؤ کیا ہوتا ہے؟"

"ارے واہ بڑے مزے دار ہوتا ہوگا" یہ کہہ کر نارنجی چوزہ اپنی چونچ زمین پر تیز کرنے

اس پر ایک ٹینی مُرغے نے پر پھیلا کر کہا۔ "واہ مُرغ پُلاؤ نہیں جانتے۔ مُرغ پلاؤ وہ پلاؤ جو مُرغوں کے لئے تیار ہوتا ہے"

لگا۔ لیکن چونچ تیز کرتے کرتے اُسے خیال ہوا کہ کہیں ٹینی اس کا مذاق نہ اُڑا رہا ہو۔ پر پھیلا کر جو ایک اُڑان لی تو پہنچا سیدھا مُرغی اماں کے

پاس جا پہنچا۔ "امّی امّی مرغ پلاؤ کیا ہوتا ہے؟"

"چھی چھی کہاں سے سن لیا بیٹا؟"

"امّی آج ممدو اور اُن کے ابا کھڑے کہہ رہے تھے کہ کل عید ہے، مُرغ پلاؤ پکائیں گے۔"

یہ سُن کر مُرغی اماں کچھ گھبرا سی گئیں، مگر جی سنبھال کر بولیں۔ "نا رنجی بیٹا میں واری جاؤں، آدمی ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں۔ اُن کی باتوں پر زیادہ کان نہیں دھرتے اور بھی مردوں کی باتوں کا مطلب مرد ہی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اپنے ابا میاں سے جا کر پوچھو وہ ٹھیک بات بتادیں گے۔"

مُرغ ابا بڑے گھاگھ تھے۔ وہ مُرغ پلاؤ مُرغ مسلّم۔ مُرغ قلیہ سبھی کھانوں کو جانتے تھے پچھلے دنوں جب ممدو میاں کے چند دوست آئے تھے تو اُسی دن سے مُرغ ابا کے دو دوست لاپتہ ہوگئے تھے۔ مُرغ ابا خوب جانتے تھے کہ یہ کہاں گئے۔ مگر بتائیں کیسے۔ وہ یہ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے کہ اسی دن سے اُن کے دل کو گھن کی طرح فکر کھائے جارہا ہے۔

"مُرغ پلاؤ! مُرغ پلاؤ سے تمھیں کیا مطلب بڑے آئے وہاں سے مطلب پوچھنے۔ کیا تمھیں ممدو میاں نے دعوت میں بلایا ہے؟ ارے بھئی اگر پوچھنا ہے تو مُرغ کھانوں کا پوچھو تینگا پلاؤ۔ کیچوؤں کی سویاں۔ جھینگر کی مٹریاں اُن کا مزہ پوچھو تو بتائیں بھی، اور بتانے کی کیا ضرورت ہے! چلو آج تمھیں کھیتوں کی سیر کو لے چلیں اور راستے میں دیکھنا۔ کیا کیا مزے دار چیزیں چکھاتے ہیں۔"

"کُک کُک کُکیں کُک کُک کُکیں"، سبھی چوزوں نے مل کر شور مچا دیا۔ مزا آگیا بھئی، مزا آگیا۔ آج خوب سیر ہوگی۔

اب یہ کارواں (قافلہ) چلا۔ آگے آگے مُرغ ابا آہستہ آہستہ بہت احتیاط سے چل رہے تھے۔ احتیاط تو کرنا ہی چاہیے تھی

آخر دیکھا دیکھی تھی۔ اپنے یورپ میں تو سفید کئے نہ تھے ویسے احتیاط کی ضرورت بھی تھی۔ اُن کا راستہ شاہی سڑک سے ہو کے جاتا تھا یہ شاہی راستہ سیر کے لئے تھا۔ عجیب تھا کیا عجب جو شاہی جوڑے کی ملاقات کسی شہزادی سے ہو جائے، اور وہ اعتبار سے ... کر لے۔

مگر ساتھ ہی ساتھ یہ راستہ خطرناک بھی تھا۔ مگر اِن جوڑوں کی اس کی کیا پروا۔ ایک صاحب کو راستہ میں ایک بڑا مزے دار کیچوا ملا۔ جب تک دوسرے پہنچیں یہ اکیلے ہی ہڑپ کر گئے۔ دوسرے صاحب کیچڑ کھنگال رہے تھے اس میں سے ایک ننھا سا مینڈک کا بچہ نکلا۔ اور ایک ہی جھٹکے میں حلق سے نیچے۔ واہ بھئی واہ شیر کا حق ادا ہو گیا۔ مزے میں آکر بیٹھ پر پنجہ پھیر رہے تھے کہ ایک بھنبھناتی ہوئی مکھی پاس سے گزر رہی۔ گردن اٹھا، اُس کے پیچھے چلے۔ مگر وہ اُن کے ہاتھ کہاں آتی تھی۔ تیسرے صاحب اور کچھ نہیں، تو بیر کی گٹھلی پر پل پڑے، جانے اُسے کیا سمجھتے تھے۔ اب سڑک آگئی تھی۔ مرغ ابا نے سب کو روک لیا۔ "ارے ارے دیکھتے نہیں۔ سبزہ! سبزہ! اری طوطا پری کی مشٹنڈی اُٹھلے کہاں چلی جا رہی ہو۔ کم بخت دیکھتی نہیں اور نارنجی یہ تم سڑک کے بیچوں بیچ کھڑے ہو گئے کیا یہ بھی کوئی ڈربہ ہے! تمہیں معلوم نہیں سڑک پر بگھیاں، گھوڑے، موٹر خدا جانے کیا کچھ ہوتا ہے۔ بھلا کسی مرغ کے لئے یہ بھی کوئی جگہ ہے۔ نہ کوئی اطمینان سے بانگ دے سکے نہ چک پھیری لے سکے۔"

"ارے بھئی کچھ نہ پوچھو کیا ...." مرغ ابا اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ کوئی چیز سن سن کرتی زن سے گزر گئی۔ مرغ ابا کے خاندان پر گویا قیامت ہی ٹوٹ گئی۔ ایک صاحب کا تو پیر کچلتے کچلتے بچ گیا۔ دوسرے صاحب پریشانی میں جو اڑے ہیں تو ایک جھاڑی میں۔ سر نیچے ٹانگیں اوپر۔ تیسرے صاحب نے اور بھی غضب ڈھایا۔ اک دم گھبرا کے جو بھاگے ہیں تو آنکھوں تے اندھیرا چھا گیا۔ سامنے مرغ ابا کھڑے تھے اس زور سے اُن کی چھاتی سے ٹکرائے کہ بے چارے دو تین لڑھکنیاں کھاتے سڑک کے کنارے

پک لڑھے میں گرگئے اور پر پڑ رہے جھاڑتے
بڑی مشکل سے نکل پائے۔ بہت ناراض تھے
بڑے غصّے میں بولے " بڑے بدتمیز ہو جی، چلنا
بھی نہیں آتا۔ یہ بھی کوئی گھبرانے کی چیز تھی! ایک
معمولی سی بائسکل۔ موٹر آ جاتی تو خدا جانے کیا
کر گذرتے "

اللہ تو بے چارے چوزوں کے پیٹ
میں سانس نہ سماتا تھا۔" ارے یہ بائسکل تھی
تو پھر موٹر ....؟"

"موٹر! ارے موٹر تو ایک دفعہ دیکھ لو تو
عمر بھر نہ بھولو"

(چیخ کے) بچیا بچیا یہ لو اس موڑ سے
موٹر آیا۔ بچو۔ بچو پکڑ لو، مرغی بی تھامیو!!!"
اب کے تو سچ مچ ہی قیامت آگئی۔ دھانی بیگم
نے جو پر پھڑ پھڑا کے رُخ کیا تو ریل کے پھاٹک
سے جا ٹکرائیں اور دڑونے جو اُڑان لی تو سیدھی
پھاٹک والے کی بلی کے سر پر بیٹھی خرخر کر رہی تھی
تم سوچتے ہوگے موٹر سے گھبرائی نہیں۔ جی موٹر
کیا یہ تو ریل گاڑی کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔ ہر روز
چار مرتبہ گاڑیاں گڑگڑ کرتی دائیں سے بائیں اور
پھر بائیں سے دائیں کو جاتی تھیں۔ ایک گاڑی
تو صبح سویرے پورب سے پچھم کو جاتی تھی اس میں
آدمی کھچا کھچ ایسے بھرے ہوتے تھے جیسے کسی
ڈربے میں مرغیاں۔ خدا جانے کسی بلی سے بچانے
کے لئے یوں بند کئے جاتے تھے، یا کیا بات تھی۔

تھوڑی دیر میں جب سورج دو ہاتھ اوپر ہو جاتا
تھا۔ اور فاختہ تار کے کھمبے پر بیٹھ بیٹھ کر کوکو کرنا
شروع کرتی تو شاید وہی آدمی ایک گڑگڑاتی
گاڑی میں پچھم سے پورب کو واپس آجاتے تھے۔ فاختہ
کا بھی یہی خیال تھا کہ ان انسانوں کو دنیا میں اور کوئی
کام نہیں۔ صبح کو منہ اندھیرے جاتے ہیں اور
دن چڑھے واپس۔ (باقی)

چاول تجھ کو روز کھلاتا | ٹھنڈا ٹھنڈا پانی پلاتا
میں خوش رہتا تو خوش رہتی
کاش کہ تو اک کوئل ہوتی

خدا پر بھروسہ کرو

افتخار احمد اقبال۔ حیدرآباد دکن

خدا پر بھروسا کرو پیارے بچو! | ہے اس میں بھلائی کہا میرا مانو
کرو کام لیکن بھروسا ہو اس پر | کہ امید ہے ساری دنیا کو جس پر
ہو کوشش دل و جان سے گر تمھاری | تو آئے گی امید بھی بر تمھاری
وہ خالق ہے سب کا وہ سب کا ہے مولا | کہ جس نے بنائی ہے یہ ساری دنیا
اسی کی عبادت ہے بس ہم پہ لازم | وہی ہے وہی دین و دنیا کا حاکم
خدا پر جو کوئی بھروسا کرے گا | خدا کے کرم کا وہ حق دار ہوگا

ہمارا سبھی کا وہی آسرا ہے
بڑا ہے ہمارا خدا ہی بڑا ہے

علم

عتیق الحسن۔ کلکتہ

علم کیا ہے جوہر انسان ہے | یہ نہیں تو آدمی حیوان ہے
علم کے درجے کرو طے جلد جلد | دل میں عزت کا اگر ارمان ہے
ہے خزانہ علم کا وہ بے زوال | حرف سے گھٹ جائے کیا امکان ہے
خرچ جتنا ہو یہ اتنا ہی بڑھے | اس کی دنیا سے نرالی شان ہے
جس کو دولت علم کی حاصل نہ ہو | وہ نکما جاہل و نادان ہے
بیچ ہیں بے علم سارے کاروبار | ہر تجارت میں سدا نقصان ہے
اس سے خدمت قوم و ملت کی کریں | علم والوں کے یہی شایان ہے
صاحبِ اقبال ہوگا وہ عتیق | شوق جس کو علم کا ہر آن ہے

ایک طالب علم کا پروگرام

خواجہ قمرالزماں قمر

سنو میں بتاتا ہوں اپنا ارادہ
کہ گرمی کی چھٹی میں کیا کیا کروں گا
جو فرصت ملے گی تو میں سب سے پہلے
اٹھاؤں گا بستر کو شملے چلوں گا

شملے پہنچ کر

صبح ہی صبح اٹھ کے ٹہلوں گا پہلے
مگر دیر تک میں نہ ٹہلا کروں گا
ٹہل کر جو لوٹوں گا ڈیرے پہ آکر
کتابیں پڑھوں گا، مطالعہ کروں گا
چڑھے گا جو سورج تو کمرے میں جا کر
اسی وقت پر روز سویا کروں گا
اٹھوں گا جو سو کر تو میں غسل کرکے
ڈرائنگ کروں گا فسانہ لکھوں گا
پہاڑوں پہ گھوموں گا دیکھوں گا چوٹی
سر شام میں سیر دریا کروں گا
وہاں سے جو لوٹوں گا بنگلے میں آکر
شمع لے سبق یاد اپنا کروں گا
قمر جب فلک پر سے جھانکے گا گھر میں
تو بستر پہ جا کر میں سویا کروں گا
وہاں سے قمر جب میں لوٹوں گا دہلی
تو پھر تم سے میں پورا قصہ کہوں گا

اس جانور کو جانتے ہو؟

اس کا نام ہے سلاتھ۔ وسطی اور جنوبی امریکا میں پایا جاتا ہے۔ کیسا عجیب وغریب جانور ہے۔ درختوں کی شاخوں سے لٹکا رہتا ہے۔ سر نیچے پیر اوپر۔ دن رات درخت پر رہتا ہے۔ کبھی کبھار زمین پر اُترتا ہے۔ زمین پر قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہے۔ بہت ہی سست رفتار ہے اسی لئے اس کا نام سلاتھ پڑ گیا۔ (سلاتھ انگریزی میں سستی اور کاہلی کو کہتے ہیں)
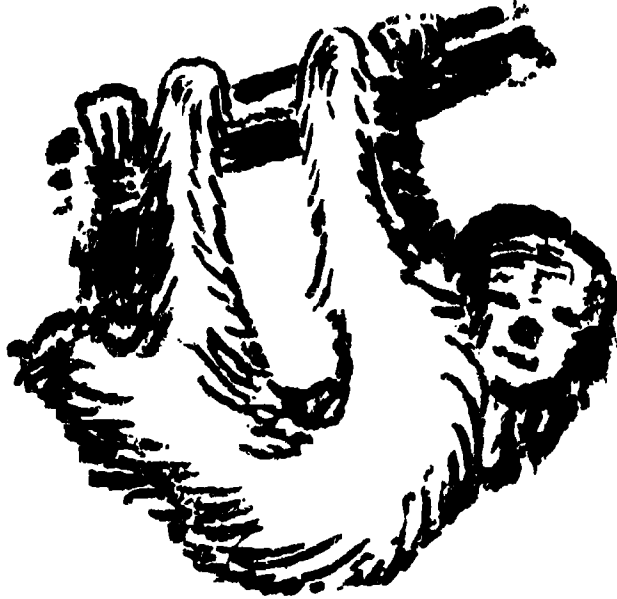
اس کے ہاتھ پاؤں لمبے اور نکیلے ہوتے ہیں۔ انہی نکیلے پنجوں سے وہ درخت پر الٹا لٹکنے میں مدد لیتا ہے۔
ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کے تین پنجے ہوتے ہیں اور ایک کے صرف دو۔ پہلی قسم کے اگلے پیروں میں دو پنجے ہوتے ہیں۔ دوسری قسم کے سلاتھ عموماً کم پائے جاتے ہیں۔

سلاتھ ان جانوروں کی نسل سے ہے جو چیونٹی کو اپنی غذا بناتے ہیں۔ مگر یہ پتے اور پھل پھلاری پر گزر کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ آج سے سا ٹھ، ستر ہزار برس پہلے سلاتھ بہت بڑے اور خطرناک ہوتے تھے۔ اتنے بڑے کہ ان کی اونچائی کے سامنے آج کل ہاتھی بھی ہیچ ہیں۔ اس زمانے میں دوسرے جانوروں کی طرح یہ زمین پر رہتے تھے۔

جاپان کی لڑائی

۱۹۴۱ ---- ۱۹۴۵

پچھلے دنوں یورپ کی لڑائی ختم ہونے پر بہت خوشی منائی گئی تھی۔ مگر ایک کانٹا باقی تھا پوربی ایشیا میں لڑائی کا زور شور وہی تھا اگرچہ اب جاپان کے وہ دم خم نہیں تھے۔ پھر بھی یورپ کی لڑائی کی وجہ سے اتحادی فوجیں اس طرف پوری توجہ نہ کر سکی تھیں۔

مرحوم جاپان اب سے کچھ دنوں پہلے ایک خود مختار سلطنت تھا اور ایشیائی ملکوں میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور طاقت ور حکومت تھی۔ اس قدر ترقی یافتہ اور اس قدر طاقت ور کہ بڑی بڑی یورپی طاقتیں بھی آنکھ ملاتے جھجکتی تھیں

مگر ایک تو جاپان کو اپنی طاقت پر بھروسا ہو گیا تھا، دوسرے اسے شہنشاہیت یا ملک گیری کی ہوس بہت بڑھ گئی تھی۔ ملک گیری کا مطلب تم سمجھ گئے ہوگے۔ دوسرے ملکوں اور علاقوں پر قبضہ کرنا اور وہاں کے لوگوں کو اپنا غلام بنا لینا۔

اب سے کوئی ۸۰، ۸۵ سال پہلے ایشیا میں جاپان کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ مگر اس عرصے میں اس نے ایسی حیرت انگیز ترقی کی کہ یورپ کے ملک بھی منہ تکتے رہ گئے۔ ابھی کوئی ۴۰ برس پہلے ۱۹۰۵ء میں روس اور جاپان کی فوجوں میں ٹکر ہوئی۔ اس ٹکر میں روسی فوجیں پاش پاش ہو گئیں۔ اس کامیابی سے جاپان کو اپنے اوپر اور بھی بھروسا ہو گیا، اور اس کی ترقی کی رفتار حد سے زیادہ تیز ہو گئی۔

آج کل کسی قوم کے ترقی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ملک میں صنعت و حرفت کا خوب رواج ہو۔ لوگ خوب پڑھ لکھ جائیں۔ رہنے سہنے کا معیار اونچا ہو جائے۔ حکومت کا انتظام بہت اچھا ہو جائے۔ مگر ایسی ترقی کرنے والی قوم کے سامنے کچھ مشکلیں بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً جب صنعت و حرفت کو خوب ترقی ہوتی ہے۔ بہت سے نئے نئے کارخانے کھل جاتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کچا مال کہاں سے آئے۔ اب جیسے جاپان میں کپڑا بننے کے بہت سے کارخانے

گھس گئے۔ کپڑا بننے کے لئے روئی کی ضرورت ہے۔ خود جاپان میں اتنی روئی پیدا نہیں ہوتی تو ان کارخانوں کا پیٹ بھرنے کے لئے روئی کہاں سے آئے۔ پھر ان کارخانوں سے جو مال تیار ہوتا ہے وہ اتنا ہوتا ہے کہ ملک کے سب لوگوں کے تن ڈھک جاتے ہیں۔ پھر بھی بچ رہتا ہے اور بہت بچ جاتا ہے۔ اب یہ بچا ہوا مال کہاں بیچا جائے۔ اگر ملک میں آبادی بڑھ رہی ہو تو اسے کہاں بسایا جائے کہ وہ آزادی اور آرام و آسائش کے ساتھ زندگی گذار سکے۔ غرض یہ سب مشکلیں جاپان کے سامنے تھیں۔ اس کے علاوہ ایک ترقی کرنے والی قوم کی امنگیں اور حوصلے بھی بہت بڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ چاہتی ہے کہ ایسے علاقے اس کے قبضے میں آجائیں جہاں سے وہ کچا مال حاصل کر سکے۔ بنا ہوا مال بیچ سکے۔ اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کو وہاں منتقل کر سکے۔ ساتھ ہی ساتھ وہاں کے لوگوں کو اپنا غلام بنا سکے۔ جنہیں اتنا کمزور کر دے کہ اس کی زیادتیوں پر چوں نہ کر سکیں۔ ایک جاپان ہی پر کیا۔ یورپ کی سبھی قومیں کم زور ملکوں پر قبضہ کرنے کی ہوس میں مبتلا ہیں۔ خود ہمارا ملک مدتوں سے اس مصیبت کا شکار ہے۔ جاپان نے اپنے چاروں طرف نظر دوڑائی تو سب سے نزدیک اسے چین ہی نظر آیا۔ چین ایک بہت بڑا ملک ہے۔ کروڑوں کی آبادی ہے۔ مگر جہالت سستی آپس کے لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے یہ بہت کم زور ہو گیا ہے۔ پھر یورپ کی قوموں نے اسے اپنی تجارتی منڈی بنا لیا تھا اور اپنے فائدے کی خاطر اسے اور بھی کم زور کر دیا تھا۔ ان سب باتوں کو دیکھ کر جاپان کی ہمت بڑھی اس کو چین کو اپنا غلام بنانے کی ہوس برابر بڑھتی رہی چنانچہ روس پر فتح پانے کے بعد ۱۹۰۵ء میں اس نے کوریا پر اپنا اثر قائم کر لیا اور سنہ ۱۹۱۰ء میں اسے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا پھر سنہ ۱۹۳۱ء میں منچوریا پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ سنہ ۱۹۳۷ء میں اس نے خود چین پر حملہ کر دیا۔

چین میں اس عرصے میں بہت انقلاب ہو چکا تھا۔ چینی قوم نے اپنے کم زور بادشاہ کے خلاف بغاوت کر دی تھی چینی قوم کی [illegible] چینی اور نیا دور [illegible] لائی اور چینی بادشاہت ختم اور اس کی جگہ جمہوری حکومت قائم ہو گئی تھی۔ چینیوں میں اب [illegible] جذبہ پیدا ہو گیا تھا اور وہ کسی غیر کی غلامی قبول کرنے کو تیار نہیں تھے۔ چنانچہ [illegible] مقابلہ کر رہی تھی۔ اس کے پاس لڑائی کے سامان کی کمی تھی۔ اس کی [illegible] جاپان کی [illegible] یورپی قوموں کے مقابلے میں اچھی نہیں باوجود اس کے چین محض اپنی ہمت [illegible] اور استقلال کی بدولت جاپان کے مقابلے میں ڈٹا رہا اور باوجود آٹھ سال کی مسلسل لڑائی کے جاپان پورے چین پر فتح نہ پا سکا۔

چین اور جاپان کی لڑائی ہو رہی تھی کہ ستمبر ۱۹۳۹ء میں ایک بڑی لڑائی چھڑ گئی۔ یہ لڑائی اتحادیوں اور جرمنی

کے درمیان تھی۔ بعد میں اٹلی بھی اس میں شامل ہو گیا۔ اس سلسلے میں جاپان اور جرمنی میں پہلے ہی کوئی معاہدہ ہو گیا تھا اور جاپان کی پوری ہمدردی جرمنی کے ساتھ تھی۔ آخر میں اٹلی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا تو اتحادیوں کے مقابلے میں یہ طاقتیں محوری طاقتوں کے نام سے مشہور ہوئیں۔

اصل میں جاپان کی حکومت پر بہت دنوں سے فوجی سرمایہ داروں کا قبضہ تھا۔ جاپانیوں کی رعایا بھی انھی کے ساتھ تھی۔ ان کے ارادے بہت بلند تھے اور وہ پورے ایشیا بلکہ براعظم آسٹریلیا پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ آخر ۱۹۴۱ء میں انھوں نے اتحادیوں کے خلاف لڑائی کا اعلان کر دیا۔ اتحادی فوجیں اس وقت یورپ کی لڑائی میں مصروف تھیں۔ بحرالکاہل یا پوربی ایشیا میں ان کی فوجیں بھی زیادہ نہیں تھیں۔ اس لئے جاپانی فوجیں بے انتہا تیزی سے بڑے چھوٹے امریکی جزیروں، انگریزی علاقوں پر قبضہ کرتی چلی گئیں، ہالینڈ، فرانس اور دوسرے یورپی ملکوں کے ماتحت جو جزیرے تھے ان پر بھی جاپانی فوجوں کا قبضہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ سنگاپور اور برما کو فتح کرتی ہوئی یہ جاپانی فوجیں خود ہندوستان کی سرحد میں گھس آئیں۔ یہاں آکر یہ سیلاب خود بخود رک گیا نہ جانے کس مصلحت سے۔

ان پے در پے شکستوں سے بڑی سے بڑی طاقتوں کے حوصلے پست ہو جاتے مگر اتحادی فوجوں نے بہت ہمت اور استقلال سے کام لیا اور برابر اپنی تیاریوں میں مصروف رہے۔ ان تیاریوں کے ساتھ ساتھ ان کی سرگرمیاں بھی بڑھتی گئیں اور آہستہ آہستہ انگریزی اور امریکی فوجوں نے اپنے کھوئے ہوئے علاقوں کو واپس لینا شروع کیا۔

یورپ کی لڑائی ختم ہونے کے بعد اتحادی فوجوں نے لڑائی کے اس میدان کی طرف توجہ کی۔ اور آیوجیما اور اوکیناوا کے جزیروں میں بڑے معرکے کی لڑائیاں ہوئیں۔ جاپان ان لڑائیوں میں ہار گیا۔ پھر خود جاپانی جزیروں پر بہت سخت ہوائی حملے ہونے لگے۔ ان پیہم اور مسلسل شکستوں پر بھی بظاہر جاپان کے ارادوں میں کوئی کمزوری نہیں معلوم ہوتی تھی۔ لیکن ایٹم بم کے دو حملوں نے اس کے دو اہم مقامات کو تہس نہس کر دیا۔ اس سے اس کی کمر ٹوٹ گئی۔ پھر روس بھی اتحادیوں کا ساتھی بن گیا۔ اب تک ناطرفدار تھا یعنی جاپان والی لڑائی میں شریک نہیں تھا۔ اس کی شرکت سے جاپان کی رہی سہی ہمت بھی ٹوٹ گئی۔ اور ہتھیار ڈالتے ہی بن پڑی۔ اور یوں خدا خدا کر کے اس مصیبت کا خاتمہ ہوا۔ جاپان نے اس لڑائی کی بدولت اپنے تمام علاقے کھو دئے۔ اس کی تجارت برباد ہو گئی۔ اور اسے اب دوبارہ اپنے

پیروں پر کھڑا ہونے میں جانے کتنے دن لگیں گے۔

اس سلسلے میں سب سے خوشی کی بات یہ ہے کہ بے چارے چینیوں کو اطمینان کا سانس لینے کا موقع مل گیا۔ یہ مسلسل دس برس سے جاپانی ظلموں کا شکار تھے اور محض اپنی ہمت و استقلال کے بل پر جاپانی فوجوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔

لڑائی کی باتیں

جبریل

حامد نے ایک روز کرشنا سے یوں کہا
بولا یہ اس کا دوست تو پھر کیا کریں گے آج
سب دوستوں کو لائیں چلو ڈھونڈ ڈھانڈ کر
دونوں گئے محلے کے لڑکوں کو لائے پھر
ہر روز سن رہے ہیں کئی سال ہو گئے
یہ بات کیا ہے ہم کو سمجھنا تو چاہیے
اپنی لڑائی ہوتی ہے تھوڑی سی دیر کی
پھر دوست ہنس کے مدرسے جاتے ہیں ساتھ ساتھ
لڑتے ہیں جب تو لڑتے ہی رہتے ہیں مدتوں
کچھ دیر سوچ کر یہ کرشنا بھی بول اٹھا
جتنے بڑے ہیں سب میں یہی عیب ہے مگر
آپس میں دوست بن کے رہیں گے اسی طرح

ہر روز کھیل کود بھی اچھا نہیں ہے دوست
حامد یہ سوچ ساچ کے کہنے لگا سنو
آپس میں ہم لڑائی کا پھر تذکرہ کریں
سب کو بٹھا کے باغ میں حامد نے یہ کہا
ہر شخص کی زباں پہ ہے چرچا لڑائی کا
ہم لوگ بھی تو لڑتے ہیں آپس میں راتدن
کٹی بھی توڑ دیتے ہیں دو ایک روز بعد
لیکن یہ ان بڑوں کی لڑائی عجیب ہے
اک دوسرے کو مار بھی دیتے ہیں جان سے
ہاں دوستو! یہ بات تو بالکل بجا کی ہے
ہم بھی ہوں جب بڑے تو نہ بھولیں کبھی یہ بات
روٹھے گا کوئی دوست تو اس کو منائیں گے

ہم تو کبھی لڑیں گے نہ جھگڑیں گے دوستو!
آپس میں اتفاق بڑی شے ہے مان لو

دُنیا کا اُستاد ـــــ مشرق

پروفیسر محمد عبدالغفور

(آل انڈیا ریڈیو سے اجازت کے بعد)

یہاں سے دُور ـــــ بہت ـــــ دُور پچھم کے کسی دیس میں ایک لڑکا رہتا تھا۔ یہ تھا تو ننھا مُنّا مگر بڑا نٹ کھٹ۔ جب دیکھو ہوا کے گھوڑے پر سوار، مدرسے جاتا تو کہتا ہم سے بڑھ کر کوئی قلابازیاں کھائے تو جانیں۔ گھر پر آتا تو کہتا کوئی بیت بازی میں نیچا دکھا دے تو جانیں اس کا نام کارل تھا۔

اس میں سبھی باتیں اچھے بچّوں کی تھیں۔ ہاں ایک بات میں ذرا ہٹیلا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کا دیس دنیا کے سبھی دیسوں سے اچھا ہے۔ وہ تو اس پر بھی بس نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ہمارا دیس دنیا میں سب سے زیادہ مہذب ہے۔

کارل کے ایک ماموں تھے سیر و سیاحت کے بہت شوقین۔ جوانی میں زمین کا گز بنے ہوئے۔ ساری دنیا میں برسوں گھومتے رہے۔ اب کچھ عرصے سے گھر پر قیام تھا۔ ایک دن اُن کے سامنے بھی کارل نے کسی بات پہ اکڑ کر کہا۔ "ہمارا دیس" یہ سن کر کارل کے ماموں بولے "بھئی کارل ہمارا دیس ہمارا ہے نہ تمھارا یہ تو سبھی کا ہے اور تمدن اور تہذیب کے بنانے سنوارنے میں ایک دنیا کا ہاتھ ہے۔"

کارل میاں چمک کر بولے "واہ ہانس (HANS) ماموں بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے" "ہو سکتا کیا معنی بیٹا سچ مچ یہی بات ہے۔ کاروبار کی دنیا ہی میں نہیں، سماجی اور تمدنی دنیا میں بھی قوموں میں لین دین کا دستور ہے۔ اور یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ کاروباری دنیا میں تو لینے والا ایک نہ ایک دن دیوالیہ ہو جاتا ہے اور سماجی دنیا میں لینے والی قومیں دن بدن زیادہ سے زیادہ قیمتی ورثے کی مالک ہوتی جاتی ہیں۔ تم کہتے ہو دوسروں سے ہم نے کچھ نہیں لیا۔ اگر ہم ایک ایک کرکے وہ سب چیزیں گنوانا شروع کر دیں جو ہم نے دوسرو

سے نکالیں اور وہ جو ایک قول ہے "حق بحق دار رسید" تو اس قول کے مطابق یہ سب چیزیں ان کے پہلے ایجاد کرنے والوں کو واپس کر دیں تو یوں سمجھو کہ کپڑے لتے، برتن بھانڈے، ساز و سامان سب سے ہاتھ دھو لیں۔ دور کیوں جاؤ۔ آج صبح اٹھتے ہی تم نے جو جو چیزیں استعمال کی ہیں ان میں سے کتنی ایسی ہیں جو دوسروں نے تمھارے لئے بنائی ہیں۔ صبح اٹھتے ہی تم نے رات کا لباس اتار دیا[1] اب وعدے کے مطابق اس سوتی لباس کو دوبارہ نہ پہننا۔ یہ تمھارا ایجاد کیا ہوا تھوڑا ہی ہے۔ ہندوستانیوں نے تو سوت سے کپڑا اس وقت سے بننا شروع کر دیا تھا۔ جب ہمارے باپ دادا جھونپڑوں میں رہتے تھے اور جانوروں کی کھالوں سے تن ڈھانکتے تھے۔ ہم تو ہم ہمارے براعظم یورپ کی سب سے پہلے کی ترقی یافتہ قوموں مثلاً یونانیوں کو اس کا پتہ نہ تھا۔ یونانیوں نے پہلے پہل روئی کا پیڑ ہندوستان میں دیکھا تو حیران ہو کر پوچھنے لگے۔ یہ کس چیز کا پیڑ ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ روئی کا اور اس سے کپڑے بنتے ہیں۔ انھوں نے جھٹ اپنی یادداشت کھولی اور نوٹ کر لیا کہ "اس ملک میں اون درختوں پر اُگتی ہے"۔ اس زمانے میں ہندوستان کے علم و ہنر کا ایسا سکہ جما تھا کہ پچھم کے لوگوں نے فوراً یقین بھی کر لیا ان کی نگاہ میں تو ہندوستانی اپنی صنعت اور کاریگری کی وجہ سے انسان نہیں بلکہ جادوگر تھے، جادوگر۔"

"اچھا ماموں سوتی کپڑا تو ہو گیا چلیے، ہم سوت نہیں اون سے کام چلائیں گے"

"اچھا خیر اون سے تمھارا کام چل جائے گا مگر دن بھر کا اور پروگرام؟ سوتی کپڑے بغیر تو گذر ہو جائے گی مگر منہ دھوئے بغیر کیسے بنے گی"

"واہ ماموں کیا اس کا سبق لینے کے لئے بھی مشرق کا سفر کرنا پڑے گا؟"

جی منہ دھونے کا سبق نہیں بلکہ صابن کا استعمال ہمیں پہلے پہل مشرقی لوگوں نے سکھایا۔ ورنہ ہمارے یہاں تو ایسی کپکپا دینے والی سردی پڑتی ہے کہ ہفتوں نہانا کیا منہ دھونے کو بھی جی نہ چاہتا ہو گا۔ پانی میں مچھلی بن کر تیرنے کا لطف تو گرم دیسوں کے نصیب میں ہے۔ انھوں نے حمام، غسل خانے اور خدا جانے کیا کیا چیزیں اس سلسلے میں بنا ڈالیں۔ ٹرکش باتھ تو تم نے سنا ہو گا۔ اس کے نام ہی سے پتہ چلتا ہے کہ حمام کا یہ فیشن ایشیائے کوچک سے آیا۔ اس کے ساتھ ساتھ صابن بنانے کا فن بھی لگا چلا آیا۔ ممکن ہے اسپین کے مسلمانوں سے یہ فن ہم نے سیکھا ہو جو ایک دو نہیں سینکڑوں برس اسپین میں رہے"

[1] یورپ میں دن کا لباس دوسرا اور رات کو پہن کر سونے کا لباس دوسرا ہوتا ہے۔ اسے شب خوابی کا لباس کہتے ہیں۔

ملکوں ملکوں کا آپس کا میل جول ایسے ہی پیدا ہوتا ہے جیسے بچوں میں اکثر دو بچے ایک ہی گلی میں رہتے سہتے ہیں۔ ایک ہی میدان میں کھیلتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک صاحب نے ہاکی کا ڈنڈا خریدا تو دوسرے صاحب اور کچھ نہیں تو درخت کی خم دار ٹہنی لئے ہی گیند کے پیچھے ملکان ہو رہے ہیں۔ دونوں کا مذاق ایک، پسند ایک ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ آپس میں گہری دوستی کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔
کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تم بازار میں پورے زور سے جا رہے ہو، گویا کسی میل ٹرین کا ٹرین کا انجن لیٹ ہو گیا ہے اور جلد سے جلد اپنا وقت پورا کر لینا چاہتا ہے۔ ادھر سے ایک دوسرے صاحب بھی اسی رفتار سے آ رہے ہیں بس پھر عین چوراہے پر ٹکر ہوئی دونوں کے دونوں زمین پر آ رہے تم اپنی پیشانی سہلا رہے ہو وہ گھٹنا مل رہے ہیں لیجئے۔ ٹکر کیا ہوئی ہمیشہ کے لئے دوست مل گئے۔

(باقی آئندہ)

بچوں کی کوششیں

پہیلیاں

ایک درخت سے آم گرا۔ کسی نے دیکھا پر وہ نہ دوڑا۔ دوڑنے والا کوئی اور تھا پر وہ اُٹھا نہ سکا۔ اُٹھانے والا کوئی اور تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ وہ کھا نہ سکا۔ کھانے والا کوئی اور تھا

——— آنکھ، پاؤں، ہاتھ، منہ

چار یار چلے بازار، ایک کے سر پر ٹوپی، ایک کے سر پر بال، ایک کے پیٹ میں گودا، ایک کے پیٹ میں دال

——— انار، ناریل، کیلا، امرود

سفید مرغی: ہری موچھ

——— مولی

بجھارتیں

نعیم الرحمٰن، سہانپور

وہ کون سی چیز ہے جو آسمان میں نہیں زمین میں ہے

——— قبر

وہ کون سی چیز ہے جو زمین میں نہیں آسمان میں ہے

——— تارے

وہ کون سی چیز ہے جو قرآن میں نہیں

——— جھوٹ

اِدھر لکڑ اُدھر لکڑ، بیچ میں بیٹھے مسٹر صفدر

——— بادام

پھولوں کے نام بوجھو[1]

وحیدا احمد خاں پرویز یوسف زئی

۱۔ مجید کا گلا بہت اچھا ہے۔

۲۔ بی لالی کیا کر رہی ہو۔

۳۔ ارے رامو گرا۔

۴۔ رامو تیاری کرو، کل اجمیر جائیں گے۔

۵۔ رامو گیند آئی۔ پکڑ لو۔

پہیلی:-

مخمل کی تھیلی میں اڑی اڑی کے بیج ——— بروج

[1] (۱) گلاب - (۲) بیلا (۳) موگرا، (۴) موتیا - (۵) گیندا

عقل مند وزیر

سید رفیق احمد قرول باغ

شاہ جہاں کا ایک وزیر تھا سعد اللہ خان - ایک دفعہ سعد اللہ خاں نے دیکھا کہ بادشاہ کچھ اداس اداس ہے۔ اس نے کہا آج حضور کچھ اُداس اداس معلوم ہوتے ہیں؟ بادشاہ نے کہا بات یہ ہے کہ شاہ ایران نے مجھے خط لکھا ہے کہ تم ہو تو ہندوستان کے بادشاہ مگر تمہارا لقب ہے شاہ جہاں۔ اس لقب سے ہماری تذلیل ہوتی ہے اس لئے یا تو تم اس لقب کو چھوڑ دو ورنہ ہم سے لڑائی لڑلو۔ سعد اللہ نے کہا "حضور گھبرانے کی کیا بات ہے، حضور جواب لکھ دیں۔ بادشاہ نے کہا" کیا جواب لکھوں"؟ سعد اللہ نے کہا" لکھ دیجئے کہ حروف ابجد کے لحاظ سے شاہ جہاں اور شاہ ہند کے نمبر برابر ہوتے ہیں اس پر بادشاہ نے سعد اللہ کو انعام دیا اور شاہ ایران کو یہی خط لکھ دیا۔ شاہ ایران اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

مکڑی اور بھونرے کی کہانی

ناہید اختر، کلکتہ۔

ایک مکڑی تھی اس نے جالا تن رکھا تھا۔ ایک دن ایک بھونرا اس میں پھنس گیا۔ بھونرا مکڑی سے بولا تم مجھے چھوڑ دو۔ روز تمھیں پھول لا دیا کروں گا۔ مکڑی نے اُسے چھوڑ دیا۔ بھونرا روز مکڑی کو پھول لا دیتا۔ ایک دن بھونرے کو کچھ دیر ہو گئی۔ مکڑی نے کہا" آج میں تمھیں کھا لوں گی اور اُسے جالے میں پھانس لیا۔ بھونرے نے پھر کہا" اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں تمھیں اپنا لڑکا دے دوں اور روز تمھیں پھول بھی لا دیا کروں گا۔ مکڑی نے اسے پھر چھوڑ دیا۔ بھونرے نے اپنا لڑکا مکڑی کو دے دیا۔ ایک دن اس لڑکے نے مکڑی کے جالے میں آگ لگا دی۔ مکڑی بھی جل گئی، جالا بھی جل گیا اور خود ہنسی خوشی اپنے ابا بھونرے کے پاس بھاگ آیا۔

کرنی بھرنی

نسیم اللہ ترتارن

ایک بوڑھی عورت کے یہاں بہت سے نوکر تھے۔ گھر میں ایک مرغ بھی تھا۔ یہ صبح تڑکے اذان دیا کرتا تھا۔ اذان کے ساتھ ہی نوکروں کو کام کے لئے اُٹھنا پڑتا تھا۔ نوکروں نے سوچا کہ اس مرغ کی اذان کی بدولت صبح کو اٹھنا پڑتا ہے اس لئے اُسے ختم ہی کر دینا چاہئے اور اس بے چارے کو ذبح کر دیا۔ بوڑھی عورت نے دیکھا اب صبح کو جگانے والا تو کوئی ہے نہیں۔ یہ کام خود ہی کرنا چاہیے۔ نوکروں کو آدھی رات ہوتے جگا دیتی اور کام پر لگا دیتی۔ نوکروں نے اپنے کئے کی سزا پائی اور مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔

"پیام تعلیم" جوبلی فنڈ

(ایڈیٹر)

ہمیں یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی کہ بمبئی میں بچوں اور بچیوں نے بھی جوبلی فنڈ میں اچھی اچھی رقمیں دی ہیں۔ برادر محترم جناب حارث صاحب (بانی جامعہ ایڈیٹر روزنامہ ہلال) کی بچی عزیزہ عائشہ حارث نے خود اپنے پاس سے اس مد میں ۲۵ روپے دیے ہیں۔ ایک اور ڈھائی برس کا بچہ شوکت عمر اس نے ۱۰۰ روپے ہمدرد ان جامعہ میں اور ۲۵۰ روپے جوبلی کے لیے دیے ہیں۔ اس بچے کو جیب خرچ کے جو پیسے ملتے تھے انھیں ایک ڈبے میں جمع کرتا رہتا تھا۔ جب جناب شیخ الجامعہ (ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب) جوبلی فنڈ کے سلسلے میں بمبئی تشریف لے گئے تو اس کے گھر میں بھی ان کا اور اُن کے کام کا ذکر ہونے لگا۔ ایک دن شیخ الجامعہ صاحب سے اس بچے کی ملاقات کرائی گئی۔ یہ کہنے لگا یہ سب پیسے ڈاکٹر صاحب کو دے دو۔ یہ بچوں کو الف ب پڑھائیں گے۔ میں بھی جامعہ جاکر الف بے پڑھوں گا۔
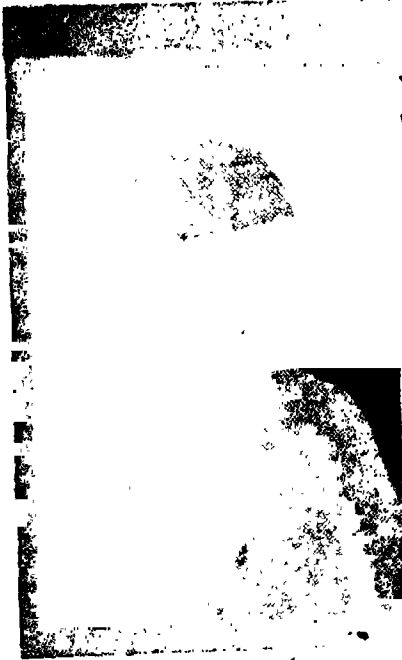
شوکت عمر۔ بمبئی

اسماعیل بیگ محمد گرلس اسکول کی بچیوں نے بھی اس معاملے میں بہت جوش دکھایا ہے اور اپنے جیب خرچ سے کافی رقم جمع کرکے "جوبلی فنڈ" میں دی ہے۔

ہمارے عزیز پیامی حارث کمال جعفری نے پیام تعلیم جوبلی فنڈ کا اعلان پڑھتے ہی ہمیں ایک روپیہ بھیجا ہے۔ اُن کے سیدھے ہاتھ اور پیر میں چوٹ آ گئی تھی مگر انھوں نے میرے اچھے ہونے کا انتظار نہیں کیا اور اپنے بزرگ جناب محمد عثمان صاحب سے منی آرڈر بھجوا دیا۔ عزیزہ حامد رضا کریم (بھاگلپور) کا عطیہ ہمیں مل گیا ہے۔ عزیزی سید مہدی امام رضوی نے ۲ روپیے بھیجے ہیں اور وعدہ کیا ہے کہ اور رقم بھی جمع کرکے بھجوائیں گے۔

مزے مزے کے کھیل

انڈوں کا گلدستہ

مشتاق احمد اعظمی

ذرا سی محنت سے انڈوں کے چھلکوں کا بہت ہی خوب صورت گلدستہ بن سکتا ہے۔ اصلی پھول تو دو دن میں مُرجھا جائیں گے اور یہ ہمیشہ تازہ رہے گا۔

اگر تم اپنی امّی سے دو تین دن پہلے ہی کہہ دو کہ ذرا کسی تیز چاقو سے انڈوں کو صفائی سے توڑا کریں تو تمھیں کام کے خول مِل جائیں گے۔

اب یہ سامان اکٹھا کر لو دس بارہ چھلکے۔ بارہ موتی یہی معمولی چینی کے موتی جو تسبیح یا معمولی مالاؤں میں استعمال ہوتے ہیں۔ گہرے ہرے رنگ کا۔ باریک کاغذ۔ پھولوں کے ڈنٹھل بنانے کے لئے باریک تار یا پتلی پتلی بانس کی تیلیاں۔ رنگ اور گوند۔

چند چھلکے گلابی رنگ میں رنگ دو۔ چند پیلے اور چند نیلے رنگ میں۔ انھیں دھوپ میں رکھ کر پھر اُسی رنگ کا گاڑھا رنگ لے کر چھلکوں پر چند لکیریں کھینچ لو یہ ہوگئیں پنکھڑیاں۔

پھول تیار ہیں۔ اب ڈنٹھل بنانا ہیں۔ تار یا بانس کی تیلیوں کے دس، بارہ انچ لمبے جتنے پھول ہوں اتنے ہی ٹکڑے کاٹ لو۔ اب ہرے کاغذ کی ایک انچ چوڑی دھجیاں کاٹ کر ان پر گول گول لپیٹ لو۔ اگر تار بہت پتلا ہو تو پہلے اس کے اوپر کوئی اور کاغذ لپیٹ لو تاکہ ذرا موٹا ہو جائے۔ اور پھر اُس کے اوپر ہرا کاغذ لپیٹ لو۔ اب یہ کرو کہ تار یا تیلی کے ایک سرے میں ایک موتی پہنا دو اس طرح کہ پھر نہ نکل سکے۔ تار ہو تو یہ کرو کہ اس
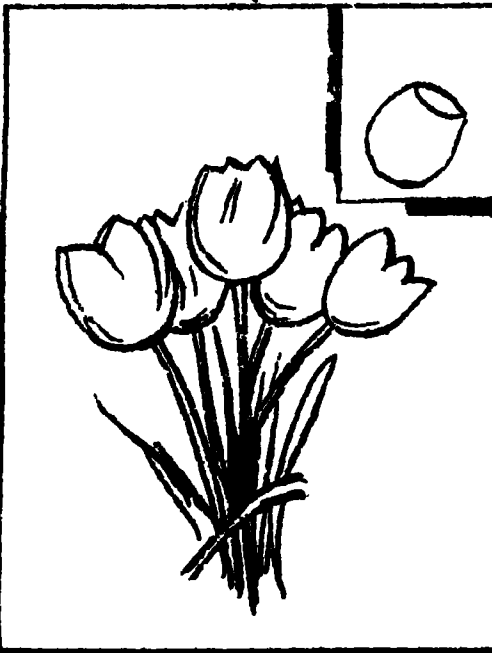
کا سرا موتی کے اوپر موڑ دو اور اگر بانس کی پتلی ہو تو ایک طرف موٹی ہو، پتلی طرف سے موتی پر دکر موٹی طرف کر دو۔ اب چھلکے کے پیندے میں کسی نوکیلی چیز (مثلاً تکلی) سے سوراخ کر لو اور تار یا تیلی کے اس سرے کو جدھر موتی نہیں ہے چھلکوں میں ڈال کر باہر کھینچ لو۔ موتی والا سرا چھلکے کے اندر اٹک جائے گا۔ اب کاغذ کی ایک چھوٹی سی دھجی کے کر سوراخ کے قریب جو ڈنٹھل کا حصہ ہو اس پر لپیٹ کر چھلکے کے پیندے سے چپکا دو۔ تاکہ چھلکا نیچے کھسک نہ آئے اگر چاہتے ہو کہ پھولوں کے ساتھ چند پتیاں بھی ہوں تو اسی ہرے کاغذ میں سے ڈنٹھلوں سے کچھ لمبی دھجیاں کاٹ لو۔ ایک سرے میں قینچی سے کاٹ کر پتی نما بنا لو، اور ڈنٹھلوں کے ساتھ رکھ کر سب کو ایک ساتھ باندھ دو۔

گھر میں کوئی گل دان ہو تو اپنے اس گلدستے کو اس میں لگا دو۔ ورنہ ٹین کے ڈبے یا مٹی کے پیالے میں گیلی مٹی بھر کر گلدستے کو اس میں گاڑ دو۔ اب اس گلدستے کو اپنے کمرے میں میز پر یا طاق میں سجا کر رکھ دو۔

کیوں! اپنی محنت کا نتیجہ دیکھ کر تمھارا جی خوش ہوا یا نہیں۔

(السٹریٹڈ ویکلی سے)

تاریخ ہند کی کہانیاں

تاریخ بچوں کے لئے روکھی پھیکی چیز ہے۔ اسی خیال سے مصنف نے اسے کہانیوں کے انداز میں لکھا ہے۔ کہ بچوں میں مقبول ہو۔ کتاب سچ مچ ایسی دلچسپ ہے کہ پڑھنا شروع کرو تو پڑھتے چلے جاؤ۔ اس مرتبہ پانچویں بار چھپی ہے۔ قیمت حصہ اول ۵؍ دوم ۸؍

مقناطیس کی کہانی

اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ مقناطیس کیا ہے کس نے اسے معلوم کیا، کس طرح لوگوں نے اس کے متعلق تجربے کئے اور اس سے کیسے کیسے کام لئے جا رہے ہیں۔ سائنس کا خشک موضوع ہے۔ مگر مصنف کے انداز بیان نے سچ مچ ایک مزے دار کہانی بنا دیا ہے۔ قیمت ۵؍

معما نمبر ۹

پہلا انعام ... ... عہ/

دوسرا انعام ۶/

(۱) انعام میں کتابیں دی جائیں گی (۲) انعام ایک ہی ہوگا۔

دائیں سے بائیں

۱۔ آپ سب کو یہ مبارک ہو
۴۔ گھوڑوں اور بیلوں کے پاؤں میں لگانے کا آہنی حلقہ۔
۶۔ اس کا نام لیتے ہی منہ میں پانی بھر آئے گا (بے ترتیب)
۸۔ اس لفظ کو تعریف کرنے کے موقع پر آ نا کے ساتھ دو مرتبہ بولتے ہیں۔
۱۰۔ یہ ایک بہترین نعمت ہے۔
۱۱۔ ایک د ملا دو تو لندن بن جائے۔
۱۴۔ اپنی کہانی
۱۵۔ .. ک = تنگ
۱۶۔ یہ اس وقت اپنا ہے۔ جب تک اپنے پاس ہے۔
۱۷۔ لفظ بمعنی دنیا
۱۹۔ جنوں سے دریافت کرکے غیب کی خبریں بتانے والا
۲۰۔ شیطان کو بھگانا ہو تو اسے پڑھ دو۔
۲۱۔ مفلسی میں معمولی یہ بڑی تکلیف کا باعث ہوتی ہے (الٹا)

اوپر سے نیچے

۱۔ شوق کیسا ہی ہو۔ یہ ہوتا اچھا نہیں۔
۲۔ پیغام الہی الٹا
۳۔ قصیدہ اور ہجو کے موجد۔ (بے ترتیب)
۵۔ پھٹکار = تفریق
۷۔ دہلی میں عید کی نماز کے بعد خوب بارش ہوئی۔ لوگوں کے کپڑے پانی میں ... ہوگئے۔
۹۔ اس قسم کی چیز کے استعمال سے ہمیں بچنا ہی چاہیے۔ بے ترتیب
۱۱۔ ہر ہندوستانی نے یہ بات مان لی ہے کہ آزادی اس کا پیدائشی حق ہے۔
۱۳۔ اس صوبے میں پھر قحط شروع ہو رہا ہے۔
۱۴۔ بہادر شاہ :۔ مرزا تم روزہ کیوں نہیں رکھتے؟
۔۔ب :۔ پیر و مرشد جب کھانے کو کچھ نہیں ملتا تو روزہ ہی کھا لیتا ہوں۔
۱۸۔ اس مزاج کا آدمی سوسائٹی میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔
۱۹۔ یہ تو آپ .. معلوم ہی ہوگا کہ شیخ الجامعہ صاحب نے جامعہ کی جوبلی کے لئے دس لاکھ روپے کی اپیل کی ہے۔

معمے کے قواعد صفحہ ۲۸۶ پر دیکھو۔

پیام برادری

جیسا کہ تمھیں معلوم ہوگا برادری کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ پیامیوں کو ان کے خاص شوقوں میں مدد دی جائے اور انھیں اس کا موقع دیا جائے کہ وہ اپنے اپنے شوق کو کمال تک پہنچائیں۔ لیکن کبھی اچھے شوق کو اگر کسی کا شوق توڑنا پھوڑنا ہے اور وہ اسی میں کمال حاصل کرنا چاہتے تو اس کا کمال دوسروں کے لئے وبال ہو جائے گا۔

اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اکتوبر سے ہم کھیلوں اور مختلف مشغلوں کے انعامی مقابلوں کا سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔ مثلاً کبھی مقابلے کا موضوع یہ ہوگا کہ کون سب سے اچھی ڈرائنگ بناتا ہے۔ کبھی یہ ہوگا کہ کون سائنس پر سب سے اچھا مضمون لکھتا ہے۔ بہرحال موضوع ہمیشہ تمھارے "خاص شوق" میں سے ہوگا۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم ان مقابلوں میں پوری دلچسپی سے حصہ لوگے۔

جو پیامی اور پیام برادری کی شاخیں قلمی رسالے نکالتی ہیں یا کوئی اور ادبی کام کرتی ہیں۔ وہ اپنے کام سے مجھے مطلع کرتی رہیں اور یہ بہت ضروری ہے کہ کم از کم قلمی رسالے کی ایک کاپی میرے پاس بھی بھیجیں۔ تاکہ میں دوسروں کو بھی دکھا سکوں۔ بہت سے ممبر "کتب" کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں لیکن میرے پاس ایک پرچہ بھی نہیں!۔

جولائی کے پرچے میں یہ چھپا تھا کہ ایبٹ آباد کی برادری والوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اسکول میں بجائے انگریزی کے اردو میں باتیں کریں گے۔ اب اسد مجھ پر بہت خفا ہو رہے ہیں۔ کہتے ہیں ہم نے انگریزی میں کبھی بات نہیں کی۔ بلکہ ایک مقامی بولی "ہندکو" میں گفتگو کرتے تھے۔ اور ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا ہندکو کے بجائے اردو میں کریں گے۔

اس جنگ میں ایسے نئے نئے ہتھیار استعمال ہوئے ہیں کہ دنیا نے کاہے کو کبھی دیکھے ہوں گے۔ جس طرح تم ٹکٹ اور تصویریں وغیرہ جمع کرتے ہو۔ کیا ان کی تصویریں جمع کرنا دلچسپ نہ رہے گا؟ ہر ہتھیار کے متعلق یہ معلوم کرو (۱) کس نے ایجاد کیا۔ اور کب (۲) کتنی لاگت آتی ہے (۳) کس کام آتا ہے (۴) کیا لڑائی بعد اس سے بگاڑنے کے بجائے بنانے کا کام بھی لیا جا سکتا ہے۔ دیکھیں کس کے البم میں سب سے زیادہ تصویریں اور معلومات ہوتی ہیں۔ ہمیں بھی دکھانا اپنے اپنے البم، اچھا

معمّا بعض پیامیوں کی یہ رائے ہے کہ معمّے کا انعام بہت ہی کم ہے فیس داخلہ بھی بڑھا دی جائے اور انعام بھی۔ اگلے حل کے ساتھ تم لوگ بھی اپنی رائے لکھ بھیجنا۔ معمّا نمبر ۷ میں بہت سے پیامیوں نے حصہ لیا۔

پہلا انعام ۔ معمّا نمبر ۷ (جولائی [illegible]ء) فی کس [illegible]

۱۔ اختر سعید ۔ پیلی بھیت
۲۔ محمد مظفر علی خاں ۔ [illegible]
۳۔ عزیزہ فاطمہ ۔ سہارنپور
۴۔ محمد حفیظ اللہ ۔ جودھپور
۵۔ اوم پرکاش گپتا ۔ جمشید پور
۶۔ [illegible] ۔ گوالی [illegible]
۷۔ شیخ عبدالعلیم عرف فیروز عالم ۔ کان پور
۸۔ تصدیق امین خاں ۔ علی گڑھ

دوسرا انعام ۔ معمّا نمبر ۷ (جولائی [illegible]ء) فی کس [illegible]

۹۔ محمد نبیل ۔ منٹگمری
۱۰۔ محمد حمزہ ۔ گیا
۱۱۔ اعجاز حسین عقیل ۔ گیا
۱۲۔ سید نسیم طاہر ۔ بھوپال
۱۳۔ سید صباح الدین ۔ [illegible]
۱۴۔ عارف میاں ۔ برہانپور
۱۵۔ ایس۔ اے۔ عثمانی ۔ جودھپور
۱۶۔ عبدالستار ۔ جودھپور
۱۷۔ سلیم النسا ۔ جودھپور
۱۸۔ عقیل احمد ۔ اعظم گڑھ
۱۹۔ فردوس انجم ۔ الہ آباد
۲۰۔ فردوس اسما ۔ "
۲۱۔ حبیب احمد ۔ راج نند گاؤں
۲۲۔ نواب مرزا ۔ جودھپور
۲۳۔ صلاح الدین ۔ دہلی
۲۴۔ سید ظفر حسین ۔ بریلی
۲۵۔ خوشنود حسن خاں ۔ رام پور
۲۶۔ شمیم عالم خاں ۔ بلند شہر
۲۷۔ محمد عتیق اللہ خاں ۔ حیدرآباد دکن
۲۸۔ سید جلیس الدین سحر ۔ مراد آباد
۲۹۔ منصور احمد فاروقی ۔ سیالکوٹ
۳۰۔ محمد اشرف دادا بھائی ۔ رانچی
۳۱۔ سعید الحسن قدوائی ۔ ہردوئی
۳۲۔ عبدالستار خاں تاتاری ۔ بھاٹا پارہ

برادری کی رپورٹیں :-

۹ر جولائی کو پیام برادری قرول باغ کا چوتھا جلسہ انیس الرحمٰن صاحب کی کوٹھی پر منعقد ہوا۔ ستندر ناتھ جو اب تک برادری کے صدر تھے جامعہ نگر اوکھلا چلے گئے۔ ان کی جگہ نئے صدر کے انتخاب کے لئے یہ جلسہ منعقد ہوا۔ اصل کارروائی سے پہلے انیس الرحمٰن اور غلام حیدر کی ٹولیوں میں بیت بازی کا مقابلہ ہوا۔ انیس الرحمٰن نے لطیفے سنائے۔ ستندر ناتھ نے ایک نظم "ہندی شیر" پڑھی، پھر محمود الحسن نے "ہم جلسے کیوں کرتے ہیں اور ان سے کیا فائدے ہیں؟" پر تقریر کی۔ ناظم نے مع ساتھیوں کے اپنے کلب کا ترانہ سنایا۔ صاحب رضا نے ایک دلچسپ کہانی سنائی۔ ستندر ناتھ نے "پیام برادری کے مقاصد" پر ایک تقریر کی۔ یہ تقریر اتنی سلجھی ہوئی اتنی پرجوش تھی کہ حاضرین نے بے اختیار مرحبا کی صدائیں بلند کیں۔ مربّی جناب قیصر صاحب نے ستندر کو برادری کا ایک بیج بطور انعام پیش کیا۔

محمد اسلم نے جن کی عمر ۶ سال ہے چیل اور کوّے کی کہانی سنائی۔ یہ کہانی اتنی دلچسپ تھی اور اتنی اچھی طرح ادا کی گئی کہ ان کو بھی ایک کتاب

بطور انعام دی گئی۔
ووٹنگ سے ایک دن پہلے ہی نام پیش کر دئے گئے تھے۔ صدر کے لئے حفیظ الدین اور محمود الحسن کے نام پیش ہوئے تھے اب ووٹنگ شروع ہوئی۔ دونوں امیدواروں کے مددگاروں نے پروپیگنڈے کا حق ادا کر دیا۔ ایک دوسرے کے کارٹون بنا بنا کے گتے پر فقرے لکھ اوراق کو دیواروں اور درختوں پر چسپاں کر دیا۔ نعروں سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ ووٹ گنے گئے تو محمود الحسن کو ۳۵ اور حفیظ الدین صاحب کو ۱۴ ووٹ ملے۔ لہٰذا محمود الحسن صدر مقرر ہوئے۔ نائب ناظم کے لئے دو نام پیش ہوئے تھے۔ ممتاز صدیق، انیس الرحمٰن۔ انیس کو ۲۹، اور ممتاز کو ۲۵ ووٹ ملے۔ لہٰذا انیس نائب ناظم مقرر ہوئے۔
اس کے بعد آموں کی پارٹی ہوئی اور جلسہ برخاست ہوا۔

پیامیوں سے

خالدہ بیگم، مرادآباد:۔ ویسے تو شاید تمھارے پاس ہونے کی اتنی خوشی نہ ہوتی۔ لیکن مٹھائی کا نام سن کر جی چاہتا ہے کہ تم سال میں پچاس بار پاس ہوا کرو۔ غم نہ کرو میں خود کبھی مرادآباد آؤں گا تو مٹھائی کھالوں گا۔ ہاں چھپ سکتے ہیں لیکن بہت ہی مختصر ہوں اور دلچسپ۔

اسلام حبیب اللہ خاں علی گڑھ:۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ یہ پرچہ تمھیں بہت پسند ہے۔ مگر یہی ایک خرابی ہے کہ وقت پر کبھی نہیں پہنچتا۔ ہے نا؟ دو تین ماہ اور صبر کرو۔

سید جلیس الدین سحر مرادآباد:۔ (۱) معمے کے انعام سے پیام تعلیم کے خریدار تو بن سکتے ہو۔ لیکن اور رسالے کے نہیں (۲) ہاں، اور بھیج کر پیام تعلیم کے خریدار بن سکتے ہو (۳) کوئی حرج نہیں اگر شروع میں صرف ۶ ہی ممبر ہوں۔ قطرہ قطرہ مل کر دریا ہو جاتا ہے۔

محمد شرف احمد جودھپور:۔ (۱) نہیں بھئی نور اللغات مکتبے میں نہیں ہے (۲) معمے کے انعام میں دوسروں کی چھاپی ہوئی کتابیں بھی مل سکتی ہیں۔ بشرطیکہ وہ مکتبے میں موجود ہوں (۳) کتاب نما اب شائع نہیں ہوتا (۴) انعام اور فیس بڑھانے کا ذکر اس پرچے میں کر دیا گیا ہے۔

محمد ہارون محمد صابر۔ مالیگاؤں:۔ پیام تعلیم کے صفحات زیادہ کرنے کی غرض سے ہم نے حکومت سے کاغذ مانگا تھا۔ وہاں سے جواب آیا کہ "حکومت ہند کو بہت افسوس ہے کہ فی الحال اس سے زائد کاغذ نہیں مل سکتا"۔

صلاح الدین۔ دہلی:۔ جوبلی فنڈ میں اگر تم ایک پیسہ بھی دوگے تو وہ بھی شکریے کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

عبدالسلام خاں تاتاری۔ بھاٹا پارہ:۔ اچھا بھائی بھاٹا پارہ ہی سہی۔ میں عموماً ضلع کا نام لکھتا ہوں۔ ضرور ممبر بن جاؤ۔

واہ بھائی رعایت کا کیا سوال۔ کیا تین روپے سالانہ بہت زیادہ ہیں؟

عزیز پرستار سید ... ۵ر جولائی کو عزیزہ سید کے نانا مصباح الدین احمد صاحب قادری چشتی" کا انتقال ہو گیا۔ پیامیوں سے امید ہے کہ اُن کے حق میں دعائے خیر کریں گے۔

آصف علی خاں، یو۔پی :۔ بھئی بہت افسوس ہے کہ تمھارا حل غلط ہو گیا۔ پہلی کوشش جو تھی۔ دیکھیں تم لوگ جوبلی فنڈ کا چندہ کب بھیجتے ہو۔

اقبال احمد خاں نور گڑھ شنکر :۔ تمھارے شوق بہت اچھے ہیں۔ پیام کا رنگ تجویز پیام برادری کے ممبروں کے متعلق تھی۔ عام پیامیوں کے متعلق نہیں۔ بھئی فلمی ایکٹروں کے حالات اپنے رسالوں میں نہیں شائع ہوتے۔

نعیم احمد زبیری، ناندیڑ :۔ اجازت کی کیا بات ہے تم شوق سے آؤ۔ آنے سے پہلے اطلاع کر دینا۔ بھئی مضامین اتنے زیادہ آتے ہیں اور گنجائش اتنی کم ہوتی ہے کہ ہر ایک مضمون کا شائع کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ کیا گلدستے کا نمونہ میں بھی دیکھ سکتا ہوں۔

محمود احمد کریمی، دربھنگہ :۔ ابو غانم کا پتہ یہ ہے۔ مدرسہ اصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ۔ تمھارا خریداری نمبر ۱۵۳۵ ہے۔

ریحانہ قمر افروز، حیدر آباد دکن :۔ لڑکیوں کے پتے رسالے میں شائع نہیں ہوتے۔ میں تمھیں الگ خط لکھ رہا ہوں۔

محمد معز الدین کٹھیار :۔ بڑا ہی افسوس ہے کہ تمھارا داخلہ سائنس میں نہ ہو سکا۔ بہر حال تمھارے آرٹس کے مضامین بہت اچھے ہیں۔ پتہ تبدیل کر دیا گیا ہے۔

اسرار قادری، ہسپورہ :۔ افسوس ہے کہ تمھارا حل صحیح نہ ہو سکا۔ خیر، پہلی کوشش تھی۔

کوکب قدسجاد علی مرزا، مدھیپورہ :۔ بھئی فلمی رسالے والے میرے پاس کوئی زائد کاپی بھیجتے ہی نہیں بلکہ یوں مجھو کہ لاٹھی مارتے ہیں لکھتے ہیں فوراً تصحیح کر کے واپس کر دیجئے۔ میں تے جلد جلد دیکھا اور واپس کیا دیکھو اس رسالے میں لکھا تو ہے۔

صفدر علی گوالیار :۔ خواجہ یوسف الدین سنگاریڈی۔ بھئی برطانوی حکومت کے ٹکٹ بھیجا کرو۔ اسٹیٹ کے ٹکٹ یہاں نہیں ملتے۔

ایم۔ الیس عثمانی، جودھپور :۔ ہاں بھائی۔ الیس ایم غلط چھپ گیا۔ تمھارا حل صحیح نہیں ہے تم نے فرقہ وارانہ لکھا ہے

سعید الحسن قدوائی، بارہ بنکی :- جس کا نام نہ چھپے اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا حل غلط تھا۔ تمھارے حل میں دو غلطیاں تھیں " " " " نام"۔ ہاں مضامین چھپ سکتے ہیں، لیکن دو شرطیں ہیں۔ مختصر ہوں اور دلچسپ۔

حارث کمال جعفری ایڈی کمٹ :- مجھے بڑی خوشی ہے کہ تم جامعہ میں آرہے ہو، یہاں آنے کے بعد مجھ سے ملنا اپنے والد صاحب سے میرا سلام کہو۔

محمد سعید اسلم بہار :- پتہ تبدیل کیا گیا۔ ہاں، ہاں شوق بدل سکتے ہو۔

نئے ممبر:-

نام		عمر	خاص شوق
۱۔ ظہیر الدین۔ سیالکوٹ		۱۰ سال	مطالعہ کتب
۲۔ محمد طارق	"	۱۰ "	" " سیر و سیاحت
۳۔ اکرام الحق	"	۱۲ "	" " " "
۴۔ محمود احمد	"	۱۴ "	" " " "
۵۔ منظور الحق	"	۱۳ "	" "
۶۔ محمد تقی۔ دہلی			
۷۔ حارث کمال جعفری ایڈی کمیٹ			
۸۔ عزیز فاطمہ، سہارنپور		۹ "	کتابیں جمع کرنا۔
۹۔ ح۔ نکہت۔ سیتا پور		۱۲ "	تصویریں بنانا اور جمع کرنا۔

پیام برادری، ایبٹ آباد

نام	عمر	خاص شوق
۱۰۔ راجہ قمر الزماں	۱۵ "	مطالعہ۔ حکمت
۱۱۔ دوست محمد	۱۳ "	" " ۔ لغت دیکھنا
۱۲۔ عبد الحفیظ فاروقی	۱۵ "	کھیلنا کودنا اور پڑھنا
۱۳۔ محمد مختار قریشی	۱۲ پلہ "	قومی خدمت
۱۴۔ سلیم اختر فاروقی	۷ "	کھیلنا کودنا اور پڑھنا۔

برادری قرول باغ

نام	عمر	خاص شوق
۵۔ نریندر سنگھ	۱۱ سال	اسکاؤٹنگ۔ نظمیں۔ ہاکی
۶۔ ہری کشن	۱۴ "	" " کہانیاں
۷۔ رام کرشن	۱۱ "	کرسی بنانا
۸۔ ہری رام	۸ "	"
۹۔ انیس الرحمٰن	۱۵ "	" " ممالک غیر کے ٹکٹ جمع کرنا۔
۱۰۔ محمود الحسن قریشی	۱۴ "	ہاکی۔ اسکاؤٹنگ

ساطان تعلیم انظرگدام کے بہت سے خاص شوق ہیں۔ مثلاً سائنس کی ایجاد۔ باغبانی، مصوری، کشتی رانی آٹوگرافس۔ بڑے آدمیوں کے ہونٹوں کی تصویریں جمع کرنا، ورزش، رنگین پرندوں کے پر جمع کرنا۔
ہم شوق پیامی ان سے خط کتابت کریں۔

ٹکٹ
میرے پاس حیدرآبادی ٹکٹوں کی کثیر تعداد ہے۔ ٹکٹوں کے کوئی شوقین بھائی مبادلہ کرنا چاہتے ہوں تو دوسرے ملکوں اور ریاستوں کے ٹکٹوں سے مبادلہ کر سکتے ہیں۔ خط کتابت کے لئے خط جوابی ہونا چاہیے۔ پتہ :- عبدالہادی سبحانی۔ مڈل ہائی اسکول۔ حیدرآباد دکن۔

صحیح حل معمانمبر ۲ جولائی ۳۵ء

ش	ے	پ	■	ہ	د	ن	ج
ل	د	ل	و	■	م	ق	ر
■	ب	■	م	ہ	ر	و	ا
ے	ن	ی	ہ	م		ل	غ
■	ا	خ	■ ے	■ ں	■ ز		
■	■	ر		ر	ا	ز	گ
ہ	ر	ے	ت		■ ز		ن
■	ا	و	و		■ ب	■ ت	

معمے کے قواعد

(۱) حل کے ساتھ ۲ کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں (۲) ایک سے زیادہ حل بھی بھیجے جا سکتے ہیں۔ ہر حل کی علاحدہ فیس ہو۔ ۳ حلوں کی ساتھ دو انعام تقسیم کر دیے جائیں گے۔ قرعہ اندازی نہ ہوگی (۳) تمام حل رسالہ پہنچنے کے پندرہ دن بعد دفتر پیام تعلیم دہلی پہنچ جانے چاہئیں (۴) ایڈیٹر کا فیصلہ قطعی ہوگا۔ پیام تعلیم میں چھپے ہوئے کوپن کے علاوہ اور کوپن بھی لے لئے جائیں گے۔ کوپن میں کوئی حرف مٹا یا مٹا ہوا ہوگا یا پنسل سے بھرا ہوا ہوگا تو مقابلے میں شامل نہ کیا جائے گا (۵) چھوٹی اور بڑی ے کا فرق لازمی کرنا ہے۔ پتہ :- سب ایڈیٹر پیام تعلیم۔ دہلی۔ قرول باغ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۹۶۱

پیام تعلیم :- دہلی۔ سی۔ پی۔ یو۔ پی۔ برار، میسور۔ قلات، بنگال
رام پور۔ حیدرآباد۔ سندھ۔ کشمیر۔ پنجاب، بہار اور سرحد کے
محکمۂ تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ منیجر

فہرست مضامین اکتوبر ۱۹۴۵ء

جلد ۲۷ نمبر ۱

قیمت سالانہ
سے ر

فی پرچہ
ہم ر

ایڈیٹر :- محمد حسین حسان

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد عابد حسین ایم اے پی ایچ۔ ڈی، دہلی پرنٹنگ پریس دہلی

بچوں سے باتیں

ایڈیٹر

پیام برادری کی بعض شاخیں اپنے قلمی رسالے بھی نکالتی ہیں۔ ان میں ایبٹ آباد کی شاخ کا قلمی رسالہ کتاب سب سے کامیاب ہے۔ عزیزی اسد طاہر حسینی اس کے ایڈیٹر ہیں۔ ان کا ایک ڈراما مکتب کے تازہ پرچے میں نکلا تھا "ڈرپوک ڈاکو" اسے ہم اس پرچے میں نقل کرتے ہیں امید ہے کہ پیامی اسے پسند کریں گے

بچوں کی کوششوں کے صفحے میں ہم نے کچھ باتیں لکھی ہیں۔ امید ہے کہ پیامی ان کا خاص طور پر خیال رکھیں گے۔

لطیفے، پہیلیاں اور بجھارتیں تو اب ہمارے پاس کافی آنے لگی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ پیامی اپنے پرچے کے لئے کارٹون بھی بھیجا کریں۔ یہ کارٹون چاہے خود اُن کے بنائے ہوئے ہوں یا کسی اچھے کارٹون کو سامنے رکھ کر بنائے ہوں۔

اگلے مہینے (نومبر میں) لندن میں تمام دنیا کے ملکوں کی تعلیمی کانفرنس ہو رہی ہے کوئی پچاس ملک اس کانفرنس میں شریک ہوں گے۔ ہمارے شیخ الجامعہ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب بھی اس کانفرنس میں شرکت کے لئے انگلستان تشریف لے گئے ہیں۔ نومبر کے آخری ہفتے میں آپ واپس تشریف لائیں گے۔

جامعہ اسکاؤٹ کے سلسلے میں اخلاص احمد صاحب صدیقی اور ان کے ساتھیوں کی سرگرمیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ ابھی پچھلے مہینے تعلیمی مرکز اور قرول باغ کے اسکاؤٹ بچوں کا کیمپ نجف گڑھ میں ہوا تھا، اور بہت کامیاب رہا۔

پہلی نومبر سے جامعہ اسکاؤٹ کی طرف سے قرول باغ میں اسکاؤٹوں کو بنوٹ سکھانے کا انتظام کیا گیا ہے۔

بادل

خلیل الرحمن اعظمی

پھر برسات کا موسم آیا
پھر آکاش پہ چھائے بادل

روئی کے گالوں کو لے کر
دنیا میں پھر آئے بادل

چھم چھم چھم چھم چھم چھم چھم چھم
میٹھا گیت سنائے بادل

سارے جنگل اور کھیتوں میں
موتی سے برسائے بادل

لیجئے خوب اندھیرا چھایا
دن میں راتیں لائے بادل

گھڑ گھڑ گھڑ گھڑ گھم گھم گھم گھم
نقارہ سا بجائے بادل

دوڑو بھاگو اچھلو کودو
یہی سندیسا لائے بادل

گھارنے لگے۔ ان دونوں کو موقع مل گیا۔ مرغ ابّا کی آنکھ بچا پھاٹک والے کے مکان میں گھس گئے گھس تو نہ پاتے مگر اس وقت بی خالہ کی توجہ دوسری طرف تھی وہ دوسرے چوزوں کے "تان تان" کے گھونسے لگا رہی تھیں۔ انھیں ان بچوں کے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ اندر پھاٹک والے کی بیوی بیٹھی اناج پھٹک رہی تھی۔ وہ دیکھتے ہی گھبرا کے اٹھی اُسے دیکھ کر ان دونوں نے پر پھڑپھڑا کر اڑنے کی کوشش کی۔ ایک صاحب تو اس کی ساڑھی میں الجھ کر رہ گئے۔ دوسرے صاحب اُڑ کر چھاج میں جو گرے تو سب دانے بکھر گئے۔ پھاٹک والے کی بیوی نے ہنگامہ مچا دیا۔ لینا لینا موئے کہاں گھس آئے۔ میری ساڑھی نوچ ڈالی۔ یہ اس چیخ پکار سے گھبرا کے جو نکلے تو دروازہ بھول گئے اور رسوئی میں پہنچ گئے۔ ایک صاحب سے توے کی ہنڈیا گرتے گرتے بچی۔ دوسرے صاحب چھینکے سے الجھتے الجھتے بچے اب پورے آنگن کا چکر لگا رہے ہیں مگر باہر جانے کا راستہ نہیں سوجھتا۔ ٹانگیں لرزتی ہیں۔ ننھے ننھے دل کانپ رہے ہیں۔ گر نکلیں تو کیسے نکلیں۔ اتنے میں پھاٹک والے کا لڑکا اندر آیا اور بولا "اہا۔ ماتا جی کتنے خوب صورت چوزے۔ جیسے سچ مچ روئی کے گالے۔ تم نے تو ہلکان کر دیا بچاروں کو۔

یہ سُن کر دونوں کی پریشانی کچھ کم ہوئی اور لڑکے نے دونوں کو نرم نرم ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے گالوں سے لگا لیا۔

اتنے میں میاں حمدو میاں آواز آئی۔ باہر پھاٹک والے سے باتیں کر رہے تھے۔ "ارے بھئی مل گئے مل گئے۔ یہ رہے! کم بختوں نے کتنا پریشان کیا۔ ابھی ابھی مدرسے سے آیا ہوں۔ بس کھانا کھانے بیٹھا تھا۔ منہ میں نوالہ تھا کہ امی بولیں "پہلے چوزوں کو ڈھونڈ کر لاؤ" گھومتے گھومتے پیروں میں درد ہونے لگا۔ ٹھہر و تو سہی ذرا گھر تک پہنچنے دو ڈنڈوں سے خبر نہ لی تو میرا نام حمدو نہیں۔ سب سمجھ رہے تھے کہ میاں اس وقت غصے میں ہیں بھلا چوزے بھی کوئی گدھے ہیں کہ ان کی ڈنڈوں سے خبر لی جائے۔

راستے میں انھوں نے طوطا پری اور نارنجی چوزے کو اٹھا لیا اور ان کے روئیں دار پر گال سے ملا کے کہنے لگے۔ "مانو گے نہیں پھر ایسی شرارت کرو گے، کیوں؟"

کیا تم جانتے ہو

دنیا میں سب سے نایاب اور قیمتی ٹکٹ کونسا ہے؟ سب سے زیادہ نایاب اور سب سے قیمتی ٹکٹ ایک سینٹ کی قیمت کا برٹش گائنا کا (۱۸۵۶ء) کا ہے۔ جہاں تک پتہ چلا ہے اس کی بس ایک ہی کاپی دنیا میں ہے۔ پیرس میں ایک صاحب کے پاس ٹکٹوں کا ایک بہت بڑا اور قیمتی ذخیرہ ہے۔ اس ذخیرے میں یہ ٹکٹ بھی ہے۔ اس کی قیمت پچاس ہزار شلنگ ہے۔

ڈاک کے سب سے پہلے ٹکٹ انگلستان میں ۱۸۴۰ء میں شائع ہوئے تھے۔ اس سے پہلے ڈاک کا خرچ خط بھیجنے والے یا وصول کرنے والے کو نقد ادا کرنا پڑتا تھا۔ داموں کی کمی یا زیادتی فاصلے کی کمی یا زیادتی پر تھی امریکہ میں ٹکٹوں کا رواج ۷ برس بعد یعنی ۱۸۴۷ء سے شروع ہوا۔

اب ٹکٹ جمع کرنا لوگوں کا خصوصاً لڑکوں کا ایک خاص مشغلہ بن گیا ہے۔ یہ بہت دلچسپ بھی ہے اور اس سے معلومات بھی بڑھتی ہیں ✦

ڈرپوک ڈاکو

محمد اسد طاہر خیلی ۔ ایبٹ آباد

کھیل میں کام کرنے والے

حمید :۔ عمر ۱۲ سال۔

طارق :۔ حمید کا چھوٹا بھائی۔

حمید کی ماں :۔ باپ اور چچا۔

رشید :۔ حمید کا بے تکلف دوست۔

(حمید کے چچا ابھی کچھ دیر ہوئی پشاور سے آئے ہیں، بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔)

...... تو جوں ہی میں نے اسٹیشن سے باہر قدم رکھا، ایک ناگ پھن پھیلائے جیسے میری طرف آرہا تھا، میں نے ایک بڑا سا پتھر اُٹھا کر دے مارا، بس وہیں سر پٹک پٹک کر مر گیا۔

حمید کی ماں :۔ اے ہے بھیا۔ خدا کا شکر ادا کرو۔ اُس نے تمھیں بچا لیا۔

حمید کا باپ :۔ ہاں بھئی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے میں شکرانے کے نفل پڑھوں گا۔

(حمید کا چھوٹا بھائی طارق رسّی سے کھیل رہا ہے۔ رسّی حمید کے پاؤں سے چھو جاتی ہے۔)

حمید (چونک کر) :۔ سانپ سانپ

(سب ہنس پڑتے ہیں اور ڈرپوک ڈرپوک چلانا شروع کر دیتے ہیں۔)

حمید (کھسیانی ہنسی ہنس کر) اس میں ڈرپوک ہونے کی کیا بات ہے!

حمید کا باپ (ہنس کر) :۔ کیا ڈرپوک کے سینگ ہوتے ہیں۔

حمید کی ماں (مسکرا کر) :۔ آج سے اس کا نام ڈرپوک رکھ دو۔

دوسرا منظر

(حمید اور رشید کمرے میں بیٹھے چائے پی رہے ہیں۔)

طارق (منہ بسور کر) :۔ اچھا اچھا ہمیں بھی چائے دیجیے۔

(خفا ہوکر) جاؤ اندر بیٹھو۔ یہاں نہیں
ملے گی۔ نالائق شریر کتنا گستاخ ہوگیا ہے
طارق:- اچھا۔ جاتے نہ بتلایئے۔ ہم بھی
...... وہی نام۔ جی ہاں ......
حمید:- اچھا آؤ بیٹھو۔ رشید! ان کہیں کا (ہنس کر)
تم تو بڑے اچھے بھائی ہو آؤ کرسی پر بیٹھو
رشید:- بھئی یہ نام دانی کیا بات ہے۔ طارق میاں
کیا نام ہے تمہارے بھیا کا؟
حمید (بات کاٹتے ہوئے) یہ یوں ہی بے وقوفی
کی باتیں کرتا ہے۔
رشید (منہ بناکر) جی نہیں جناب، کوئی خاص
بات ہے۔ کوئی دکھتی ہوئی رگ ہے دوست!
طارق:- (کرسی سے نیچے اتر کر کمرے سے باہر
نکلتے ہوئے) میں بتاؤں، میں بتادوں
ڈرپوک
(حمید دوڑ کر پکڑنا چاہتا ہے، طارق
بھاگ جاتا ہے)
رشید:- (قہقہہ لگاکر) اچھا یہ بات ہے۔ ڈرپوک
میاں۔ اچھا، کل درجے ......
ہاں .... اور پھر سارے
مدرسے۔
حمید:- (خفا ہوکر) دیکھو حمید تم نے ایسی باتیں
کیں تو کھٹ ہو جائے گی۔ سمجھے۔

رشید:- جی نہیں، میں ان دھمکیوں میں نہیں آتا
مٹھائی کھلایئے، ڈرپوک صاحب نہیں تو
بس سمجھ لیجئے سارے مدرسے میں آپ
ڈرپوک کہلائیں۔ کہئے رہی نا مٹھائی
کی پکی ....

تیسرا منظر

(حمید اپنے کمرے میں بیٹھا بڑبڑا
رہا ہے)
سبھی مجھے ڈرپوک کہتے ہیں۔ میں بھی
انھیں بتاؤں گا کہ ڈرپوک کسے کہتے ہیں ـــــ
ایسا کھیل کھیلوں گا کہ یہ بھی یاد کریں گے۔ اہا
...... کیا بات ذہن میں آئی ہے۔
(ذرا سوچتا ہے) بس کام بن گیا۔
جلدی جلدی شیروانی اور جوتا پہنتا
ہے اور یہ بہانہ کرکے کہ اسکول میں ڈرامہ
ہونے والا ہے، جگہ جگہ سے کپڑے
مانگ لاتا ہے)۔

چوتھا منظر

(حمید مانگے کے کپڑے پہن کر آئینے
کے سامنے جاتا ہے)
اہا! میں تو سچ مچ ڈاکو معلوم ہوتا ہوں،

عین میں ڈاکو۔ بس ایک پستول کی کمی ہے۔ (سوچتا ہے) ہو نہہ خوب یاد آیا۔
(باپ کے کمرے میں جاتا ہے اور کوٹ کی جیب میں سے پستول نکال لاتا ہے)

(پردہ)

پانچواں منظر

(حمید کے باپ اور چچا آنگن میں کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ باپ اخبار پڑھ رہے ہیں۔ چچا کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔)

باپ: لو بھئی اور سنو: لاہور میں ایک سیٹھ کو ڈاکوؤں نے دن دہاڑے لوٹ لیا۔

حمید کے چچا: خدا خیر کرے، اس قسم کی وارداتیں آج کل کثرت سے ہو رہی ہیں۔

(پستول چھوٹنے کی آواز آتی ہے۔ دونوں کے کان کھڑے ہوتے ہیں، حمید اندر داخل ہوتا ہے۔)

حمید کے چچا: خدا کی پناہ، خود ڈاکوؤں کا سامنا......

ڈاکو: ہاتھ اوپر! ورنہ!!.........

(باپ اور چچا ہاتھ اوپر اٹھا لیتے ہیں۔ اور ——— اک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔)

حمید: ایک قہقہہ لگاتا ہے، اور نقاب اتار کر پھینک دیتا ہے۔

باپ اور چچا: (بھونچکے ہوکر) ارے تم ہو تم حمید!! نالائق کہیں کا۔

(کھسیانی ہنسی ہنستے ہیں)

حمید: (مسکرا کر) کہئے کون ڈر پوک ہے؟

باپ: (مسکرا کر) تم ہی تھے نہیں تو میرا قیمتی قلم......

چچا: اور میری سونے کی گھڑی۔

(مکتب)

بچوں کے ڈرامے

دیانت	۳ر	شریر لڑکا	۱ر
محنت	۷ر	چور لڑکا	۱ر
		چھوٹا لڑکا	۳ر

آل انڈیا ریڈیو سے اجازت کے بعد

دُنیا کا اُستاد ــــــ مشرق

پروفیسر محمد ضیاء الغفور صاحب، علی گڑھ

تو کارل میاں، یہی حال ملکوں اور قوموں کا ہے۔ مسلمان لوگ یوں سمجھو مشرقی تمدن کو یورپ لانے میں سب سے پیش پیش تھے۔ اسپین میں تو یہ لوگ ایک دیوار پیچ (یعنی پہاڑ کے اس طرف) رہتے تھے۔ وہاں سے اُن کا اثر پہاڑی دروں میں سے ہو ہو کر پہنچا اور جنوبی فرانس کیا، کئی ایک جگہ کے فن عمارت میں اس کا رنگ جھلکتا ہے۔ تم نے اکثر مسجدوں میں قرآنی آیتیں لکھی دیکھی ہوں گی۔ ایسی خوب صورت کہ نقش و نگار کا دھوکا ہوتا ہے۔ جنوبی فرانس میں ایک گرجا کی عمارت پر لوگوں نے یہی آیتیں پھول پتیوں کی صورت میں بنا دیں۔ سینکڑوں برس تک لوگ انھیں نقش و نگار ہی سمجھتے رہے۔ پرانی عمارتوں کو محرابوں اور اُن کے نقش و نگار میں اسپینی عمارتوں کا اثر نظر آتا ہے۔ اگر تمھیں ٹولیڈو کی پرانی گلیوں میں جانے کا اتفاق ہو تو تمھیں اکثر چھوٹی اینٹوں کے بنے ہوئے مکان ملیں گے وہی اینٹیں جو ہندوستان کے اکثر پرانے مکانوں میں لگی نظر آتی ہیں۔ اچھا آؤ تمھیں ایک ہندوستانی کہاوت سنائیں۔

کہیں کی اینٹ، کہیں کا روڑا
اور بھان متی نے کنبہ جوڑا!

اس کہاوت میں انسانی تمدن کی کتنی سچی تصویر آگئی ہے۔

ہمارے ہاں کے تمدن کی عمارت دیکھنے میں تو یہیں کے معماروں کی بنائی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر تمھیں کیا معلوم اس میں کی کتنی اینٹیں مشرق سے اپنا راستہ بناتے ہوئے پہنچی ہیں، اور ہاں ان اینٹوں کے ساتھ کچھ روڑے بھی۔ یہ صلیبی جنگوں کے زمانے میں آئے۔ صلیبی جنگیں سچ پوچھو تو مذہبی جنگیں نہیں تھیں بلکہ یہ مشرق و مغرب کی ٹکر تھی۔ اس ٹکر میں مشرق کامیاب رہا، اس لئے نہیں کہ اسے جنگ میں فتح ہوئی بلکہ اس لئے کہ مشرق نے یورپ کو اپنے تمدنی تحفے تحائف سے رام کر لیا۔ یورپ نے اس لڑائی کے سلسلے میں

بہت سی باتیں مشرق سے سیکھیں۔ سب سے پہلے تو بارود اور آتشیں سامانِ جنگ کا استعمال تھا۔ بارود سب سے پہلے چینیوں نے ایجاد کی اور انھوں نے تو اسے آتش بازی کے لئے بنایا تھا۔ یورپ والوں کے ہاتھ جو لگی تو اُس نے شریر بچے کی طرح ساری دنیا کو جہنم زار بنا دیا۔ ساتھ ہی ساتھ یورپ نے ان صلیبی لڑائیوں میں لڑائی کے طریقے اس کے آداب اور اس کے طمطراق بھی سیکھے۔ نیزے کے سرے پر پھریرے کے نشان اُڑانا۔ جھنڈے پر امتیازی نشان لگانا، طبلِ جنگ بجانا۔ بگل کا استعمال بھی کچھ یہاں سے لیا۔ عمارتوں کے بنانے میں بھی نئی نئی چیزیں سیکھیں۔ عمارتوں کے ساتھ باغوں کے لئے نئے نئے پھل مثلاً تربوز وغیرہ بھی ارضِ مقدس سے لائے گئے۔ سب سے تماشے کی بات یہ کہ اکثر سپاہی یورپ سے روانہ ہوتے وقت فرنگ یا رومن لوگوں کی طرح داڑھی مونچھ منڈواتے تھے مگر جب واپس لوٹے تو یہ لمبی لمبی داڑھیاں لئے ہوئے۔ لوگوں نے سمجھا شاید میدانِ جنگ میں داڑھی منڈوانے کا موقع نہ ملا ہو۔ لیکن یہ بات نہیں تھی۔ ان جنگوں کے بعد یورپ میں داڑھی کا رواج کچھ کچھ ہو چلا تھا۔"

اس پر کارل بولا "ماموں جان۔ آپ تو باتوں باتوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ ہم تو اپنے روزانہ پروگرام کے مطابق صابن سے منہ دھونے کو تھے اور آپ نے روک دیا تھا۔ اچھا خیر اب ناشتے کی میز پر آئیے۔ کیا یہاں بھی کسی اور ملک کا اجارہ ہے؟"

"واہ بھئی کارل میاں! اجارہ کیا معنی یوں سمجھو کہ سب کچھ دوسرے ملکوں کا دیا ہوا ہے۔ سب سے پہلے تو چائے اور چینی کے برتن اُٹھا کر چین کو واپس کر دو۔ چین کے لوگ کچھ ضرورت سے زیادہ شریف واقع ہوئے ہیں۔ ورنہ وہ تمہارے کوئلے پر بھی دعویٰ کر دیتے۔ اس کا استعمال بھی سب سے پہلے چینیوں ہی نے دنیا کو سکھایا اور دیکھئے یہ جو آپ چوری سے شکر منہ میں رکھنے کی فکر میں ہیں اس سے بھی ہاتھ روک لیجئے۔ شکر کا تو لفظ ہی ہمارے ہاں عربوں کے ذریعے آیا۔ شربت کو ہمارے ہاں کون نہ جانتا تھا اس لئے یہ لفظ جوں کا توں ان لوگوں نے لے لیا اور بھئی مجھے تو یہ ڈر ہے کہ اگر تم نے کوئی توس اُٹھا کر منہ میں رکھ لیا تو کوئی مرکزی ایشیا یا ہندوستان کا رہنے والا یہ نہ پکار اُٹھے کہ حضرت ہمارے سامنے ہماری سب سے پہلے دریافت کی ہوئی چیز پر لالچی دانت تیز کرتے ہو۔ تمھیں معلوم ہے گیہوں کا دانہ دنیا میں کہاں سے پھیلا۔ غالباً اس کا اصلی وطن ہندوستان یا مرکزی ایشیا ہے۔ یہ تو خیر سینکڑوں کیا ہزاروں سال کی بات ہے۔ ابھی پچھلی صدی میں امریکہ کے ایک ماہرِ زراعت نے دہان

کی پانی مٹی کے لئے بہترین بیج دریافت کرنے کی کوشش کی۔ بچارے نے سالہا سال تجربے کئے۔ خدا کا میابی نہ ہوئی، مگر تم جانو ہمت والے لوگ جلد ہارتے نہیں جب گھر پر کامیابی نہ ہوئی تو اچھے بیج کی تلاش میں ایک دنیا کا چکر لگایا۔ پھرتے پھراتے مرکزی ایشیا میں گیہوں کی ایک ایسی قسم ملی جو امریکی آب وہوا میں خوب پھلی پھولی۔

ہاں ذرا دودھ کی پیالی بھی اٹھاکر ایک طرف رکھ دو۔ مٹن چاپ تو کبھی ہاتھ سے نہ چھونا یہ چیزیں تو بھیڑوں اور پالتو جانوروں سے حاصل کی گئی ہیں۔ ان جانوروں کو سب سے پہلے مشرق کے لوگوں نے پالتو بنایا اور ریوڑوں میں رکھنا شروع کیا۔ ان سے دودھ، دہی اور دوسری چیزیں بھی انھی نے حاصل کیں۔

لو بھئی کارل میاں تمھارے ناشتے کی میز تو بڑھا دی گئی۔ اب دفتر کا وقت ہوگیا اچھا آؤ آج تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ دیکھنا ذرا سنبھل کے بیٹھنا۔ یہ پہیے اور گاڑیاں بھی تو سب سے پہلے مشرق ہی کے لوگوں نے ایجاد کیں۔ اس کا سہرا بابل والوں کے سر ہے۔ خدا کا شکر ادا کرو انھوں نے پہیے ایجاد کئے، جبھی تو یوں فراٹے بھرتے چلے جارہے ہو۔ نہیں تو بے پہیوں کی گاڑیوں۔ بلکہ یوں سمجھو کہ تختوں پر گھسنا پڑتا"

اب تو کارل کچھ چپ سے ہوگئے اتنے میں ماموں جان کا دفتر آگیا۔ کارل کا ارادہ آج مدرسے سے چھٹی لینے کا تھا۔ عرضی لکھنے کے لئے ایک کاغذ مانگا۔ اُن کے ماموں بولے "بھئی آج تمھیں کیا ہوگیا ہے۔ صبح سے جو اُٹھے ہو تو برابر ایسی چیزیں مانگے جارہے ہو جو دوسروں کی ہیں۔ کارل حیران ہوکر بولا :-

"کیوں ماموں کیا کاغذ بھی؟"

جی نہیں تو کیا آپ کے خیال میں دنیا کے جنم دن سے ہی کاغذ کے کارخانے شروع ہوگئے تھے۔ کاغذ کا استعمال تو دنیا کو چین نے بتایا۔ ایک زمانے تک ہم تو کیا یونانیوں جیسی ہنر والی قوم چمڑے اور جھلیوں پر لکھتی رہی یہ تو خدا بھلا کرے اسپین کے مُور لوگوں کا۔ انھوں نے یہ فن اپنے ملک میں رائج کیا۔ چین کے لوگ تو زیادہ تر شہتوت کے پتوں اور چھال سے بناتے تھے۔ اسپین میں اس کی اتنی فراوانی نہ تھی۔ ہاں عرب لوگوں نے وہاں سوتی کپڑے کا رواج بہت دے دیا تھا۔ کپڑے پرانے ہوکر بے کار ہوگئے تو انھیں یہ سوجھی کہ انھیں کسی نہ کسی طرح کارآمد بنایا جائے بس جبھی سے وہاں چیتھڑوں اور گودڑ وغیرہ سے کاغذ بنانے کا فن شروع ہوا اور وہاں سے آہستہ آہستہ پورے یورپ پر پھیل گیا۔

ایک اچھا تمدن تو یوں سمجھو جیسے کوئی پھول دار درخت ہو اور تم جانو لوگ پھول دار درخت کے پاس ہی آتے ہیں۔ کانٹے دار ناگ پھنی کے تو کوئی پاس بھی نہیں پھٹکتا۔

اگر یہ پھول دار پودا کہیں ندی نالے کے کنارے ہوا تو اس کے پھول بہتے بہاتے خدا جانے کہاں کہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اور دنیا کے چار گوشوں کو مہکا دیتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ شوقین مزاج لوگ اسی مقصد کے لئے دور دور سے آتے ہیں۔ اور اپنا دامن ان پھولوں سے بھر کے جاتے ہیں۔"

ماموں کی یہ باتیں سُن سُن کر کارل میاں کچھ ایسے محتاط ہو گئے ہیں کہ کسی چیز کو چھوتے ہوئے بھی جھجھکتے تھے۔ انھوں نے کچھ رُکتے رُکتے ایک تصویروں کی کتاب اُٹھائی۔ ماموں نے نگاہ اُٹھائی تو جھٹ رکھ دی۔ یہ دیکھ کر ماموں مسکرا کر بولے "بھئی کارل شرماؤ مت، اُٹھا لو اس میں شرمانے کی کیا بات ہے" کارل بولے ماموں میں یہ سمجھا کہ شاید یہ بھی کہیں مشرق سے نہ آئی ہو"

نہیں کارل یہ کتاب تو مشرق سے نہیں آئی مگر چھاپے کا فن تو سب سے پہلے چینیوں نے ایجاد کیا۔ یہ ہمارے کاغذ کے چھپے ہوئے نوٹ جن سے پوری دنیا کا کاروبار چل رہا ہے۔ سب سے پہلے چین ہی میں رائج ہوئے۔ اور بھئی کارل میاں دوسرے دیسوں کی اچھی چیزیں سیکھنے میں شرم کاہے کی اپنے ہاں کی اچھی چیزیں سکھو۔ باہر کی ملیں تو انھیں بھی گلے لگاؤ۔ دنیا نے تہذیب و تمدن میں اس طرح باہمی میل جول اور لین دین ہی سے ترقی کی ہے۔ ورنہ انسان تو شاید اب بھٹوں اور غاروں سے باہر نکل کر رہنا بھی نہ سیکھ پاتا

لیجئے کارل اور ان کے ماموں تو رخصت ہوئے تم لوگوں میں خدا جانے کتنے کارل ہوں گے اس میں کوئی بری بات بھی نہیں۔ ہمارے ملک نے تو دنیا کو اتنا کچھ دیا ہے کہ تم اگر کارل کی جگہ ہوتے تو یقیناً تمھیں اپنے ماموں سے اتنا شرمانا نہ پڑتا۔ لیکن ہمیں ڈر ہے کہ تم میں سے بہت سے ایسے بھی ہوں گے جو سمجھتے ہیں کہ ہماری تہذیب و تمدن میں سب کچھ دوسروں کا ہے ہمارا کچھ بھی نہیں، اور جو ہم سے پوچھو بالکل صحیح بات نہ تو کارل کی ہے نہ دوسرے لوگوں کی ہندوستان نے بھی دوسرے ملکوں کی طرح بہت کچھ دنیا سے سیکھا ہے اور اس سے زیادہ سکھایا بھی ہے۔ اور تو اور یہی حساب لے لو۔ سچ جانو اگر ہندوستان پوری دنیا کو ہندسے لکھنا نہ سکھاتا تو اب تک ساری دنیا انگلیوں پر حساب لگایا کرتی اور بھول بھول جاتی

بچوں کی نظمیں

مولوی محمد شفیع الدین صاحب نیر کی اصلاح کے بعد

میرا مدرسہ

مرزا اکرم علی بیگ ناز کیمل پور

ابا پیارا پیارا مرا مدرسہ — ابا سب سے نیارا مرا مدرسہ
ہمیں عقل دیتا ہے صبح ہمیشہ — پلاتا ہے بھر بھر کے جام علم کا
ابا پیارا پیارا مرا مدرسہ
سبھی مدرسوں کا ہے یہ بادشاہ — ہر اک میں نئے لفظ دو چار ہیں
سبھی اس کے کمرے ہوا دار ہیں
ابا پیارا پیارا مرا مدرسہ
صفائی تو دیکھو ذرا ہر جگہ — چلو ہم وہیں چل کے کھیلیں ذرا
ہے باغ اس میں اور صحن ہے کھلا

تیوہاروں کی دیتا ہے چھٹی سدا

ابا پیارا پیارا مرا مدرسہ

کشمیر کے نظارے

شیخ محمد دین سالک لاہور

کشمیر نظارے — جہلم کے کنارے
کیسے ہیں پیارے — کیسے ہیں پیارے
چمکے ہوں ستارے
چل دیکھ نظارے
آئی ہے یہ رات — پہنے ہوئے بانات
کپڑوں کو سنبھالے — زلفوں کو سنوارے
جہلم کے کنارے
چل دیکھ نظارے
جگنو ہیں چمکتے — تارے ہیں دمکتے
ٹوٹے ہیں یہ تارے — اڑتے ہیں شرارے
جہلم کے کنارے
چل دیکھ نظارے

برسات

امام الدین انصاری گوہر

کالی کالی گھٹائیں آئیں — سارے عالم پر وہ چھائیں
ہر شے پر مستی چھائی — برکھا آئی برکھا آئی
خوش ہے ساری خلق خدا کی — اور کبھی برسے سب نے دعا کی
بچے خوش ہیں شوق کے مارے — پیر و جواں مسرور ہیں سارے
جنگل میں حیوان اچھلتے — کوٹھوں پر انسان اچھلتے
کوئل اور پپیہے قمری — گاتے ہیں مل کر باغ میں ٹھمری
مور نے اک آواز لگائی — بھولے ہوؤں کی یاد بھی آئی
مینڈکوں نے پھر شور مچایا — شور مچایا گا نا گایا

• گوہر پر بھی مستی چھائی
نے سے غزل اک سوز کی گائی

برسات کی بہار

رفعت قدیر، لکھنؤ

رم جھم رم جھم برکھا برسے   کوئل کوکے بلبل چہکے
گائے خوشی میں ملہار
آئی برسات کی بہار

رنگ برنگے پھول کھلے ہیں   پودے ہر سو جھوم رہے ہیں
ہیں یہ خوشیوں میں سرشار
آئی برسات کی بہار

کالی کالی گھٹاؤں نے   ندی نالے ایک کیے
آسماں ہے گھر بار
آئی برسات کی بہار

نئے نئے پودے نکلے   طرح طرح کے پرندے چہکے
چھایا گل بوٹوں پہ نکھار
آئی برسات کی بہار

ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کا شور   بن میں ناچیں مورنی مور
بوندیں ہوئیں ان پہ نثار
آئی برسات کی بہار

آؤ مل کر گائیں اک بار
آئی برسات کی بہار

لوری

خالد مجید سلطان، انبالہ

سو جا سو جا لاڈلے میرے   شیدا ہیں سب جگ میں تیرے
پیاری جھولا تجھ کو جھولاؤں   تازہ میٹھا دودھ پلاؤں
چھوٹا سا اک گیت سناؤں   منّے تیرا دل بہلاؤں
تو ہے سب کے من کا پیارا   آنکھ کا تارا راج دلارا
آجا آجا نندیا آجا   اس بھولے بچے کو سلا جا
صبح اُٹھے اسکول کو جائے   شوق سے اپنا سبق دہرائے
جلدی سوئے جلدی جاگے   لکھنے پڑھنے سے نہیں بھاگے

آجا آجا نندیا آجا!
اس بھولے بچے کو سلا جا!

جاگ ذرا او سونے والے

فرقان الحق، نجیب آباد

چین کی نندیا سونے والے   اپنی دنیا کھونے والے
تیرے دل میں جوش نہیں ہے   تجھ کو اپنا ہوش نہیں ہے
جاگ ذرا او سونے والے

تیرے ساتھی سارے جاگے   اپنے اپنے کام پہ بھاگے
کام ہے تیرا آگے بڑھنا   کام ہے تیرا لکھنا پڑھنا
جاگ ذرا او سونے والے

اُٹھ کر تو اک باغ لگا دے   نغمہ آزادی کا سنا دے
غفلت کے پردے کو ہٹا دے   حق کی راہ پہ جان لٹا دے
جاگ ذرا او سونے والے

برسات کا موسم۔ شام کا وقت، بادل گھرے ہوئے، ہلکی ہلکی پھوار، ایسے میں کس کا دل سیر کو نہ چاہے گا۔ اور پھر میاں مشتاق، گھومنے پھرنے کے گویا مریض ٹھہرے نکل ہی تو کھڑے ہوئے۔ اکیلے بھلا کیا مزہ آتا اپنے تمام دوستوں کو تلاش کرنے لگے۔ اور تو کوئی ملا نہیں حامد اور مسعود سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ یہ دونوں بھی گھومنے پھرنے میں کچھ کم نہ تھے۔ تینوں کے تینوں بنارسی باغ پہنچے۔ لیکن بھلا یہ لوگ سیدھے راستے سے جانے والے کہاں۔ کٹہرہ پھاند پھاند کر اندر داخل ہونے لگے، مشتاق اور حامد تو پھاند گئے مسعود پھسلن کی وجہ سے گر پڑے اور کٹہرے کا ایک سلاخچہ بے چارے کے پاؤں میں گھس گیا اور اچھا خاصہ زخم بنا دیا۔ خون اس بُری طرح بہنے لگا کہ رکنے میں نہ آتا تھا، چہرہ زرد ہوگیا مشتاق اور حامد فوراً انھیں قریب کے ایک ڈاکٹر صاحب کے پاس لے گئے۔ بڑی خیریت ہوئی ڈاکٹر صاحب مطب میں موجود تھے۔ خون اب تک نکل رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے فوراً خون روکنے کی تدبیریں کیں۔ خدا خدا کرکے تھوڑی دیر بعد خون رُکا۔ اور ان سب کی جان میں جان آئی۔ خون رُک جانے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مرہم پٹی کی اور مسعود کو ایک صوفے پر لٹا دیا۔ اتنا بہت سا خون نکل جانے کے بعد آرام بہت ضروری تھا۔ میاں مشتاق بھی پاس بیٹھ گئے جیسے کسی بہت گہرے سوچ میں ہوں۔ بال کی کھال نکالنے کی تو عادت ہی تھی۔ آخر ڈاکٹر صاحب پوچھ ہی بیٹھے۔ یہ خون کا معمّا ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔

ڈاکٹر صاحب مشتاق کا یہ سوال سن کر ہنسنے لگے

ڈاکٹر صاحب:۔ میاں! یہ بہت بڑی کہانی ہے۔

مشتاق:۔ ڈاکٹر صاحب کچھ تو بتایئے؟

ڈاکٹر صاحب:۔ اچھا سنو! ابھی ان کے پاؤں سے کس رنگ کا خون نکلا تھا؟

مشتاق:۔ سیاہ رنگ کا سُرخی مائل۔

ڈاکٹر صاحب:۔ تیزی سے نکلا تھا؟

مشتاق:۔ جی ہاں۔

ڈاکٹر صاحب:۔ اور بھی کسی کے خون نکلتے دیکھا ہی؟

مشتاق:۔ کئی مرتبہ۔

ڈاکٹر صاحب:۔ لیکن رنگ پر بھی غور کیا ہی؟

مشتاق:۔ جی نہیں۔

ڈاکٹر صاحب:۔ دیکھو بھئی۔ خون تین قسم کے نکلتے ہیں۔ ایک تو سُرخ چمک دار نکلتا ہی اور جھٹکے کے ساتھ۔ یہ خون آرٹریز (ARTERIES) سے نکلتا ہی۔ آرٹریز وہ نلیاں ہیں جو دل کی طرف سے صاف خون جسم کے ہر حصّے میں پہنچاتی ہیں۔ اور خون دل کی دھڑکن کے ساتھ نکلتا ہی۔ اس کو روکنے کے لئے جسم میں مختلف جگہوں پر آرٹریز دھڑکتی ہوئی ملیں گی، جیسے نبض۔

مشتاق:۔ تو ڈاکٹر صاحب ابھی مسعود کے جو خون نکلا تھا وہ کس قسم کا تھا۔

ڈاکٹر صاحب:۔ یہ خون وینس (VEINS) سے نکلا تھا.......... اس کا رنگ سیاہ سُرخی مائل تھا اور فوارے کی طرح نکلا تھا۔ کیونکہ وینس جسم بھر کا گندے خون دل کی طرف صاف کرانے کے لئے لے جاتی ہیں۔ اس سے نکلتے ہوئے خون کو روکنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی ترکیب نہیں کہ جس جگہ سے خون نکل رہا ہو ٹھیک اُسی جگہ پر بہت صاف کپڑا رکھ کر انگوٹھوں سے دبایا جائے، اور اس وقت تک دبائے رکھیں، جب تک خون بالکل بند نہ ہو جائے۔

مشتاق:۔ ڈاکٹر صاحب! تیسرے قسم کا خون کیسا ہوتا ہی؟

ڈاکٹر صاحب:۔ تیسرے قسم کا خون کیپلیریز (CAPILLARIES) سے نکلتا ہی۔ یہ گلابی مائل سُرخ ہوتا ہی اور قطرہ قطرہ کر کے نکلتا ہی کیپلریز بہت ہی مہین مہین نالیاں ہیں جو جسم کے ہر ہر حصّے میں پھیلی ہوئی ہیں ان نلیوں کا کام یہ ہوتا ہی کہ آرٹریز سے وہ تمام چیزیں لے کر جو جسم کو قوت بخشتی ہیں جسم کے ہر ہر حصّے میں پہنچاتی ہیں۔ اور چونکہ یہ خون بہت ہی تھوڑا تھوڑا نکلتا ہی صرف دھو دینے سے رک جاتا ہی۔

مشتاق:۔ ڈاکٹر صاحب! اب تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ دل میں خون صاف کس طرح سے ہوتا ہی۔

ڈاکٹر صاحب:۔ تمھارا یہ سوال بہت اہم ہی اس کے لئے دیکھو میں نقشہ بنا کر سمجھاتا ہوں

ہاں دیکھو بھئی۔ دل کے دو حصے ہیں۔ ایک داہنا اور دوسرا بایاں۔ ہمارے جسم کا گندہ خون دل کے بائیں حصے میں داخل ہو کر ایک موٹی سی نلی کے ذریعے، پھیپھڑوں میں پہنچ جاتا ہے۔ جب ہم سانس لیتے ہیں تو وہ پھیپھڑوں ہی میں جاتی ہے۔ اسی سانس کے ذریعے آکسیجن گیس بھی پہنچتی ہے۔ اور یہی گیس ہمارے خون کو صاف کرتی ہے خون جب یہاں صاف ہو جاتا ہے، اُس وقت یہ دل کے داہنے حصے میں پہنچتا ہے۔ جہاں سے آرٹریز کے ذریعے جسم کے ہر حصے میں پہنچ جاتا ہے۔ دل کا کام محض پمپ کرنا ہے۔ ورنہ صفائی کا کا کام پھیپھڑے ہی کرتے ہیں، اور اس پورے کام میں آدھے سیکنڈ سے بھی کم وقت لگتا ہے۔

مشتاق:۔ تو ڈاکٹر صاحب ہمارا دل ایک منٹ میں کتنی بار دھڑکتا ہے؟
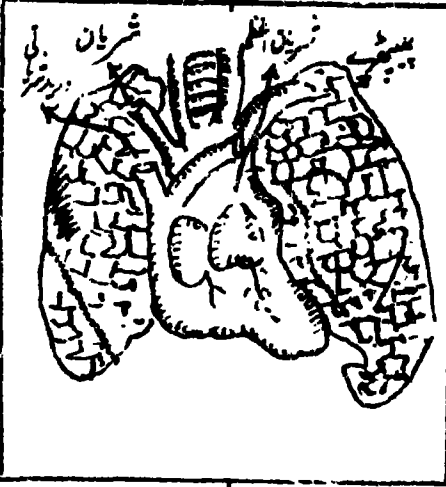
ڈاکٹر صاحب:۔ تندرست آدمی کا دل تو ایک منٹ میں ۷۲ مرتبہ دھڑکتا ہے۔ بچوں اور بیمار آدمیوں کا دل زیادہ زور زور سے دھڑکتا رہتا ہے۔ آرام کرنے سے رفتار ذرا دھیمی ہو جاتی ہے۔ مثلاً کھڑے رہنے کے نسبت لیٹنے سے رفتار کم ہو جائے گی محنت کرنے سے بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً تم دوڑ دیا دوڑ کا کھیل کھیلو یا کسرت کرو اس سے دل بہت تیزی سے حرکت کرنے لگے گا۔ خون کا دوران بڑھ جائے گا۔ اس لئے یہ تمام چیزیں بہت فائدہ مند ہیں کیونکہ خون جلدی جلدی صاف ہو کر ہمارے جسم میں پھیل جاتا ہے، اور تندرستی اچھی رہتی ہے۔

مسعود ذرا ٹھیک ہو گئے تھے اس لئے تینوں اُٹھ کھڑے ہوئے ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کر کے چلے مگر مسعود اچھی طرح چل ہی نہ پاتے تھے مجبوراً مشتاق اور حامد کو سہارا دے کر اُن کے گھر تک پہنچانا پڑا۔ بہرکیف آج اُن کی سیر خوب ہوئی۔

کوڑی کا چکر

(دکھیں)

گھاس کا یا جھاڑو کا سخت سلنکا لو۔ اسے چٹکی سے خوب بل دے دو پھر اس میں کوڑی پھنسا کر اُسے زمین میں گاڑ دو۔ اب اس پر پانی چھڑکو کوڑی چکر کھانے لگے گی۔ لوگ دیکھ کر حیران ہو جائیں گے۔

بچّوں کی کوششیں

ان صفحوں میں صرف چھوٹے بچّوں کے مضمون چھپیں گے۔ مضمون جتنے مختصر ہوں گے اتنے ہی جلد چھپ سکیں گے۔ مضمون یا کہانی زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو لفظوں کی ہو تو چھپ سکتی ہے۔ لطیفوں، پہیلیوں اور بجھاوتوں کو ہر حال میں ترجیح دی جائے گی۔

(ایڈیٹر)

لطیفے

ایک صاحب کو رات کے وقت مچھروں نے کاٹا، اُنھوں نے تنگ آکر بجلی گُل کر دی کہ اندھیرے میں مجھے کہاں ڈھونڈیں گے۔ اتفاق کی بات روشن دان سے ایک جگنو کمرے میں آگیا۔ اب تو یہ ایک دم چلّا اُٹھے "لو، کم بخت مجھے ڈھونڈنے کے لئے بیٹری لے آئے ہیں۔

قاضی جمیل احمد۔ نزہت

کرایہ دار:۔ گھر کی چھت میں شہتیر اور کڑیاں چرمراتی ہیں، مرمّت کرا دیجئے۔

مالک مکان:۔ کوئی فکر نہ کیجئے۔ تسبیح پڑھتی ہوں گی۔

کرایہ دار:۔ مگر ڈر ہے کہ تسبیح پڑھتے پڑھتے کہیں سجدہ نہ کرنے لگیں۔

نسیم اللہ ترنتارن

ایک بار مرزا غالب سے کسی نے پوچھا "رتھ کو مذکر کہا جائے یا مؤنث"؟ مرزا صاحب نے برجستہ جواب دیا" میاں جب رتھ میں آدمی بیٹھے ہوں تو مذکر کہو۔ جب عورتیں بیٹھی ہوں تو مؤنث کہا کرو۔"

سیّد رفیق احمد

ایک افیمی اپنے دوستوں سے کہنے لگا "اگر کوئی بتا دے کہ میرے دامن میں کیا ہے۔ تو اُسے میں ان انڈوں میں سے ایک دے دوں گا۔ اور اگر کوئی یہ بتا دے کہ وہ کتنے ہیں تو میں اسے بیسوں انڈے دے دوں گا۔"

دوسرا افیمی:۔ کچھ اتا پتا بتاؤ۔

پہلا:۔ اوپر چھلکا اندر سفیدی، سفیدی کے اندر زردی۔

دوسرا:۔ بھئی یہ تو بہت مشکل پہیلی ہے۔

محمد طارق صدیقی۔ کانپور

عینک ساز:۔ اس چارٹ میں آپ کتنی سطریں پڑھ سکتے ہیں؟

مریض:۔ چارٹ ہے کہاں؟

عرفان:۔ آپ یہ کیا لکھ رہے ہیں۔
نہال:۔ احمد کو خط لکھ رہا ہوں۔
عرفان: اس قدر آہستہ آہستہ؟
نہال:۔ وہ تیز پڑھ نہیں سکتا۔

اسرار قادری ہسپورہ

ایک بار یورپ کے کسی ملک میں سخت قحط پڑا ہوتے ہوتے یہ خبر وہاں کے بادشاہ تک پہنچی اسے بہت تعجب ہوا۔ اور بولا "اف فوہ ہماری رعایا اس قدر غریب ہوگئی۔ اچھا ان لوگوں سے کہو ڈبل روٹی اور کیک کھائیں۔ پھر انتظام کیا جائے گا"

عبد الغنی ہسپورہ گیا

باپ:۔ دیکھو بیٹا تم کفایت شعاری سے کام لیا کرو۔
بیٹا:۔ کفایت شعاری کیا ہوتی ہے؟
باپ:۔ اپنے سارے دام خرچ نہ کیا کرو کچھ بچا بھی لیا کرو۔
بیٹا:۔ تب تو میں ایک کوڑی بھی خرچ نہیں کرتا۔ سودے والے سے ہمیشہ اُدھار ہی کھاتا رہا ہوں۔

محمد سعید احمد صدیقی
رام پور

پہیلیاں

ہرا دستہ لال میاں۔ اُف اُف کرتا پھیرتا لالہ

(مرچ)

اوپر سے گری آگ نا کوئلہ نا راکھ

(بجلی)

ایک پرند ہوا میں اڑتا ہوا سے اونچا جائے
کھاتا وہ پیٹرول زمیں کا زمیں سے پیچھے جائے

ہوائی جہاز

مونچھیں ہیں انسان نہیں پر
پیڑ چڑھے لنگور نہیں پر
گردن کترے شیر نہیں پر

بلی

خواجہ عبد العلیم، فیروز عالم کانپور

ایک راجہ نے محل بنایا۔ تھم کے اوپر بنگلہ چھایا
صبح ہوئی تو باجی بم نیچے بنگلہ اوپر تھم

اقبال احمد خاں اور گرلاھ سنگھ ——— مدھانی

جناب عالی سر پر جالی۔ ہڈیاں بہت پیٹ خالی
عتیق الحسن، کلکتہ ——— مونڈھا

ہری رکابی اُجلا بھات سے سہیلی ہاتھے ہاتھ۔

چنبیلی کا پھول

اوپر سے گرا چوں چوں۔ ماسٹر صاحب کی داڑھی نوچوں
معین الدین مودیہ گھاٹ۔ تاڑ کا پھل

پھلوں کے نام

پیام برادری سب سے بہتر برادری ہے۔ سیب
پیام تعلیم کے لاجواب مضمون ہوتے ہیں۔ کیلا
ماشاءاللہ خاں اردو کے ایک شاعر تھے انار
منگو بھی ہمارے ساتھ پڑھنے جایا کرتا تھا گوبھی
جب میں جلسے میں گیا میرا بھائی میرے ساتھ
گیا۔ آم

ہری شنکر قرول باغ

میں کون ہوں

میرا پہلا حرف شاہ آباد میں ہے، جہان آباد میں نہیں۔
میرا دوسرا حرف آسام میں ہے۔ سیلون میں نہیں۔
میرا تیسرا حرف گیا میں ہے، پٹنے میں نہیں۔
میرا چوتھا حرف برما میں ہے، کلکتے میں نہیں۔
میرا پانچواں حرف دلی میں ہے، بجنور میں نہیں۔
میں ان ہی پانچوں حرفوں سے بنا ہوں
انسان ہوں اور ماسٹر میرا دشمن ہے۔

جواب (شاگرد)

معین الدین - گیا

پادری اور لڑکی

مفتی اعجاز احمد قریشی

ایک دفعہ ایک پادری لڑکیوں کے اسکول میں انجیل کا امتحان لینے آیا۔ ایک بچی کے عمدہ عمدہ جواب سن کر بہت خوش ہوا۔ فوراً جیب سے ایک چلتی ہوئی اکنی نکالی، اور بطور انعام کے لڑکی کے حوالے کی۔ اتنے میں ایک خوانچے والا "ملائی کی قلفی ملائی کی قلفی" کی آواز لگاتا سڑک پر سے گزرا۔ لڑکی دوڑتی ہوئی گئی اور اکنی کی قلفی لے ذرا دیر میں چٹ کر گئی۔ پادری صاحب یہ تماشا دیکھ رہے تھے اُسے پاس بلا کر بولے "میں نے یہ اکنی تمھیں اس لئے دی تھی کہ تم اسے اتوار کو غریبوں کے چندے میں دوگی، مگر تم نے اسے کھا کر اُڑا دیا۔ لڑکی نے بھولپن سے جواب دیا۔ ارادہ تو میرا بھی یہی تھا۔ مگر پھر خیال آیا کہ اکنی کی قلفی کھالوں۔ خوانچے والا یہ اکنی اتوار کو غریبوں کے چندے میں دے دے گا۔ بات ایک ہی ہے"۔ پادری صاحب اس جواب سے لاجواب ہو کر مسکرا دئے۔

استاد:۔ تم نے کبھی اون دیکھی ہے۔
شاگرد:۔ جی نہیں کبھی نہیں دیکھی۔
استاد:۔ یہ تمھارا کوٹ کس چیز کا بنا ہے۔
شاگرد:۔ ابا کی پرانی پتلون کا۔

لوگ آتے ہیں لوگ جاتے ہیں | ہیں بہت کم جو نام پاتے ہیں
پر جو دُنیا میں کرتے ہیں کچھ کام | سب کو رہ رہ کے یاد آتے ہیں

ہیں انھی میں سے اک اویاما بھی
جن کا کچھ حال ہم سناتے ہیں

(محمد شفیع الدین نیّر)

اب سے کوئی نو دس سال پہلے کی بات ہے۔ ہلکی ہلکی سردیاں تھیں۔ ایک صاحب ڈاکٹر اشرف کے ساتھ مکتبے میں تشریف لائے۔ ننگے سر بڑے بڑے انگریزی بال، بڑی بڑی آنکھیں خوب اونچی سی ناک ذرا ٹیڑھی سی۔ ہمارے مکتبے کے اویاما صاحب یہی ہیں۔ ہم سے بھی ملاقات کرائی گئی۔ معلوم ہوا کہ آپ آرٹسٹ ہیں۔ مکتبے میں کام کریں گے۔ رہیں گے بھی یہیں۔

ان دنوں میں بھی مکتبے ہی کی عمارت میں رہتا تھا۔ برابر والا کمرہ خالی تھا۔ اویاما صاحب اسی میں ٹھہرائے گئے۔ دو تین دن تک تو آپس میں تھوڑا بہت تکلف رہا پھر تو رہنا سہنا۔ کھانا پینا۔ اُٹھنا، بیٹھنا سب ایک ساتھ۔ آہستہ آہستہ ہمیں اُن سے اور اُنھیں پیام تعلیم سے دلچسپی پیدا ہو گئی، اور دلچسپی بھی ایسی ویسی نہیں۔ بس یہ سمجھ لو کہ پیام تعلیم کے لئے اچھی اچھی تصویریں بنا رہے ہیں کبھی مضمونوں کے سلسلے میں مشورے دے رہے ہیں۔ کبھی انگریزی رسالوں میں دلچسپ کارٹونوں کی تلاش ہو رہی ہے۔ کبھی کبھی خود بھی مضمون لکھ رہے ہیں۔ غرض صبح سے شام تک یہی شغل رہتا

انگریزی رسالے منگاتے کا انھیں بچپن سے شوق تھا۔ ان رسالوں کی وہ باقاعدہ جلدیں بندھواتے تھے ان میں سے بہت سی جلدیں انھوں نے ہمیں دے ڈالیں۔

اودیاما صاحب کو اکثر ناواقف لوگ چینی یا جاپانی سمجھتے تھے۔ کبھی کبھی تو انھیں اس سے پریشانی بھی ہوتی تھی۔ وہ کھرے سید تھے۔ حضرت سید احمد شہید بریلوی کے خاندان سے۔

اب سے کوئی چالیس برس پہلے جاپان اور روس میں بڑی زبردست ٹکر ہوئی تھی (۱۹۰۵ء) اور اس جانباز ایشیائی نے روسیوں کو نیچا دکھایا تھا۔ اودیاما صاحب کی پیدائش اسی زمانے میں ہوئی، اور ان کے والد بزرگوار نے اسی لڑائی کے ایک مشہور جاپانی جنرل اودیاما کے نام پر اُن کا نام رکھ دیا۔

اودیاما نے ایک کھاتے پیتے گھر میں آنکھیں کھولی تھیں۔ شروع شروع میں اُن کی تعلیم و تربیت گھر ہی پر ہوئی۔ لکھنؤ میں میٹرک پاس کیا پھر علی گڑھ چلے گئے۔ یہاں ایف۔اے تک پڑھا۔ مگر آرٹ کا شوق بچپن سے تھا۔ آخر یہ شوق اتنا بڑھا کہ تعلیم ادھوری چھوڑ، علی گڑھ سے سیدھے لکھنؤ آئے اور آرٹ اسکول میں باقاعدہ چار سال تک اس فن کو سیکھتے رہے۔

مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ انھیں پڑھنے لکھنے سے دلچسپی نہیں تھی۔ نئی کتابوں کا مطالعہ تو یوں سمجھو کہ اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ رات کو تو خصوصاً جب تک کچھ پڑھ نہ لیں انھیں نیند نہ آتی تھی۔ اچھی اچھی کتابوں کی انھیں برابر ٹوہ رہتی تھی۔ خود اپنے فن یعنی آرٹ سے متعلق ان کے پاس بہت قیمتی قیمتی کتابیں تھیں۔

یہی وجہ ہے کہ اور آرٹسٹوں سے اُن کی حیثیت ذرا اونچی تھی۔ ایک تو وہ پڑھے لکھے آدمی تھے۔ دوسرے انھیں اپنے فن سے خاص لگاؤ تھا، اور فن میں ترقی کرنے کی دھن تھی وہ جو کام کرتے تھے بڑی لگن سے کرتے تھے بس یہی بات تھی کہ تھوڑے ہی دنوں میں اُن کے بہت سے قدردان پیدا ہو گئے۔ ایسے قدردان جو سچے دل سے اُن کے کاموں کی قدر کرتے تھے۔

تمھاری طرح انھیں مشغلوں سے بھی دلچسپی تھی۔ انھوں نے اپنے ہاتھ سے ایک ریڈیو سٹ بنایا تھا اور بہت اچھا کام دیتا تھا۔ ایک دفعہ پیام تعلیم میں کاغذی ہوائی جہاز بنانے کی ترکیب چھپنے والی تھی۔ اودیاما نے کہا "پہلے ہم خود تو تجربہ کرلیں" اپنا سب کام چھوڑ چھاڑ اسی میں لگ گئے اور جانے کتنے جہاز بنا ڈالے۔ فوٹوگرافی کا بھی شوق تھا۔ اپنی کھینچی ہوئی تصویروں کے لئے البم

ں نے نہیں دکھلائے۔ اپنے کام کرتے وقت ان
بچپن ہی سے شوق آتا تھا۔ ان کی شوق ذی محبت
مصوری بھی شروع شروع میں ایک تفریح
، اُن کے لئے مشغلہ ہی تھی۔ مگر یہ مشغلہ آہستہ
آہستہ اُن کی زندگی میں رچ گیا اور اپنی
ساری زندگی اس خدمت میں [illegible] دی۔

مصوری کی شاخیں بہت سی ہیں۔ مثلاً
خیالی تصویریں بنانا۔ کسی اچھے منظر کو دیکھ کر
اس کا نقشہ کاغذ پر اتارنا۔ [illegible] انوکھی یا تاریخی
عمارت کی ڈرائنگ کرنا۔ زندہ یا سامنے کی چیزوں
کی تصویریں بنانا۔ پیرس پلاسٹر [illegible] چیزوں کے
مجسمے بنانا۔ لکڑی پر تصویریں [illegible]
وغیرہ۔ اودیاما کو ان سب چیزوں میں کافی دخل
تھا۔ زندہ چیزوں کی تصویریں بنانا تو اُن کا خاص
شغل تھا۔ ان کے کمرے کے آگے برآمدہ تھا
برآمدے کے سامنے سڑک۔ اودیاما کرسی بچھاکر
برآمدے میں بیٹھ جاتے اور کتے، بلی، گائے
بکری، آدمی غرض ہر چیز کی تصویر پنسل کی ایک
ہی کشش سے کھینچ جاتی۔ ٹیگور، جگر، جوش
اور بہت سے بڑے بڑے آدمیوں کی تصویریں
انھوں نے اسی طرح بنائی اور تو اور آئینے کے
سامنے بیٹھ کر انھوں نے خود اپنی بھی اسی طرح
کی ایک تصویر بنائی۔ انگریزی میں اسے

لائف اسکیچ (LIFE SKETCH) کہتے ہیں

تم نے تو پیام تعلیم ہی میں اُن کی چیزیں [illegible]
دیکھی ہوں گی مگر یہ اُن کے کام کا بس ایک ہی پہلو
تھا۔ لیتھو کی تصویریں یا کتابوں کے سر ورق
کے ڈیزائن بنانا اُن کا اصلی کام تھا بھی نہیں
لیتھو کے کام کی مشق تو انھوں نے مکتبے ہی
میں کی۔

[illegible] میں تعلیمی مرکز ہال میں انھوں نے
اپنے کاموں کی نمائش کی تھی۔ ڈاکٹر انصاری
مرحوم نے اس نمائش کا افتتاح کیا تھا، تم اس
نمائش کو دیکھتے تو اودیاما صاحب کے کاموں کا اندازہ
ہوتا۔ اودیاما صاحب آرٹ کی اور بڑی بڑی
نمائشوں میں بھی اپنی تصویریں بھیجا کرتے تھے۔ اور
کبھی کبھی ایک تعلقے دار اور بعض دولت مند
قدردان اُن کی تصویروں کو ہاتھوں ہاتھ
خریدتے۔

اودیاما صاحب میں لاأبالی پن بہت تھا۔
زندگی بہت بے ترتیب تھی نہ کھانے پینے کی
پروا نہ کپڑوں کا خیال۔ ہاں چائے اور سگرٹ
کی بہت عادت تھی، اور غالباً یہی دونوں زہر
اُن کی تندرستی کے لئے بہت مضر ثابت ہوئے۔
اودیاما کی طبیعت میں سادگی بہت تھی۔
خلوص تو ایسا جیسا بچوں میں ہوتا ہے۔ اس خلوص کا

تک اُن کی تصویروں میں بھی جھلکتا ہے۔

اُن کے دوست کافی تھے۔ قریب قریب سب پڑھے لکھے۔ ہر ایک اُن سے محبت اور اُن کے کاموں کی قدر کرتا تھا۔ اکثر دوستوں سے بے تکلفی تھی۔ کبھی کبھی ہاتھا پائی تک نوبت آجاتی تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے تم کبھی کبھی آپس میں چہلیں کرنے لگتے ہو

اور یا ماخر چلیے بھی بہت تھے۔ اُن کے دوست کہتے تھے کہ اور یا ما کی ہتیلی میں چھید ہے چاہے کتنا ہی پیسہ آئے، اُن کے پاس ٹک نہیں سکتا تھا، جب تک جیب میں دام رہتے اپنے کو بادشاہ سمجھتے۔ اُن کے ایک دوست الیاس مجیبی صاحب نے تو اُن کا نام ہی سید بادشاہ رکھ دیا تھا۔ طبیعت میں بے نیازی بہت تھی۔ اُجرت کا کام بس مجبوراً ہی کرتے تھے۔ اُن سے کام لینا ہر ایک کے بس کا تھا بھی نہیں۔ ذرا کوئی بات مزاج کے خلاف ہوئی۔ اور پھر ——

سارا کام ختم۔

دلی میں ہمارا اُن کے ساتھ کوئی دو برس رہا پھر کچھ ایسی صورتیں پیش آئیں کہ انھیں رام پور جانا پڑا۔ یہاں وہ ریاست کے گھریلو صنعتوں کے محکمے میں ملازم ہوگئے۔ یہاں سے وہ ٹیچرس ٹریننگ کالج میں بھیج دیے گئے۔ پچھلے مہینے غالباً ٹریننگ حاصل کرنے اودے پور گئے تھے۔ وہیں دل کی حرکت بند ہوگئی، اور یہ نوجوان مصوّر اپنی عمر کا چالیسواں سال بھی پورا نہ کرنے پایا تھا کہ اللہ کو پیارا ہوگیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون

اُن کے مرنے کی خبر جب سے سُنی ہے ان کی یاد برابر دل میں چٹکیاں لے رہی ہے۔ ایک ہم ہی کیا جو سنتا ہے کلیجہ مسوس کے رہ جاتا ہے

سچ کہا ہے میر صاحب نے

جو دنیا میں کرتے ہیں کچھ کام
سب کو رہ رہ کے یاد آتے ہیں

معمّے کے قواعد

(۱) حل کے ساتھ دو کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں (۲) ایک سے زیادہ حل بھی بھیجے جاسکتے ہیں۔ چار حلوں کی رعایتی فیس دو۔ ۸ حلوں کی ۱ روپے (۳) دونوں انعام تقسیم کردئے جائیں گے، قرعہ اندازی نہ ہوگی (۴) تمام حل رسالہ پہنچنے کے پندرہ دن بعد دفتر پیام تعلیم دہلی پہنچ جانے چاہئیں (۵) ایڈیٹر فیصلہ قطعی ہوگا۔ پیام تعلیم میں چھپے ہوئے کوپن کے علاوہ اور کوپن بھی لے لئے جائیں گے، کوپن میں کوئی حرف کٹا یا مٹا ہوا ہوگا یا پنسل سے بھرا ہوا ہوگا تو مقابلے میں شامل نہ کیا جائے گا (۷) چھوٹی اور بڑی ے کا فرق لازمی ہے ی ۔ ے ۔

(پتہ :- سب ایڈیٹر پیام تعلیم دہلی، قرول باغ)

صحیح حل معمّا نمبر ۹ ستمبر ۱۹۵۵ء

پیامِ تعلیم جوبلی فنڈ

ہم نے پچھلے پرچے میں پیام تعلیم جوبلی فنڈ کے سلسلے میں عزیزی آصف علی خاں سلمہ کی کوششوں کا مختصر سا ذکر کیا تھا۔ اب ہمیں اُن کی رپورٹ کی نقل بھی مل گئی ہے۔ یہ رپورٹ اُنھوں نے ارگنائزنگ کمیٹی کے پہلے جلسے میں پڑھ کر سنائی تھی۔ ہم اس کا ضروری حصہ یہاں نقل کرتے ہیں۔

محترم بزرگو: میں نے مکتبہ جامعہ کے اس رسالے میں جو پیام تعلیم کے نام سے بچوں کے لئے جاری کیا گیا ہے ایڈیٹر صاحب پیام تعلیم کی بچوں کے نام اپیل دیکھی۔ جو اُنھوں نے بچوں سے جامعہ کی سلور جوبلی کے سلسلے میں مدد کرنے اور اپنے بزرگوں کو امانت پر آمادہ کرنے کے لئے بارادئی نمبر میں شائع کی ہے .... میں اپیل دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے غور کیا کہ کیا کر سکتا ہوں۔ آخر میں نے فیصلہ کیا کہ میں ضرور بزرگوں سے امداد کی اپیل کروں گا۔ میں نے ایک ۱۰ بزرگوں کے سامنے اپنا خیال پیش کیا، اور ۱۷ اگست کے ندیم میں اپنا وظیفہ شائع کرایا۔ رمضان المبارک کی وجہ سے میں کوئی عام جلسہ نہ کر سکا۔ ہاں فرداً فرداً میں اپنے مخدوم بزرگوں اور محترم ماؤں اور بہنوں سے درخواست کی کہ وہ جامعہ (پیام تعلیم) جوبلی فنڈ کی ارگنائزنگ کمیٹی میں شرکت قبول فرمالیں چنانچہ مجھے یہ عرض کرنے کی جرأت حاصل ہے کہ ....

۱۔ جناب میاں محمد قاسم صاحب جاگیردار ۴۔ جناب ذاکر علی خاں صاحب ٹھیکیدار ۷۔ ممنون حسن خاں صاحب
۲۔ " محمد سبزواری صاحب ایم اے ۵۔ " احمد علی خاں صاحب ایم اے ال ال بی ۸۔ محترمہ مسعود بانو ممنون صاحبہ
۳۔ " سیٹھ چھگن لال صاحب ۶۔ " پنڈت چتر نرائن صاحب مالوی ۹۔ جناب حکیم قمر الحسن صاحب ایڈیٹر ندیم

۱۰۔ جناب لکشمی دیوی صاحبہ ۱۳۔ جناب اختر علی خاں صاحب بہادر ۱۶۔ جناب مرزا ابراہیم بیگ صاحب مدظلہٗ
۱۱۔ " لطف اللہ خاں صاحب نظمی ۱۴۔ " محمد اسمٰعیل صاحب ۱۷۔ " جوہر قریشی صاحب
۱۲۔ " انیسہ بیگم صاحبہ مدظلہا ۱۵۔ " رام چرن رائے صاحب ۱۸۔ " بہن شاردا دیوی

نے اپنے نام کمیٹی میں درج کرائے۔ (جناب محمود علی خاں صاحب جامعی اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ کمشنر) نے بھی اپنی شرکت منظور فرمائی ہے) اور ایک بزرگ نے یقین دلایا ہے کہ سیہور سے (۱۹) جناب سیٹھ نرائن جی داس صاحب اور (۲۰) جناب وکیل محمود حسین صاحب ایم اے ال ال بی بھی اپنے نام داخل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔

مجھے خواتین سے درخواست کرنے کا خیال اس لئے پیدا ہوا کہ جامعہ اور دوسرے اداروں کے علاوہ زنانہ تعلیم کا بھی انتظام کر رہی ہے۔ اور آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بھوپال کی خواتین نے بھی میری دعوت پر نہایت پرزور طریقے پر لبیک کہا۔

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جناب اختر علی خاں صاحب بہادر نے کچھ عرصہ پہلے سے جامعہ کی امداد کا کام ذاتی طور پر شروع کر رکھا تھا اور تقریباً ایک ہزار روپے جمع کر کے جامعہ کو ارسال فرما چکے ہیں۔ لیکن جب میں نے اپنی مجوزہ کمیٹی میں شرکت کی درخواست کی تو آپ نے یہ درخواست بخوشی منظور فرمائی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب سارا کام آپ حضرات یعنی اس کمیٹی کے ذمے ہے۔ میری آرزو ہے کہ ہم کم از کم ہزار روپے جمع کر کے جامعہ کو پیش کریں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مجھے اپنے محترم بزرگ جناب ممنون حسن خاں صاحب کا شکریہ ادا کرنا ہے انھوں نے اس کمیٹی کی میٹنگ کے لئے اپنے دولت کدہ پر افطار و چائے نوشی کی دعوت دے کر ممنون فرمایا۔ خادم۔ آصف علی خاں۔ نور منزل۔ بھوپال

عزیزی آصف میاں کے ایک تازہ خط سے معلوم ہوا کہ میونسپل انتخابات کی وجہ سے چندہ کا کام رکا ہوا تھا اب یہ انتخابات ختم ہو گئے ہیں اور بہت جلد پورے جوش سے یہ تحریک شروع کی جائے گی

پچھلے مہینے جو چندہ ہمیں وصول ہوا تھا اس کی میزان ۲ عہ تھی۔ اس مرتبہ آمنہ نجمہ مسعود مہر ہیں نے ۸ ؎ محمد اسد طاہر خیلی نے ۸ ر۔ عثمان غنی ۸ ر۔ جمیل النسا چار با ۸ عہ محمد سلیم الرحمن ۸ عہ۔ بھیجے ہیں۔ آپ بھی اپنا چندہ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر کے ذریعے ہمیں بھیجیں۔ ان کی رقم حفاظت سے ہمیں پہنچ جائے گی۔

محمد حسین حسان

شاخیں:-

۱- قرول باغ، دہلی
۲- ایڈیل اسکول، دہلی
۳- بچوں کا گھر، دہلی
۴- ایبٹ آباد
۵- ہسپورہ، گیا۔

بھئی آج تم سے چند ضروری باتیں کہنی ہیں۔ کچھ ایسی اہم تو نہیں مگر ڈر یہ ہے کہ کہیں بھول نہ جاؤں۔ ایک تو یہ کہ پیامیوں کے بیج معمولی ڈاک میں کھو جاتے ہیں۔ اس لئے آئندہ سے بیج کی قیمت (۳پیسہ) بھیجا کرو ورنہ بھی ہم پھر بھیج نہ سکیں گے۔ دوسرے یہ کہ سوال کے بارے میں کوئی شکایت کرنا ہو تو جوابی کارڈ بھیجنا چاہئے۔ ورنہ جواب کا انتظار نہ کرنا چاہیے۔

بعض پیامیوں نے ہمیں لکھا ہے کہ مشقی کوپن کے علاوہ اور کوپن نہ چھپا کریں۔ مگر بھائی ہم تو اس فکر میں ہیں کہ کاغذ زیادہ ملنے لگے تو کوپنوں کی تعداد بڑھا دیں۔ پیامیوں کے لئے سہولت اسی میں ہے۔ ہاں "مسلسل انعام" کے بارے میں یہ ہے کہ تین روپے انعام پانے والوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

پیامیوں کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ بچوں کا گھر دہلی اور ہسپورہ میں برادری کی شاخیں قائم ہو گئی ہیں۔ تفصیل اگلے پرچے میں آئے گی۔ جامعہ نگر اوکھلا میں بھی جلد ہی شاخ قائم ہو جائے گی۔ ان کے علاوہ شرف احمد (جودھ پور) سید امام مہدی ڈھوگڑی جالندھر۔ اعجاز احمد قریشی (پشاور) اور منصور فاروقی (سیالکوٹ) نے بھی ان جگہوں میں شاخیں قائم کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اسی پرچے میں خاص شوق کے مقابلوں کا سلسلہ شروع کریں گے۔ مگر جگہ کی کمی سبب اگلے پرچے سے شروع کریں گے۔

ایبٹ آباد کی شاخ کا ماہواری رسالہ "مکتب" بہت پابندی سے ہمارے پاس پہنچ رہا ہے۔ یہ رسالہ واقعی بہت اچھا ہے ایڈیٹر صاحب پیام تعلیم نے بھی تعریف کی ہے، اور اسد کا ایک ڈراما بھی اسی پرچے سے لے کر شائع کیا ہے

رپورٹیں:-

شاخ ایبٹ آباد کے دو جلسوں کی رپورٹیں ہیں، ان دونوں کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) ہماری شاخ کا ساتواں جلسہ گورنمنٹ ہائی اسکول کی عمارت میں منعقد ہوا۔ ہمارے ماسٹر عبدالاسلام صاحب (شرقی) صدر تھے۔ تلاوتِ قرآن (محمود الرؤف) کے بعد میں نے پچھلے جلسے کی کارروائی اور حضرت امیر طاہر خلیلی کی ایک نظم

سُنائی، پھر مسعود الرؤف نے چند معلومات، میں نے اپنا مضمون خطوں کا البم، صدیق نے چند لطیفے اور فقیر محمد نے فارسی مضمون کا ترجمہ سُنایا۔ محمود الرؤف نے ایک نعت گا کر سُنائی۔ الطاف حسین شاہ نے اتفاق کی طاقت پر ایک کہانی صادق ملک نے ریڈیو سے سنی ہوئی ایک کہانی سنائی۔ میں نے پیامیوں کو اردو کی خدمت کا ایک نیا طریقہ بتایا، اور وہ یہ کہ صحیح اردو لکھنے کی کوشش کی جائے۔

آخر میں مُربی صاحب نے تمام پیامیوں سے عہد نامے کی عبارت زبانی یاد کرنے کی ہدایت کی یہ بھی فرمایا کہ اپنا پیام (عہد نامہ) روزانہ کم سے کم دو ممبروں تک پہنچانا چاہیے۔

پیام برادری کا آٹھواں جلسہ گورنمنٹ ہائی اسکول میں چھٹی کے بعد ہوا، مربی صاحب صدر تھے تلاوت کلام پاک اور پچھلے جلسے کی روداد سنانے کے بعد محمود الرؤف نے امیر طاہر خلجی کی نظم "پیامی کی دعا" سنائی نظم کے بعد میں نے اپنی کہانی ادلے کا بدلا۔ صادق ملک نے ایک کہانی سب سے پہلا کسان۔ غلام رسول نے زراعت کی ترقی پر ایک اچھا مضمون، مسعود الرؤف نے نوبل پرائز اور اس کے بانی پر ایک مضمون پڑھا، میں نے اردو زبان پر ایک تقریر کی میرے بعد عبدالکریم فاروقی نے مسور پر ایک مضمون پڑھا، مسعود الرؤف نے چند معلومات سنائیں آخر میں مربی صاحب نے جاگو اور جگاؤ پر تقریر کی اور مغرب سے پہلے جلسہ ختم ہوا۔

محمد اسد طاہر خلجی (ناظم)

پیامیوں سے

منور احمد، آئیڈیل اسکول۔ قرول باغ کی شاخ کے نئے انتخابات ہونے والے ہیں اب نئے صدر اور نئے سکریٹری سے خط کتابت کرنا۔

صادق ملک، ایبٹ آباد، سچ جانو بہت ہی مصروفیت ہے۔ ۱۵ نومبر کے بعد شاید جواب دینے کا موقع ملے خفا تو نہیں ہو گئے!

منصور احمد، سیالکوٹ۔ بھئی منصور میاں اتفاق دیکھو، میں دو بار (۲۱ اور ۲۵ اکتوبر) تمہارے شہر سے گذرا، مگر تم سے ملاقات نہ ہو سکی، بڑا قلق رہا، خیر پھر سہی۔ برادری سے تمہیں ایسی لگن رہی تو ملاقات بھی ہو جائے گی۔

سلطان حکیم، اعظم گڑھ۔ آصف علی خاں (نور منزل، ریٹ گھاٹ، بھوپال) نے پوچھا ہے کہ تم بڑے آدمیوں کے ہونٹوں کی تصویریں کیسے جمع کرتے ہو۔ انھیں جواب ضرور دینا

عبدالستار خاں تاتاری، بھاٹا پارہ۔ تمھارے سوال ہمیں یاد نہیں، ذرا پھر سے لکھ کر بھیج دو۔

حاجی حسین - تمھارے ۳ صحیح ہیں۔

شاہد مصطفےٰ وسنوی - تم ممبر بن سکتے ہو۔

پریم کمار سہگل - جوبلی فنڈ کے لئے تمھارا بہت بہت شکریہ - کتاب دیکھنے کے بعد چھپ سکنے یا نہ چھپ سکنے کے بارے میں رائے دی جا سکتی ہے۔ پیام ادبی کی ممبری کے لئے رسالے کی خریداری ضروری نہیں، پرچے کو وقت پر لانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

معما نمبر ۲ کے صحیح حل اس مرتبہ دو آئے - ٹرسٹ پبلیشر پیام باری کا (صہ) اور ایک مس نواب علی بیگ کا (صہ) یہ گویا ہمارے معما بنانے والے صاحب کی کامیابی اور پیامیوں کی ہار ہے۔ ہمارے بہت سے پیامی تو قلیہ دلیہ اور کپوت سپوت کے پھندے سے نہ نکل سکے حالانکہ بات صاف تھی بس ذرا غور کرنے کی ضرورت تھی۔

ایک غلطی، [illegible] آصف علی خان بھوپال - سید ساجد حسین الہ آباد - محمد نعیم الدین لکھنؤ - اشرف موسیٰ رانچی، منصور کاظم بدایوں - عبدالرحمٰن قدوائی بڑا گاؤں - کوکب قدر سجاد علی مرزا استھال پرگنہ - منظور الحق بھسپورہ - سلیم احمد لاکور۔

پیامی انعام کی اطلاع ملنے کے بعد فوراً اپنی پسند کی کتابیں منگوا لیا کریں۔ جب تک یہاں ان کا خط نہ آئے گا ہمیں اطلاع کیوں کر ہوگی، اور ہم کتابیں کس طرح بھیج سکیں گے - یہ بات ہم کئی بار لکھ چکے ہیں۔

نئے ممبر

نمبر	نام	مقام	عمر	شوق
۱	محمد معین	جامعہ نگر	۱۱	خط و کتابت - سیر کھیل۔
۲	محمد عیسیٰ	بھوپال	۱۳	علم حاصل کرنا - افسانے پڑھنا - ڈیک ٹینس کھیلنا۔
۳	آصف علی خاں	"	۱۱	کہانیاں پڑھنا اور لکھنا - ٹکٹ جمع کرنا۔
۴	عبدالقیوم	ایبٹ آباد	۱۴	نیکی کے کام کرنا، ہاکی کھیلنا۔
۵	انور	"	۱۰	نہیں پڑھنا، "
۶	حیدر زماں	"	۱۵	مطالعہ، افسانے پڑھنا۔
۷	اقبال حسین	"	۱۱	کتابیں پڑھنا
۸	جمیل اختر	جامعہ نگر	۱۲	شاعروں کا البم بنانا
۹	محمد احمد خاں	"	۱۲	مضمون نویسی، ڈرائنگ
۱۰	محمد احمد مسلم	کلکتہ	۱۱½	"
۱۱	نگہت	سیتاپور	۱۲	تصویر بنانا اور جمع کرنا۔
۱۲	علی امام نقوی	مرادآباد	۱۲	"
۱۳	مختار سعید نقوی	"	۷	تحصیل علم، قصے لکھنا۔
۱۴	جمیلہ النسا	جائیاسہ	۱۲	پھول پتیاں بنانا

مشقی کوپن

پہلا انعام عـــہ

دوسرا انعام ہے ر

۱- انعام میں کتابیں دی جائیں گی۔
۲- انعام ایک ہی ہوگا۔

دائیں سے بائیں

۱- آج کل ہر جگہ اسی کا چرچا ہے۔

۵- کتنے اچھے ہیں وہ لوگ جنھیں کسی چیز کی یہ نہیں۔

۷- ایک قسم کی جلدی بیماری۔

۸- اکثر اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا کرتا (بے ترتیب)

۹- لفظ بمعنی تعریف۔

۱۰- بچوں کو سلانے کا گیت۔

۱۱- ایسی تعلیم بچوں کے لئے اکثر مفید ہی ثابت ہوتی ہے۔

۱۲- طاقچہ۔ جس میں چراغ وغیرہ رکھتے ہیں۔

۱۳- لفظ بمعنی 'ٹاٹ' کے پہلے دو حرف

۱۴- قرآن شریف میں آیا ہے کہ یہ کبھی حکمراں نہیں ہوسکتے۔

۱۸- ہندوؤں کو دیوالی اور مسلمانوں کو بقرعید ہماری طرف سے ..... ہو۔

۲۰- وطن سے اپنے .... کوئی قصور نہیں

وطن کے حق میں بغاوت کوئی قصور نہیں

افق

اوپر سے نیچے

۱- برطانیہ اور روس کا موجودہ یہ بھی جنگ کی صورت اختیار کرسکتا ہے۔

۲- اسے شیطان کو بھگانے کے لئے پڑھتے ہیں۔

۳- رفتہ رفتہ عارضی یہ ملازمین علیحدہ کئے جارہے ہیں۔ (بے ترتیب)

۴- یہ شیشے کی ہوتی ہے (بے ترتیب)

۶- ایک ادنیٰ آدمی بھی اپنے خلاف معمولی یہ برداشت نہیں کرسکتا۔

۱۱- سچا دوست کیسا ہی۔ یہ کیوں نہ ہو پھر بھی کام آہی جاتا ہے

۱۳- ... صورت۔

۱۵- اگر اس سے کام لیا جائے تو دشواریاں آسان معلوم ہونے لگتی ہیں

۱۶- لفظ ترک کے آخری دو حرف

۱۷- اس معمے کا صحیح یہ چار لفظوں پر منحصر ہے۔

۱۹- آزاد ہند فوج کے تین افسروں کے خلاف دہلی .. لال قلعہ میں ۱۷ نومبر سے پھر مقدمہ شروع ہوجائے گا۔

معما نمبر ۱۰
کوپن نمبر
نام
پتہ
محلہ

دہلی، یو۔پی، سی۔پی، بہار، میسور، قلات، بنگال، رام پور
حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار اور سرحد کے محکمۂ تعلیم
کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے "منیجر"

پیام تعلیم دہلی

ایڈیٹر: محمد حسین حسان

فہرست مضامین نومبر ۱۹۴۵ء — جلد ۲۷۔ نمبر ۲

قیمت سالانہ ۳ر

فی پرچہ ۴ر

ہندوستان سے باہر چار روپے

فہرست مضامین نومبر ۱۹۴۵ء

پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم۔اے۔ پی ایچ۔ ڈی۔ جمال پریس، دہلی

بچوں سے باتیں

یہ پرچہ پریس میں چھپنے جارہا تھا کہ ایک افسوس ناک خبر ملی، جامعہ کے ایک پرانے ساتھی مولانا صدرالدین صاحب انصاری ندوی جامعی کا اچانک دل کی حرکت بند ہو جانے سے انتقال ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم ہماری جامعہ کے بہت ہر دل عزیز استاد تھے، بہت نیک اور فرشتہ خصلت۔ مدرسہ ثانوی میں بچوں کی مذہبی تعلیم انھی کے سپرد تھی، دارالعلوم ندوۃ العلما سے فارغ ہوکر جامعہ میں آگئے تھے، کچھ دنوں پڑھا پھر پڑھانے لگے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے پچھلے دنوں مصر تشریف لے گئے اور وہاں کی مشہور یونیورسٹی جامعہ ازہر سے بہت اونچی سند لائے تھے۔ ہمیں ان کی اس بے وقت موت کا بہت قلق ہے، خدا ان کی مغفرت کرے اور ان کے عزیزوں، دوستوں، اور جامعہ کے ساتھیوں کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ابھی ابھی تو ہمارے دیس کے نوجوانوں میں ہمت دلیری، بڑے بڑے کام کرنے کا حوصلہ۔ اور نئی نئی باتوں کا کھوج لگانے کی امنگ پیدا ہوگئی ہے۔

ابھی پچھلے اگست کو چند ہندوستانی من چلے ہمالیہ کی ایک اٹھارہ ہزار فٹ اونچی چوٹی بلائی یا کولائی کو سر کرنے چلے۔ اور راستے میں مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھاتے آخر دو مسلمان نوجوان رؤف اور حمید چوٹی پر پہنچ گئے۔ کسی اگلے پرچے میں ہم اس مہم کا ذرا تفصیلی حال لکھنے کی کوشش کریں گے۔

یہ پرچہ تمھیں اکتوبر کے پرچے کے تھوڑے ہی دنوں بعد مل جائے گا۔ دسمبر کا پرچہ بھی قریب قریب تیار ہے اور امید ہے کہ تمھیں جلد مل جائے گا۔

پیام تعلیم پہلے جس پریس میں چھپتا تھا اس کا انتظام چند دنوں سے کچھ ایسا ہوگیا ہے کہ باوجود ہزار کوشش کے اکتوبر سے اب تک کوئی پرچہ نہیں چھپ سکا، مجبوراً اب دوسرے پریس میں انتظام کیا گیا ہے۔ اس پریس کے منیجر نے امید دلائی ہے کہ پرچے کو وقت پر لانے کی پوری کوشش کریں گے۔

پیارے بچو

(تاثر نقوی)

پیارے بچو پڑھو سبق اپنا
آج تم کھیلتے ہو پھولوں سے
پینگ آتے ہیں اور جاتے ہیں
پیاری پیاری یہ باغ کی کلیاں
کل جو دیکھو گے یہ بنیں گی پھول
تم بھی کلیاں ہو باغِ انساں کی
تم کو اک روز پھول بنناہے
تم ہی بنیاد ہو ترقی کی
تم پہ ہے انحصار ملت کا
ہم غلامی میں گر مریں تو مریں
تم جو بڑھنا تو گولیاں کھانا
آج ہی سے یہ دل پہ لکھ رکھو

الٹو الٹو نیا ورق اپنا
دل کو بہلا رہے ہو جھولوں سے
زندگی کا سبق پڑھاتے ہیں
اپنے کھلنے پہ ہیں بہت شاداں
زندگی کے تمھیں یہ دیں گی اصول
پیاری لڑیاں ہو آب نیساں کی
باغ کو اپنے آپ سجنا ہے
تم ہی رونق ہو باغِ ہستی کی
تم پہ دار و مدار عزّت کا
قید خانوں میں ہم سڑیں تو سڑیں
تم مقابل پہ شان سے آنا
ہم کو آزاد رہ کے جینا ہے

ننھے پیامیوں کے لئے

منّی منّی کہانیاں

بی میاؤں اور بھوں بھوں

ایک تھے میاں بھوں بھوں اور ایک تھیں بی میاؤں۔

ایک دن بھوں بھوں نے بی میاؤں سے کہا "میاؤں میاؤں آؤ ایک کھیل کھیلیں۔

بی میاؤں :۔ کیا کھیلیں؟

بھوں بھوں :۔ چور چور کھیلیں۔ تُم تو بنو چور، اور میں تمھیں پکڑوں۔

بی میاؤں :۔ نہیں جناب! تُم مجھے کاٹنے لگو گے۔

بھوں بھوں :۔ تو ہم کہیں زور سے تھوڑا کاٹیں گے۔

بی میاؤں :۔ جی، بس معاف کیجئے، یہ ٹھٹول آپ کے لئے ہو گی، میری تو جان پر بن جائے گی۔

سبق

ایک دن بی میاؤں اپنے بچّوں کو سبق پڑھا رہی تھیں۔
"اگر کوئی کتا تمھارے سامنے آ جائے تو تمھیں کیا کرنا چاہیے۔ اپنی پیٹھ کمان کی طرح دوہری کرلو۔ بال بھی کھڑے کرلو۔ تیر کی طرح کھڑے ہو جائیں۔

بچّے:- آخر کیوں؟

بی میاؤں:- یوں کہ تم بڑے نظر آؤ گے۔ بڑے! بہت بڑے!! کتا تمھیں دیکھ کر ڈر جائے گا، اور بھاگ کھڑا ہوگا۔

بچّے:- اور جو نہ بھاگے؟

بی میاؤں:- ارے! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے تم خود بھاگ کھڑے ہونا۔

کنوئیں کے مینڈک

ایک کنوئیں میں کچھ مینڈک رہتے تھے۔ یہ بس کنوئیں کے چاروں طرف تیرتے رہتے تھے، باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ ایک مینڈک نے اپنے جی میں کہا،

ہم تو باہر نکلتے! دنیا کی سیر کرتے !!

ایک دن ایک آدمی کنوئیں پر آیا۔ اس نے ڈول میں رسّی باندھی اور ڈول کنوئیں میں ڈال دیا۔

مینڈک میاں بہت خوش ہوئے۔ جھٹ سے ڈول میں بیٹھ گئے۔ ڈول کنوئیں سے باہر آیا۔ انھوں نے چھلانگ لگائی اور کنوئیں کے پاس ہری ہری گھاس پر لگے پھدکنے۔

اب انھوں نے اپنے کنوئیں کے ساتھیوں سے کہا "تم بھی باہر کیوں نہیں نکل آتے۔ یہ تو بہت آسان بات ہے۔ مجھے دیکھو تو دنیا کی سیر کرنے جا رہا ہوں"

کنوئیں کے مینڈکوں نے جواب دیا۔

ہمیں ڈر لگتا ہے۔ کہیں یہ آدمی ہمیں پکڑ نہ لے۔ باہر والا مینڈک بولا:۔ تمھاری خوشی! تمھیں ڈر لگتا ہے تو وہیں رہو۔ ہم تو جاتے ہیں +

میری دُعا

خلیل الرحمٰن اعظمی

آپ تو کتنے اچھے ہیں نا
امّی جان کہا کرتی ہیں
جتنی چیزیں دنیا میں ہیں
آپ جو چاہیں کرسکتے ہیں
میری تو ہے بس ایک دُعا
وہ جو میرے بڑے بھیّا ہیں
وہ مجھ کو اکثر مارتے ہیں
میں اُن کا کرہی کیا سکتا ہوں
جب خوب بڑا ہو جاؤں گا
اور... ہاں اک بات میں اور کہوں گا
میں جیسے کھلونے مانگتا ہوں
وہ مجھ کو کبھی نہیں دیتے
آپ تو سب کچھ جانتے ہوں گے
میں ان سے ہوں روز یہ کہتا
وہ تو ہیں بس ٹال ہی دیتے
تو پھر ہاں اے میرے اللہ

اے مرے اللہ میاں
آپ ہی نے ہم سب کو بنایا
آپ ہی نے تو پیدا کی ہیں
جو کچھ چاہیں دے سکتے ہیں
جلدی سے کردے مجھ کو بڑا
وہ مجھ پہ رُعب جماتے ہیں
ہر بات میں ڈانٹا کرتے ہیں
بس رو کر چپ ہو جاتا ہوں
تب میں بھی اُن سے پوچھوں گا
کیسے ہیں یہ میرے ابّا؟
اور جو جو چیزیں چاہتا ہوں
دوسری چیزیں ہیں لا دیتے
مجھ کو شکار کا شوق ہے کتنا
دیجے اک بندوق، اک گھوڑا
میری بات پہ ہیں ہنس دیتے
تو ہی کر اس شوق کو پورا

جب ہوں گی یہ باتیں پوری
پھر کتنا خوش ہوگا وِشی

فوٹوگرافی کا مشغلہ

احمد حسن، لکھنؤ

ہمارے پیامیوں میں شاید ہی کوئی ہو جسے تصویروں سے دلچسپی نہ ہو۔ بڑے بڑے آدمیوں، جانوروں، پرندوں، عمارتوں، باغوں، پہاڑوں اور آبشاروں کی تصویریں دیکھنے میں سچ مچ بڑا مزا آتا ہے، ہمیں یقین ہے کہ بہت سے پیامیوں کو تصویریں جمع کرنے کا شوق ہوگا۔

مگر خود اپنی کھینچی ہوئی تصویریں! بھئی واہ وہ تو اور بھی اچھی لگتی ہیں، فوٹوگرافی یا فوٹو کھینچنے کا مشغلہ واقعی بہت دلچسپ ہے، اور ہاں مفید بھی، ویسے بھی یہ کتنا اچھا لگتا ہے گلے میں کیمرا پڑا ہے اور بس چلے جا رہے ہیں، جہاں کہیں اچھا منظر دیکھا یا کوئی ننھا منا بچہ کھیلتا ہوا نظر آیا یا کوئی اور دلچسپ تصویر، بس کیمرا سنبھالا اور تصویر لے لی۔ اب جلدی ہے، کب یہ تصویر دھلتی ہے اور کب چھپتی ہے۔ اچھی خاصی مصروفیت اور دلچسپی! یہ تصویر چھپ کر آتی ہے تو کتنی خوشی ہوتی ہے، اور اسے کس احتیاط سے اپنے البم میں چپکایا جاتا ہے۔

کبھی کبھی بلکہ اکثر تصویر دیکھ کر وہ سب باتیں یاد آجاتی ہیں۔ جو تصویر لیتے وقت پیش آئی تھیں۔ یہ تصویر یوں کھینچی تھی ویسے لیے۔

ہمارے کالج میں ایک بار ہندوستان کے مشہور سائنس داں سی۔ وی۔ رمن تشریف لائے تھے۔ میں نے ان کی تصویر لی تھی اس تصویر کے سلسلے میں ایک دلچسپ بات ہوئی تھی، تم بھی سنوگے؟ مگر دیکھو کسی سے کہنا مت! ...... ہماری یعنی کالج کی انجمن کے ایک سکریٹری تھے، یہ بے چارے ذرا مغالطے میں مبتلا اور اپنے کو کچھ سمجھتے تھے! کہنے لگے۔

"سری، وی رمن کے ساتھ ہمارا فوٹو بھی لینا پڑے گا۔"

میں نے کہا:- "بہت اچھا"

جب وہ رمن کے ساتھ کھڑے ہوئے، (رمن کے رعب سے ذرا الگ ہی کھڑے ہوئے تھے) تو میں نے صرف رمن کی تصویر لی، اور ان کو کاٹ دیا، وہ اس خیال میں مگن تھے کہ ہماری تصویر بھی آگئی ہوگی، بے چارے بہت خوش تھے، دو دن تک کالج کے ریسٹوران (قہوہ خانہ) میں چار

پلائی، ادھر ہم الگ خوش کہ خوب بے وقوف بنایا، بعد میں ان سے کہہ دیا گیا کہ پورا فلم دھلتے وقت خراب ہو گیا۔ یہ سن کر ان غریب کو اپنی قسمت پر بہت دنوں تک افسوس رہا۔

پھر آپ چھٹیوں میں گھومتے پھرتے جاتے ہوں یا کہیں پکنک وغیرہ میں اور اپنا کیمرہ ساتھ ہو تو ان سیروں اور پکنکوں کی یاد بھی محفوظ رہتی ہے۔

یوں تو طرح طرح کی تصویریں بازار میں بھی مل جاتی ہیں، مگر اپنے ہاتھ کھینچی ہوئی تصویروں کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے جس رخ سے جی چاہا تصویر اتار لی، فرض کرو، ایک عمارت ہے۔ اوروں کو اس کا جو رخ پسند ہے ہمیں پسند نہیں، ہم نے اس کا فوٹو کسی دوسری طرف سے لیا۔

اس مشغلے سے ایک فائدہ اور بھی ہے، ہمارے بعض ہفتہ وار اخباروں یا ماہوار رسالوں میں فوٹوگرافی کے انعامی مقابلے ہوتے ہیں۔ ان مقابلوں میں شریک ہونا بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ ان مقابلوں میں تصویر بھیجو تو اپنی عمر ضرور لکھو، تصویریں جانچنے والے عمر کا بھی خیال رکھتے ہیں۔

اس مشغلے کو شروع کرنے کے لئے سب سے پہلے تمھیں کیمرے کی ضرورت ہوگی، ایسا کیمرہ خریدو جس کے ویو فائنڈر (VIEW FINDERS) اچھے اور بڑے ہوں، شٹر ٹھیک کام کرتا ہو اور لنس اچھا ہو، لینس اچھا ہوگا تو تصویر بھی اچھی آئے گی۔ لینس پر گرد و غبار نہ پڑنا چاہیے۔ نہ انگلی یا کسی اور چیز سے چھونا چاہیے ذرا سی بے احتیاطی سے مہین مہین خراشیں پڑ جاتی ہیں اور لینس بے کار ہو جاتا ہے۔

یہ بات بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کس کیمرے میں کس نمبر کا فلم استعمال ہوتا ہے، زیادہ تر کیمروں میں ۱۲۰ یا ۶۲۰ نمبروں کے فلم استعمال ہوتے ہیں، ایک نمبر کا فلم دوسرے نمبر کے کیمرے میں آسانی سے استعمال نہیں ہو سکتا، پھر فلم کو کیمرے پر چڑھانا بھی ایک کام ہے، یہ بھی معلوم ہونا چاہیے اگر تم نے اچھا اور قیمتی کیمرہ خریدا ہے تو اس میں بہت سے چھوٹے چھوٹے پرزے ہوں گے، ان سب کا استعمال اپنے فوٹوگرافر سے پوچھ لو۔ مقصد یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں تم فوٹوگرافر کی مدد کے محتاج نہ رہو۔

تصویر لیتے وقت سورج دائیں یا بائیں یا پیچھے ہو سامنے نہ ہو، سامنے بھی ہو تو کم سے کم کیمرا سائے میں ہونا چاہیے۔ ورنہ تصویر بالکل نہ آئے گی۔

تم پہلے پہل کیمرا خریدو گے تو تمھارے بہن بھائی اور دوست تمھیں اپنی اپنی تصویریں کھنچوانے کے لئے بہت پریشان کریں گے اور تم انھیں دھوکا بھی نہیں دے سکتے، ہمارے سکریٹری صاحب کی بات اور تھی

اپنے بہن بھائیوں کی تصویر اس وقت لو جب وہ اپنی اصلی حالت میں ہوں، ان کے چہرے پر جھجک یا ان میں اس بات کا احساس نہ ہو کہ تصویر کھنچوا رہے ہیں۔

عام طور پر میں نے یہ دیکھا ہے کہ تصویر کھنچواتے وقت

لوگ "بن" جاتے ہیں، ہنس بھی رہے ہوں تو منہ بنا لیں گے یا ایسے سنجیدہ بن جائیں گے۔ جیسے تصویر کھنچواتے وقت انھیں کچھ تکلیف ہو رہی ہے، اس لئے جب وہ ہنس رہے ہوں یا بات چیت کر رہے ہوں، تم چپکے سے بغیر بتائے ان کی تصویر لے لو جیسے شکار میں کرتے ہیں، بس یہ سمجھو کہ کیمرہ تمھاری بندوق ہے اور جس کی تم تصویر لے رہے ہو وہ تمھارا شکار ہے اور تم؟ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ تم ہوئے شکاری!

اچھا ہم تمھیں ایک ایسا قصہ سنائیں، ہماری ایک خالہ تھیں بڑی ہنس مکھ، مگر تصویر کھنچوانے سے بہت گھبراتی تھیں، کیمرے کے سامنے آتے ہی سنجیدہ ہو جاتیں، ایک روز وہ اپنے ننھے منے بچے کو گدگدا گدگدا کر ہنس رہی تھیں، میں نے چپکے سے ان کی تصویر لے لی، یہ تصویر بہت اچھی آئی، میں نے اسے ایک انعامی مقابلے میں بھیجا، اور دوسرا انعام ملا، بغیر بتائے تصویر لینے میں سچ مچ بہت لطف آتا ہے۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ ہمیشہ ہنستے ہوئے تصویر لی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ چہرے پر بے ساختگی ہو بناوٹ نہ ہو، اور ہاں تصویر لیتے وقت ان سب باتوں کا خیال رکھنا جن کا ذکر پہلے آ چکا ہے، وہی روشنی سورج کا رخ وغیرہ

شروع شروع میں لوگوں کو باقاعدہ بٹھا کر تصویر مت لو۔ فوٹوگرافی کی اصلاح میں اسے (PORTROIT) کہتے ہیں، اس میں بہت مشق کی ضرورت ہے جہاں تک ممکن ہو اسنیپ (SNAP) ہی لیا کرو۔ یعنی جہاں کسی کو ہنستے یا کسی بچے کو کھیلتے دیکھا اچانک تصویر لے لی۔

بچے جب کھیلنے میں مشغول ہوں، اور بالکل اپنی نیچرل یا قدرتی حالت میں ہوں تو فوراً شٹر دبا دو اکا دکا بچوں کے چہروں کا خیال نہ کرو، پوری تصویر اچھی آنی چاہئے بس یہ معلوم نہ ہو کہ بچے تصویر لینے کے لئے وہاں بٹھائے گئے تھے۔ بلکہ خود آپ ہی آپ کھیل رہے تھے، بچیاں گڑیاں کھیل رہی ہوں تو ان کی تصویر بہت اچھی آتی ہے۔

کتے بلی کی تصویریں بھی بہت پیاری لگتی ہیں، ان کی تصویر لیتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ گھاس پر نہ بیٹھے ہوں، اس سے تصویر خراب ہو جاتی ہے، بجری یا سمنٹ کے فرش پر بیٹھے ہوں، جانور حیرت سے کیمرے کی طرف دیکھیں گے، اگر اس طرح ان کی تصویر نہ لینا ہو تو ان کی توجہ دوسری طرف کر دو کتے کو روٹی کا ٹکڑا دکھا دو، بلی کی طرف گیند لڑھکا دو۔

ہاتھ سے بنے ہوئے جانوروں اور کھلونوں کی تصویریں بھی بہت اچھی آتی ہیں، ان چیزوں کو سلیقے سے میز پر لگا دو ان کے دونوں طرف بجلی کے لیمپ لگا دو، دونوں میں ۱۰۰ واٹ کے بلب جل رہے ہوں۔ اب اپنا کیمرہ مقررہ فاصلے پر میز پر رکھ دو، کیمرہ ہلے ڈلے نہیں، اس لئے کہ تمھیں وقت دے کر تصویر لینا ہوگی، معمولی کیمرے کے لئے تین سیکنڈ کافی ہیں

اچھے کیمروں میں وقت دینے کا پیمانہ ہوتا ہے اسے دیکھ کر وقت دو۔

شروع اور آخر برسات میں لاجوردی اور گہرے نیلے آسمان پر، سفید سفید اور سرمئی بادل بہت اچھے لگتے ہیں۔ بادل کے ٹکڑے بڑے بڑے ہوں تو LAND SCAPE بہت عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر ایک بات کا خیال بہت ضروری ہے، کیمرے کا لینس معمولی ہے تو بادلوں کی تصویر نہیں آئے گی، اس کے لئے ایک اسکائی فلٹر (SKY FILLER) خریدنا پڑے گا۔ یہ لینس کے آگے لگ جاتا ہے۔ برسات میں تو اسے لگائے رکھنا ہی اچھا ہے۔

سمندر یا پہاڑوں کی تصویر لیتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ تصویر میں ان کی اونچائی یا دوری کا اندازہ ہو سکے، تصویر اس طرح لی جائے کہ پاس کا کوئی درخت روش یا کوئی اور چیز تصویر میں آجائے، اور یہ چیز مقابلے کا کام دے۔ بغیر اس کی کچھ عجیب عجیب سی لگتی ہے۔

کسی سیدھی روش کی یا سڑک کی جو دور تک سیدھی چلی گئی ہو، تصویر مت لو، اس سے تصویر دو حصوں میں بٹی نظر آئے گی اور ذرا بھی خوب صورت نہ معلوم ہوگی، ہاں سڑک پر کوئی گاڑی وغیرہ ہو اس کے کنارے درخت لگے ہیں یا روش پر دروازہ لگا ہو تو کوئی ہرج نہیں۔

ایسی تصویریں بھی ضرور کھینچو جن میں ہندوستانیت ہو مثلاً تمھاری امی پاندان کھولے بیٹھی ہیں، اور پان لگا رہی ہیں یا تمھاری دیدی تھال ہاتھ میں لئے پوجا کو کھڑی ہوں یا شادی بیاہ، تہواروں (محرم، رام لیلا وغیرہ) تاریخی جلسوں کی تصویریں۔ پھر تمھارے مدرسے جو مختلف جلسے وغیرہ ہوتے رہتے ہیں، ان کی تصویریں ہاں کھیل کود کی تصویریں۔

ایسی تصویریں لینے سے ایک اور فائدہ ہے تمھیں قلمی دوستی اور خط کتابت کا شوق ہے تو اس طرح کی تصویریں تم اپنے ان دوستوں کو بھیج سکتے ہو، یہ ان کے لئے بہت دلچسپی کا سبب ہوں گی۔

لو بھئی تصویریں تو تمھارے پاس بہت سی جمع ہو گئیں اب انھیں رکھوگے کہاں۔ ایک البم بنا دو یا بنا بنایا بازار سے خرید لاؤ۔ اور اس میں احتیاط سے تصویریں لگاؤ۔

فلم کی دھلائی اور تصویروں کی چھپائی کا کام ذرا مشکل ہے شروع میں یہ کام کسی فوٹو گرافر سے کرا لو تم خود بھی کر سکتے ہو، پہلے پہل تمھارے فلم کی تصویریں خراب ہو جائیں تو ناامید ہونے کی ضرورت نہیں۔ مشق ہی سے سب کچھ آتا ہے، غلطیاں کرکے ہی آدمی سنبھلتا ہے۔ آج کے بہت اچھے اچھے فوٹو گرافروں نے جانے کتنے فلم خراب کئے ہوں گے، تب جا کر انھیں اچھی تصویریں لینا آئی ہیں ✦

جاگو اور جگاؤ

جبرئیل جبل پور

جاگو دنیا والو جاگو

رات گئی اب صبح ہوئی ہے — وہ دیکھو پو پھوٹ رہی ہے
سورج کی بھی آنکھ کھلی ہے — سوئی کلی بھی جاگ اُٹھی ہے

جاگو دنیا والو جاگو

پھول کھِلے ہیں گلشن گلشن — ذرّہ ذرّہ روشن روشن
رنگ برنگا چرخ کا دامن — دور ہوئی سب دل کی اُلجھن

جاگو دنیا والو جاگو

خوابِ غفلت ٹھیک نہیں ہے — بسترِ ذلّت ٹھیک نہیں ہے
ایسی فطرت ٹھیک نہیں ہے — سوئی قسمت ٹھیک نہیں ہے

جاگو دنیا والو جاگو

نیند سے چونکو آنکھ تو کھولو — جو سوئے ہیں بیدار انہیں دیکھو
ہوش کی لو کچھ ہوش میں آؤ — جبرئیل اک آواز تو دے دو

جاگو دنیا والو جاگو

آج کل سردی کیسی زوروں کی پڑ رہی ہے اور انگیٹھی یا چولھے کے آس پاس بیٹھ کر ہاتھ تاپنے میں کیسا مزا آتا ہے۔ سرخ سرخ انگارے کیسے دہکتے ہوتے ہیں اور اس میں کیسے کیسے گرم شعلے نکلتے ہیں۔

سچ پوچھو تو یہ آگ ہماری زندگی میں بہت ہی اہم ہے۔ یہ نہ ہو تو ہمارا کھانا کیسے پکے۔ اور چاء کیسے تیار ہو۔ اور یہی حضرت موسیٰ کو پیغمبری بھی تو اسی نے دلوائی تھی، مگر یہ ہے کیا چیز اور اس میں سے شعلے کیسے نکلتے ہیں۔

تم نے سائنس تو پڑھی ہے؟ اچھا بتاؤ:۔ کیمیاوی عمل کسے کہتے ہیں۔ دیکھو اگر کوئی ایک چیز دوسری چیز سے ملنے کے بعد بالکل ایک نئی چیز بن جائے، اس طرح کہ اس کی خاصیتیں بھی بدل جائیں تو یہ کیمیاوی عمل کہلائے گا۔ مثلاً آکسیجن ایک گیس ہے۔ اس کی خاصیتیں الگ ہیں۔ ہائڈروجن ایک دوسری چیز ہے اس کی خاصیتیں بھی جدا ہیں ان دونوں کو ملا دیا۔ ان کے ملنے سے بالکل ایک نئی چیز بن گئی۔ بتاؤ کیا؟ پانی! اس کی خاصیتیں بھی ان دونوں سے الگ ہیں۔

اس کیمیاوی عمل یعنی دو چیزوں کے ملتے وقت عموماً گرمی یا حرارت اور کبھی کبھی روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اسے تم احتراق کہہ لو، سمجھے! احتراق!! اسے تم جلنا بھی کہہ سکتے ہو۔

جب کیمیاوی عمل زیادہ تیزی سے ہو اور گرمی یا حرارت بہت کافی پیدا ہو جائے تو جس چیز پر یہ کیمیاوی عمل ہوتا ہے جلنے لگتی ہے۔

کلورین ایک زہریلی گیس ہوتی ہے اس میں تم تارپین کے گرم تیل میں ڈوبا ہوا فلٹر کا کاغذ ڈال دو فوراً جل اٹھے گا۔ تم نے تارپین کے تیل میں آگ لگائی تھی؟ بات یہ ہے کہ کلورین گیس اور تارپین کے تیل کے ملنے سے اتنی گرمی یا حرارت پیدا ہوتی کہ کاغذ نے فوراً آگ پکڑ لی، اسی طرح اور چیزیں

بھی جلتی ہیں۔ ہوا میں ایک گیس ہے آکسیجن وہ چیزوں کے جلانے میں بہت مدد دیتا ہے۔
مگر ہر کیمیاوی عمل میں اتنی حرارت یا گرمی کا پیدا ہونا ضروری نہیں۔ لوہے میں زنگ لگنا بھی ایک طرح سے کیمیاوی عمل ہے۔ سائنس والے اس زنگ لگنے کو بھی احتراق کہتے ہیں، لیکن یہ کیمیاوی عمل بہت سست ہوتا ہے اور اتنی حرارت پیدا نہیں ہوتی کہ آگ لگ جائے۔
اچھا اب بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن سے جلتے وقت شعلے اٹھتے ہیں، لکڑی یا گندک یا تیل وغیرہ جلاؤ گے تو شعلے پیدا ہوں گے، بعض شعلے روشن ہوتے ہیں مثلاً موم بتی کا شعلہ۔ بعض نہیں ہائڈروجن اور یا گیساؤں گیسوں کے ملنے سے جو شعلے پیدا ہوتے ہیں وہ روشن نہیں ہوتے۔
بات یہ ہے کہ کیمیاوی عمل کے وقت اگر جل اٹھنے والی گیس یا بخارات خارج ہوتے ہیں تو گرمی یا حرارت کی وجہ سے جلنے لگتے ہیں اور یہ جلتی ہوئی گیس ہمیں شعلہ معلوم ہوتی ہے شعلے کا رنگ اور بناوٹ بھی الگ الگ ہوتی ہے۔ جلتی ہوئی گندھک سے ارغوانی رنگ کا شعلہ پیدا ہوتا ہے۔ بعض چیزوں کے شعلے نیلے رنگ کے ہوتے ہیں، غرض جتنی چیزیں ہوتی ہیں، ویسے ہی شعلے بھی ہوتے ہیں۔
اب تم ایک موم بتی جلاؤ اور اسے غور سے دیکھو، تمھیں اس میں شعلے کے کئی حصے صاف صاف نظر آئیں گے۔ بالکل جڑ میں نیلے رنگ کا حاشیہ سا نظر آئے گا
(۱) یہ روشن نہیں ہوتا۔ یہاں کوئی گیس یا
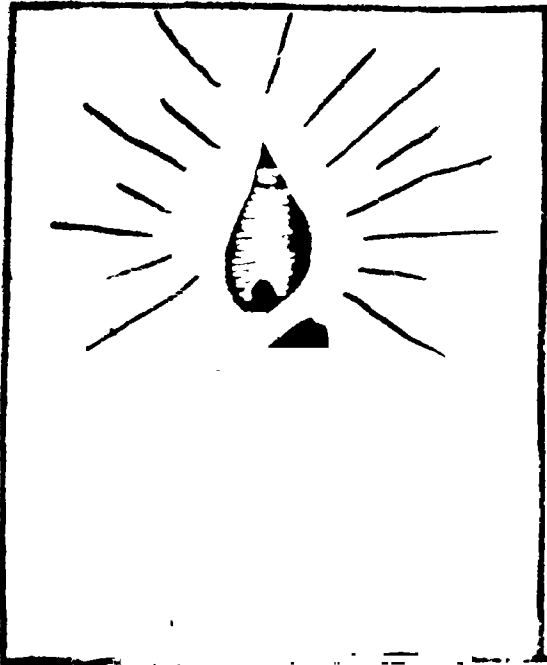
جل اٹھنے والی چیز جلتی نہیں، اوپر اٹھ جاتی ہے۔ اور اوپر جاکر جلتی ہے۔
(۲) یہاں گیس بہت تھوڑی جلتی ہے۔ زیادہ حصہ بن جلا ہوتا ہے۔ اگر اس حصے پر ایک نلکی رکھی جائے، اس کے سرے پر ایک اور شعلہ پیدا ہوگا۔ یہاں تم تنکا رکھ کر دیکھو جلے گا نہیں۔

بس جل جائے گا۔ اب

(۳) بیچ کے حصے پر آؤ۔ یہاں گیس خوب جلتی ہے شعلے کا سب سے بڑا حصہ یہی ہوتا ہے۔ روشنی بھی اسی میں ہوتی ہے۔

(۴) سب سے اوپر کا حصہ سب سے گرم اور روشن ہوتا ہے۔ سائنس کے تجربہ خانوں میں چیزیں گرم کرنے کے لئے آگ نہیں جلاتے۔ مختلف شعلوں سے کام لیتے ہیں۔ یہ جلد جل اٹھتے ہیں۔ اور ان کی گرمی اتنی ہوتی ہے کہ چھوٹے موٹے کام جلدی سے ہو جاتے ہیں۔ تم نے اپنے ہاں کے سائنس کے کمرے میں اسپرٹ لیمپ اور بنسن برنر دیکھے ہوں گے انھی سے یہ کام لیا جاتا ہے۔

بچوں کی نظمیں

بڑوں کا حکم

اوم پرکاش، جموں

ذکر ہے یہ اک روز بھائی
جب چوتھا میں گھبرایا
چاہا اُٹھ کر باہر جاؤں
ماں نے کہا جاؤ گے کیوں کر
ماں کا کہا میں نے نہیں مانا
پاؤں جو پھسلا بن گئی یہ گت
ماں نے فوراً آکے اُٹھایا
حکم بڑوں کا مانو تم

بارش آئی بارش آئی
بیٹھے بیٹھے جی گھبرایا
سیر سے اپنا جی بہلاؤں
پانی، کیچڑ ہوگا سڑک پر
کوٹ پہن کر چاہا جانا
کیچڑ میں میں ہو گیا لت پت
پھر تو میں دل میں شرمایا
فرض یہ اپنا جانو تم

چاند

سید یوسف جہاں، حیدرآبادی

چرخ پہ نکلا چاند ہمارا
دُور ہوا لو سب اندھیارا
چرخ پہ تارے فرش بچھائے
چاند کو راجہ اپنا بنا کر
کھیلتے تارے آنکھ مچولی

سب سے اچھا سب سے پیارا
تاروں نے آکاش نکھارا
ننھی مُنی روشنی لائے
بیچ میں اپنے اس کو بٹھا کر
ہم بھی کھیلیں آؤ ہولی

کھیلے کون اب ساتھ ہمارے بھائی بہنیں سو گئے سارے
یک دم آیا بادل گھر کر
چاند چلا بادل میں چھپ کر

ایک شام

سیدہ افسر جہاں نازؔ، حیدرآبادی

چڑیوں کے چہچے ہیں کیا لطف آ رہا ہے
گویا جدھر پرندہ ایک حمد گا رہا ہے
یہ سب حسین منظر چٹکی ہوئی ہیں کلیاں
ہر شاخ پر چہکتی گاتی ہوئی یہ چڑیاں
جھرنے کا سین پیارا، دریا کی یہ روانی
اس شام کے میں صدقے کتنی ہے یہ سہانی
اونچی پہاڑیوں کا یہ دل فریب منظر
سبزے کی تھرتھراہٹ وہ اس کی چوٹیوں پر
سورج کی سرخ کرنیں دنیا پہ چھا رہی ہیں
ٹھنڈی ہوائیں مجھ کو بے خود بنا رہی ہیں
آؤ تو ناز مل کر خالق کے گیت گائیں
بدمست ہیں فضائیں ہم جھوم جھوم جائیں

بھائی بہن کی یاد

عائشہ بیگم

کیا پیاری پیاری صورت تھی سانچے میں ڈھلی اک مورت تھی
اس میرے احمد پاشا کی

کیا سانولی سانولی رنگت تھی کیا بھولی بھالی سنگت بھی
اس میرے احمد پاشا کی

چھوٹا سا دہن تھا غنچہ سا دو پنکھڑیوں سے ہونٹ تھے کیا
اس میرے احمد پاشا کے

کیوں ہم کو تڑپتا چھوڑ گیا دیکھو اماں کا کیا حال ہوا
فرقت میں احمد پاشا کی

اس دنیا میں ہم جیتے ہیں
معمولاً کھاتے پیتے ہیں
پر خونِ جگر ہی پیتے ہیں
فرقت میں احمد پاشا کی

اب گھر کا چمن ویران ہوا
وہ جنت کا مہمان ہوا
آباد یہ قبرستان ہوا
جانے سے احمد پاشا کے

غنیا کو بلایا پاس اپنے
اور اس کو سلایا پاس اپنے
اور کھوئے ہوش و حواس اپنے
ماں باپ نے احمد پاشا کے

ہمارا باغ

اقبال احمد بنارسی (عمر ۱۲ سال)

کیسا اچھا باغ ہمارا | حسن کا ٹکڑا آنکھ کا تارا
پھول ہیں اس میں پیارے پیارے | رنگ برنگ کے ننھے غنچے
نرگس، شہلا، چمپا، بیلا | اور وہ کھڑا شمشاد اکیلا
سبزے کا اک فرش بچھا ہے | دل کش اور رنگین فضا ہے
پھولوں کے انبار ہیں ہر سو | رات کو جگ مگ کرتے جگنو
ہر پتی ہر پھول حسیں ہے | خوشبوؤں سے معمور زمیں ہے
سرو پہ قمری بول رہی ہے | پیار کے موتی رول رہی ہے
صبح کو اس میں چڑیاں آئیں | میٹھے میٹھے گیت سنائیں
دل میں اک ہل چل سی مچائیں | سوتے ہوؤں کو آن جگائیں
باغ میں جس دم کوئل بولے | جی میرا رہ رہ کے ڈولے
صفدر پپیہا شور مچائے | پی، پی کی آواز سنائے
آنکھ کو میری اس سے فرحت | دل کو میرے اس سے راحت
مجھ کو یہ سکھ چین ہے دیتا | درد و الم کو واپس لیتا
شام و سحر ہوں اس جا آتا | دل سے ہر اک رنج مٹاتا
مجھ کو ٹہلنے کی ہے عادت | اس سے قائم میری صحت

اپنا تو اقبال ہے ایماں
سب سے بہتر ہے یہ گلستاں

ابا جان کا قلم

از: سعید انصاری

ابا جان بمبئی سے واپس آئے تو میرے لئے ایک خوب صورت سی چیز لائے۔ ننھی سی لمبائی کی لمبی۔ اتفاق سے میری نظر ان کی شیروانی کی جیب پر پڑی۔ کوئی نئی چیز تھی جو ابا جان اپنے لئے لائے تھے۔ میرے بار بار کہنے پر اُنھوں نے جیب سے نکالی اور میرے ہاتھ میں دے دی۔ یہ بہت خوب صورت اور رنگین تھی۔ اور مجھے بہت پسند آئی۔ ابا جان نے بتایا کہ اسے انگریزی میں فاؤنٹن پن کہتے ہیں۔ اس میں ایک عمدہ قسم کی روشنائی بھر دیتے ہیں تو یہ قلم بغیر دوات میں ڈبائے لکھتا ہے۔ میں نے ابا جان سے کہا "یہ فاؤنٹن پن مجھے دے دیجیے اور اپنے لئے دوسرا خرید لیجیے۔ مگر ابا جان نے کہا نہیں یہ بہت قیمتی ہے۔ جب تم بڑے ہو جاؤ گے اور بڑے درجوں میں پڑھو گے تو تمھیں اچھا سا قلم خرید دیں گے۔" میں یہ سن کر بہت خوش ہوا۔

ہمارے محلے میں ایک لڑکا جھمّو رہتا تھا۔ کوئی ۱۲، ۱۳ سال کا ہوگا۔ ماں مر چکی تھی، باپ ایک دفتر میں چپراسی تھا، یہ سویرے تڑکے اُٹھتا اور کھانا پکا کر دفتر چلا جاتا تھا، پھر بہت رات گئے واپس آتا۔ اس نے جھمّو کو مدرسے میں داخل کیا، مگر جھمّو کو پڑھنے سے نفرت تھی، مدرسے سے بھاگ آتا۔ جھمّو کا باپ اس بات پر اُسے خوب مارا کرتا مگر وہ کبھی مدرسے نہ جاتا، سارے دن کھیلتا رہتا۔

جھمّو سے میری بہت دوستی تھی وہ مجھ سے پیار بھی کرتا تھا۔ میں اُسے اکثر گھر سے پھل اور مٹھائی لا دیا کرتا، اور وہ بڑے شوق سے کھاتا۔ ایک دفعہ میں نے اُسے چپکے سے جوتوں کا ایک نیا جوڑا لا کر دیا۔ یہ ابا جان نے مجھے عید کے لئے لا کر دیا تھا مگر وہ مجھ کے پاؤں میں چھوٹا تھا۔ اس کو اس نے بازار جا کے بیچ کھایا، امرود وغیرہ کھا لئے تھے۔

جھمّو بے حد شریر لڑکا تھا، محلّے کے سارے بچے اس سے ڈرتے۔ اور اسے دیکھتے ہی بھاگ

جاتے۔ وہ ان سب کو بہت ستایا کرتا، کبھی ان کے ہاتھ میں سے پیسے لے کر بھاگ جاتا، کبھی اُن کی ٹوپی اُڑا لیتا۔

میری اور چھوٹو کی بہت گاڑھی چھنتی تھی، وہ مجھے بالکل نہ ستاتا، اور مجھ سے اچھی طرح کھیلا کرتا۔ کبھی دوسرے لڑکوں سے میری لڑائی ہو جاتی وہ بھاگ کر میری مدد کو آجاتا اور مجھے بچا لیا کرتا وہ اکثر خوانچے والوں کو خوب چھیڑا کرتا، اُچک کر اُن کے خوانچے سے مٹھائی وغیرہ کی مٹھی بھر کر گلیوں میں غائب ہو جایا کرتا خوانچے والے دیکھتے کے دیکھتے رہ جاتے اور پھر ہم دونوں مل کر خوب مزے لے لے کر کھاتے، اکثر وہ کمہار کے گدھوں میں سے ایک گدھے کو چپکے سے کھول لاتا اور مجھے اپنے پیچھے بٹھا کر دور دور لے جاتا۔ اکثر ہم دونوں باغوں میں جاتے اور پھل توڑ توڑ کر خوب کھاتے پیٹ بھر جاتا تو گدھے پر بیٹھ کر واپس آجاتے۔

محلے والے بھی اس سے بہت تنگ تھے اور اس کے باپ سے اس کی شکایتیں کیا کرتے۔ اس کا باپ اُسے خوب خوب سزائیں دیتا، اُسے پٹتے دیکھ کر مجھے بے حد رنج ہوتا تھا۔ مگر وہ کسی طرح شرارتیں کرنے سے باز نہ آتا۔ ابا جان اور بھائی جان مجھے اس کے ساتھ کھیلتا دیکھتے تو بہت خفا ہوتے۔ اس بات پر مجھے دو ایک دفعہ سزا بھی ملی، پھر بھی اس کی دوستی چھوڑنے کو دل نہ چاہتا تھا، اور اس کے ساتھ چپکے چپکے کھیلا کرتا۔

ایک روز چھوٹو سے میں نے ابا جان کے فاؤنٹین پن کا ذکر کیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ قلم اُسے بھی دکھاؤں ورنہ وہ مجھے گدھے پر بٹھا کر باغ نہیں لے جائے گا۔ میں اس کی باتوں میں آگیا ایک روز دوپہر کو جب سب سو رہے تھے، میں نے ابا جان کی شیروانی میں سے قلم نکالا اور اس کو لے جا کر دکھایا۔ اُسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔ میری بہت تعریف کی اور مجھے باتوں میں لگا کر کہنے لگا۔ چلو میں تمھیں ایک بہت ہی اچھی جگہ لے چلتا ہوں۔ میں فوراً تیار ہو گیا۔

اس وقت میں ننگے سر اور ننگے پاؤں اس کے ساتھ جا رہا تھا۔ آخر بہت دور چلنے کے بعد ایک بہت بڑے بازار میں پہنچے۔ وہاں وہ ایک دوکان میں گیا۔ جہاں بہت سارے ویسے ہی قلم رکھے تھے جیسا ابا جان بمبئی سے لائے تھے، تھوڑی دیر میں وہ واپس آیا اور مجھے چار چمک دار روپے دکھائے میں نے حیرت سے اُس سے پوچھا، کہ وہ یہ روپے کہاں سے لایا، مگر اُس نے کوئی جواب نہیں دیا اور مجھ سے کہنے لگا، آؤ چلو، ایک چیز کھائیں گے، ہم نے خوشی خوشی ایک خوانچے والے سے بہت سی مٹھائیاں خریدیں، اور ایک پھل والے کی دوکان سے بہت سے پھل خریدے۔ اور ایک جگہ سائے میں بیٹھ کر مزے

مزے لے لے کر کھائے۔ کھانے کے بعد کچھ باقی بچا، وہ وہیں چھوڑ کر ایک کھلونوں کی دُکان پر آئے جہاں بہت سے کھلونے رکھے تھے، اُس نے مجھے کئی موٹریں، گھڑیاں اور عینکیں خرید کر دیں اور اپنے لئے ایک خوب صورت سا ہوائی جہاز خریدا۔ میں ان چیزوں کو لے کر بہت ہی خوش ہوا ان چیزوں کے لئے خوش خوش ہم شام کو اپنے گھر واپس آگئے میں دروازے سے تھوڑی ہی دور تھا کہ بھائی جان دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ انھوں نے مجھے چھمو کے ساتھ دیکھ پایا، پھر کیا تھا، زور سے میرا کان پکڑ کر گھر میں لائے اور مجھ سے پوچھا کہ یہ کھلونے تم کہاں سے لائے ہو۔ پہلے تو میں نے غلط سلط جوابات دینے شروع کیے، لیکن جب سزا کی دھمکی دی گئی میں نے سارا قصہ سنا دیا کہ چھمو کے ساتھ میں بازار گیا اور ایک دُکان سے وہ چار روپے لایا اور اس نے یہ چیزیں خریدیں کچھ اس نے خود لیں اور باقی مجھے دے دیں۔

سب نے خیال کیا کہ شاید چھمو نے کہیں سے وہ روپے چرائے اور ان کی چیزیں خریدی ہیں۔ اس لئے مجھے خوب ڈانٹا گیا۔ کہ میں اس کے ساتھ کیوں پھرتا ہوں، اور مجھ سے کہا گیا کہ فوراً یہ سب چیزیں چھمو کو واپس کر آؤں۔ میں جب یہ چیزیں لے کر چھمو کے گھر کی طرف جا رہا تھا تو یکایک مجھے فونٹن پن کا خیال آیا۔ میں نے سب باتیں چھمو سے جا کر کہیں اور سب کھلونے واپس دے دیئے۔ واپس ہوتے وقت میں نے اس سے کہا کہ ابا جان کا جو قلم میں نے تمھیں دیکھنے کے لئے دیا تھا وہ واپس کر دو۔ چھمو نے یہ سُن کر کہا "واہ وہی تو میں نے اس دُکان پر چار روپے میں بیچا تھا" میں یہ سُن کر بہت گھبرایا اور اس سے کہا کہ میں نے تمھیں وہ قلم اس کام کے لئے تھوڑا ہی دیا تھا۔ تم مجھ سے پہلے ہی کہہ دیتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ لیکن چھمو نے صاف جواب دے دیا کہ میرے پاس تو اس وقت قلم نہیں ہے۔ میں غصہ اور گھبراہٹ میں رونے لگا، اور روتا ہوا گھر پہنچا۔ دیکھا تو اسی قلم کی تلاش ہو رہی تھی شاید اس وقت ابا جان کو اس کی ضرورت ہوئی ہوگی جیسے ہی ابا جان نے مجھے دیکھا فوراً کرخت آواز میں بولے:- "انور کیا تم ہی نے میری شیروانی کی جیب سے قلم نکالا؟" میں یہ سُن کر بہت گھبرایا اور بجائے جواب دینے کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

مجھے روتا دیکھ کر سب سمجھ گئے کہ میں نے ہی قلم ابا جان کی جیب میں سے نکالا ہے اور چھمو کے پاس رکھانے کے واسطے لے گیا۔ چھمو مجھے بہکا کر بازار لے گیا اور قلم کو چار روپے میں فروخت کر کے مٹھائی اور کھلونے خرید لے۔ پھر کیا تھا، سب نے مل کر سوالات

کی لوچھاڑ کردی، غصّے کی نظروں سے گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا، اتنے بڑے نقصان پر ابّا جان، امّی جان، بھائی جان سب نے مجھے بہت بری طرح ڈانٹا۔ ابّا جان کو غصّہ جو آیا انھوں نے اپنے بید سے مجھے اس قدر مارا کہ میں ادھ موا ہو گیا۔ وہ مار مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اور پھر میں نے توبہ کرلی کہ کبھی چھمّو کے ساتھ نہیں کھیلوں گا، اور کبھی کوئی چیز نہیں چراؤں گا اسی دن شام کو میں چھمّو کے گھر کے قریب سے گذر رہا تھا تو مجھے چھمّو کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے دروازے میں جھانک کر دیکھا تو چھمّو کا باپ اس کو لکڑی سے خوب مار رہا تھا۔ مجھے چھمّو پر بہت غصّہ آرہا تھا۔ میں اس کے پٹنے پر دل ہی دل میں خوش تھا

اب میں بڑی جماعت میں ہوں۔ ابّا جان نے بالکل ویسا ہی فاؤنٹن پن مجھے خرید کر دیا ہے وہ قلم مجھے بے حد پسند ہے۔ اکثر جب میں چھمّو کو بیل گاڑی ہانکتے دیکھتا ہوں تو وہ واقعہ یاد آجاتا ہے ✦

نیّت کا پھل

انوار الحق اعظمی، کو ہنڈہ

اک بندر اور اک کتے نے ۔۔۔ روٹی کے دو ٹکڑے پائے
اب جو انھیں کھانے بیٹھے وہ ۔۔۔ چھوٹے اور بڑے پر آئے
جب دو کی محنت شامل ہو ۔۔۔ پھر کیوں گھاٹا کوئی اٹھائے
کم پر کوئی کیوں بس کرے ۔۔۔ اور کیوں بڑے پر کوئی جائے
پھر باہم انصاف کی خاطر ۔۔۔ دوسرا اک بندر سے آئے
لیتے جب کچھ طے نہ ہوا تو ۔۔۔ دونوں جا کے ترازو لائے
جھک جو گیا تھا اس کا پلّا ۔۔۔ حضرت بندر آگے آئے
کاٹا اک بڑے ٹکڑے سے ۔۔۔ اب چھوٹے نے پیر پھیلائے
پھر کیا تھا حضرت منصف نے ۔۔۔ جھٹ اس پر بھی دانت لگائے
حرص کے بندے حرص میں اندھے ۔۔۔ کون بھلا ان کو سمجھائے

وزن برابر ہو نہ سکا یہ
اور نہ ٹکڑے بچنے پائے

کیا تم جانتے ہو

دُنیا میں سب سے بڑے آبشار کون سے ہیں؟

یہ وکٹوریہ آبشار ہیں۔ دریائے زمبزی (روڈیشیا جنوبی افریقہ) میں ہیں۔ کوئی ایک میل چوڑے ہیں۔ پانی تقریباً ۴۰۰ فٹ کی اونچائی سے گرتا ہے۔ ان کی پھواریں سینکڑوں فٹ اونچی اٹھتی ہیں۔ بالکل جیسے بادل اور صاف دن میں دس میل سے دکھائی دیتی ہیں۔ پانی کا شور تو کوئی ۲۵، ۳۰ میل سے سنائی دیتا ہے۔ مشہور سیاح ڈیوڈ لونگسٹن نے اُن کا پتہ لگایا تھا۔ گویا یہی سب سے پہلا یورپین سیاح تھا جس نے ان آبشاروں کو دیکھا تھا (۱۸۵۵ء) یہ ملکہ وکٹوریہ کا زمانہ تھا۔ لونگسٹن نے اسی کے نام پر اس کا نام وکٹوریہ آبشار رکھا۔

نیاگرا کے آبشاروں کا نمبر ان کے بعد ہے۔ ان میں سے سب سے اونچے آبشار کی اونچائی ۱۶۷ فٹ ہے۔ چوڑائی چودہ سو فٹ۔

بچوں کی کوششیں

معما

محمد انور - ترقی ... انور

دائیں سے بائیں

۱..... میں دم ہے تو میدان میں آیئے
ترنچے یہ ہوتے ہیں۔
کہاں مے خانے کا ..... غالب اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے (بے ترتیب)
بکنے کی خواہش نہ ہو ناک ....
ند و را کہے سب کی آ جائے دم (بے ترتیب)
پرواہی اور آرام کی زندگی دوسرے لفظوں میں (۱۷)،
ملک و قوم اور ہر شخص میں یہ کی عادت ہوتی ہے۔
کسی کے پاس نہ ہو یہ تو اچھی ہو۔ مگر بری خدا کی لعنت
۱۵ "لفظ دوسرے لفظوں میں
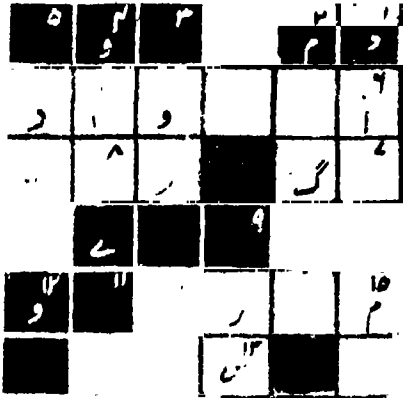
اوپر سے نیچے

۱- ..... بنائے کام
۲- موت
۳- .... سے بھاگتا ہوں دل ڈھونڈتا ہے میرا
ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو
۴- دور کا اشارہ (الٹا)
۵- مسلمانوں کا واحد جس کی عبادت کرتے ہیں۔
۸- اگر تمہارے در پر فقیر آئے تو اسے بغیر مت بھیجو۔
۹- اجمیر شریف میں بڑے زور شور سے لگتا ہے۔
۱۰- نصیب پڑوسی کا کھلنے لگے تو حاسدوں ..... میں کھلنے لگے (الٹا)
۱۱- محبت و پیار کے معنی نکلتے ہیں۔

...ی کی لڑی۔

۱- ہمیں انسان بننے کے لئے صرف علم ہی کافی
ہمارے اخلاق بھی اچھے ہونے چاہئیں۔ ایسے
کہ جدھر نکل جائیں لوگ ہمیں سر آنکھوں پر بٹھائیں
۲- دوسروں کے کام آؤ۔ اور اپنے کئے
کا احسان نہ جتاؤ۔

...ل اگلے پرچے میں۔

۳۔ اپنا دل اور اپنی زبان دونوں صاف رکھو۔

۴۔ دوسروں کی ترقی پر حسد نہ کرو، اپنی کامیابی کی تدبیریں سوچو۔

——— نسیم اللہ ترنتارن

۱۔ اپنی دی ہوئی چیز لینے والے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی اپنی الٹی ہوئی قے منہ میں واپس لے لے۔

۲۔ بے وقوف کا دل اس کے منہ میں اور عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے

۳۔ کسی کام کا ثواب کرنے والے کی نیت پر ہے۔

۴۔ نیک بات بتلانے والا بھی نیک کام کرنے والے کی طرح ہے۔

لطیفے :۔

ساس :۔ (نئی دلہن سے) بہو تم ہمیشہ چپ چاپ رہتی ہو، ایسی بھی کیا شرم۔

دلہن :۔ اچھا اماں ایک بات پوچھوں، آپ بتائیں گی۔

ساس :۔ ہاں کیوں نہیں۔

دلہن :۔ اگر آپ کا بیٹا مر جائے تو میری دوسری شادی کر دیجئے گا؟

ساس :۔ (منہ بنا کر) بیٹی تمھارا چپ ہی رہنا اچھا ہے۔

——— عبدالرحیم، امراؤ گنج

صاحب :۔ (چپراسی سے) آج کیوں لیٹ (دیر) (LATE) کر کے آئے۔

چپراسی :۔ حضور میں تو کھڑا کھڑا آیا ہوں۔

ماسٹر :۔ آج رمضان کہاں ہے؟

ایک لڑکا :۔ وہ تو عید سے پہلے ہی بھاگ گیا، ماسٹر صاحب۔

دوسرا لڑکا :۔ اچھا ہوا بہت ظالم تھا۔

——— معین الدین، گیا

ماں :۔ بیٹیا، دیکھو تو کمرے میں کون جانور شور مچا رہا ہے۔

لڑکا :۔ جانور تو کوئی بھی نہیں امی، ابا جان گا رہے ہیں۔

ماسٹر :۔ گرمیوں میں دن بڑے اور سردیوں میں چھوٹے کیوں ہوتے ہیں۔

ایک لڑکا :۔ ماسٹر گرمی سے ہر ایک چیز پھیلتی اور جاڑے میں سکڑتی ہے، بس اس لئے گرمی میں دن بڑے اور جاڑوں میں چھوٹے ہوتے ہیں۔

——— مکتب، ایبٹ آباد

شمو کی شرارت

اظہر افسر حیدرآباد دکن

امی سالن بھون رہی تھیں، میں باورچی خانے میں بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا، بھیا چیختے ہوئے باورچی خانے میں گھس آئے۔

"دیکھنا امی اس شمو کی شرارتیں! میں پیٹوں گا اسے!"

"کیا ہوا بھئی" امی نے پتیلی پر چپنی ڈھانکتے ہوئے کہا۔

"ہوا کیا، بار بار میری میز سے کتاب اٹھالے جاتی ہے۔"

اتنے میں شمو بھی بھاگتی ہوئی آگئی۔ "نہیں امی، میں نے نہیں لی، ان کی کتاب جھوٹ ہی کہہ رہے ہیں یہ۔"

بھیا نے اسے پکڑنا چاہا، مگر وہ بھاگ کر امی کے پیچھے چھپ گئی۔

"اور تھوڑی دیر پہلے حوض پر بیٹھا کون تصویریں دیکھ رہا تھا، وہ شاید میں ہوں گا؟"

"اجی جناب پھر آپ نے اپنی کتاب چھین بھی تو لی تھی۔" شمو نے امی کے پیچھے سے گردن نکال کر کہا۔ "نہیں بھیا میں نے نہیں لی۔ آپ کی کتاب سچ مچ امی میں نے نہیں لی بھیا کی کتاب۔"

امی نے شمو کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور بولیں۔ "نہیں جی شمو نے نہیں لی، تمہاری کتاب وہیں کہیں ہوگی ڈھونڈھ لو۔"

"اچھا اب آئے شمو کی بچی میرے کمرے میں، اتنا پیٹوں گا، اتنا پیٹوں گا کہ بھُرکس ہی نکل جائے گا بیگم کا۔"

"نہیں بیٹی" امی شمو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سمجھانے لگیں۔ "بڑوں کی کتابیں نہیں چھوتے۔ اور پھر تو جاتی ہی کیوں ہے، اُن کے کمرے میں پرسوں ہی ایک کتاب گم ہوگئی، کوئی نو روپے میں آئی، نہ جانے کیسے گم ہوجاتی ہیں یہ کتابیں، مگر نام تو تیرا ہوتا ہے۔ اب کبھی نہ جائیو ان کے کمرے میں سمجھی!"

"کبھی نہ جاؤں امی؟" شمو نے ان کے گلے میں باہیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں کبھی نہیں آخر تیرا کام ہی کیا ہے وہاں۔"

اچھی بات ہے۔ اب کبھی نہ جاؤں گی، بھیا کے کمرے میں۔ ان سے بات بھی نہ کروں گی، بہت خراب ہیں بھیا۔"
شمو سامنے کی تشتری میں سے تلے ہوئے چھلکے کھانے لگی، پھر کہنے لگی۔
"امی بھیا کی کتابوں میں بڑی اچھی اچھی تصویریں ہیں، بطخیں ہیں، گھوڑے ہیں، اور ایک آدمی شیر کے گلے میں زنجیر ڈالے اسے روکے کھڑا ہے"....... پھر پوچھنے لگی۔
"اچھا امی...... میں اب بھیا کے کمرے میں کبھی نہ جاؤں؟"
"نہیں" امی نے شمو کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔
شمو گھبرا گئی کہنے لگی۔ "امی وہ بھیا کی کتاب بھی رکھنے نہ جاؤں، بھیا باہر ہیں چپکے سے رکھ آؤں گی"
کریمن، امی اور میں سب کے سب ہنسنے لگے۔ خود شمو بھی ہنسنے لگی، پھر شمو نے سیدھے کھڑے ہوکر اپنی قمیص کے اندر سے ایک چھوٹی سی سنہری کتاب نکالی اور امی کی گود میں ڈال کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

سمندر میں

ام۔ اے جلال الدین، حیدر آباد دکن۔

سمندر کے کنارے ایک چھوٹا سا خوب صورت شہر آباد تھا، اس شہر کے لوگ بہت ہنسی خوشی زندگی گذارتے تھے بچے بھی چونچال، خوب پڑھتے، اور نئے نئے کھیل کھیلتے، سمندر قریب تھا، اس لئے یہ بچے تیراکی بھی بہت اچھی جانتے تھے روزانہ اپنی اپنی ٹولیاں بنا کر سمندر کے کنارے پانی میں تیرا کرتے، ان ٹولیوں میں سے ایک کا سردار ارشد لکھنے پڑھنے اور کھیل کود میں سب سے تیز تھا، اس کی ٹولی بھی دوسری ٹولیوں سے ہر بات ممتاز تھی۔
ارشد اپنی ٹولی کو تیرنے کی خوب مشق کراتا تھا اور خود تیرتا تیرتا دور تک نکل جاتا تھا، ایک خاص بات یہ تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پندرہ پندرہ بیس بیس منٹ تک پانی کے اندر سانس روکے ہوئے تیرتا تھا، یہ مشق وہ ایک خاص مقصد سے کر رہا تھا۔ اس کے دماغ میں ایک خاص مہم تھی۔
وہ خود اور اس کے ساتھی پانی میں دیر تک سانس روکنے میں مشاق ہوگئے تو ایک مقرر دن اس نے اپنی مہم شروع کر دی، کچھ دیر وہ اوپر ہی اوپر تیرتے رہے ذرا دور نکل گئے تو سب نے غوطہ لگا اور سیدھے سمندر کی تہہ کی طرف۔ راستے میں انھیں بڑے بڑے بہت بڑے بڑے ہیبت ناک جانور ملے۔ بڑی بڑی مچھلیاں، پہاڑ کا پہاڑ چھوٹی چھوٹی خوب صورت مچھلیاں بھی قوس قزح کے رنگ کی۔ زیادہ گہرائی میں انھیں ایک عجیب وغریب جانور سے سابقہ ہوا سر نہ دھڑ، بس ایک گول سی چیز تھی، سامنے کی طرف دو چمک دار آنکھیں، چاروں طرف لانبے لانبے پیر انہی خوفناک

جانور کو دیکھتے ہی سب کی چیخ نکل گئی۔ وہ بھی جیسے ان کی تاک میں تھا۔ اپنے پیروں سے انھیں پکڑنا چاہتا تھا کہ ایک عجیب مخلوق ان کی مدد کو پہنچ گئی، یہ جل پری تھی۔ اوپر کا دھڑ عورت کا نیچے کا مچھلی کا، اس کو دیکھتے ہی وہ جانور بھاگ گیا۔

جل پری نے ان سے یہاں تک آنے کا سبب پوچھا، انھوں نے جواب دیا، ہم سمندر کی عجیب چیزیں دیکھنا چاہتے تھے اب جل پری آگے آگے، اور یہ سب ساتھی ان کے پیچھے پیچھے، اب سمندر کی تہ نظر آنے لگی تھی۔ بحری پودوں کی شاخیں سمندر میں ہچکولے کھا رہی تھیں، کہیں کہیں اسفنج پتھروں سے چمٹے ہوئے تھے، بحری پھول بھی عجیب عجیب قسم کے، رنگ برنگی مچھلیاں، پودوں کی شاخوں اور کنجوں میں سے تیرتی ہوئی گذرتیں تو دل پر خاص اثر ہوتا۔

جل پری ارشد اور اس کے ساتھیوں کو اپنے گھر لے گئی۔ ایسا گھر انھوں نے کبھی کاہے کو دیکھا تھا، چھت اسفنج کی دیواریں رنگین سیپیوں اور مونگوں کی، گھر میں ایک طرف اسفنج کے نرم نرم بستر پر جل پری کی ماں لیٹی تھی، لانبے بال، برف کی طرح سفید چہرے پر جھریاں۔ ان سب نے بڑی بی کو بہت ادب سے سلام کیا، جل پری بولی، "یہ بہت بوڑھی ہوگئی ہیں، اور اب کچھ دنوں سے بیمار بھی ہیں۔ ان کی دیکھ بھال آج میرے سپرد ہے، میرے دوسرے بہن بھائی کی تلاش میں دور دور گئے ہوئے ہیں۔ میں یہاں بیٹھی تھی کہ تم لوگوں کے چیخنے کی آواز آئی، اگر میں فوراً نہ نکل پڑتی تو موذی جانور تم سب کو ہڑپ کر چکا ہوتا۔

ارشد نے جل پری کا بہت بہت شکریہ ادا کیا، اور رخصت چاہی، پانی میں آئے انھیں بہت دیر ہوگئی اور سب سانس لینے کے لئے بیتاب تھے، جل پری بولی "آؤ، میں تمھیں اوپر تک پہنچا آؤں، میرے ہوتے سمندری جانور تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے"۔

سمندر میں پانی کا دباؤ بہت ہوتا ہے، یہ ہر چیز کو اوپر پھینکنے کی کوشش کرتا ہے، اس لئے یہ لوگ ذرا سی دیر میں سطح سمندر تک پہنچ گئے

ارشد نے دوبارہ جل پری کا شکریہ ادا کیا، وہ رخصت ہونے لگی، تو سب کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔

ے	گ		ک	ی	ر	ح	ت
ا		ا		ق	س	ا	ف
د	ق	ن		ل	د	ع	م
	س	گ		ہ		ش	
و	م	ر					س
		ن	ا	ش	ی	ر	پ
ا	ر	ف	س		د	ف	و
ل	غ	س		ش	ب	د	ت

صحیح حل معمہ نمبر ۸

پیام برادری

پچھلے مہینے ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اگلے مہینے سے پیامیوں کی دلچسپی کے لئے نئے نئے مقابلے شروع کریں گے۔ اس مرتبہ ہم اس سلسلے میں ایک دلچسپ مضمون شروع کر رہے ہیں۔ یہ مضمون عزیزی سید شرافت حسین بریلوی نے ہمارے پاس بھیجا ہے۔ امید ہے کہ آئندہ بھی وہ اور دوسرے پیامی اس طرح کی دلچسپ چیزیں ہمیں بھیجتے رہیں گے۔

نرالے چہرے

(سید شرافت حسین)

ہمارے بہت سے پیامیوں کو فوٹوگرافی کا شوق ہوگا۔ مگر آج کل فلم بہت مہنگی ہے، اور بڑی مشکل سے ملتی ہے، شاید دو چار مہینے اور یہی صورت رہے گی۔ مگر جب تک ہاتھ پہ ہاتھ دھرے کیوں بیٹھے رہو، ہمارے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔ بہت دلچسپ اور مزے دار۔ تم خود اپنے ہاتھ سے ایسی تصویریں کیوں نہ بناؤ جو فوٹو کی تصویروں سے بھی دلچسپ ہوں۔

ان تصویروں کے بنانے کے لئے تمہیں ایک ذرا بڑے سے کاغذ، پنسل اور تیز روشنی کی ضرورت ہوگی۔ روشنی اتنی تیز ہو کہ پرچھائیں پڑ سکے، یہ کام دن میں کرنا ہو تو دھوپ تو ہے ہی مگر رات کے وقت لیمپ کی روشنی بہتر رہے گی۔ ہاں اپنا ایک ساتھی بھی تلاش کر لو۔

کاغذ کو دیوار پر پن سے لگا دو، پھر اپنے ساتھی کو لیمپ اور کاغذ کے بیچ میں اس طرح کھڑا کر دو کہ اس کی پوری پرچھائیں کاغذ پر پڑے۔ ایک بات کا خیال رکھنا، تمہارے ساتھی ہلیں جلیں نہیں، اب تم پنسل سے اُن کے چہرے کا خاکہ کھینچ لو، تصویر تیار ہو جائے تو اپنے دوستوں کو دکھاؤ، اور پوچھو کہ بھلا تم ایسی تصویریں بنا سکتے ہو؟

اب ایک کاغذ اور لگاؤ۔ اب کی اپنے ساتھی کو دیوار کی طرف ذرا جھکتا ہوا کھڑا کرو، یہاں تک جھکاؤ کہ اس کی ٹھوڑی اور ناک باہر نکلی ہوئی اور نوک دار معلوم ہوں، انگریزی کتابوں میں چڑیل یا بڑھیا جادوگرنی کی تصویریں تم نے دیکھی ہیں، بس بالکل ویسی ہی۔ تمہارا ساتھی تصویر میں اپنی اس بھیانک ناک اور نوکیلی تصویر کو دیکھ کر بہت حیران ہوگا۔

اچھا اب ایک تصویر اور بناؤ۔ اپنے ساتھی سے کہو کہ اپنی زبان خوب باہر نکالے اور اوپر کو بڑھا کر کے خوب
، کہو کیسی تصویر بنی۔ اس طرح یہ خاکے یا تصویریں اور بھی دلچسپ بن سکتی ہیں۔

اس طرح کچھ تصویریں بنالو تو اپنے ساتھی کی جگہ تم کھڑے ہو جاؤ، اور اس سے اپنی تصویریں بنواؤ۔ ان
و پردوں میں جی چاہے تو رنگ بھی بھرلو، اور آنکھ، ناک، کان وغیرہ کو الگ الگ نمایاں کردو، اب یہ تصویریں
بھی اچھی ہو جائیں گی، اور تمہارے پاس ان نرالی تصویروں کا اچھا خاصا البم تیار ہو جائے گا، بہت دلچسپ
! تصویریں ایسی ہوں گی کہ تمہیں مشکل سے یقین آئے گا کہ یہ خود تمہاری اپنی تصویریں ہیں

مناسب سمجھو تو ان میں سے کوئی اچھی سی تصویر ہمیں بھی بھیج دینا، کوئی تصویر بہت ہی اچھی معلوم ہوئی تو
ید ہم انعام بھی بھیج دیں۔

پچھلی عید میں بہت سے پیامیوں نے مجھے عید کارڈ بھیجے تھے: ان کی محبت اور قدردانی کا دلی شکریہ۔

ادری کی رپورٹیں:۔

ایبٹ آباد کی برادری بہت مستقل مزاجی اور جوش سے اپنا کام کر رہی ہے اس کا قلمی رسالہ مکتب مہینے کے
ہنے پابندی سے نکلتا ہے اور ہر نمبر پچھلے نمبر سے بہتر ہوتا ہے۔ یہ شاخ جنوری میں اپنے رسالے (مکتب) کا سالنامہ
نکال رہی ہے اور مجھے امید بلکہ یقین ہے کہ برادری کے جوشیلے ممبر بہت اچھا سالنامہ نکالیں گے۔

جامعہ نگر کی برادری کے صدر عزیزی آصف انور بہت ہی پرجوش پیامی ہیں، انھیں ساتھی بھی اچھے ملے ہیں مگر کام ابھی تیزی سے نہیں ہو رہا ہے، آصف میاں! ایک اچھا سا ڈراما کر ڈالو، تمھاری کامیابی دیکھ کر دوسری برادریاں بھی اس طرف توجہ کریں گی، ہمیں کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے تم ابھی ذرا جھجکتے ہو۔

قرول باغ اور ایڈیل اسکول دکشنری گیٹ کی برادری کا نام اب ایڈیل اسکول کی برادری کا ہو گیا ہے) کی برادریاں بھی سنتے ہیں بہت کام کر رہی ہیں۔ لیکن ان برادریوں کے ناظم، کام کا دار و مدار زیادہ تر اپنے مربیوں پر رکھتے ہیں اور مربی دونوں برادریوں کے بہت مشغول ہیں۔ اس لئے صدر دفتر کو یہاں کی کارروائیوں کی کوئی اطلاع نہیں ملتی۔

ہسپورہ (گیا)

ہسپورے کی برادری کی رپورٹ خود ناظم محکمہ اطلاعات کی لکھی ہوئی ہے اور نیچے درج کی جاتی ہے۔

۲۴ ستمبر ۵۲ء کا دن ہم لوگوں کو ہمیشہ یاد رہے گا، آج ہم لوگ نرنجن پور شیلڈ کے سیمی فائنل میچ میں دو گول سے جیتے یہ میچ دو روز سے برابر چلا آ رہا تھا، اس میچ کو جیت کر فائنل میں پہنچے، اس لئے اس کے جیتنے کی بڑی خوشی تھی، اس خوشی میں ہمارے اچھے بھائی اور مہربان استاد جناب مولانا اسرار صاحب ندوی نے بعد بجے اسکول کے پارک میں ہم سب کھلاڑیوں کو مٹھائی کی دعوت دی۔ اس دعوت میں ہمارے اور ساتھی بھی شریک تھے، اور مقامی بڑے لوگ بھی۔ مٹھائی کھانے کے بعد ہمارے استاد موصوف نے جَامِعَہ مِلِّیَہ پر پَیَامِ تَعلِیم اور پَیَامِ برادری سے ہم لوگوں کا تعارف کرایا، اور برادری کی شاخ قائم کرنے کی تجویز پیش فرمائی۔ جس کو تمام حاضرین نے بڑی خوشی سے منظور کیا۔ اس برادری کے بڑھانے کے لئے فوراً ایک کابینہ بنایا گیا جس کے افراد حسب ذیل ہیں:-

۱- استاد محترم جناب مولانا اسرار صاحب ندوی (مربی)	۵- جناب ابرار صاحب قادری (نائب ناظم)
۲- جناب بدر منیر صاحب (صدر)	۶- " عبدالوہاب صاحب (صدر شعبہ مراسلات)
۳- " منظور الحق " (نائب صدر)	۷- راقم الحروف (عبدالستار شکیب)
۴- " عبدالسمیع " (ناظم)	(مہتمم محکمہ اطلاعات)

اس نشست میں ہم لوگوں نے یہ بھی طے کیا کہ

۱- ہر مہینے کی آخری تاریخ میں ایک مجلس منعقد کریں گے، جس میں ہمارے اسکول کے طلبا اپنے اپنے مضامین، کہانیاں، ڈرامے، نظمیں اور غزلیں سنائیں گے۔

۲- ہم میں کا ہر طالب علم کم سے کم دو ان پڑھوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے گا۔

۳۔ ہم میں کا ہر ایک ممبر آئندہ سے خطوں کے پتے اور اپنے دستخط اردو میں کیا کرے گا۔

۴۔ ہم سال کے ختم پر اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں، اچھے اچھے مضامین اور کہانیوں کی نمائش کریں گے۔ جن کے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزیں یا مضامین اور کہانیاں اچھی ہوں گی اُسے برادری کی طرف سے انعام دیا جائے گا۔

اس کے بعد مجلس برخاست کر دی گئی۔ سب لوگ خوش خوش اپنے گھروں میں چلے گئے۔

عبدالستار شکیب (مہتمم محکمۂ اطلاعات)

نئے ممبر

	نام	مقام	عمر	شوق
۱۔	شہیر الدین احمد	جامعہ نگر	۱۱ سال	پک نک، سیر و سیاحت، کتابوں کا مطالعہ۔
۲۔	محمد عمران	〃	۱۵ 〃	〃 〃، تاریخی معلومات حاصل کرنا۔
۳۔	نعمان محمود	سیتاپور	۱۰ 〃	کرکٹ، ہاکی اور بے بات کی بات پر لڑنا۔
۴۔	سلمان محمود	〃	۵ 〃	کہانیاں وغیرہ سننا، اسلامی تاریخ سے محبت۔
۵	راجیندر کمار	حیدرآباد دکن	۱۲ 〃	ڈرائنگ، مضمون لکھنا، دیا سلائی کے لیبل جمع کرنا۔

نیچے لکھے ہوئے سب نام ہسپورہ کی برادری کے ممبروں کے ہیں۔

	نام	مقام	عمر	شوق
۱۔	مبارک حسین خاں	ہسپورہ	۱۴ سال	پڑھنا لکھنا
۲۔	اسلام الحق خاں	〃	۱۴ 〃	کہانیاں پڑھنا
۳۔	وکیل خاں	〃	۱۵ 〃	گانے گانا
۴۔	عبدالسلام خاں	〃	۱۰ 〃	کتابیں پڑھنا
۵۔	مشتاق خاں	〃	۱۳ 〃	
۶۔	فتح العزیز خاں	〃	۱۶ 〃	دوسروں کی مدد کرنا
۷۔	جلال الدین خاں	〃	۱۶ 〃	
۸۔	ستار خاں	〃	۱۳ 〃	فٹ بال کھیلنا
۹۔	ضامن خاں	〃	۱۲ 〃	پڑھنا لکھنا
۱۰۔	منظور الحق	〃	۱۶ 〃	〃 〃
۱۱۔	بدر منیر	〃	۱۶ 〃	خدمت زبان
۱۲۔	عبدالقیوم صوفی	〃	۱۶ 〃	کتابیں پڑھنا

نام	مقام	عمر	شوق
۱۳- عبدالرحمٰن خلش	چھپورہ	۱۳ سال	
۱۴- عبدالستار شکیب	〃	۱۴ 〃	ادبی کتابیں پڑھنا
۱۵- عبدالوہاب	〃	۱۲ 〃	مضمون نویسی
۱۶- محمد ہاشم مسخرہ	〃	۱۱ 〃	سیر کرنا
۱۷- عبدالغفور	〃	۱۶ 〃	خدمت مذہب
۱۸- عبدالسمیع	〃	۱۳ 〃	مسلمانوں کی خدمت
۱۹- ابوبکر حلیم	〃	۱۶ 〃	شکار کھیلنا
۲۰- عبدالمغنی ملک	〃	۱۴ 〃	رسالے پڑھنا
۲۱- شعبان	〃	۱۱ 〃	
۲۲- ظہیرالدین بابر	〃	۱۱ 〃	حساب بنانا
۲۳- عرفان قادری	〃	۱۳ 〃	کتابیں پڑھنا
۲۴- ابرار قادری	〃	۱۰ 〃	
۲۵- لقمان قادری	〃	۱۴ 〃	باغبانی
۲۶- نہال قادری	〃	۱۴ 〃	فٹ بال کھیلنا

معما نمبر ۹　　ماہ ستمبر　　صحیح حل

۱- عزیز احمد　کلکتہ　عا ر　۳- سعید الحسن قدوائی ہردوئی　عا ر　۵- اے آئی اگوائی بھکل ابن کنارہ　عا ر

۲- محمد حفیظ اللہ　سیرتی سلاؤ ٹان　عا　۴- محمد ہاشم　تحصیل پورہ　عا　...　...

نومبر کے پرچے میں اور ہاں دسمبر میں بھی معما نہیں چھپ سکے گا۔ پریس کی بدانتظامی کی وجہ سے کئی پرچے ساتھ ہی چھپ رہے ہیں تو اب ہم جنوری میں معما چھاپ سکیں گے۔ اور ہاں جس رسالے میں اکتوبر کے معمے کا صحیح حل چھپے گا، اسی میں مسلسل انعام پانے والے پیامیوں کے لئے کوپن چھپے گا۔

"مشتاق بھائی"

معما نمبر ۹-　　ماہ ستمبر　　ایک غلطی

۱- منیر حسین　مظفر نگر　عہ ر　۳- مرزا اکرم علی بیگ　کیمل پور　عہ ر　۵- سعید احمد صدیقی　اٹاوہ　عہ ر

۲- مس زرینہ کاظمی　آگرہ　عہ　۴- مرزا رفیع الزماں　کلکتہ　عہ　۶- ابن الطارق　جلگاؤں بھساول　عہ ر

معا نمبر ۹ کا صحیح حل صفحہ [illegible]

بچوں کی کتابوں کے نئے ایڈیشن

مذہبی کتابیں

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
آخری نبیؐ	۴ر	سرکار کا دربار	عہ/	درس جنتی	ار
ہمارے نبیؐ	۶ر	سرکار دو عالم	عہ/	عقائد اسلام	۱۲ر
رسول پاکؐ	عہ	نبیوں کے قصے	۱۰ر	ارکان اسلام	۶ر
ہمارے رسولؐ	۱۰ر	خلفائے اربعہ	عہ/	محاسن اسلام	عہ/

معلومات

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
بجلی کی کہانی	۶ر	سمندر کا عجائب خانہ	عہ/	ایورسٹ کی داستان	۵ر
مقناطیس کی کہانی	۵ر	دنیا کے بسنے والے	۱۰ر	تاریخ ہند کی کہانیاں اول	۷ر
بجلی اور مقناطیس کے کھیل	۸ر	دنیا کے بچے	۱۰ر	〃 〃 〃 دوم	۸ر

کہانیاں، ڈرامے، نظمیں وغیرہ

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
ننھی مرغابی	۵ر	چتو متو	۵ر	دو بھائی	۸ر
لال مرغی	۶ر	تانبیل خاں	۵ر	عقاب	۸ر

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
ترکوں کی کہانیاں	۸ر	بچوں کا کھلونا۔ از شفیع الدین صاحب نیّر	۱۲ر
ہمت کے پھل	۶ر	نئی کہانیاں۔ 〃 〃 〃	۹ر
تمرین لڑکا (ڈراما) از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب	۶ر	ہندستانی کی پہلی کتاب	۵ر
محنت 〃 از عبد الغفار صاحب مدھولی	۷ر	آسان خوش خطی:- بچوں کے لئے خوش خطی کی چار مفید کاپیاں۔ قیمت مکمل	عہ/
قومی نظمیں۔ مرتبہ محمود علی خاں صاحب	۸ر		

مکتبہ جامعہ

دہلی۔ نئی دہلی۔ لاہور۔ لکھنؤ۔ بمبئی
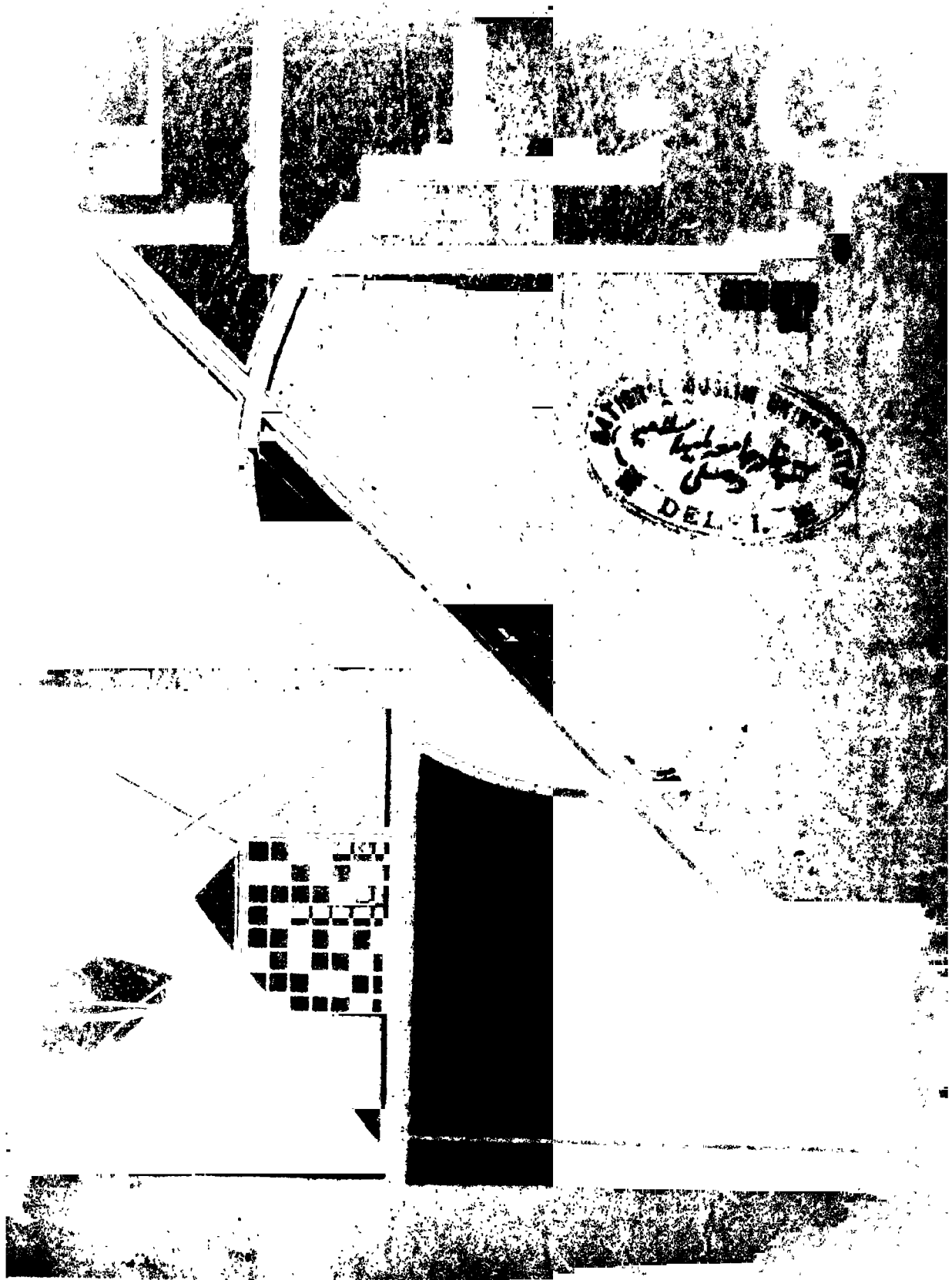
چودھری اکبر علی مرحوم بی اے

انکے بارے میں مضمون اسی پرچے میں پڑھئے

اکبر صاحب چند اساتذہ اور طلبا کے ساتھ

(کرسیوں پر بیچ میں انکے داھنے جانب خالدہ خانم ھیں)

پیام تعلیم

دہلی، یوپی، سی پی، برار، میسور، قلات، بنگال، رام پور، حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار، اور سرحد کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ "منیجر"

ایڈیٹر:- محمد حسین حسان

جلد ۲ نمبر ۳

قیمت سالانہ سے ر
فی پرچہ ۴ر
ہندوستان سے باہر للعہ ر

فہرست مضامین دسمبر سنہ ۴۵ء

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔ جمال پریس دہلی

بچوں سے باتیں

ایڈیٹر

اکتوبر اور نومبر کے رسالے تمھیں مل چکے ہوں گے یہ دسمبر کا پرچہ ہے۔ جنوری کا پیام تعلیم بھی جلد جلد تیار کیا جا رہا ہے۔ بیچ میں خدا نخواستہ کوئی ایسی ویسی بات پیدا نہ ہوگئی تو یہ بھی بہت جلد تمھارے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا۔

نہ جانے ہماری یا کاتب صاحب کی بھول سے معما نمبر ۹ کا حل اکتوبر میں چھپ گیا اور معما نمبر ۸ کا نومبر میں۔ کیسی دلچسپ غلطی ہے وہ تو کہو دونوں پرچے قریب قریب ایک ساتھ ہی شائع ہوئے، نہیں تو بڑی خراب بات ہوتی۔

مکتب کا ذکر اس سے پہلے کئی بار آچکا ہے۔ یہ قلمی رسالہ ماہوار شاخ پیام برادری اسیٹ آباد سے نکلتا ہے۔ کسی پچھلے پرچے میں ہم اس کے دو ایک مضمون بھی نقل کر چکے ہیں۔ ابکے انھوں نے اپنا سالنامہ نکالا ہے اچھا خاصا ضخیم۔

سالنامے کے قریب سبھی مضمون خود پیامیوں کے لکھے ہوئے ہیں، اور اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ نظموں، کہانیوں، ڈراموں کے ساتھ ساتھ معلوماتی مضمون بھی ہوں، سائنس، تاریخ، جغرافیہ وغیرہ کے مضمون سب اچھے ہیں۔ ان کی ترتیب میں بھی بہت سلیقے سے کام لیا گیا ہے۔ جگہ جگہ تصویریں بھی ہیں، ٹائٹل بہت اچھا، اس کامیابی پر ہم عزیزی اسد (ایڈیٹر و سکریٹری شاخ) اور ان کے ساتھیوں کو دلی مبارکباد دیتے ہیں۔

قرول باغ میں جامعہ کا ایک ابتدائی مدرسہ ہے تعلیمی مرکز نمبر ا اس مدرسے میں بچوں کی ایک انجمن ہے جو اپنے مقصد میں بہت کامیاب۔ اس کے عہدے داروں کا انتخاب ہر سال ہوتا ہے، بہت باقاعدہ ہیومنسپلٹی اور کونسل کے انتخاب بھی اس کے آگے مات ہیں۔ انتخاب کے بعد مسند نشینی کا جلسہ ہوتا ہے۔ یہ جلسہ اس سال بھی تعلیمی مرکز کے ہال میں ہوا۔ پرانے صدر نے اپنی کارگزاری کی رپورٹ پڑھی۔ نئے صدر صاحب نے خطبۂ صدارت پڑھا۔ پھولوں کی بارش ہوئی گلے میں ہار ڈالے گئے پھر پچھلی وزارت کے زمانے میں جو انعامی مقابلے ہوئے ان کے انعام تقسیم کیے گئے غرض یہ تقریب ہر طرح سے کامیاب رہی۔

کھیل

خلیل الرحمٰن اعظمی، علی گڑھ

مجھ کو شریر کہتے ہیں وحشی پکارتے
لیکن میں سوچتا ہوں کہ میں کیا کروں اسے
دنیا میں مجھ کو صرف محبت ہے کھیل سے
میں صبح اٹھتے ہی چلا جاتا ہوں مدرسے
لیکن تمام دن مجھے ہے انتظار سا
کب چھٹی ہو مری میں چلوں دوڑتا ہوا
اور دوستوں کے ساتھ رچاؤں میں اپنے کھیل

نہ جانے بات کیا ہے ... کہ بازی لگانے میں
اک ساتھ کودنے میں ... گھروندے بنانے میں
ملتا ہے لطف مجھ کو ... خوشی مجھ کو ہوتی ہے
اور اک یہی سبب ہے ... جو مجھ کو ابھارتا
اپنے سبق کو جلدی سے ... گر یاد میں کروں
استاد میرے مجھ سے ... بہت شاد ہوں گے سب
چھٹی سویرے مل گئی ... تو خوب کھیلوں گا،
بس اتنا اور حال ... میں اپنا بتاتا ہوں
میں رات کو جو ... نیند کی دنیا میں جاتا ہوں
خوابوں میں اپنے میں ... کھیل کا میدان پاتا ہوں
دنیا میں مجھ کو صرف ... محبت ہے کھیل سے

ننھے پیامیوں کے لئے

منی منی کہانیاں

بڑبولا مینڈھا

ایک مینڈھا تھا، بہت بڑبولا، بہت شیخی خورا، ہمیشہ اپنے دل میں کہتا میں جو کام کرلیتا ہوں، کوئی بھی نہیں کرسکتا۔

ایک دِن میدان میں ایک بکرے سے مڈبھیڑ ہوئی، مینڈھے میاں بکرے سے بولے "دنیا میں کوئی بھی اتنی زور سے ٹکر نہیں مار سکتا جتنی زور سے میں مارتا ہوں
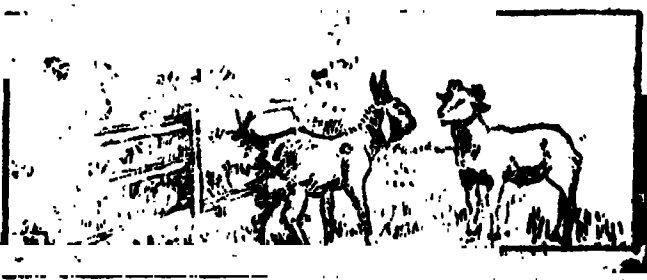
بکرا بولا۔ "آؤ ذرا ہم بھی تجربہ کرکے دیکھیں"

اب تو مینڈھے صاحب سٹپٹائے۔ کہنے لگے

"نہیں نہیں، آج نہیں، آج میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔

بکرے نے پوچھا۔ "کیا بات ہے، کس وجہ سے درد ہونے لگا؟"

مینڈھا بولا:۔ "کچھ نہیں ادھر دوسرے میدان میں ایک بیل سے ٹکر لڑائی

ں، اس لئے کچھ کچھ درد ہونے لگا۔"
بکرے کو بہت اچنبھا ہوا، اس نے پوچھا۔" پھر جیتا کون؟"
مینڈھے نے جواب دیا۔" ارے یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، یقیناً
ز کون جیتا۔"
یہ سب باتیں میاں بیل جنگلے کے اس طرف کھڑے سن رہے تھے، نتھنے پھلا کر
ولے :-
"یہ سب میں کیا سن رہا ہوں۔"
اب تو مینڈھے صاحب نے یہاں ٹھہرنا بالکل مناسب نہ سمجھا۔ ایسی تیزی
ے بھاگے کہ بس خاک اڑتی دکھائی دی۔

ادلے کا بدلا

ایک دفعہ بی میاؤں نے ایک چوہا پکڑا، مگر اسے مارا نہیں۔ اس سے کھیلتی رہیں
چوہا چلّایا:-"بی میاؤں،
بی میاؤں آپ مجھے چھوڑ دیجیے
نا!"

"اچھا اچھا جاؤ۔"
بی میاؤں نے اپنا پنجہ ہٹا لیا، مگر چوہا جوں ہی بھاگنے کو ہوا، بی میاؤں نے

پھر اسے پکڑ لیا۔

بی میاؤں اپنے دل میں سوچ رہی تھیں، چوہے کو پریشان کرنے میں بڑا مزا آرہا ہے۔

اتنے میں میاں بھوں بھوں کہیں سے آنکلے۔ اب تو بی میاؤں بہت گھبرائیں بھاگنے کا راستہ ڈھونڈنے لگیں۔ اپنی جان کی فکر پڑ گئی۔

پاس ہی دیوار تھی۔ بی میاؤں کود کر اس پر چڑھ گئیں۔ اب جب کبھی بی میاؤں نیچے اترنے کا ارادہ کرتیں، میاں بھوں بھوں ایک ڈراؤنی آواز نکال کر ان کا پیچھا کرتے بی میاؤں بھاگ کر پھر دیوار پر بیٹھ جاتیں۔

آخر بی میاؤں بے بس ہو کر بولیں۔

"کیوں میاں بھوں بھوں، آخر کیوں اتنا ستاتے ہو مجھے جانے دو نا"

چوہا اپنے بل میں پہنچ چکا تھا۔ کبھی کبھی بل سے سر نکال کر یہ تماشہ دیکھ لیتا تھا۔

سب کام کے!

باہر کھیت میں بہت شور غل تھا، بی گائے کہہ رہی تھیں

"مو او، میں ہی سب سے زیادہ آدمی کے کام آتی ہوں، میں اس کے بچوں کو دودھ دیتی ہوں"

بی بھیڑ آواز لگا رہی تھیں۔

"باآآ۔ میں اون دیتی ہوں، آدمی اونی کپڑوں سے اپنا اور اپنے بچوں کا بدن گرم رکھتے ہیں۔"

گھوڑے صاحب ہنہنا رہے تھے۔

آدمی زیادہ دور نہیں چل سکتے، میں اپنی پیٹھ پر انھیں دور دور لے جاتا ہوں۔"

بیل صاحب ڈکرا رہے تھے

"میں بوجھ لادتا ہوں، میں آدمی کا ہل جوتتا ہوں، میرے بغیر آدمی کھیت کی جتائی نہیں کر سکتا۔"

"بغیر جتائی کے آدمی اناج نہیں بو سکتا، اناج نہ ہو تو انسان کھائے کیا؟"

بی کٹ کٹ کٹاک فرما رہی تھیں:۔

"کُٹ کُٹ کٹیں کٹ کٹیں، میں انڈے دیتی ہوں، میں بھی آدمی کے اتنا ہی کام آتی ہوں، جتنا تم آتے ہو۔"

پاس ہی پیڑ پر ایک بوڑھا اُلّو بیٹھا تھا، وہ یہ سب باتیں سن رہا تھا اس نے کہا۔

"تم سب کے سب آدمی کے کام آتے ہو، تم میں سے ہر ایک کا اپنا کام کرنا

ہُوں جو دوسرا نہیں کر سکتا۔ اور تو اور میں بھی انسان کے کام کا ہوں، میں چوہے کھاتا ہوں، چوہے آدمی کا اناج برباد کرتے ہیں۔"

"تو پھر ہم کیوں نہ ایک دوسرے کے دوست رہیں، اور اپنا کام کرتے رہیں"

میاں اُلو کی یہ باتیں سب کی سمجھ میں آگئیں، لڑائی جھگڑا بند ہوا۔ سب اپنے کام میں لگ گئے،

کہانیاں تو تُم پڑھ چُکے۔ اب ذرا اس تصویر میں رنگ بھی بھر لو۔

مسواک

اسد میاں اپنے درجے میں سب سے تندرست ہیں۔ درجے کا مضبوط سے مضبوط لڑکا بھی اُن کے مقابلے میں آتے ذرا ہچکچاتا ہے۔ انھیں بھی اپنی تندرستی کا بہت خیال رہتا ہے، روزانہ صبح ہی صبح ٹہلنے جاتے ہیں۔ پھر چاہے گرمی ہو چاہے کڑاکے کی سردی پڑتی ہو نہاتے ضرور ہیں۔ کھانے پینے میں بھی احتیاط کرتے ہیں۔ شام کو پابندی سے کھیل کے میدان میں چلے جاتے ہیں۔

مگر کچھ دنوں سے ان کی طبیعت کچھ گری گری سی رہتی تھی۔ دانتوں سے کبھی کبھی خون بھی آجاتا ہے۔ ایک دن یہ میرے پاس آئے اور اپنے دانت دکھائے۔ میں نے پوچھا:۔

"بھئی آپ دانت کاہے سے صاف کرتے ہیں؟" کہنے لگے "برش سے۔ ڈاکٹر صاحب میں منجن یا مسواک وغیرہ کا قائل نہیں ہوں عمدہ سے عمدہ برش لاتا ہوں اور قیمتی سے قیمتی

ڈاکٹر گنیش داس سچدیو

انگریزی منجن یا ٹوتھ پیسٹ"۔

میں نے کہا:۔ "جبھی آپ کے مسوڑھے کمزور پڑ گئے ہیں۔ ٹوتھ پیسٹ میں اکثر دوائیاں بہت تیز ہوتی ہیں، ان کو برابر استعمال کرتے رہیں تو مسوڑھے کمزور پڑ جاتے ہیں، اتنے کمزور کہ کسی بیماری کا مقابلہ نہیں کرسکتے، پھر برش کا استعمال بھی بہت خطرناک ہے۔ اسے روزانہ استعمال سے پہلے کم سے کم ایک گھنٹے اُبلتے پانی میں کھولا لینا بہت ضروری ہے، ورنہ اس میں جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ برش روز بروز خطرناک بنتا جاتا ہے، اور اس کے استعمال سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اسد:۔ اچھا یہ نئی بات معلوم ہوئی کہ برش کو استعمال کے بعد کھولتے پانی میں ڈال دینا چاہیئے۔ معلوم بھی ہوتی تو اتنی پابندی تو بہت مشکل ہے۔

میں نے کہا" بھائی یہ نئی تہذیب کچھ اس

طرح ہمارے دماغ پر چھاگئی ہے کہ اپنے پُرانے
طور طریقے ہمیں بے معنی اور غلط معلوم ہوتے
ہیں۔ اب تمہی مسواک کو بُرا کہتے ہو، ہمارے
خیال میں تو دانتوں کے لئے مسواک سے
زیادہ کوئی چیز مفید نہیں۔

اسد:۔ یہ بات تو اب بھی میری سمجھ
میں نہیں آئی۔"

میں نے کہا "ہاں بھائی کیوں سمجھ میں
آنے لگی۔ وہ تو میاں کچھ ہوا ہی ایسی چل رہی
ہے کہ یورپ کی ہر چیز ہمارے لئے نعمت ہے
اور اپنی ہر چیز میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ اچھا آؤ
میں تمہیں سمجھاؤں۔ بات ایسی کھلی ہوئی ہے کہ
تم تو تم جاہل آدمی بھی سمجھ جائے گا۔ پہلی بات تو
یہ کہ داتن یا مسواک روز کے روز ہرے بھرے
پیڑ سے توڑی جاتی ہے، اس لئے جراثیم وغیرہ کا
تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر مسواک کرنے
سے پہلے اسے خوب چباتے ہیں تاکہ اس میں ریشے
پیدا ہو جائیں، اور مسواک آسانی سے کی
جا سکے۔ اس طرح چبانے سے مسوڑھوں
اور جبڑوں کی خوب ورزش ہو جاتی ہے۔
ہمارے منہ کے اعصاب ٹھیک رہتے ہیں
اور چہرے پر جھریاں نہیں آنے پاتیں۔
بہت سے لوگوں کے دانت آگے پیچھے
نکلتے ہیں۔ یہ بہت بُرے معلوم ہوتے ہیں
یہ خرابی اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ ان کے
جبڑے نرم ہوتے ہیں۔ اگر انہیں بچپن سے
مسواک کرنے کی عادات ہوتی تو جبڑے کی
ہڈی پورے طور پر بڑھتی اور دانت بھی
ٹھیک نکلتے۔

پھر داتن کرنے سے تھوک خوب بہتا
ہے۔ یہ تھوک بہت ہی مفید ہے۔ منہ میں غذا
کے ذرے سڑنے سے ایک تیزاب بنتا ہے
یہ تیزاب دانتوں کو گلا دیتا ہے۔ دانتوں میں
کیڑے لگنے کی بیماری اصل میں یہی ہے۔

تھوک میں ایک قسم کا کھار ہوتا ہے۔ یہ
بیماری کو روکتا ہے، اور ہاں، جتنا تھوک داتن
کرنے سے بہتا ہے اسی قدر معدے میں
(GASTIC JUICE) بنتا ہے۔ یہ کھانا ہضم
کرتا اور بھوک بڑھاتا ہے۔ تم خود تجربہ کرکے دیکھو
جس روز مسواک کروگے بھوک زیادہ لگے گی۔
بھلا برش میں یہ بات کہاں؟

داتن کے سخت ریشے تو مسواک کا کام
دیتے ہیں اور اوپر کے چھلکے کے رس میں جراثیم
کو ہلاک کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ ایک اور بات
ہے۔ برش تو بڑا سا ہوتا ہے، مسواک چھوٹی سی
چیز ہے گول گول۔ دانتوں کے اندر باہر غرض

ہر حصے میں پہنچ سکتی ہے، برش نہیں پہنچ سکتا۔

اسد۔ منجن کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

میں نے کہا "منجن بھی اچھی چیز ہے مگر اس کے ذرّے دانتوں کی جڑوں میں جم جاتے ہیں اور طرح طرح کی بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے ہمارے خیال میں تو مسواک ہی بہترین چیز ہے۔

اسد۔ اور برش ہی کی طرح اس سے دانت صاف کرنے چاہئیں۔

میں نے جواب دیا۔" ہاں اور کیا۔ پہلے خوب چبا چبا کر اس کا برش بنا لو اور پھر ایک ایک دانت کو اندر باہر سے رگڑ رگڑ کر صاف کرو۔

اسد" اور مسواک کس درخت کی"

میں نے جواب دیا "بھئی نیم کی مسواک سب سے اچھی ہوتی ہے، اور پھر کیکر یا ببول کی"

ہاں ایک بات بتانا بھول ہی گیا، میں جس زمانے میں رائل ڈینٹل کالج آف لندن میں پڑھتا تھا، اپنے بہت سی ساتھیوں اور پروفیسروں کو مسواک کے استعمال پر مجبور کیا، اور جنہوں نے اس کا تجربہ کیا انہیں ماننا پڑا کہ مسواک برش کے مقابلے میں کہیں بہتر ہے۔ اب تو آپ کو بھی تسکین ہوگئی ہوگی +
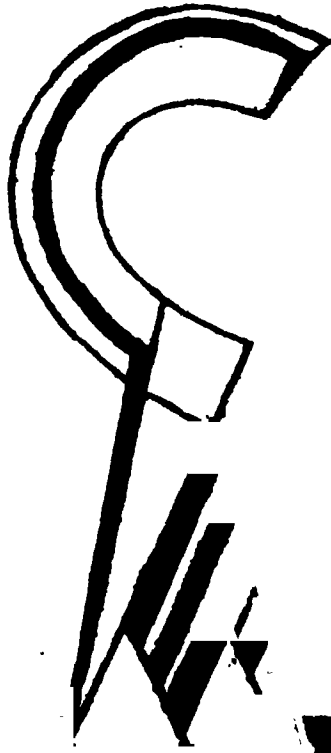
الو دیکھنے کے لئے اپنا سر کیوں گھماتا ہے؟
الو صرف وہی چیز دیکھ سکتا ہے جو اس کی آنکھ
، بالکل سیدھ میں ہو۔ آنکھیں ابھری
دی، اور سر کی ہڈی میں بالکل جڑی ہوئی
وتی ہیں۔ اسی لئے اِدھر اُدھر دیکھنا ہو تو
رکو گھمانا پڑتا ہے۔
بلی کی طرح الو بھی رات ہی میں شکار
یتا ہے۔ رات میں اسے قریب کی چیزیں
ظر آ جاتی ہیں۔ ایشیا میں بعض جگہ خصوصاً
ہندوستان میں عام طور پر اسے منحوس
پرندہ سمجھتے ہیں۔ یہ خیال بس خیال ہی خیال
ہے۔ الو انسان خصوصاً کسان کے لئے بہت
مفید ہے، یہ چوہے، خرگوش اور کھیت
کو نقصان پہنچانے والے دوسرے کیڑے مکوڑے
کھاتا ہے۔
بعض الوؤں کے سر پر دونوں طرف کان
یا سینگ جیسی کوئی چیز ہوتی ہے، یہ اصل میں
پروں کے لمبے لمبے گچھے ہوتے ہیں۔

الو ہمیشہ رات میں اڑتے ہیں ✥

کولھائی کی مہم

ہمالیہ کی اونچی چوٹیوں ایورسٹ، ننگا پربت کنچن چنگا، نندا دیوی کو سر کرنے کی کوششیں اب سے نہیں چالیس پچاس سال سے جاری ہیں، بہت سے جواں مرد تو اس دُھن میں اپنی جانیں بھی دے چکے ہیں، کامیابی ابھی تک بس نندا دیوی کی مہم میں ہوئی ہے۔

مگر ان جانبازوں میں ہمارے دیس کے کتنے تھے؟ ایک بھی نہیں! سب باہر کے۔ جرمن، انگریز، امریکن وغیرہ۔ ہاں ان کے ساتھ ہندوستانی قلی ضرور تھے، بوجھ ڈھونے والے۔ تم ان کا شمار کن میں کروگے؟

مگر صاحب بددل ہونے کی کوئی بات نہیں اب ہمارے دیس کے زمین و آسمان بدل رہے ہیں، غلامی کی زنجیریں ٹوٹ رہی ہیں اور اب ہم میں، ہمارے نوجوانوں میں آزاد دیس کے لوگوں جیسی ہمت اور بڑے بڑے خطرے کے کاموں میں کود پڑنے کا حوصلہ پیدا ہو رہا ہے! کیسی خوشی کی بات ہے!

آج ہم تمھیں ایک ایسی ہی ہمت اور کامیاب ارادے کی کہانی سنائیں۔ شاید تم نے بھی اخباروں میں پڑھی ہو۔

کولھائی یا کولاہائی ہمالیہ کی ایک چوٹی ہے، اٹھارہ ہزار فٹ اونچی، دو ہندوستانی نوجوانوں حمید اور رؤف نے اس پر اپنی کامیابی کا پرچم لہرائے۔

ہم نے اس مہم کی تفصیل "السٹریٹڈ ویکلی" میں پڑھی تھی، اسی کو سامنے رکھ کر یہ مضمون لکھ رہے ہیں۔

پنجاب میں ایک کلب ہے ماؤنٹینرنگ کلب یہ کلب اس لئے قائم ہوا ہے کہ دیس کے نوجوانوں میں پہاڑوں پر چڑھنے کا شوق پیدا کرے اور انھیں چوٹیوں پر چڑھنے کے طریقے بتائے۔

اس کلب نے کولھائی کی چوٹی پر چڑھنے کا پروگرام بنایا اور کوئی بیس ممبر اس کام کے لئے

منتخب کئے گئے۔ مہم کے سردار مسٹر ڈبلو کاولی تھے۔ یہ پنجاب پراونشل پولیس کے ریٹائرڈ آئی جی ہیں۔

کولہائی کی چوٹی کشمیر میں ہے۔ سری نگر سے کوئی ۷۵ میل ہوگی۔ پہلگام اور آڑو ہو کر راستہ جاتا ہے۔

پچھلے اگست میں اس مہم کے لوگ سری نگر اور سری نگر سے پہلگام پہنچے۔ سری نگر سے پہلگام تک بسیں چلتی ہیں۔ آگے جانا ہو تو پیدل یا گھوڑے پر جاتے ہیں۔

مہم کے لوگوں نے پہلگام کو اپنا مرکز بنایا قلی، گھوڑے یا ٹٹو، خیمے، کھانے پینے کا سامان غرض سب چیزیں یہیں فراہم کیں۔

جب سب سامان ہو گیا تو یہ لوگ یہاں سے آڑو کے لئے روانہ ہوئے۔ قلیوں اور باورچیوں وغیرہ کو ملا کر کل ۱۴۵ آدمی تھے پہلگام سے یہ قافلہ آڑو کو روانہ ہوا۔ آگے مہم کے نوجوان اپنے اپنے تھیلوں کو پیٹھ پر رکھے ان کے پیچھے نوکر چاکر، سب سے آخر میں قلیوں کی قطار، بہت دلچسپ منظر تھا۔

آڑو پہلگام سے کچھ ایسا دور تو ہے نہیں تیسرے پہر تک یہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور سفر کی پہلی رات یہیں بسر کی، دوسرے روز پھر چل کھڑے ہوئے، اور رات میں ایک بڑی سی چٹان کے قریب پڑاؤ ڈالا، اور دوسری رات یہیں بسر کی۔ تیسرے روز سہ پہر کو یہ لوگ کولہائی کی چوٹی میں پہنچ گئے۔ اس وقت آسمان پر بادل اور کہر چھایا ہوا تھا لیکن کہر کے اندر سے کبھی کبھی چوٹی کا شمالی حصہ نظر آ جاتا تھا۔

چوتھے دن مہم کا اصلی یعنی چڑھائی کا کام شروع ہوا۔ مہم کے لوگ چھ ٹولیوں میں بٹ گئے۔ ہر ٹولی کے لئے ایک تجربہ کار آدمی کو رہنما مقرر کیا گیا۔

برف پر چلنا بہت مشکل کام ہے۔ اگر کہیں اگر کہیں پیر پھسل گیا اور کھڈ میں جا گرے تو قصہ ہی ختم! اس لئے چلنے میں پیر کے ناپ کے برابر برف کاٹتے جاتے ہیں کہ پاؤں اچھی طرح جم جائیں، اسے تم قدم تراشی کہہ لو۔ تو ان لوگوں نے چوٹی کے نیچے کے حصے میں پہنچ کر سب سے پہلے قدم تراشی کی مشق کی۔ ہر ٹولی کا سردار اپنی ٹولی کے لوگوں کو اس کی مشق کرا رہا تھا۔

اس مشق کے بعد چڑھائی کی مہم شروع ہوئی۔ برف کی چٹانیں ڈھلواں تھیں پھر ان چٹانوں یا تودوں میں بڑی بڑی درزیں یا دراڑیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس لئے ایک دوسرے کی کمر میں رسیاں باندھ دی گئیں تاکہ کسی کا پیر پھسل

جائے تو دوسرے اُسے سنبھال لیں۔

ذرا اور اوپر جاکر ان کی مشکلیں اور بھی بڑھ گئیں۔ یہاں برف کے چھوٹے چھوٹے تودے جن کی شکل کچھ برجیون جیسی ہوتی ہے زیادہ خطرناک ہو گئے۔ آخر یہ لوگ برف کے ایک ایسے تودے پر پہنچے جو بالکل مچھلی کی پیٹھ کی طرح بہت ڈھلوان تھا۔ یہاں سے بچ بچتے بچتے گذر کر چوٹی کے دامن سے کوئی ۵۰۰ فٹ کی اونچائی پر پہنچے تھے کہ ایک بڑی دراڑ بیچ میں آگئی۔ مجبوراً انھیں دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑا۔

اب یہ فیصلہ کیا گیا کہ پندرہ ہزار فٹ کی اونچائی پر آگے جانے والوں کے لئے کیمپ لگایا جائے، اور یہیں سے آخری چڑھائی کی کوشش کی جائے۔ یہ کام مہم کے چار ممبروں کے سپرد کیا گیا، ان لوگوں نے برف کے اوپر ایک راستہ تلاش کیا، اور مقررہ اونچائی پر خیمہ لگا دیا، وہاں انھوں نے چٹان کی دیواروں اور ڈھلوانوں کو بھی دیکھا بھالا، انھیں یہ بھی اندازہ ہوا کہ رسیوں کی مدد سے چڑھائی بہت سست ہوتی ہے، تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے

مہم کے ایک ممبر لی وہی سنگھ تو ۱۸ ہزار فٹ کی اونچائی پر پہنچ گئے، یہ بہت اچھے چڑھنے والے تھے، یہاں انھوں نے ایک چٹان کی نوک سے اپنی پتلون ٹانگ دی، تاکہ دوسرے دن آنے والوں کے لئے رہنمائی کا کام دے۔ مگر دوسرے دن لوگ ایک اور راستے سے چڑھے اور پتلون شاید اب بھی ہوا میں لہرا رہا ہو۔

دوسرے دن صبح کو موسم بہت اچھا تھا فضا بھی خوب صاف تھی، اس لئے پانچ آدمیوں کی ایک ٹولی آخری چڑھائی کے لئے روانہ ہوئی، چڑھائی بہت سخت تھی، ان کو جگہ جگہ دم لینے اور سستانے کے لئے رکنا پڑتا تھا، ایک موقع تو ایسا آگیا کہ ان کے دل میں نا امیدی اور اس مہم کو چھوڑ دینے کا خیال پیدا ہونے لگا، پیاس کی وجہ سے ان لوگوں کا برا حال تھا۔ خوش قسمتی سے کہیں کہیں چٹانوں کے سوراخوں یا پتھر کی درزوں سے ذرا ذرا سا پانی رس رہا تھا، اسی سے انھوں نے اپنے حلق تر کئے، کچھ لوگوں نے برف چوس کر پیاس بجھائی۔

چوٹی سے واپسی کا وقت دو بجے مقرر ہوا تھا، مگر چڑھائی اتنی سخت تھی کہ صحیح وقت پر پہنچنا ناممکن نظر آتا تھا، مگر ان بہادروں نے ہمت نہیں ہاری، چڑھائی برابر جاری رکھی، ان کا ارادہ یہی تھا کہ ایک گھنٹے میں چوٹی پر۔

ایک کی جگہ دو گھنٹے ہو گئے۔ مگر ان کا نعرہ برابر یہی رہا "ایک گھنٹے میں چوٹی پر"

کہیں کہیں یہ لوگ چٹانوں پر بیٹھ کر ہانپنے لگتے تھے، اور بار بار پھر چڑھائی کی کوشش کرتے تھے۔ آخر ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں صرف **حمید اور رؤف** آگے بڑھ سکے۔ حمید نے اس موقع پر خاص طور پر سوجھ بوجھ اور مستقل مزاجی سے کام لیا۔ اور ایک بج کر پندرہ منٹ پر آخری چوٹی پر چڑھ گئے، اُن کے پندرہ منٹ بعد رؤف بھی پہنچ گئے

خود **حمید** اپنے اس کارنامے کے بارے میں کہتے ہیں :- "۵۰۰ فٹ تک چڑھائی کے بعد میں اپنے آگے چلنے والے ساتھیوں سے جا ملا، اور اُنھیں راستہ دکھلانے لگا، ایک خطرناک دراڑ کے سامنے میں نے اپنے ساتھیوں کو برف کی دو تین برچھیاں سے لے کرائیں۔ پھر ہم ایک ڈھلوان دیوار پر رینگتے ہوئے چڑھے۔ یہاں سے ہم پورب کی طرف کی چوٹی پر چڑھنے لگے۔ میں تو چڑھتا ہی چلا گیا اور ایک بج کر پندرہ منٹ پر انتہائی چوٹی کے سرے پر پہنچ گیا۔"

اس مہم کے دوسرے ہیرو **رؤف** کہتے ہیں :- "جب ہماری جماعت آخری چوٹی سے صرف پانچ سو فٹ نیچے تھی چوہان اور عزیز ہمت ہار کے بیٹھ گئے۔ اور لوگ چوٹی پر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے، مگر اُن کی ہمتوں نے بھی جواب دے دیا، جب میں اوپر پہنچا تو دیکھا کہ چار ہزار فٹ گہرا ایک خطرناک کھڈ نیچے موجود ہے، ایک ہی غلط قدم میں موت یقینی تھی۔

زندہ باد رؤف اور حمید!

بچوں کی نظمیں

مولوی محمد شفیع الدین نیر
کی اصلاح کے بعد

ہماری بلّی

مشیر الحسن، سوئے پور

ہم نے ہے اک بلّی پالی
دودھ اور چاول کھاتی ہے یہ
ڈر کر اس سے سارے چوہے
ہم جب بھی کھانا کھاتے ہیں

اچھی اچھی بھولی بھالی
چوہوں کو دوڑاتی ہے یہ
بھاگ گئے ہیں گھر سے میرے
بلّی کو کھلاتے جاتے ہیں

کیا ہی اچھی ہے یہ بلّی
کیا ہی پیاری ہے یہ بلّی

صبح

محمد نسیم اللہ، ترنتارن

صبح ہوئی کل دنیا جاگی
بولی چڑیا چوں چوں چوں
کوئل بولی کو کو کو
گھنٹے باجے ٹن ٹن ٹن
دیکھو بچو! بادل چھایا
برسے ہے مینہ چھم چھم چھم
سکھیاں گائیں مل کر

نینوں سے ہے نندیا بھاگی
بولے مرغے ککڑوں کوں
قمری بولی یا حق تو
جھانجیں باجیں جھن جھن جھن
چار طرف سے گھر کر آیا
بجلی چمکے چم چم چم
مینڈک بولے ٹرٹر ٹر

جھینگر بولے جھیں جھیں جھیں
طوطے بولے ٹیں ٹیں ٹیں

اتنے میں لو سورج چمکا
خوشبو سے پھر گلشن مہکا

گھروندا

رفعت قدیر، ندوہ لکھنؤ

آؤ ایک گھروندا بنائیں
شمّو عفت دوڑو آؤ
وحیدا تم کیوں نہیں آتے
دو ٹھہر گئے کیا تم من جاؤ
بن گیا لو! گھروندا پیارا

چھوٹا سا اک باغ بنائیں
ساتھ میں اپنے چمٹا لاؤ
اپنی کدالی کیوں نہیں لاتے
اچھا! مالی تم بن جاؤ
باغ بھی بن گیا پیارا پیارا

ہم سب مل کر گیت یہ گائیں
رفعت کی نظمیں دہرائیں

موٹر تانگا

امام الدین انصاری گوہر

ننھا چھوٹا موٹر تانگا
ٹٹو اس کا بھولا بھالا
ٹٹو بھاگا پاکے اشارا

خوب بنایا خوب نکالا
ہانکنے والا بھی ہے نرالا
ہو گیا دل بس شاد ہمارا

صاف اور ستھرا چھوٹا ڈبا — بیٹھنے والا ہے یہ حصہ
ٹھنڈی سڑک دریا کا کنارا — اس پر تانگا پیارا پیارا
راحت میں آرام میں یکتا — نام میں یکتا کام میں یکتا
ریل سے کب کھاتا ہے ماتیں — کرتا ہے یہ ہوا سے باتیں
بیٹھے جس دم چڑھ کر گوہر
تانگا بھاگا فرفر فرفر

رکھ آپس میں میل

از محمد فاروق [illegible]

میل محبت سے لے بابا — قائم ہے یہ دنیا بابا
راہِ محبت طے کر بابا — پھر ہوگی تیری جے بابا
رکھ آپس میں میل بابا
رکھ آپس میں میل

روز لڑائی جھگڑا کرنا — آپس ہی میں کٹنا مرنا
غصے میں بے کار بگڑنا — الزام اس پر اس پر دھرنا
ہے شیطانی کھیل بابا
رکھ آپس میں میل

سب کو سمجھ تو بھائی اپنا — ان کی یاد میں سیکھ تڑپنا
پریم نام کی مالا جپنا — فاروق دیکھ اسی کا سپنا
اچھا ہے یہ کھیل بابا
رکھ آپس میں میل

ترانہ

مسرت نعیم بھٹی۔ اچھرہ، لاہور

کنارے پہ دریا کے اک جھونپڑا ہے
مکیں اس کا حیران و ششدر کھڑا ہے
کہ دریا میں نورِ نظر گر پڑا ہے
اسے ڈوبنے سے بچاتا چلا جا
کوئی کام کرکے دکھاتا چلا جا

ذرا سن تو اے نوجواں جانے والے
بتا جا رہا ہے کہاں جانے والے
ذرا دیکھ تو یہ سماں جانے والے
لگی آگ ہے وہ بجھاتا چلا جا
کوئی کام کرکے دکھاتا چلا جا

مسرت کا پیغام گھر گھر سنا دے
کسی تیرہ قسمت کی بگڑی بنا دے
اسے جادۂ کامرانی پہ لا دے
جو روتا ہو اس کو ہنساتا چلا جا
کوئی کام کرکے دکھاتا چلا جا

جگر میں خلش ہو تو آنکھوں میں نم ہو
ترے دل میں اپنے پرائے کا غم ہو
نہ سر تیرا اغیار کے در پہ خم ہو
تو دنیا کو در پہ جھکاتا چلا جا
کوئی کام کرکے دکھاتا چلا

[illegible] نے کو گلزارِ جنت
تو ناپید کر دے غریبی کی لعنت
ہر اک دل کو کر آشنائے مسرت
مسرت کی تانیں اڑاتا چلا جا

مٹر کے دانے

نصیر احمد، جالندھر

ایک تھی مٹر کی پھلی۔ اس پھلی میں ایک نہ دو پورے پانچ دانے تھے۔ یہ پھلی اُن کا گھر تھا، یہ ہفتوں اسی میں پلتے، بڑھتے رہے، سورج دادا اپنی کرنوں کے ذریعے، اور بادل بھائی اپنی بوندوں کے ذریعے اُنھیں کھانا پانی پہنچاتے رہے، جوں جوں پھلی بڑھتی، یہ بھی بڑھتے جاتے۔ مٹر کی پھلی ہری ہری تھی، دانوں کا خیال تھا، ساری کی ساری دنیا اُسی رنگ کی ہوگی وہ اکثر سوچا کرتے تھے ہم اِس سبز دنیا سے باہر آئیں گے تو کیا ہوگا!

آخر ایک دن ایک دانے نے اپنے اور سب بھائیوں سے پوچھا "کیا عمر بھر یہیں رہنے کا ارادہ ہے۔ یہاں پڑے پڑے تو پتھر کی طرح سخت ہو جاؤ گے، ہم تو جانتے ہیں کہ اس سبز دنیا کے باہر بھی ایک دنیا ہے۔"

ہفتوں پر ہفتے گذرتے رہے، آخر مٹر کی پھلی کا، اور پھلی کے اندر دانوں کا رنگ زرد پڑنے لگا، کسی ڈر سے نہیں، خزاں کے جھونکوں کی مہربانی سے۔ اب ان کے خیال میں ساری کی ساری دُنیا پر زردی چھا گئی تھی۔

ایک دن اچانک جیسے کسی نے ان کے سبز گھروندے کا دریچہ کھول دیا۔ اور پھر ننھی منی انگلیوں نے انھیں ایک ننھی سی جیب میں ڈال لیا۔

ایک دانہ خوش ہو کر بولا:۔ "لو بھئی؛ اب تو ہماری قید کے دن کٹ گئے، بڑے مزے کی سیریں رہیں گی۔"

سب سے چھوٹے بھائی نے پوچھا۔ "تو سب سے پہلے کس کی باری آئے گی۔"

بڑے بھائی نے جواب دیا۔ "اب یہ کسے معلوم، بھائی جو ہونا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔"

بڑا بھائی ابھی یہ جملہ پورا بھی نہ کر پایا تھا کہ چھلکا بولا:۔ "چٹاک" اور پانچوں مٹر کے دانے مزے سے سورج کی روشنی کا لطف

ٹھار ہے تھے ۔ اب وہ میاں فاروق کے ننھے ننھے ہاتھوں میں تھے ۔ فاروق میاں انھیں ہاتھ میں سنبھال کر بولے ۔" اہا یہ تو میری بندوق کے لئے چھرے کا خوب کام دیں گے "

انھوں نے ایک دانہ اپنی ہوائی بندوق میں رکھا ، اور بندوق چلا دی ، مٹر کا دانا اپنے جی میں بہت خوش تھا کہنے لگا " آہ ہا اب تو میں بڑی بہت بڑی دنیا میں اڑا چلا جا رہا ہوں "

اور سچ مچ وہ دیکھتے دیکھتے نظروں سے اوجھل ہوگیا ۔ دوسرے دانے نے سورج کی طرف جھانکا سمجھا یہ بھی کسی بہت بڑے مٹر کا گول گول چھلکا ہے " اور اپنے جی میں کہنے لگا " ہم تو اسی میں جا کر رہیں گے "

فاروق میاں اسے بندوق کی نال میں ڈالنے لگے تو بولا " لو بھائیو خدا حافظ ، ہم بھی چلتے ہیں " اور وہ سورج کی طرف اڑ گیا ۔

مٹر کے دو دوسرے دانے بہت کاہل اور سست تھے ۔ یہ زمین پر گر گئے اور گرتے ہی اونگھنے لگے ۔ مگر فاروق میاں انھیں کب چھوڑنے والے تھے ۔ انھوں نے ان دونوں کو بھی بندوق میں رکھ ، داغ دیا ۔ اب تو یہ بھی بولے " ہم بہت دور جائیں گے "

اب مٹر کا بس ایک ہی دانہ رہ گیا تھا یہ بولا " بھئی جو ہونا تھا وہ تو ہو کر رہے گا " فاروق میاں نے اسے بھی بندوق میں رکھ کر کہیں دور بھیج دیا ۔

اب پہلے دانے کی آپ بیتی سنو ، یہ صاحب ایک مکان کی چھت پر گرے اور لڑھکتے لڑھکتے پرنالے میں پہنچ گئے ۔ اتفاق سے ایک کبوتر نے انھیں دیکھ لیا ۔ بس پھر کیا تھا ، ہڑپ کر گیا ، دوسرے صاحب سورج کو گھر بنانا چاہتے تھے مگر تھوڑی ہی دور ایک نالی میں منہ کے بل جا گرے ہفتوں اسی گندگی میں رہے ۔ نمی جو پہنچی تو خوب پھول گئے ، اپنے جی میں بہت خوش کہ ہم خوب موٹے ہو رہے ہیں ۔

مٹر کے دو دوسرے دانوں کا حشر بھی کچھ اچھا نہ ہوا ۔ بے چاروں کو کبوتر کھا گئے ۔

اب رہ گئے پانچویں صاحب ، وہی جنھوں نے کہا تھا " جو ہونا ہے وہ ہو کر وہ ہو کر رہے گا " یہ بندوق سے نکلتے ہی بہت اونچے چڑھ گئے ، اور ایک دو منزلہ مکان کی کھڑکی میں آگرے ، بے چارے کے چوٹ تو بہت آئی مگر صبر و شکر کے ساتھ وہیں پڑے رہے ۔

اس کمرے میں ایک بڑی بی رہتی تھیں ۔ ایک ان کی بچی تھی نسیمہ ۔ بڑی بی بہت غریب

تیں، اور بچی ان دنوں بہت بیمار رہتی تھی
ڑی بی نے بہت دوا داروُ کی۔ مگر نسیمہ کی
یماری بڑھتی ہی رہی اور بے چاری دن بدن
مزور ہوتی گئی۔ بڑی بی کی پریشانی کا کیا پوچھنا
ب تو اُن کے دل میں یہ ڈر رہنے لگا کہ کہیں
یری بچی اللہ کو پیاری نہ ہو جائے۔
بڑی بی کا آگے پیچھے کوئی تھا بھی نہیں،
ھائی نہ بہن، نہ عزیز نہ رشتہ دار۔ بے چاری
لے یہی ایک بچی تھی، کوئی اتنا بھی نہیں تھا کہ اُڑے
وقت میں کام آئے۔ گھر کا کام، بچی کی تیمارداری
کیم کے ہاں حال کہنے جانا۔ دوا لانا، یہ سب
ام انھی کو کرنا پڑتے تھے
بڑی بی کو دوا لینے یا کسی اور کام سے باہر
انا پڑتا تو نسیمہ اکیلی رہ جاتی۔ بیمار بچی اکیلے
یں گھبراتی۔ کوئی کھلونا بھی نہیں تھا۔ جو اس سے
ل بہلاتی۔
ایک دن صبح کو نسیمہ کی نظر کھڑکی پر پڑی
وشی سے چیخ اُٹھی "امی، امی یہ ہری ہری کیا چیز
ہے یہ کتنی خوب صورت ہے امی"
ماں بولی: "ارے یہ تو مٹر کا پودا ہے
بیٹی، کیسا پیارا پیارا ہے نگوڑا"
نسیمہ بہت غور سے پودے کو دیکھتی رہی
اپنے جی میں بہت خوش، بہت ہی خوش، بڑی

بی دوا لینے بازار چلی گئیں۔ نسیمہ اپنے کم زور
ہاتھوں سے جیسے تیسے چارپائی کھسکا کر کھڑکی کے
پاس لے آئی۔ پودے کے مخمل جیسے نرم پتوں
کو اپنے ہاتھوں سے چھونے لگی۔ اور اپنے
خیالوں میں بالکل کھو گئی۔ بیماری کی تکلیف
بھی بھول گئی۔
شام کو بڑی بی آئیں تو نسیمہ کو بہت
ہشاش بشاش پایا۔ بڑی بی کو جیسے دل کی مراد
مل گئی۔
اب روز یہی ہوتا، بڑی بی بازار چلی جاتیں
اور نسیمہ اکیلے گھر میں اس پودے سے دل
بہلاتی۔ اس کا وقت اچھی طرح کٹتا۔ اس پودے
نے معلوم ہوتا تھا نسیمہ میں ایک نئی روح پھونک
دی تھی، اب وہ دن بدن تندرست ہو رہی تھی
ایک دن اس پودے میں پھول کھلا پیارا
پیارا، سُرخ پھول۔ نسیمہ تو دیکھ کر بس اُچھل
پڑی۔ اس نے پھول کی نازک نازک پتیوں کو
ہاتھ سے چھوا اور پھر چومنے لگی۔
اب نسیمہ کی حالت پہلے سے بہت اچھی
ہو گئی تھی، وہ اب چل پھر سکتی تھی۔
ایک رات بڑی بی آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی
کمرے میں آئیں اور نسیمہ کو پھول سے دل بہلاتے
دیکھ کر پھولی نہ سمائیں۔ ان کے ہاتھ بے اختیار

آسمان کی طرف اُٹھ گئے اور بھرائی ہوئی آواز میں بولیں "میرے اللہ میں تیرے قربان جاؤں تو نے اس پودے کو اپنے ہاتھ سے یہاں لگایا ہے اور یوں میرے کمھلائے پودے کو دوبارہ جلایا۔ یہ پھول کاہے کو ہے میرے لئے اور میری بچی کے لئے کوئی قسمت کا فرشتہ ہے"۔

نسیمہ نے مڑکر دیکھا تو ماں پاس کھڑی تھیں، اور خوشی کے آنسو نکل رہے تھے، بولی "سچ مچ امّی یہ پھول اس وقت کیسا پیارا پیارا معلوم ہو رہا ہے"۔ یہ کہہ کر وہ اپنی امّی سے لپٹ گئی۔ دونوں ماں بیٹیاں کتنی خوش تھیں۔

واہ بھئی۔ مٹر کے دانے!
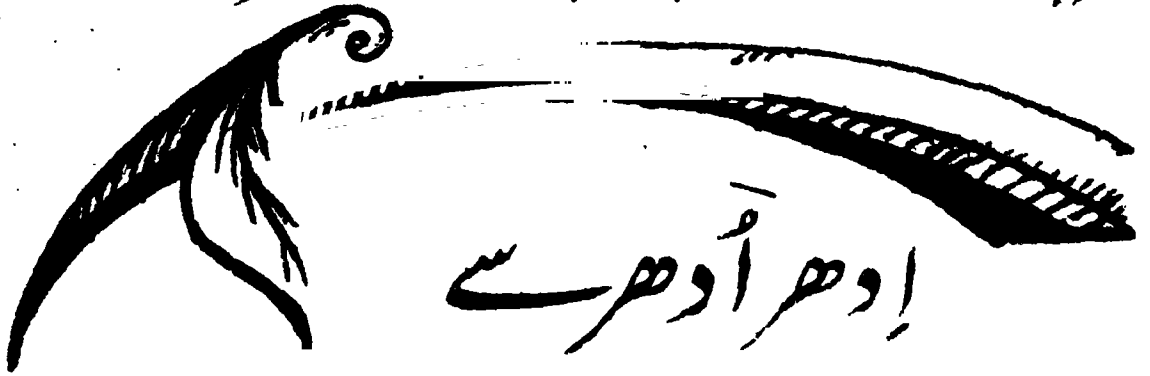
اِدھر اُدھر سے

امریکہ میں ایک عجیب و غریب سائکل ایجاد ہوئی ہے۔ یہ خشکی پر چلنے والی سائکلوں کی طرح پانی پر چلتی ہے۔ اس کی رفتار دس میل فی گھنٹہ ہے۔

روس میں ایسا کپڑا ایجاد ہوا ہے جس میں آگ نہیں لگ سکتی۔ کپڑا پہن کر لوگ آسانی سے آگ میں چل پھر سکتے ہیں۔ روس میں آگ بجھانے والے یہی کپڑا پہنے ہیں۔

انگلستان میں ایسے کارڈ بنائے گئے ہیں جو پڑھنے کے بجائے سنے جاتے ہیں جس مشین سے گانے والے ریکارڈ بھرے جاتے ہیں اسی سے یہ بھی بھرے جاتے ہیں اور گراموفون پر رکھ کر سنے جاتے ہیں۔

دیدہ ہر کاش صراف حبیوں

اسپین کے پاس ایک گاؤں میں جب کوئی سفید کپڑے پہن کر باہر نکلتا ہے تو اکثر اس کے کپڑوں میں آگ لگ جاتی ہے اور دوسری سفید چیزوں میں بھی آگ لگ جاتی ہے۔ سائنس دانوں نے تحقیق کے بعد معلوم کیا ہے کہ اس جگہ زمین کے نیچے پٹرول ہے یہ بھاپ بن کر اوپر آجاتا ہے اور سورج کی گرمی سے جل اٹھتا ہے۔

بچوں کی کوششیں
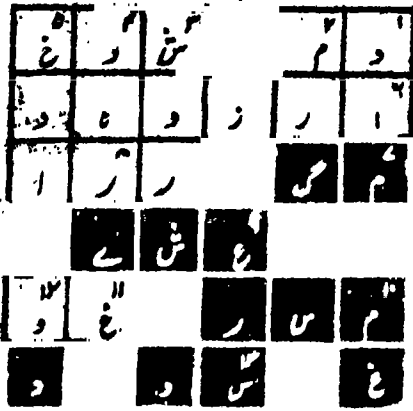
پچھلے معمے کا حل ۔ محمد نسیم اللہ نشاط

کیا آپ جانتے ہیں؟

محمد نثار اللہ خاں پشاور

۱۔ ایک مالی کے پاس گلاب کے بارہ پودے ہیں وہ انھیں اس ترتیب سے لگانا چاہتا ہے کہ چھ قطاریں بنیں، اور ہر قطار میں چار پودے آئیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ پودے اسے کس طرح لگانے چاہئیں ذرا شکل کھینچ کر دیکھیے

۲۔ کیا آپ ایسی شکل پنسل اٹھائے بغیر، اور ایک لائن کو دوبارہ پنسل سے کھینچے بغیر بنا سکتے ہیں۔

جوابات

(۱)

(۲)
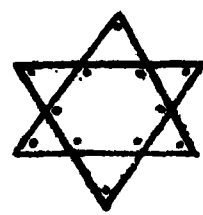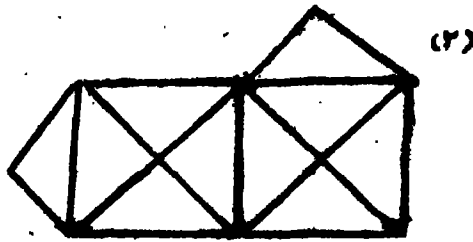
اچھی باتیں

مفتی اعجاز احمد قریشی

۱۔ جو لڑکا اپنے بزرگوں کی نصیحت نہیں مانتا، آخر پشیمان ہوتا ہے۔

۲۔ سورج نکلنے سے پہلے جاگنا عقل کو بڑھاتا ہے، اور آدمی کو چست بناتا ہے۔

۳۔ بھنے آدمی کی صحبت سے بچو۔

۷۔ اپنے بزرگوں کا احترام کرو۔

لطیفے

حکیم :۔ دوا پینے کے بعد پیاس تو نہیں لگی
مریض :۔ لگی تھی میں نے برف کا پانی پی لیا۔
حکیم :۔ میں نے تو گرم پانی بتایا تھا۔
مریض :۔ کیا ہرج ہے۔ پیٹ سینک لوں گا۔

خورشید :۔ مجھے ایک اکنی دیجئے۔
باپ :۔ روپیہ بھنا کر دے دوں گا
خورشید :۔ آپ نہیں دیں گے تو میں اس لڑکے کے
ہاں چلا جاؤں گا۔ جسے کھجلی ہوگئی ہے۔

سراج احمد شمسی ، کلکتہ

لڑکا :۔ کھانسی کی جو گولیاں آپ نے میرے والد صاحب
کو دی تھیں ، ان کی ایک شیشی اور دے دیجئے۔
دوافروش :۔ ان گولیوں سے کچھ فائدہ بھی ہوا؟
لڑکا :۔ یہ تو معلوم نہیں لیکن وہ میری بندوق میں
پوری اترتی ہیں۔

وشو ناتھ آہوجہ۔ فاضلکا

ماں :۔ بیٹا دیکھو تو کمرے میں کون جانور گھس
کر شور مچا رہا ہے۔
لڑکا :۔ جانور تو کوئی بھی نہیں امی ، ابا جان
گا رہے ہیں۔

منشی اعجاز احمد قریشی ، ایبٹ آباد

بجھارتیں

۱۔ انگوارہ لڑکی کی راج دھانی ہے
انگور
۲۔ امریکہ کے لوگ بڑے ہوشیار ہوتے ہیں۔
آم
۳۔ ناصر کل آؤ گے نا؟ یا میں رنگی ہوئی ٹوپی دھو کر
کو دے دوں۔
نارنگی
۴۔ خدا اکیلا ہے اس کا کوئی ساتھی نہیں۔
کیلا
۵۔ سیلاب میں اشرف کا گھر بہہ گیا۔
سیب

بدر منیر سپورہ

۱۔ اصغری چھت پر بیٹھی بُن رہی ہے
ریچھ
۲۔ احمد کا صابن دری پر پڑا ہے
بندر
۳۔ اس امیر کو آخر گوشت کھانا ہی پڑا
خرگوش
۴۔ ایوب کریم اور نعیم ٹہلنے گئے ہیں۔ بکری

عتیق الحسن کلکتہ

لڑکوں کے مضامین

ننھا مصوّر

راشد حسن قادری، آگرہ

ملکہ وکٹوریہ کے زمانے میں سر جان میلے بہت بڑا مصور گذرا ہے۔ وہ اتنا بڑا مصور اپنی ماں کی بدولت بنا تھا، اس کی ماں نے اور بچوں کی طرح جان میلے کو اسکول میں داخل نہیں کیا بلکہ خود تعلیم دیتی تھی، جب بچے کو پنسل پکڑنی آگئی تو اس کو جتنی خوشی اسے لکیریں کھینچنے میں ہوتی تھی اتنی اور کسی کام میں نہیں ہوتی تھی۔

جان کا چار برس کی عمر میں یہ حال تھا کہ فرش پر لیٹا ہوا گھنٹوں تصویریں بنایا کرتا۔ جو چیز اس کے سامنے ہوتی اس کا خاکا بناتا، دیکھنے والے اس کی مصوری پر تعجب کرتے اور حیرت میں رہ جاتے۔ جان کے اس شوق کو دیکھ کر اس کے چچا نے ایک دن کسی سے کہا تھا "میری بات یاد رکھنا کہ یہ لڑکا ایک دن بڑا آدمی ہوگا"۔ ہر آدمی اس کی تعریف کرتا تھا۔

ساتویں برس میں اس کو اپنے والدین کے ساتھ فرانس جانے کا اتفاق ہوا، اس سفر سے وہ بہت خوش ہوا۔ وہاں اس نے بہت سی نئی چیزیں دیکھیں۔ ایک دن وہ اپنے بھائی کے ساتھ تفریح کرنے گیا۔ اس نے دیکھا کہ ہیڈ ماسٹر اکڑتا ہوا اپنے سپاہیوں کے آگے آگے چلا آرہا تھا۔ ریچھ کی کھال کی خوب اونچی چوٹی سر پر رکھے اور سنہرے موٹھ کا بید ہاتھ میں لئے تھا، یہ منظر دیکھ کر جان سے نہ رہا گیا، اور پنسل کاغذ نکال کر فوراً اس کی تصویر بنا ڈالی جس وقت تصویر کی آخری لکیریں کھینچ رہا تھا تو افسر اس کے قریب آیا اور تصویر دیکھ کر حیران رہ گیا، ننھے مصور کے کمال کی نہایت تعریف کی اور تصویر لے کر کچھ روپے انعام میں دیئے۔ فرانس سے واپس آکر اس کے والدین اس کو انگلستان کے ایک بڑے مصور کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا کہ "ابھی اس کو کام سکھاؤ"۔ مگر جب اس کے ہاتھ کی تصویریں دیکھیں تو رائے بدل دی۔ جان میلے نے اس کی نگرانی میں خوب محنت کی۔

جان میلے [illegible] میں انگلستان میں پیدا ہوا۔ ۱۸۸۵ء میں سر ۹ کا معزز خطاب ملا۔ [illegible] میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔

بے تار کی تار برقی

سلیمان حامد، مارہرہ

وائرلیس یا بے تار کی تار برقی جس سے ہم دور دور کے ملکوں سے آسانی سے بات چیت کر سکتے ہیں [illegible] جس سے موجودہ جنگ میں ایک سپاہی کو دوسرے سپاہی تک خبریں پہنچانے میں کثرت سے کام لیا گیا ہے۔ مسٹر مارکونی کی برسوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اسے انھوں نے ۱۸۹۵ء میں ایجاد کیا۔

آج کل تمام ملکوں میں بے تار کی تار برقی کے کھمبے نظر آتے ہیں، بعض کھمبے بہت زیادہ اونچے ہوتے ہوتے ہیں، کیونکہ زیادہ دور خبریں بھیجنا کھمبے کی بلندی پر ہے۔

انگلستان میں بے تار کی تار برقی کا ایک کھمبا ۲۷۵ ہاتھ اونچا ہے۔ اس کے اوپر ۲۰۰ گھوڑوں کی قوت والی مشین لگی ہے۔ جس کے ذریعے زمین ہو یا پانی تین ہزار میل تک آسانی سے خبریں بھیجی جاتی ہیں۔

تم سوچتے ہو گے کہ آخر بغیر تار وغیرہ کے آوازیں ایک جگہ سے دوسری جگہ کیسے پہنچ جاتی ہیں، لو ہم بتائیں۔

جس طرح تالاب میں اینٹ یا پتھر وغیرہ پھینکنے سے گول لہریں اٹھتی ہیں، اسی طرح ہوا میں ایک مادہ "ایتھر" ہوتا ہے۔ اس میں بھی بولنے سے گول لہریں اٹھتی ہیں۔ جس کو دوسرے ملک یا دوسرے شہر پر لگی ہوئی مشین اپنے اندر کھینچ لیتی ہے اور ریڈیم جیسے مادے سے اس قسم کی لہریں تیزی سے اٹھنے لگتی ہیں۔

جس جگہ سے خبر روانہ کی جائے، وہاں پر باہر سے آواز نہ آنی چاہیے، کیونکہ وہ آواز بھی تمھاری آواز میں شامل ہو کر سننے والے کے سمجھنے میں دقت پیدا کرے گی۔

کاغذی مشغلہ

خالد حسن قادری

پچھلے مہینے ہم نے تمہیں نرالے چہرے بنانے کی ترکیب بتائی تھی۔ اب ہم تمہیں کاغذ کی اچھی دلچسپ اور مفید چیزیں بنانے کی ترکیب بتائیں گے۔ یہ چھوٹوں کے لئے الگ ہوں گی، بڑوں کے لئے الگ، مگر سامان کی ضرورت تو چھوٹے بڑے سبھی پیا میوں کو ہوگی۔ اس لئے اس کی تفصیل ہم یہیں لکھے دیتے ہیں:۔

کاغذ:۔ کھلونے بنانے کا کاغذ کسی قدر موٹا ہونا چاہیے، اتنا موٹا بھی نہ ہو کہ موڑنے سے ٹوٹ جائے۔ ریپنگ پیپر (یعنی وہ کاغذ جو پارسلوں پر لپیٹتے ہیں) ٹھیک رہے گا۔ رنگین ہو تو اچھا ہے، نہیں تو تم خود رنگ لو۔

چاقو:۔ چاقو تیز ہونا چاہیے۔ موٹا کاغذ آسانی سے نہیں مڑتا، چاقو کی نوک سے ہلکا سا نشان ڈال دیا جائے تو موڑنے میں آسانی رہتی ہے۔

رولر:۔ تمہارا اسکول والا فٹا کافی ہوگا۔

پرکار:۔ یہ بھی اپنے جیومیٹری بکس سے نکال لو۔

گوند:۔ گوند اچھا ہے۔ یہ نہ ہو تو پھر لیئی سے کام لو، مگر لیئی پکاؤ گے کیسے۔ تھوڑا سا آٹا کسی موٹے کپڑے میں چھان لو۔ پھر اسے پانی میں گھول کر پکاؤ۔ اچھے چھنے ہوئے آٹے کی لیئی زیادہ چکنی ہوگی۔

ہاں ایک بات کا اور خیال رکھو۔ کھلونوں کے نقشوں میں دو قسم کی لکیریں ہیں۔ پوری کھنچی ہوئی (______) اور نقطے والی (..........) پوری کھنچی ہوئی لائنوں پر سے کاٹا جائے گا۔ اور نقطے والی لائنوں پر موڑا جائے گا۔

اچھا اب ہم اپنے ننھے پیامیوں کو ایک آسان سا کھیل بتاتے ہیں۔

۴½ انچ لمبا اور ۳¾ انچ چوڑا کاغذ لو۔ ا ب اور ج د دو لائنیں کناروں سے ایک انچ دور کھینچ دو۔ س ش اور ص ض کی لکیریں ۱½ انچ دور کھینچو۔ اس کے بعد نقشے کے مطابق لفافے کا خاکا بنالو۔ سامنے کے کنارے ایک دوسرے پر چپکا دو۔ شروع شروع میں کوئی خراب ہو جائے تو بددل مت ہونا دو چار بنا ڈالو پھر تمہارا ہاتھ صاف ہو جائے گا۔

س ص
د ج
ب
ش ض
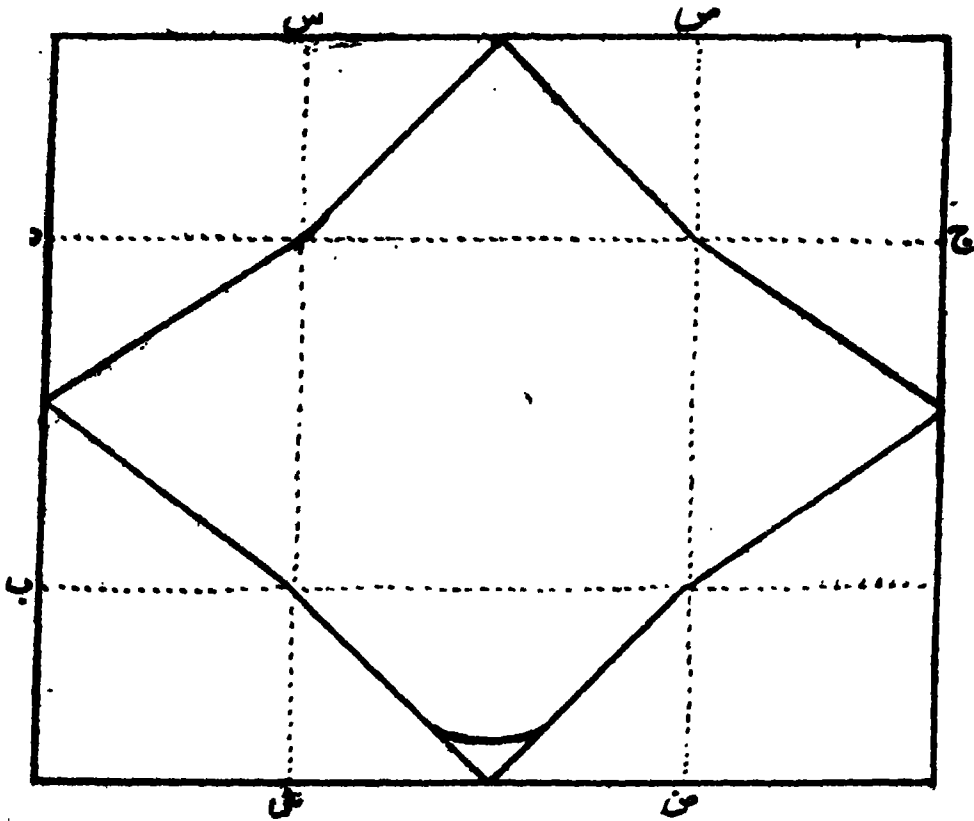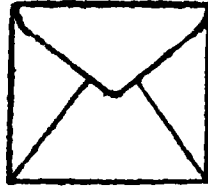
بڑے لڑکوں کے لئے

شش پہل میز

۵ انچ چوڑا اور ۱۳½ انچ لمبا کاغذ لے لو۔ ایک سرے پر ۱½ انچ کے فاصلے کی لائن کھینچ دو۔ اب باقی کو چھ برابر حصوں میں تقسیم کر دو۔ اب ½ انچ چوڑی لائن اوپر کی طرف لمبائی میں کھینچو اور جہاں یہ لائنیں ملتی ہیں وہاں (V) شکل کے ٹکڑے کاٹ دو۔ اب دونوں سرے ملا دو

اوپر کے تختے کے لئے ایک انچ کا فاصلہ کر پرکار سے ایک دائرہ کھینچ دو۔ اسی فاصلے سے دائرے پر چھ نشان بنا دو۔ انھیں آپس میں ملا کر اور چھ کونے کا تختہ بنا کر کاٹ لو، اور ان ٹکڑوں کو موڑ کر ان پر چپکا لو۔

بچوں کا میلہ کے افتتاح سے پہلے جامعہ کے جھنڈے کی سلامی

سمندر کے کنارے

ہوائی جہاز

اس کا اشتہار صفحہ ۳۹۹ پر دیکھئے